



ملان آزاد ادبیری



مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ڈاکٹر ام بابو سکینہ کوشن

اعلیہ: مسز آفرید سکینہ

فہرست مضامین متن کلیات برہمن

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۱	۲۳	زندگانی راستے را بیان اور موصوفین	۱۷
۲	اس دیوان کی تداست	۳	۲۴	ہر شخص کا کلام اسکی تالیف ہے	۲۳
۳	ہم سے کتنے شفا نہیں کس طرح آیا	۳۷	۲۵	راستے را بیان کی تصانیف و انکی مکمل الف	۲۴
۴	وجہ اشاعت	۴	۲۶	خاندان کی اصالت	۲۶
۵	دیوان صاحب کی مشکلات	۵	۲۷	خاندانی مصروفیات	۲۷
۶	دیوان صاحب کا نالائق دیوان مقابلہ	۶	۲۸	دوسرے کس منصب دار	۲۸
۷	مشکلات پر عبور	۷	۲۹	تالیف و معالی ولادت	۲۹
۸	تغزلیات اور رباعیات	۸	۳۰	نام و دو تخلص	۳۰
۹	قابل اخفوں سے صحت	۹	۳۱	مورخوں کا حسد	۳۱
۱۰	ڈاکٹر سر اقبال	۹	۳۲	وطن	۳۲
۱۱	برہمن کا فنی دیوان مل گیا	۹	۳۳	تعلیم و تربیت	۳۳
۱۲	برہمن کے فنی دیوان کی حالت	۱۰	۳۴	پچھنی ہی میں طالت جذباتی برہمنی	۳۴
۱۳	مطبوعہ دیوان کی غلطی ہماری غلطی ہے	۱۰	۳۵	راستے را بیان کی خوشخطی	۳۵
۱۴	ایک اعلیٰ دیوان غائب ہو گیا	۱۰	۳۶	آیام مکتب کی تعلیمی	۳۶
۱۵	اب بھی یہ دیوان مکمل نہیں	۱۱	۳۷	دیوان خانہ راستے را بیان	۳۷
۱۶	جلو خانہ دربار کی پختہ اور کلام برہمن	۱۱	۳۸	میر عبد الکریم میر عابد تلمیذ	۳۸
۱۷	منشوری ہفت بحر	۱۲	۳۹	روضہ متنازل اور بنیاد برہمن	۳۹
۱۸	نکتہ	۱۲	۴۰	افضل خاں وزیر غلام شاہ جہاں	۴۰
۱۹	مرہم لیل	۱۲	۴۱	وفینیت راستے را بیان	۴۱
۲۰	غیر دیوان برہمن نہیں بلکہ کلیات برہمن	۱۵	۴۲	افضل خاں کے توسل سے	۴۲
۲۱	برہمن کی روضہ پرفورج سے معافی	۱۵	۴۳	در بار شاہی میں رسائی	۴۳
۲۲	زندگانی راستے را بیان	۱۷	۴۴	سفر کشمیر و ایسی وطن (لاہور)	۴۴

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۴۲	علامی فہامی افضل خاں	۳۵	۵۸	افسانہ دلیر	۴۸
	وزیر غلط اور رائے رابان	۳۵	۵۹	نسلِ صحت	۴۸
۴۳	رائے رابان کے قدردان	۳۸	۶۰	جشنِ ذرین مقدس نری	۴۸
۴۴	علامی موصوف کی روحِ افضل کی	۳۹	۶۱	رباعیِ مخلص	۴۸
	پردانہ اور شاہِ جن کی فیصلت کا آغاز	۳۹	۶۲	شاہ کی سفارش پر کتابیں لکھتے تھے	۴۹
۴۵	شاہجہانی غائب تہر برہین پر ہر گشا ہوا	۳۹	۶۳	قدردانِ الہی کمال پیدا کرتی ہے	۴۹
۴۶	حق بقدر رسید	۴۰	۶۴	بمبیل گویا	۵۰
۴۷	شعلتِ سخن محمول رائے رابان	۴۱	۶۵	سفرِ حق	۵۰
۴۸	از دیارِ منصب و جاہ	۴۲	۶۶	عظائے خطاب رائے رابان	۵۰
۴۹	لطیفہ تعصب و تاسف	۴۲	۶۷	نشانِ تاشواری کے قائم مقامات	۵۱
۵۰	رائے رابان شاہجہان کی وزارتِ عظمیٰ	۴۳	۶۸	بعض ترتیب جمع کرتے ہیں۔	۵۱
	کے فرائض انجام دیتے ہیں۔	۴۳	۶۸	تکاشِ سخن	۵۲
۵۱	سفرِ کابل	۴۳	۶۹	رائے رابان کا سفرِ دولت پور لکھنے آئے	۵۲
۵۲	شاہ کی سپہرِ شہزادہ بہمن کی رباعی دہن	۴۴	۷۰	سفارت پر روانگی اور حالات کی طرف اشارہ	۵۲
۵۳	مجلسِ خسروی یعنی شاہجہان کا	۴۵	۷۱	عرضداشتِ خزانہ کامیابی	۶۱
	دربارِ عام اور شاہِ ظلم کا کلام	۴۵	۷۲	آخری عرضداشتِ دربار کو	۶۱
۵۴	افسانہ رنگین	۴۷	۷۲	قرآنِ شہر پر قائم رہنے	۶۱
۵۵	افسانہ شیریں	۴۷	۷۳	کے لئے مجبور کرتی ہے	۶۱
۵۶	افسانہ راحت بخش	۴۷	۷۴	حکومت کے اتحاد اور ان کی بڑائی	۶۵
۵۷	افسانہ شادیِ امود	۴۷	۷۴	پس دربار اور بیچارہ گراؤ نکل جو	۶۵

چونکہ کلیات برہین کی طباعت اشاعت میں قصہ اتنی دشواری حال تھی اسلئے خلاف
 اقتدار و ہر مستند نے آمید دینی ہوئی۔ چنانچہ نواب کا میابی تصدیق کا ہم پہنچا تھا۔
 اور میر غلام حسین سرور دکنی جو ملک کی تصویر ہے وہ ہمہ پستی تصویر تابدک جو چہرہ راست ہے پور کے
 نواب کا نام میں گناہ ہے۔ اس آئینہ تصویر کے زیادہ تشبیہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۱۱۳ - ۱۱۴ -
 تصورِ نمبر ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۲ - ۱۰۰۳ - ۱۰۰۴ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۰۷ - ۱۰۰۸ - ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ - ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۴ - ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ - ۱۰۱۷ - ۱۰۱۸ - ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ - ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ - ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ - ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ - ۱۰۲۸ - ۱۰۲۹ - ۱۰۳۰ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۳ - ۱۰۳۴ - ۱۰۳۵ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۷ - ۱۰۳۸ - ۱۰۳۹ - ۱۰۴۰ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳ - ۱۰۴۴ - ۱۰۴۵ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷ - ۱۰۴۸ - ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۵۲ - ۱۰۵۳ - ۱۰۵۴ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵۶ - ۱۰۵۷ - ۱۰۵۸ - ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰ - ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ - ۱۰۶۳ - ۱۰۶۴ - ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ - ۱۰۶۷ - ۱۰۶۸ - ۱۰۶۹ - ۱۰۷۰ - ۱۰۷۱ - ۱۰۷۲ - ۱۰۷۳ - ۱۰۷۴ - ۱۰۷۵ - ۱۰۷۶ - ۱۰۷۷ - ۱۰۷۸ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰ - ۱۰۸۱ - ۱۰۸۲ - ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ - ۱۰۸۵ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ - ۱۰۹۱ - ۱۰۹۲ - ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ - ۱۰۹۵ - ۱۰۹۶ - ۱۰۹۷ - ۱۰۹۸ - ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ - ۱۱۰۱ - ۱۱۰۲ - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۵ - ۱۱۰۶ - ۱۱۰۷ - ۱۱۰۸ - ۱۱۰۹ - ۱۱۱۰ - ۱۱۱۱ - ۱۱۱۲ - ۱۱۱۳ - ۱۱۱۴ - ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ - ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ - ۱۱۲۲ - ۱۱۲۳ - ۱۱۲۴ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۱۲۸ - ۱۱۲۹ - ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ - ۱۱۳۲ - ۱۱۳۳ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۵ - ۱۱۳۶ - ۱۱۳۷ - ۱۱۳۸ - ۱۱۳۹ - ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ - ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳ - ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵ - ۱۱۴۶ - ۱۱۴۷ - ۱۱۴۸ - ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ - ۱۱۵۱ - ۱۱۵۲ - ۱۱۵۳ - ۱۱۵۴ - ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ - ۱۱۵۷ - ۱۱۵۸ - ۱۱۵۹ - ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲ - ۱۱۶۳ - ۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۱۶۶ - ۱۱۶۷ - ۱۱۶۸ - ۱۱۶۹ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - ۱۱۸۰ - ۱۱۸۱ - ۱۱۸۲ - ۱۱۸۳ - ۱۱۸۴ - ۱۱۸۵ - ۱۱۸۶ - ۱۱۸۷ - ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ - ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ - ۱۱۹۳ - ۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ - ۱۱۹۶ - ۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۱۹۹ - ۱۲۰۰ - ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ - ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴ - ۱۲۰۵ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ - ۱۲۰۹ - ۱۲۱۰ - ۱۲۱۱ - ۱۲۱۲ - ۱۲۱۳ - ۱۲۱۴ - ۱۲۱۵ - ۱۲۱۶ - ۱۲۱۷ - ۱۲۱۸ - ۱۲۱۹ - ۱۲۲۰ - ۱۲۲۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ - ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ - ۱۲۲۸ - ۱۲۲۹ - ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ - ۱۲۳۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ - ۱۲۳۵ - ۱۲۳۶ - ۱۲۳۷ - ۱۲۳۸ - ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ - ۱۲۴۱ - ۱۲۴۲ - ۱۲۴۳ - ۱۲۴۴ - ۱۲۴۵ - ۱۲۴۶ - ۱۲۴۷ - ۱۲۴۸ - ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ - ۱۲۵۱ - ۱۲۵۲ - ۱۲۵۳ - ۱۲۵۴ - ۱۲۵۵ - ۱۲۵۶ - ۱۲۵۷ - ۱۲۵۸ - ۱۲۵۹ - ۱۲۶۰ - ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ - ۱۲۶۳ - ۱۲۶۴ - ۱۲۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۲۶۷ - ۱۲۶۸ - ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰ - ۱۲۷۱ - ۱۲۷۲ - ۱۲۷۳ - ۱۲۷۴ - ۱۲۷۵ - ۱۲۷۶ - ۱۲۷۷ - ۱۲۷۸ - ۱۲۷۹ - ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۲ - ۱۲۸۳ - ۱۲۸۴ - ۱۲۸۵ - ۱۲۸۶ - ۱۲۸۷ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۹ - ۱۲۹۰ - ۱۲۹۱ - ۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ - ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ - ۱۲۹۶ - ۱۲۹۷ - ۱۲۹۸ - ۱۲۹۹ - ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ - ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷ - ۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - ۱۳۱۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۱۲ - ۱۳۱۳ - ۱۳۱۴ - ۱۳۱۵ - ۱۳۱۶ - ۱۳۱۷ - ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹ - ۱۳۲۰ - ۱۳۲۱ - ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ - ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ - ۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ - ۱۳۳۰ - ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ - ۱۳۳۴ - ۱۳۳۵ - ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ - ۱۳۴۱ - ۱۳۴۲ - ۱۳۴۳ - ۱۳۴۴ - ۱۳۴۵ - ۱۳۴

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۷۵	آپ کو خانگی جنگل بدل سوخت نفرت کی	۶۷	۹۱	خوش باشی بتا کرسل دربار اور گزیر	۹۰
۷۶	بیٹے (اور گزیر) کا باپ رشا جہاں کو	۶۸	۹۲	ایام گوشہ نشینی میں سمجھوں کی	۹۰
	قید کرنا برہمن کی نظروں میں۔			دربار شاہی میں سفارشات	
۷۷	امراء سلطنت کی شا جہاں د		۹۳	فقر رائے رایان کی دعائیں	۹۱
	دارا سے غداری اور رائے رایان	۷۰	۹۴	وفات	۹۱
	کی وفاداری و جہاں شاری۔		۹۵	تاریخ و سال وفات	۹۲
۷۸	رائے رایان کی نمک طالی و دلاوری	۷۳	۹۶	بارغ چندر بھان	۹۲
۷۹	رائے رایان کی نوحہ خوانی۔	۷۳	۹۷	مشاغل و مصروفیات	۹۳
۸۰	فرض شناسی کا خط سوا و تمندیہ کے	۷۴	۹۸	برہمن کے عقائد مذہبی	۹۴
۸۱	اور گزیر برہمن کا قدردان تھا	۷۹	۹۹	ایک قدیم روایت	۹۵
۸۲	شیخ عبدالحق محدث سے صحبت مقدس	۸۰	۱۰۰	ہمدردی کا اخوس	۹۶
۸۳	رائے رایان کے والد بزرگوار کے		۱۰۱	حسرت کی یہ حسرت ہے سود ہے	۹۶
	انتقال پر اور گزیر کی تعزیت و غنائ	۸۱	۱۰۲	اسلامی بھائیوں سے دوستی باتیں	۹۹
۸۴	زیارت محل چھتر	۸۳	۱۰۳	برہمن کی مذہبی صداقت جی انکی	۹۹
۸۵	(اور گزیر) دربار سلیمانی کو			شہرت و حفاظت کا باعث ہوئی	
	موضع حیف برہمن کا استغفا	۸۴	۱۰۴	تصور برہمن	۱۰۱
۸۶	ترک ملازمت تلج مغلیہ کے بعد	۸۵	۱۰۵	تصور تصور برہمن	۱۰۱
۸۷	برہمن کی دنیا سے دل سے بیزار		۱۰۶	برہمن برہمن کے گھر میں ہوتے تو	۱۰۲
	اور سناس آشرم میں دم شاری	۸۶		سیٹا سیٹا اُسے اچھا سمجھا	
۸۸	وقت ترک ملازمت آپ کی عمر		۱۰۷	دیگر مذہب کا پوش و خروش	۱۰۳
	۳۳ سال سے تجاوز کر چکی تھی	۸۷		اور برہمن کا کامیاب سفر	
۸۹	مذمت ملازمت سلطنت مغلیہ	۸۷	۱۰۸	صدق ایمان اور جانیازی کی داستان	۱۰۴
۹۰	اور گزیر برہمن دربار کو الوداع		۱۰۹	لطیفہ کراست	۱۰۴
	اور کاشی جی میں دیوان	۸۸	۱۱۰	برہمن ادیان کا مسئلہ نشا	۱۰۶

صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون
۱۲۰	۱۰۶	شاگردان برہمن	۱۳۱	۱۰۶	برہمن اور زرار
۱۲۱	۱۰۶	برہمن کا چڑیا گھر	۱۳۲	۱۰۶	برہمن ضرورت کشمیری برہمن تھے
۱۲۲	۱۰۸	برہمن کے تعلق کی بیہی مثال	۱۳۳	۱۰۸	مسکب رائے رایان
۱۲۲	۱۰۸	اولاد معنوی اور علمائے صوری	۱۳۴	۱۰۸	تبلیغ عدم تبدیل مذہب
۱۲۴	۱۱۰	رباعیات	۱۳۵	۱۱۰	برہمن کو برہمن ہونے کی وجہ سے
۱۲۶	۱۱۰	چار چہن بامنشیات برہمن	۱۳۶	۱۱۰	کافر کیا جاتا تھا
۱۲۵	۱۱۰	رائے رایان کے کلام نظم کنی	۱۳۷	۱۱۰	فضیلت آریہ دھرم
۱۲۵	۱۱۱	جندوں میں چاہتے	۱۳۸	۱۱۱	ہندی مذہبی شیطنت سے خالی نہیں
۱۲۵	۱۱۱	سجاد دلا کی گونگاری اور اچوتی	۱۳۹	۱۱۲	ہندی مسلمانوں کے سوال و جواب
۱۲۶	۱۱۲	طغرے شاہ جہاں کا جرسیم	۱۴۰	۱۱۲	ہندی اپنے مظالم کے خود مزاجی
۱۲۷	۱۱۳	رخصت میں خدائی خوشحال تھی	۱۴۱	۱۱۳	فرقہ دارانہ برہادی کے مبلغان
۱۲۸	۱۱۳	جادو آدھ سر کا آدھانیف برہمن پر	۱۴۲	۱۱۳	وین ہی مذمہ دار ہیں
۱۲۸	۱۱۳	مشرعہ اللطیف سرکار تصانیف برہمن	۱۴۳	۱۱۳	برہمن برہمن ہی نہ تھے بلکہ مسلمان تھے
۱۲۹	۱۱۳	مورنین تاج شعرائے فارسی	۱۴۴	۱۱۳	لطیفہ صداقت
۱۳۱	۱۱۵	اور تذکرہ برہمن	۱۴۵	۱۱۵	ایسا ہی نکتہ
۱۳۱	۱۱۶	روئے حدسیہ	۱۴۶	۱۱۶	رائے رایان تو بہات باطلہ کے
۱۳۲	۱۱۶	پروفیسر آذر	۱۴۷	۱۱۶	قابل نہ تھے
۱۳۳	۱۱۶	مورخوں کا مطلب دیالیں	۱۴۸	۱۱۶	برہمن کا معراج روحانی
۱۳۳	۱۱۷	تذکرہ حسینی کی سیاہ باطنی	۱۴۹	۱۱۷	بھائی اور اولاد
۱۳۳	۱۱۸	کلمات شعرا کی بدکلامی	۱۵۰	۱۱۸	رائے رایان کے قابل بھائی
۱۳۴	۱۱۸	پروفیسر آذر برہمن پر	۱۵۱	۱۱۸	دارالخلافت اگرہ کے علماء کی رائے
۱۳۵	۱۱۹	آئینہ تذکرہ اقا خیال	۱۵۲	۱۱۹	چار چہن کے خطوط
۱۳۶	۱۱۹	شمع اجمن کی ساری کی	۱۵۳	۱۱۹	اولاد
۱۳۶	۱۱۹	سرخوش کی خوش گیسپاں	۱۵۴	۱۱۹	بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لئے
					آئے بھائی کے مشورے

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱۵۳	رائے رایان کے زباں تردا شعار	۱۳۷	۱۶۸	نکتہ	۱۶۸
۱۵۴	برہن برہن پر	۱۳۸	۱۶۸	برہن کاراگ حب الوطنی اپنے وطنی	۱۶۸
۱۵۵	اغلاط و عیوب کلام پاک ہے	۱۳۹	۱۶۹	بھائیوں کے لئے صحیح تعلیم ہے	۱۶۹
۱۵۶	بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں	۱۴۰	۱۷۰	خدا را ہندی اور مسلمان سمجھیں	۱۷۰
۱۵۷	برہن کی شاعری تعلیم سنسکرت کی	۱۴۱	۱۷۱	رائے رایان مذہبی کلام عہد	۱۷۱
۱۵۸	وجہ سے درجہ کمال پر پہنچی	۱۴۲	۱۷۲	مذکور پر روشنی ڈالتا ہے	۱۷۲
۱۵۹	مخبرہ اشعار اور ان کی وجوہ	۱۴۳	۱۷۳	رائے رایان کے کلام سے	۱۷۳
۱۶۰	رائے رایان کے کلام کی جانی	۱۴۴	۱۷۴	اسلامی حکومت پر روشنی	۱۷۴
۱۶۱	رائے رایان کی شاعری کا شہرہ	۱۴۵	۱۷۵	مسلمان بلحاظ اوصاف خاص	۱۷۵
۱۶۲	نظم نغموں سے پُر ہے	۱۴۶	۱۷۶	ہندوؤں سے برتر ہیں	۱۷۶
۱۶۳	ایرانی مجالس علما اور کلام برہن	۱۴۷	۱۷۷	اُمرار کی روح اور قصیدہ خوانی	۱۷۷
۱۶۴	تصانیف کا زمانہ تکمیل و ترمیم	۱۴۸	۱۷۸	شاہجہانی مجالس مشاعرہ	۱۷۸
۱۶۵	مختصر	۱۴۹	۱۷۹	برہن رنگین	۱۷۹
۱۶۶	قدیم بیاض اور رائے رایان	۱۵۰	۱۸۰	دسترخوان برہن پر ظرافت و ہجو	۱۸۰
۱۶۷	بلحاظ مضامین آپ کی تصنیفات کی تقسیم	۱۵۱	۱۸۱	کے چٹخانے حرام سمجھے گئے	۱۸۱
۱۶۸	دو جہاگانہ جذبات پر مشتمل ہے -	۱۵۲	۱۸۲	ملح و ہجو فروسی	۱۸۲
۱۶۹	دیوان اور رباعیات کی منطقی تقسیم	۱۵۳	۱۸۳	دھرم آتما سخت و شغلاں پر بھی	۱۸۳
۱۷۰	رائے رایان کی کثرت و وسعت مطالبہ	۱۵۴	۱۸۴	انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا	۱۸۴
۱۷۱	برہن کے جن میں غریب کا خل و غل نہیں	۱۵۵	۱۸۵	شیطان کا انصاف	۱۸۵
۱۷۲	شاعری پر بھی مکہ کی وجہ ..	۱۵۶	۱۸۶	ہندیوں کے قدیم لٹریچر میں روح	۱۸۶
۱۷۳	رائے رایان کی تصانیف عہد	۱۵۷	۱۸۷	اور دم کے الفاظ ہی نہیں	۱۸۷
۱۷۴	مذکور کی صحیح تاریخ ہیں	۱۵۸	۱۸۸	برہن اور علمائے وقت	۱۸۸
۱۷۵	دل برہن اور درود دارا	۱۵۹	۱۸۹	رائے رایان کے شعرائے	۱۸۹
۱۷۶	اور رنگ زیب اور اس کی حکومت	۱۶۰	۱۹۰	شاہیر سے ملاقاتیں	۱۹۰
۱۷۷	رائے رایان کی نظریں	۱۶۱	۱۹۱		

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱۹۰	برہمن وسعدی	۱۸۹	۲۱۱	طرز سخن	۲۱۳
۱۹۱	حدوثی برہمن اور شرابی عمر خیام	۱۸۹	۲۱۲	برہمن حقیقت اندیش کی حقیقت نگاہی	۲۱۲
۱۹۲	زبان برہمن و کلام شعرائے اردو	۱۹۰	۲۱۳	برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع	۲۱۳
۱۹۳	برہمن کا کیر بکھر	۱۹۲	۲۱۴	ہر شعرو صنفوں سے پر ہے	۲۱۵
۱۹۴	جواہر شر راستے رایان	۱۹۵	۲۱۵	صنعت تضاد	۲۱۵
۱۹۵	راستے رایان کے کام و کلام کی خوبی	۱۹۶	۲۱۶	صنعت لطیف سلی	۲۱۶
۱۹۶	اُن کے تقسیم و ضبط مراتب سخن پر ہے	۱۹۶	۲۱۷	صنعت مقابلہ	۲۱۷
۱۹۷	ضبط مراتب سخن برہمن	۱۹۹	۲۱۸	صنعت مرآۃ النظر	۲۱۹
۱۹۸	علم و عمل پر فلسفیانہ بحث	۲۰۰	۲۱۹	صنعت تشایر الاطراف	۲۱۹
۱۹۸	راستے رایان کی عمر شریف و گرامی	۲۰۰	۲۲۰	صنعت رجوع	۲۱۸
۱۹۹	فوسیت تفسیر اوقات	۲۰۱	۲۲۱	صنعت ایہام	۲۱۸
۲۰۰	طریق اعتدال پر مؤثر تقریر	۲۰۲	۲۲۲	صنعت عکس و تبدیل	۲۱۹
۲۰۱	راستے رایان کی ترکیب آرزو	۲۰۲	۲۲۳	صنعت مبالغہ	۲۱۹
۲۰۲	راستے رایان کی تدبیر و تدبیر	۲۰۳	۲۲۴	صنعت مذہب الکلامی	۲۲۰
۲۰۳	فروغی و انکسار راستے رایان	۲۰۳	۲۲۵	صنعت حسن تحصیل	۲۲۰
۲۰۴	راستے رایان کا نظارہ گلشن صبح	۲۰۳	۲۲۶	صنعت لف و نشر مرتب	۲۲۰
۲۰۵	شب ماہ راستے رایان	۲۰۴	۲۲۷	بھاشا کی شاعری	۲۲۱
۲۰۶	راستے رایان کی شب باران	۲۰۴	۲۲۸	صنائع لفظی	۲۲۲
۲۰۷	برہمن کی شان پر ایک	۲۰۴	۲۲۹	صنعت تمثیل غلی	۲۲۲
۲۰۸	منصفانہ زبردست محاکمہ	۲۰۶	۲۳۰	صنعت سیاق و الاعداد	۲۲۳
۲۰۸	خصوصاً کلام برہمن میں کیوں پختہ	۲۱۱	۲۳۱	فی ابیدیم	۲۲۴
۲۰۹	شعرائے اسلامی اور ہندی	۲۱۱	۲۳۲	عذیب حرف عطف	۲۲۴
۲۱۰	قادر الکلامی	۲۱۲	۲۳۳	استعمال اخلافت	۲۲۵
			۲۳۴	کلام کی صنعتوں کی نشاندہی و تشریح	۲۲۵
			۲۳۵	کے اختراعات کا باعث ہوئی	۲۲۶

صفحہ	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار
۲۴۹	سلامت روی	۲۵۷	۲۳۵
۲۴۹	رہتی	۲۵۸	۲۳۷
۲۵۰	دفا	۲۵۹	۲۳۱
۲۵۰	سجودات	۲۶۰	۲۳۲
۲۵۱	مُصلح کئی	۲۶۱	۲۳۲
۲۵۱	خودداری	۲۶۲	۲۳۳
۲۵۲	قناعت	۲۶۳	۲۳۴
۲۵۲	ترک تمنا	۲۶۴	۲۳۷
۲۵۲	کس نفسی	۲۶۵	۲۳۷
۲۵۵	اخفائے راز	۲۶۶	۲۳۹
۲۵۶	خاموشی	۲۶۷	۲۴۰
۲۵۶	رہبر کامل	۲۶۸	۲۳۹
۲۵۷	چستانِ حیات	۲۶۹	۲۴۰
۲۵۹	برہمن کی عمر گرامی اور دیگر شعرا	۲۷۰	۲۴۱
۲۶۰	کی عمر ناپائیدار	۲۷۱	۲۴۱
۲۶۰	اعزازِ ناصح	۲۷۱	۲۴۲
۲۶۲	جمعیتِ خاطر	۲۷۲	۲۴۲
۲۶۲	صفائیِ باطن	۲۷۳	۲۴۳
۲۶۳	شبِ بیداری	۲۷۴	۲۴۴
۲۶۴	عجز و نیاز	۲۷۵	۲۴۴
۲۶۵	اگر یہ وزاری	۲۷۶	۲۴۵
۲۶۶	اقبالِ معصیت	۲۷۷	۲۴۷
۲۶۷	تسلیم و رضا	۲۷۸	۲۴۸
۲۶۸	صُبحِ خیزی	۲۷۹	۲۴۹
	نثبہات و مستعاراتِ فارسی		
	اور اندازِ قدیم		
	خدا کے سخن کی جدت آمیز ترکیبیں		
	تازگیِ خیالات		
	بینظیر نازک ادائی اور نکتہ دانی		
	ترکیب کی خوبی چستہ بندش		
	پروازِ خیال کے دلچسپ مقابلے		
	معاملہ بندی		
	احاسات یا انسانی جذبات		
	تقسیمِ علی تبویب مضامین		
	برہمن کا بیان و کلام مزید اور دیگر		
	معمدہ کی روح ہے۔		
	دنیا و مافیہا		
	چالاکت		
	علم بے عمل		
	دل آزاری		
	اولوالعزمی یا بند و صلگی		
	جستجو		
	کارِ امر و زورِ فراغِ نگذار		
	یاس و اُمید		
	شکوہ و شکایت اور شکایتِ زمانہ		
	تدبیر و تقدیر کی قسموں کا فیصلہ		
	انسانی مغدوری		
	صبر و استقلال		

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۸۰	گرہ وزاری سے وصال نامکن	۲۶۶ ۳۰۱	دور حاضر کی ولایتی کے قابل	۳۰۲
۲۸۱	توصیف و ثنا	۲۶۸ ۳۰۲	انگریزی مذاق	۳۰۳
۲۸۲	وجد و تہ وجود	۲۶۹ ۳۰۳	نہ ہی رنگ	۳۰۳
۲۸۳	برہمن کے مسئلہ وحدت وجود	۲۷۰ ۳۰۴	فارسی شعر و شاعری کا نوہ	۳۰۴
۲۸۴	تصوف کی یک رنگی	۲۷۱ ۳۰۵	دیوان برہمن (غزلیات)	۱/۵
۲۸۵	خالفی و معارف	۲۷۳ ۳۰۶	رباعیات برہمن و دیگر کلام برہمن	۹۶
۲۸۶	حکمت و اخلاق	۲۷۵ ۳۰۷	قصائد و اردو کلام برہمن	۱۰۸
۲۸۷	انداز و نسل	۲۷۶ ۳۰۸	مشنوی ہفت بحر	۱
۲۸۸	عبرت و بصیرت	۲۷۶ ۳۰۹	دربار و ستائش حضرت بے نیاز	۲
۲۸۹	تشبیہ	۲۷۷ ۳۱۰	دربار و جوش و خروش دل	۳
۲۹۰	یک نکتہ پس است	۲۷۸ ۳۱۱	وصفت تازیانہ آگاہی	۵
۲۹۱	بے ثباتی دنیا	۲۷۸ ۳۱۲	اطراد گلشن جوانی و زیادت ایمان	۷
۲۹۲	زاد و زاد آخرت	۲۷۹ ۳۱۳	رہ نور و کیفیت قلم بعرضہ سخن	۸
۲۹۳	رحمت حق	۲۷۹ ۳۱۴	کیفیت نشائے سخن	۹
۲۹۴	شعرائے فارسی دار و دو کی خرابات	۳۱۵	صنعت آرایش بستان سخن	۱۰
	نیشینی اور مقدس و متبرک روح	۳۱۶	طنطن ساز بلند آوازہ عشق	۱۱
	برہمن کا لیکچر ٹیپرس	۳۱۷	گوہ نشانی معانی و شائے	۱۲
۲۹۵	پیاد خیال متقدمین	۳۱۸	ذات ملی مکات علی حضرت	۱۳
۲۹۶	پیاد خیال متاخرین	۲۹۱ ۳۱۸	ہوا زمین	۱۸
۲۹۷	شراک و خفا کے عریضام اور عشرت کوہ	۲۹۵ ۳۱۹	نشائے شب بہ تاب و جلوتہ شمع	۱۹
	برہمن	۳۲۰	انتباہ و نفس مارہ	
۲۹۸	فلسفہ	۲۹۸ ۳۲۱	ہوا رحیم	۲۶
۲۹۹	رنگ عاشقانہ	۲۹۹ ۳۲۲	ہواستان	۲۸
۳۰۰	چاک گریبان	۳۰۰ ۳۲۳	ہوا نفی	۲۹
		۳۰۰ ۳۲۴	کیفیت نشائے روزگار	۲۹

صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار	صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار
۳۵	در ثباتی اساس ناپایا اور روزگار	۳۲۹	۳۲	خطاب برہمن با قلاب	۳۲۵
۳۶	تہوا انشرو	۳۳۰	۳۲	خطاب دیگر	۳۲۶
	شاد بدو جلوہ نصیح و ادراک	۳۳۱		در ستائش ذات قدسی صفات	۳۲۷
۳۷	کیفیت نسیم ہزار	۳۳۲		شاہجہان بادشاہ	۳۲۸
۳۷	در بیان درانتہ عشق	۳۳۲		یاد فیض تعالیٰ شانہ	۳۲۸

فہرست مضامین اشکی کلیات برہمن

صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار	صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار
۵۳	اورنگ زیب کے حیلے	۱۵	۶	مرزا سلطان احمد کی خط کا ریا	۱
	اوو سے پور کی چڑ بائی پر	۱۶		لیتھومیں غلطیوں کا زمانہ عجیب	۲
۵۵	سیر المتاخرین	۱۳		سے بچے	
۸۰	اورنگ زیب برہمن کا قدر دان تھا	۱۷	۲۰	ایرانی ناص کا شعر	۳
۸۵	التماس کے نفی معنی	۱۸	۲۰	مرزا سلطان احمد کا مقصد	۴
	اورنگ زیب کے عہد کے مشہور	۱۹	۲۶	حضرت آذری کا اطلاع	۵
۸۹	در ویش		۲۷	مرزا سلطان احمد کی کج روی	۶
۹۰	برہمن کی فاکساری	۲۰	۲۷	صاحب فخر خاں جادو کی تحقیق	۷
۹۵	گورنامک دیو پر الزام	۲۱	۲۷	مرزا آصف و مرزا سلطان احمد کی تحقیقات	۸
	علم دوست بادشاہوں کے	۲۲	۳۱	برہمن کے خط کی شہرت ایران میں	۹
۹۶	کارنامے		۳۴	سیر المتاخرین کا بیان	۱۰
۱۰۴	مزدو شونا تھ کی کرامت	۲۳	۳۸	برہمن کا ادب و تعظیم	۱۱
	بنارس کے ۷ مندروں کا	۲۴	۳۹	دینی کے کتب خانہ کی ضابطی	۱۲
۱۰۴	بہر ش کیا جانا		۴۰	برہمن کے خط شکستہ وغیرہ کی کیفیت	۱۳
۱۰۵	ابو الحسن کی دیداری	۲۵	۴۹	شاہجہانی عہد کے خطا و ان پڑا	۱۴

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۶	سلطان احمد اور حسرت نوبانی	۳۴	۱۰۴	شعر کیا ہے؟	۳۵
۲۷	پرافنس	۳۶	۱۰۵	سلطان احمد کے دراز صداقت	۳۶
۲۸	لطیفہ کی صداقت	۳۷	۱۱۰	مستغیب الدین زفتح پوری	۳۷
۲۹	منار دل زندگی کی شریک	۳۸	۱۱۲	کیرچی کا دوبا	۳۸
۳۰	انڈیا آئن لائبریری لندن	۳۹	۱۱۳	فارسی نظم کا آغاز	۳۹
۳۱	برجین پر	۴۰	۱۱۴	حسرت نوبانی کے شعر کی اصلاح	۴۰
۳۲	نزدکیت بیان کا خاتمہ	۴۱	۱۱۵	غزلیہ کا نام کا نام مسیحی خاں آئیے	۴۱
۳۳	برجین کی دآر سے صدق اراوت	۴۲	۱۱۶	مفتاحان فن کا نقوی عمر خیام کی ہے	۴۲
۳۴	دیو حسن نے ایران میں ادبانی	۴۳	۱۱۷	فلسفہ تعلیمات برہمن کا فلسفہ برہمن	۴۳
۳۵	دآر کی مشق کی تصحیح مرقع	۴۴			

لیتھو کی خوشنگیاں

لیتھو میں جہاں خوبیاں ہیں۔ وہاں اُس میں نافرمانی، تدارک یہ خرابی بھی ہے کہ ہر نسل پر غلطیوں کا اضافہ ہوتا پیدا ہوتا ہے جہاں کتابت کے فضل سے اسی ہر دہاں نور علی نور، آج کل بے علمی کی تعلیم ہے، آپ کہیں طرح صحیح لکھا جائے، ایسے ہی کتابت اور سنگ ساز، گلزار، تہا کے حقیقت میں آئے ہزار سچا ہوا، ایک سچ میں نہ آیا، کھیا، تشریف پہنچنے کے بعد جو دیکھی تو غلطیوں سے ایسی بھرتی ہو پائی کہ نہایت نامور کی اپنی نواہت سے خوف لکھا ہے، اب یہی رہتا ہے کہ صاحبان کمال، ہم کمال سے کام لیتے ہوئے مصروف مطالعہ ہوں اور ان غلطیوں کیلئے ہمیں شرافت فرمائیں۔

اے خطا پرش باز ماگہ

کہ راجز خطا ہے آیت

یتیمت را سے تیر صبح گلزار بیت

۴ قطعہ یا سنج

از فکرِ ساشا شعر شیریں نقلِ نادر روشن خیال دیوانِ رائے نیچوت رائے صاحبِ سنج مستامی
خلف الرشید جناب دیوانِ رائے بھگنوت رائے صاحبِ بہارِ ستامی ایم اے ایس بی
انج پی ایچ ایس دارشد تلامذہ جناب تہا رستامی - المرقوم ۹ جیٹھ ۱۹۸۷ء بمقامِ مجلسِ مشایخِ قدیمہ
شاہ جہانی عہد کا تھا رائے رایانِ خطیب
جودہ فضیلت میں تھے کامل کیا سیاق و کیا بیا
فارسی عربی میں یکتا اور ادیبِ سیرکوت
پردہ اخلاص میں مخفا ان کا کلامِ معرفت
جس قدر سیر الہی ان میں ہیں مذکور سب
ایسی کوشش کیلئے منون ہیں صاحبِ بہار
زندگانی کل حواشی اور غنیمتِ کلام
چار طرزِ سخن دانی برہن مشہور ہیں
چار میناِ فصیلت برہن یہ چھوڑ کر
تھے

تھے محافلِ چند بھجان برہن عالمِ جناب
نثر کے تھے ماہِ تاباں نظم کے تھے آفتاب
تھے پرائوں اور دیدوں پر بھی عاملِ حیا
سمتِ محنت اور تردد سے ہوا وہ دستِ یاب
فارسی میں لکھ دیے وہ بے شک صاحبِ جہا
دیکھ لو جس کی ہے شاہِ گلیاتِ مستطاب
سمتِ محنت اور تجسس لکھے ہیں لاجواب
جن کا دنیا کے کتب خانے میں نہیں ملے گا
گلیاتِ برہن سے بے نظیر و لاجواب
۱۹۸۶ء جی

سین اشاعتِ سنج نے لکھا بڑے مخرج
مطلعِ توحید پہ چمکیکا مثلِ آفتاب

از کلمہ جواہرِ ملکِ عالمِ جناب میراجاز صاحبِ اعجازِ دانشی فاضلِ مولوی فاضلِ مدظلہ
مفتی ہو، پندریچہ ڈاک گلیاتِ برہن میری طلبی پر پہنچی، چونکہ اس کی دید کا شوقِ عرصہ سے
بیقرار رکھے تھا، اسلئے رکام چھوڑ کر مصروفِ مطالعہ ہوا۔ اس کے اعلیٰ تنقیدی و تاریخی بے نظیر ادبی و
زیادہ فی مضامین کے مختلف اقوال نے سچے سرور کیا۔ میں نے اردو اور فارسی کی حقدار ادبی
کتابیں ملک میں شائع ہو چکی ہیں بغورِ ملاحظہ کی ہیں، میرا دعویٰ ہے کہ ان ہر دو زبانوں میں
آج تک ایسی ایک کتاب بھی شائع نہیں ہوئی، نہ ہونا چاہئے تھی، کیونکہ یہ تالیف ایسے دل و
دماغ سے ہوئی ہے جو زبانِ انگریزی کا ماہر ہے۔ فارسی میں فاضل ہے۔ اردو کا ادیب،
سنسکرت اور بھاشہ پر عبور ہے۔ پس جو دماغ اس قدر زبانوں کا استاد ہو۔ آغازِ عمر

ہی سے علم و عمل میں پرورش پائی ہو، اور نصف صدی مطالعہ و تصانیف میں صرف کر دی ہو، روزگار سے بے فکر، خاندانی ورثہ ہو۔ بے تعصب اور متعصب ہو، اُسکے ہی قلم سے یہی کمال حاصل کیا۔ کمال ہو سکتی ہے۔ زمانہ گذشتہ درجہ میں ایک آدمی ایک بان کا نام ہوتا ہے، ایسا نام اگر کوئی ظالم کرے تو وہ کبھی بھی کمال نہیں ہو سکتا، بین ہیں چاہتا کہ میں ایسا ہی اسکے کلمے سے بہرہ اندوز ہوں تو بعد یہ بات آئندہ نسلوں کو ایک بنیظیر علی کا زمانہ سے معارف نہ کر اویں گے، بات تعمیل مکتوبات ہوں۔

گلزار بہار یعنی کلیات کلام نظم فارسی وار دو برسمع سرب ذیل حصوں پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ نہایت دلچسپ و محققانہ مقدمہ ہے کہ جو ۱۶ صفحہ تک چلا گیا ہے۔ دوسرا چار اور مقدمہ نگاری میں جنہی فاضل عبدالحق حیدر آبادی تیرا استاد ہے، اُسکے بعد دوسرا چار دیکھے گئے سرب غیر تعلق و ارتقاء سے رنگین پائے جاتے ہیں جن کا کتاب کے موضوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ جناب بہار نسائی کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے قلم ہی موضوع سے باہر ہوتے ہیں نہایت فیض و توفیق کا نام ہے، دوسرا حصہ از زندگانی رائے ریان ہے، اگے ۱۶ صفحہ سے ۱۹۴ صفحہ تک طرح طرح کے دلچسپ تاریخی واقعات کے جواہرات سے پر ہے۔ جناب بہار نسائی کی تلاش و تحقیق کی کیا داد دی جائے کہ ۲۴ صدی گزشتہ کے ایک فاضل گم کردہ کے واقعات زندگانی کا نقشہ منسج دیا ہے اور سرب کواہت و درایت سے، غرض کہ جناب برسمع کی زندگی کا پیلہ نش سے رحلت تک کا کوئی واقعہ ایسا نہیں کہ جسے نہ لکھا گیا ہو اور دلیل سے متبع نہایت نکایا ہو، گو یہ حقہ اپنی گونا گوں پیدائش سے بے نظیر ہے مگر صفحہ ۵۶ پر جو مضمون ول برسمع اور ورو دارا کی سُرخی کے تحت لکھا گیا ہے وہ اردو اور فارسی زبان میں باطل نہایت جبرٹ سے لکھا ہل جرمین مہیوں کی ایک عمارت دیکھ کر اُس عہد کی طرز و دو باش، خوراک، لباس، اور ہر تدنی صورت کا صحیح نقشہ کھینچ دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے جناب بہار نے واقعہ تسلیم و اسٹو کا صحیح تاریخی مرتبہ بھیج دیا ہے، یہ جز و ضرور پڑھنے جانے کے قابل ہے کہ کس طرح فاضلانہ طریق پر وہ تحقیق دی گئی ہے اور کیا کیا حقائق پر وہ راز سے متکشف کئے گئے ہیں، جن قدیم مورخین نے برسمع کا ذکر کیا ہے ان تبصرہ بڑا دلچسپ ہے۔

تیسرا قافلہ و فاضلانہ حصہ ہے جسے نقاد و نقاد سخن سے معنون کیا گیا ہے۔ اس میں جناب برسمع کے کلام بشر و نظم پر ایک مفصل و جامع ریویو لکھا گیا ہے اور سنہ ۱۹۰۵ء کے وودہ نکات ظاہر کئے ہیں جو کسی ایسی تحریر میں آج تک نہیں دیکھے گئے،

شبلی نعمانی نے اپنی بعض تصانیف میں اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہا ہے۔ مگر ایک دو
تشریحات کرنے کے بعد اُس کا قلم اگلے وسیع میدان میں قدم نہیں کھسکا۔ شبلی نے تصنیف اور
حمایت کے زور میں نا اوجب، واجب کرنا، اوکھینچ مان کر اپنی تشریحات کے احاطہ میں نہیں
گھیرنا چاہا۔ سب کے بُرائیوں شبلی کا یہ تھا کہ اس کا قلم صبح تشریح کرنے سے قاصر تھا، اسے تصانیف
نیر ریویو ایسی منتخب کیں کہ جسکی نقادی میں وہ عہدہ برا ہو ہی نہیں سکتا تھا،

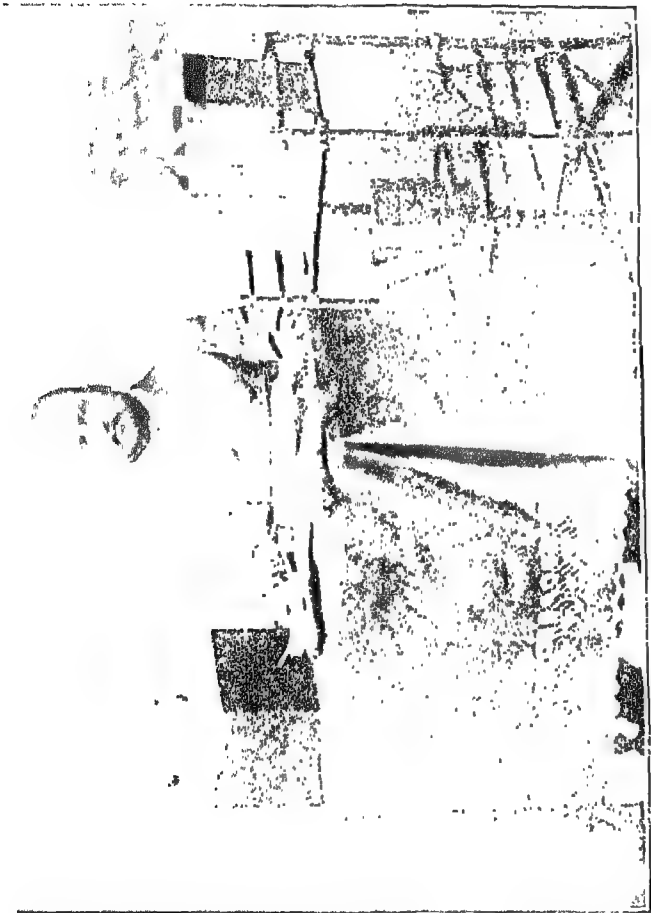
یہ نقادی ۱۹۵ صفحہ سے ۲۰۲ صفحہ پر ختم ہوئی ہے، "نقادی" ایسا خشک مصحح ہے
کہ جس پر خاص خاص علم دوست اصحاب ہی توجہ دے سکتے ہیں، جب گلزارِ بہم کی صحت
کر کے چمکیست لکھنؤوی مردم نے چھاپی، اور شہر لکھنؤوی اور ظفر علی زبیر نے اپنے
اپنے متعصبانہ اعتراضات اپنی اپنی قابلیت کے قلع سمار کرنے کے اسباب پیدا کئے، تو
اُس وقت چمکیست نے ایسا جی نقادی ادا کیا کہ دو برگزشتہ وحالہ میں ایسا واقع اور عالمانہ
حق نقادی کسی سے ادا نہیں کیا گیا، وہ اسلئے کہ چمکیست فارسی اور دو کا فاضل تھا، بجا شہ کا عالم،
انگریزی کا اسٹار، بیچارہ شہر و شہرت کا مجاور تھا، اور نظم کے صنائع و بدائع سے بالکل بیہرہ
وہ خود بھی شاعر نہ تھا، اسلئے اُس میدان میں وہ ایسا گرہا کہ اسکی ندامت مرتے دم تک نہ
تھی، اور اسکی تمام مصنوعی شہرت جو اسکی متعصبانہ تحریرات کی وجہ سے بعض متعصبانہ طبقوں
میں قائم ہو گئی تھی یکدم نازل ہو گئی۔

جناب بہارستانی نے اپنی نقادی کا آزادانہ پہلو اختیار کیا ہے، اس نقادی سے
انکی وسیع واقفیت، حافظہ، ذکاوت، معاملہ فہمی، فصیلت اور ہنایہ سخن پر کمال عجب کا پتہ چلتا ہے،
۱۹۵ ورق سے ۲۰۵ ورق تک "رائے ریاں" کی شہر پر عالمانہ بحث کی ہے حقیقت
یہ ہے کہ جناب بہارستانی کا ہیرہ برہمنی تھا، اسکی جو تحریر ہے وہ عیوب پاک و فلسفہ اور
ویرانت کے ادق مسائل کا لا جواب صحیح الفہم حل ہے، برہمن کی تحریرات بمنزلہ ایک شاعر کے ہیں
کہ جس میں کسی قسم کا نظم ہوتا ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ برہمن اسلامی عروج کے زمانہ میں بھی اپنی بیظیر
لیاقت کی وجہ سے ہر طبقہ میں محبوب و مطلوب تھا، اسکی گیارہ سہریاں ہیں اور ب دورِ حاضر کے قابل
ضبط مراتب سخن "پر جو دلچسپ محاککہ کیا ہے اور میر حسن کو مقابلہ میں لکر حقیقت کا انکشاف کیا ہے
وہ دیدہ مینا کیلئے سُر بہریت ہے، ضبط مراتب سخن "پر برہمن کی چند سطور اسکی فصیلت
مختصر اور پرگوئی کی روشنی دلیل ہے۔

صفحہ ۲۰۷ سے جناب بہارِ سنائی نے ازمندہ قدیم و جدید شاعری پر جو مضمون
مضمون لکھا ہے وہ حقیقی شاعری کی جان ہے، اسکے پڑھ لینے سے ہر شاعر جمیع
پر چل سکتا ہے، اسکے آگے برہمن کے کلام کی خصوصیات بالتفصیل لکھی ہیں۔ تاہم محاکمہ نگار
جب کہ کسی اپنے مروج کے کلام کا تبصرو کرتے ہیں، تو شاعری کی جتنی خوبیاں ان کے ذہن
میں ہوتی ہیں اپنے مروج کے کلام میں لکھانے کی سعی نہ کرتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ
یہی کوششیں اسکی تمام تحریر کی وقعت کو کھودتی ہیں، جناب بہار نے خصوصیات
کلام برہمن پر نہایت ہی کم توجہ دی ہے۔ ورنہ برہمن کے کلام کی خصوصیات ہی
ایک ایسا مضمون تھا کہ جیسے کافی بحث کا جانی،

اس سے آگے برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع پر تفصیل کے ساتھ بحث
کی ہے۔ یہ حصہ جناب بہارِ سنائی کی علمی و ادبی قابلیت کا شاہد ہے،
صنعت لہجہ، طباق سببی، متبادلہ، مراۃ البیضاء، تشبہ الاطراف، ارجوع، ایہام
جمع و تفریق، عکس تبدیل، مبالغہ مقبولہ۔ مذہب الگامی، حسن التحلیل۔ لف و لٹ و ب
تجنیس فطی، سیاقہ الاعداد اور فی البدیہ وغیرہ وغیرہ شاعری کی صنعتوں پر مختصر گزارشات
بحث کر کے نمونہ میں برہمن کا شعر درج کیا ہے، اور کہیں دیگر شعرا کا کلام بھی
دیا ہے، ”پر واز خیال کے دلچسپ مقابلہ“ شری عرقریزی سے کئے گئے ہیں،
جس قدر انسانی صفات و جذبات ہیں ان پر جدا گانہ مضمون تحریر کر کے برہمن
کے حوالہ سے تقویت دی ہے، غرض کہ ۳۰ صفحہ تک دریا بائے سنسکرت۔ فارسی
عربی اور انگریزی سے وہ وہ پیش بہا موتی نکال کر ایسے حلیقہ سے سجائے ہیں،
کہ جو خاص جناب بہارِ سنائی کا ہی حصہ ہے۔

چوتھا حصہ ۹۲ صفحہ کا دیوان ہے۔ رباعیات، دو گیت کلام تصانیف مثنوی ہفت
سے کلام نظم برہمن کل کیا گیا ہے، کاغذ۔ چھپائی اعلیٰ نوعیت کی ہے۔ کوئی
لائبریری اس لا جواب مجموعہ سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ تصاویر اور تحریر برہمن کا
حاصل کرنا جناب بہارِ سنائی ہی کی محنت کا نتیجہ ہے، یہ تصاویر اعلیٰ اہمیت
رکھتی ہیں۔ اس مجموعہ کی قیمت ان خوبیوں کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ ضرر میں چلے
ضرر ملاحظہ کیجئے۔



PRINTED AT SINGAPORE BY LOWEY, PHILLIPS & CO., M.A. & F. M.P.S., 'Sakur,' SUMMIT.
PUBLISHED BY THE 'LAT-PAU' PRESS, 'LAT-PAU' BUILDING, 'LAT-PAU' STREET.

CTO, he is a friend of mine. He is a member of the Board of Directors of the company, and he is a member of the Board of Directors of the company.

کلیاتِ براہمن

مقدمہ

بیارپاکے دامان وصالے باطن مگر نہ مست زنا رہستین آساں نیست
 صلح صحبتوں اور قابلِ تعلیم بزرگوں کی محفلوں میں بیٹھے کا مجھے سن شعور سے شوق ہے اس سرِ خدا اسلامی
 عروج میں لہلہا بنا ہوا تھا خراب و برباد ہو جانے پر بھی خونِ صلح چہروں پر رنگ و روغن چک رہا ہے میں
 وہاں بھڑپ تھا 'فدائی خاص' کا ترہ بلوغ خاص عام میری ریگاہ تین تین سو چار چار سو برس
 برس کے تندر و درخت، سکونتوں کے اقبال و ادبار کے نقشِ دل پر کھینچے تھے، حضرت مہدی و الف ثانی کے
 عرس پر کابل و ایران کبھیوں کی طرح جمع ہو جاتا تھا، میں کام سے فراغت پا کر وہاں پہنچتا تھا، اور گھنٹوں بہرہ
 پر بھیا رہتا تھا، بولنے کے قابل ہوتا تھا، اعجازِ اللہ محال کا بلی اس عقیدے کا ردِ کامل تھا کہ ہر عرس علی التواتر
 دیکھئے، ۱۹۱۹ء میں رگڑتے کے درخت کے نیچے ایک چھوٹی قطیعہ کی کتاب پڑھتا نظر آیا، میں ٹہلتا ٹہلتا پاس
 جا کر اسے دیکھنے لگا، لنگوئی جلد و لیس سفید لکھی ابراہیم و بادل سے کاغذ پر کھلیاں گرا رہی تھیں، چہنم عشوق
 سے زیادہ سیاہ و دشنامی خط و نستعلیق پر مبنی کبھی بڑی تھی، کیونکہ ہر صفحہ کے درمیان بھی جدول تھی، اس لئے میں نے
 قیاس کیا کہ یہ کوئی نظم ہے، خانِ موصوف لطف نے لے کر دل ہی دل میں پڑھتا تھا، اور ہر شعر کے خاتمہ پر لکھیں

ہند کر کے گھنٹے پر ہاتھ مارتا تھا کتاب کی دل آویزی اور اس کے سرور نے مجھے تحقیق پر ابھارا میں نے سلام علیک کہہ کر فارسی میں گفتگو شروع کی خانِ مذکورہ صرف کریمہ طرف دیکھنے لگا اس نے فارسی میں پوچھا کیا آپ فارسی جانتے ہیں میں نے کہا کہ کسی قدر اس نے کہا کہ میں ایک شعر چیتا ہوں اُسے سمجھئے اپنا نچہ شعر وہ تھا جو جویشانی مقدمہ ہذا پر لکھا گیا اس شعر کے اُس کی زبان سے ادا ہوتے ہی میں ایسا متاثر ہوا کہ بہت گھٹ اُس کے پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کہ خدارا! مجھے یہ بتائیے کہ یکس صاحب کا کلام ہے اُس نے کتاب میرے ہاتھ میں دیدی میں نے اُسے بلاستہا دیکھا برقعہ میں لفظ **برکھمن** شکر فی تھا میں نے اُس سے پہلے بن کا نام ہمک نہ سنا تھا اس نے تحقیق حال کیا اُس نے برکھمن کا سبب نسب بیان کر کے فرمایا کہ یہ بن کا دیوان ہے کہ جو ہندو پشت سے میرے خاندان کو توحید بن ہے میں نے اُنسی وقت کا تذکرہ کر دیا غرض علی نقل کہیں جسطح سے باغ عام و خاص کی بہار پڑاں فتح پڑا تھا اُٹھیں اُسی طرح سے سب سے باغ و بوٹی شیطنت کی کلیاں گریں میں ہوں کی دوا و زہنت کہ بہت جہ میں مسرہود سے روانہ ہونے لگا تو زوارہ کیلئے تونس کی غزیت پڑی علاوہ چشت نے سکونت کی مکتی ایک مانگتا پیش ہوئے جو اسی میل یرودان کے میں روضوں کی طرف گیا کہ خانِ مذکور کو سو سو روپیہ دے کر وہ دیوان خریدیں یہ وہ دیکھا کہ میں نامہ ان نقل لکھوں مگر برکھمن ختم ہو کر ان میں رخصت ہو گئے تھے خانِ مذکور سمجھ رہاں کہ یہ تھے

فلق سبحانی پر سبست علیا لہ کی راجدھانی کا قاعدہ بابرکت تو دور دوس کے زمانہ کرنے کے خیال میں غلطان وچیاں بنے ایک بنام تر کی ضرورت تھی کہ جوہ دوس کو بچانے اور بچھڑنے سے اُن کے کا زمانے سننا چنانچہ جنابہ مشرعو میں صاحب اہل اہل پس میں خاندان کو اہل اہل اس سمجھنا ہوا کہ اُن کے لئے منتخب ہو کر روز ہوتے ادویات کا عند وقت میرے ہاتھ میں لیا گیا

ضیوت مکتی کہ قدیم سنے سپنے پست پست کے غلیوں سے توش کہ ج میں یہی زندگی کا وہ پہلا دن تھا جبکہ میں نے اپنے بارے میں اپنے خاندانی کتاب خانہ کی مکمل میر کی دن سے دن تا دن صبح بوا کی آنکھوں سے سخت کا پینہ پچا بنا رہا کہ تیر میں غیروں سے ملے کہ کہہ کر شہر میں یہی دن اپنی ہی بغض سے کھل گئے میری خوشی کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی جبکہ میں نے اپنے غلیہ سے تھکے صوفی آپاؤ میں اُنسی کا مذاق ہی ظفر اوجہم کا لکھا ہوا **ولچوان برکھمن** دینا کہ کا مذکور دیوان میں ان میں ترقیت ہاں گئی اور دیوان پڑھنا

شروع کیا، چونکہ شوقِ دید پورا ہو چکا تھا، اس لئے چند دن کے بعد اسے اپنے کس میں رکھ لیا، احیب دل چاہتا تھا، پڑھ لیتا تھا، اور جیسے اس کا اہل سمجھتا تھا، کچھ مٹا بھی دیتا تھا۔

اس دیوان کی قدیمت کا تذکرہ کتابت کی طرزِ درباری، سیاسی کی جان سپاری، جلد کی تیاری، اس غوی کی زندہ شہادت ہیں، کہ ہر مہمن صاحب کا کلام اُن کی زبانت ہی میں مقبول ہوا۔

ہو چکا تھا، اور کوئی کتب خانہ اس سے خالی نہ تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ دیوانِ نواب موسوں نے معتوب ہونے سے بعد اپنی اس جاگیر میں اگر کسی طفلِ کتب سے نقل کرایا، کہ اس عہد کے شرفِ کارِ ایران کے رواج کے موافق شغلِ بیکاری ہی تھا۔

ہمارے کتب خانہ میں کس طرح آیا ہندوستان و انڈیا کے اہم صند اس جی، جو میرے والدِ محترم تھے، جاتی کاغذوں میں لکھتے ہیں، قلعہ سیف آباد و سیف خانہ کی اولاد کے قبیلے

میں تھا کہ جو اپنی بڑبڑ سے خلقِ خدا کی دشمن جان ہو رہی تھی، ہمارا حکیریت پر کائنات (بہساور) والے سرورِ جہول ملاقات کے لئے علیحدہ تشریف لائے، تو ان کی ہر قول پر ان رہنماؤں نے ڈاک مارا اور قلعہ میں جا چھپے، راجہ صاحب نے ایسے مارا ستین دشمنوں کی سرکوبی پر سری جہاں لہجہ میں شکر پہاؤ زنا جہاڑ پٹیا کو اُتھارا، قلعہ فتح ہوا، بعد فتح جب ہمارا جہاڑ بڑا دشمنی لائے، دیوالال دیوانِ اعظم سے مالِ غنیمت کی درخواست فرمایا، کہ دیوان جی آپ بھی کچھ لے لیجئے، عرض کیا کہ سکھانِ عالیشان قلعہ کا سب مٹی سیسا مان لے گئے، اب ہاں محض کاغذات کے بے ترتیب انبار ہے، ہیں، وہ اس خانہ زاد کو بخش دیجئے، چنانچہ نواب سیف خان و

خدائی خان کا کتب خانہ ۲۰ گروں میں سنا و بیچا، یہ تہہ اسی مالِ غنیمت کی یادگار تھا۔

دیوان مذکور کے شروع میں غربی گوشہ پر اس ترتیب سے تعمیرات درج ہے :-

اول مندرجہ دیوان برہمن

چند رجھان منشی

لغت و کتاب

نصف

میں جہاڑ

عم

اس سے ذرا نیچے تعلیقِ قلم سے نہایت خوشخط "قلعہ سیفِ آہا و گنگا خا درُس کی نیچے نواب
سیف خان کے خطوطِ اس قلمی دستخط ہیں دیوان کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا ہے :-
"در عہدِ دولت بادشاہِ عالمگیر آفاقِ ستان"

شاہنشاہ ہے کہ درجہاں شاہ ہے از دست بادولت و تخت ملک آگاہی باز دست

اوقافِ آفتاب جو عالم گیر است درخس حشم زما دو ماہی از دست

وجہ اشاعت اسلامی عروج کا ندال تھا اور ہندو نامہ کی گردش سے پامال ہو چکے تھے اپنی زبان اور
کتاب کا چرچا محض گھپلا لیں رہ گیا تھا کہ انہی ایام میں لائے ریا نشی چند رجحان نے اپنے خاص
مقدس و بزرگ تر مذہب کے خیالات فارسی میں قلم بند کئے اور لطفِ پیرِ اسلامی خونِ آشتام تلوار کی نوک پر
رکھ کر سب سے خراجِ تحسین حاصل کیا "یتا رخی معجز چھپا ہوا" دوسرے شاہزادہ داراشکوہ کا عبرتناک
تاریخی واقعہ ان سطور میں اپنی مظلومی کا نوہ پڑھ رہا تھا "میسرے مسلمان فاضل دوستوں کا تقاضا تھا کہ تیرے
کلامِ شائع کر دیا جائے" دورِ حاضر میں فارسی مرچکی آردوئے معلے جانِ ملب ہے اور ملک کے طول و عرض
میں ایک زبان بولی جا رہی ہے "جھٹے غلطی سے آردو کہا جا رہا ہے" اب ان جو ہر بیرون کا کون قدر ان
ہے لیکن :-

پہرچرخ سدا ہے باقی دریا نہیں کا رہند ساقی

اس دیوان کی قسمت اس بہشتِ نشکے دیوان کے خاندان کی قسمت کے متناہضی "جب اس کی
طباعت کا خیال آیا فلاکت ہی میں آیا ایسی حالت میں کہ نوکِ شاعرت پاستا تھا "لمس منہ کے درباروں
کے الفت و نے یہ دیوان صاحب بھی مندا شاعت پر سرفراز کرنے کے لئے بخیر فرمائے"

خاندانِ نشی شجہ جینی سے محفوظ رکھتی ہے "اب اسے شہرت کے پتوں سے ملک ملک کے قابلوں کی محفل
کی سیر کرنا تھا" گو اس دیوان کا مصنف کی زندگی ہی میں لکھا جانا پایا جاتا تھا "مگر صحت پر اعتبار رہتا"
دل لے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینا چاہئے "اُدھر ایک نظر کا وعدہ تھا "ادھر وہیںوں کی محنت کے بعد اس کا چھپنا
بے فائدہ تھا "جب تک ہم نے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ کیا تھا ہم یہی سمجھتے رہے کہ یہ دیوان صبح ہوگا" اور
مصنفِ موصوف کی نظر ثانی سے نور پا چکا ہوگا "اُدھر اس کا ایک شعر بھی صحیح نہ لکھا تھا "گو یہ مشکلات کا طوفان

تھا جس سے عہدہ براہوٹا ممکن،

دیوان صاحب کی تفصیلات | یہ دیوان ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ پایا گیا

اولاً یہ نسخہ کرم غور و نظر تھا، خالصتاً انہوں نے نقد مضمون پر بے دریغ نقب لگائے تھے اور ایسے کر دیکھ کر کل جانیں

ثانیاً کاتب، حروف منقوطہ بے نقط لکھنے کا عادی تھا

ثالثاً بے ضرورت تعلقا و تیرا تھا اور جہاں ضرورت تھی وہاں میدان صاف

رابعاً ایک کی جگہ دو دو نقطے بھی دینے کا عادی تھا

خامساً جہاں حروف کی کشش مستعین سے کل کر خط ٹھکتے ہیں انہیں اس کا صحیح پڑھنا کار سے دارد

۶۔ مقطع میں تخلص شکر گنی سیاہی سے لکھنے کا التزام رکھا گیا تھا، چونکہ یہ کام وقت پر کیا گیا تھا اس لئے بعض بعض مقعوضوں میں تخلص کی جگہ خالی رہ گئی۔۔۔ اور بعض میں غیر موزون

۷۔ بعض بعض اشعار کے لئے جگہ خالی چھوڑی ہوئی تھی اور بعض اشعار اور حروف سے لکھے تھے خط باوجود مستعین ہونے کے ایسا نہ تھا کہ جو پڑ جائے

۸۔ سب سے بڑی مشکل پختی، کہ اکثر الفاظ آگے کے پیچھے اور پیچھے کے آگے لکھے ہوئے تھے، املا کی غلطیوں نے یہ شکلات اور زیادہ کر دی تھیں

اگر یہ شکلات اس کی اشاعت کے راستہ میں حائل نہ ہوتیں تو یہاں ایڈیشن کبھی کا اہل نظر کی نذر ہو چکا ہوتا، خاکسار پہاڑ نے اس کی صحت کے لئے اپنی ذات معذور پائی، یہ قابلیت میاں دودھے، طرہ میں ہند میں شہا دیگا، سب سے اول فشی عہدہ الرحیم صاحب بن فیروز پوری نے اعلان دی کہ یہ دیوان کا رخا نہ پسہ اجاڑنے چھا پانے خط لکھا جواب نہ آیا، علمیت کے دعویدار سرواڑے کے ہندست طمع کے خادم نمود سے حقارت روپے کے لالچ میں ایسے اندھے ہوئے کہ بہار کو کبھی چکھ دیا، صبح نویسی کا وعدہ کر کے اجرت نہ لگے گئے اور ایک سال تک دبائے رکھا، عجب سخت تقاضے ہوئے تو کبھی کی کبھی مار کر بکلیا اور کبھی جڑ کر واپس دے گئے، جناب مرزا عہدہ الرحیم صاحب کو رنٹ نشتر کا خاندان، خاندان مبارک ہے، کہ جس کے نقل و نصبت سے مرزا محمد عہدہ الرحیم صاحب ایم اے، پرنسپل لدھیانہ کالج، مرزا محمد رشید صاحب ایم اے، پروفیسر تان کالج

فیضی والہ الفضل سی قابل ہستیاں اہل زمانہ کو فضیلت کے سبق پڑھا رہی ہیں مرزا محمد رشید علی
گوہر و پتھر کے لحاظ سے میرے عزیز میں انگریز علمی فضیلت و قابلیت میں میرے استاد میں ایہ دیوان اپنی شکست
بیان کر کے موفقی و عہدہ علمیت ان کی خدمت میں بھیجا جناب و صوف کو وقت نے جس قدر فرصت دی
جانشانی کام میں لائے اور اطلاع دی کہ اس صحت پر بھی مجھے اطمینان نہیں کہیں سے دوسرا دیوان
حاصل کر کے مقابلہ کر لیجئے خاکسار بہار آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں

پندت برج نرائن ایک بے شکست کی شہرت مباحثہ کا زیرِ سرِ سیم یہی نظر میں تھی ان سے ملتی ہوا
گردبان و کلاست کی آمدنی کے روپے گنتے سے کہاں فرصت تھی کوئی جواب نہ آیا جب میل آدھی پہنچا اطمینان
لال کے جواب سے مایوس کر دیا

دیوان کا نالائق بہار نے اس کا ذکر اپنی خانہ دانی دوست رائے سہری رام صاحبہ علیہ السلام
دیوان سے مقابلہ میں غلام علی صاحبہ نے کیا فرمایا کہ دیوان بہمن میرے

کتب خانہ میں موجود ہے کسی کا ذکر کر دیکھ کر مقابلہ کر لے ابھی منشی چند و لال درنا خانہ میں بند
میں کام کرتے تھے انہوں نے مقابلے کا اطمینان دلایا چند ماہ کے بعد بہت دیر سے صحت کے ساتھ واپس
فرمایا اور مقابلہ ایسا کیا کہ جو لکھا کسی سے پڑا نہ گیا کیونکہ آپ بھی کا نب سابق کی طرح بے نقط و معلوب
لکھنے کے عادی ہیں قلم و دوات بھی ایسی ہی رکھتے ہیں اپنی دانست میں دیوان کا دیوان صحیح کر گئے مگر
نہ اعلیٰ صحیح نہ انشا بلکہ صحیح کا غلط کر دیا اور بعض اشعار کا اعلیٰ مجد میں نہ آنے کی وجہ سے کچھ کا کچھ بنا دیا
اور سببوں اشعار جو ستر یا غلط تھے انہوں کے توں رہنے دیتے یا تو مقابلہ کی رحمت ہی نہیں فرمائی ہرچیز

۱۰۔ مثلاً ہمارے دیوان میں نور الحق نہیں تھا آپ نے کوہِ حق کو انور نہ دیا

۱۱۔ غزل اول کا چوتھا شعر میں تھا۔

مست و عشق و مصلوب ہونے کی سنت را

آپ نے یہ آفاقی عشق و مصلوب ہونے کا مقتضی بنا دیا

۱۲۔ غزل ۱۰ کا موقوفہ کا دوسرا شعر تھا۔ از تو آید طبع نفس یک کلام مست را آپ نے یہ اصلاح فرمائی

”از تو آید طبعِ حجبِ نفس یک کلام مست“

کے بہت سے اشعار جو رائے صاحب دہلوی کے دیوان میں غلط درج تھے، وہ غلط نہ سمجھ کر ہمارے دیوان کا اندراج جو صحیح تھا غلط کر دیا، مگر اس مقابلہ سے اس قدر فائدہ ضرور ہوا کہ جو اشعار ہمارے دیوان میں درج نہ تھے، یا نامکمل تھے یا شبہ تھا، ان کی قدر سے دستی ہو گئی، حکیم صاحب نے یہ واپس دیکھ کر ایسی دل برداشتہ حالت میں انجام دیا کہ طبیعت دگر ہو گئی، مگر صاحب جنم نہ جلاؤید کی نظر عنایت کا مسنون میں حکیم صاحب کے اس مقابلہ سے یہ تاریخی راز کھل کر رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی بعض غزلیں مصنف کی نظر ثانی سے نور پا چکی ہیں، لیکن ایسی غزلیں بہت ہیں کہ نہیں ہمارے جیسے کاتب نے لکھ لیا ہے، اور وہ ہمارے دیوان سے زیادہ غلط ہیں۔

مشکلات پر غور | جب اطرافِ ہندوستان سے اس کی خریداری کی درخواستیں دہرا دہرا شروع ہوئیں تو ہم اس کی طرف توجہ ہوئے، اپنے دفتر میں اس کی صحت کا انتظام کیا، کچھ شہر اپنے علم و فضل کے لحاظ سے کسی زمانہ میں انگلستان کا کسٹفورز بننا ہوا تھا، اس کی برکت اس خطے پر آج تک مبذول ہے، وہاں کے بچے ہمارے تین سالوں سے زیادہ زیرِ اور محنتی ہیں، میرے عزیز نڈت مولوی جرج پرکاش صاحب نیو جوبالاب علی میں درجہ استاد دی رکھتے ہیں، انیس مہینہ کے شائق ہیں، اس میں آپ نے دیوان پر ہمیں کتنا کمرہ دیکھ کر صحت کا سخت محنت طلب کام اپنے ذمہ لیا، حالانکہ امتحان ایم اے کی تیاری میں شہک تھے، مگر شوقِ علم میں نہ دن دیکھا نہ رات، کمرے اور دیگر مصافحہ سودے کے کمرہ کا بھی میں

۱۔ غزل کا تیسرا شعر کہ پندِ مصرع اس طرح تھا، ہر فردِ خواہی بردہاے شائق، ہر ذلِ آپ نے اس طرح رہنے دیا، ذکرِ سراقبال نے جن غزلوں کو صحیح کیا تھا، ان میں یہ غزل بھی تھی، آپ نے اس طرح صحیح کیا، کچھ برآمدِ خواہی سر دیکھا شائقانِ بند، برتن کے قلمی دیوان میں اس طرح سے پا گیا ہے۔

۲۔ ہمارے دیوان میں غزل ۴۴ کا تیسرا شعر تھا: ہر ذلِ خواہی بردہاے شائق، پندِ میرِ بیدل، ہر ذلِ خواہی بردہاے شائق، جو صحیح تھا، ذائقہ اقبال نے بھی یہی صحیح رکھا، آپ نے رائے صاحب دہلوی کے دیوان سے یا خدا معلوم اپنی عقل سے اس طرح اصلاح دی۔

ہر ذلِ خواہی بردہاے شائق، پندِ میرِ بیدل، ہر ذلِ خواہی بردہاے شائق

غزل دوم کے مطلع کے پہلے شعر میں ”معدوم گرد تھا“ آپ نے ”مرد گرد“ بنا دیا، ”وین و غیرہ“ ”بہارِ ساسی“

بیٹھ گئے ایک مہنت کے بعد صبح سادھی کھولی تو ہم نے دیکھا کہ اند اور بتی سے اگر گل دیوان نہیں تو بہت سی غزلیں مصنف کے خیال کے موافق صحیح ہو گئیں

الف جو بعض اشعار پڑھے گئے، اور کسی طرح حل نہ ہو سکے، سکھائی کی سکھائی بار دہی گئی، ان کا دیوان سے حذف کر لیا جیسا کہا گیا، چنانچہ جن اشعار پر ”خ“ ہے، اُس سے یہی مراد ہے

دب، بعض جگہ فیضیہ کرنا مشکل ہو گیا، کہ آیا ہمارے دیوان کا اندراج مصنف کا منشاء ہے یا رائے صاحب ہلومی کا، ہم نے اپنی عقل کا دخل جیسا کہا اپنے دیوان کا شکر لکھ دیا، اور نسخے میں رائے صاحب کے دیوان کے مقابلے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے کتب خانہ کا دیوان، نسخہ اولین ہے، یہ

صدقات اس وجہ سے زیادہ دلنشین ہوئی کہ ہمارے دیوان کے سرورق پر ”نسخہ اولین“ اسی وقت کا لکھا تھا، اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ صاحب مخمیانہ جاوید کے دیوان میں ”حروف و الفلاہی کی تفاوت نہیں“ بلکہ مصرعے کے مصرعے نئے ہیں، جو بعض بعض ہمارے دیوان سے زیادہ معنی خیز ہیں

غزلیات اور رباعیات علاوہ ان کے کس غزلیات اور رباعیات ایسی ہیں جو ہمارے

دیوان میں سرے سے نہیں ہیں، ہمارے ایک فاضل مسلمان دوست نے ”نسخہ اولین“ کے معنی کئے کہ یہ دیوان کی جلد اول ہے، مگر ہمارا اس سے اطمینان نہ ہوا

یہ غزلیات و رباعیات ردیف کے لحاظ سے دیوان میں داخل کر دیں، اور ان پر صاحب مخمیانہ جاوید

کا حوالہ دیدیا

قابل ہاتھوں سے بعض اشعار کی صحت ہمارے دوست خاندانی فاضل یا گوکار خاندان ہلوی فاضل امام خان بہادر مولانا ہلوی فضل متین صاحب اور ہلوی انوار احمد صاحب انور

نے فرمائی اور خوب فرمائی

۱۔ حسرت موہانی اور مرزا سلطان احمد نے جو اقتباسات اپنی اپنی تقریظ میں دیئے تھے، ان حضرات نے بھی اشعار غلط درج کئے، ان سے صحت کی توقع کبھی جانی خود غلطی میں نہ لگتا (۲) جو کہ بعض اشعار کی خوبی نے ہمارے قلم سے ان پر نشانات کر لئے تھے، وہ نشانات قابلِ محو نہیں، ہم نے وہ پچہ نہ کر دیئے ہیں، کہ منطقی تقسیم میں حصہ لیں گئے

(۱۳) اس لئے صاحبِ دیوان کی غزلیات کے اشعار کی ترتیب ہمارے دیوان سے مختلف تھی اس کی ہم نے پرواہ نہیں کی

(۱۴) چند غزلیات میں ایک ایک شعر زیادہ تھا وہ ہم نے لیا

ڈاکٹر سراقبال گوڈاکٹر سراقبال کی علمی و ادبی شہرتیں ملکِ شہرت کو تسخیر کر چکی ہیں اگر آپ کی نفسی درویش مزاجی آپ کو ہر طرح کی شہرتوں کی آرزو سے مستغنی کئے بیٹھی ہے تو آپ کو آپس میں ہر طرح کے پیمانے مہربان ہیں مگر بے پرواہ تصنیفاتِ برہمن کی صحت کے جنون نے آپ کی اس کوکھلی پر پہنچایا کہ جو ان کی قانع طبیعت اور نمود و نمائش سے نفرت کا صحیح پتہ دیتی ہے بہت سے ذکاوار کے بعد مدعا عرض کیا، شوق سے ہمارا دیوان اور صحت شدہ مسودہ کہ جس پر ہمارا کلی اطمینان نہ تھا ہمارے ہاتھ سے لیا اور پھر نسلِ دیوان ہمارے ہاتھ میں دے کر مسودے پر حسبِ تشریف لکھنے کے لئے نظرِ مستحق طے کر کے نظرِ دلوریز سے بھی زیادہ قائل تھی مگر اس قدر نصف مزاج کہ گہنگاروں کی گردن کا شتی اور اس قدر کہ جس قدر حق، سالم کلام کا بھیج کر ناہینوں کا کام تھا آپ نے شوریہ دیا کہ برہمن کا وطن لاہور تھا یہ کلام یہاں تلاش کیجئے

حضرتِ شمیم کی کوکھلی پہلے سولہ سو برس پہلے تشریف لایا کرتے تھے انہوں نے میری خواہش پر نہیں بلکہ اپنے علمی شوق سے تقاضا سے یہ سالم کلام کی صحت فرمائی

برہمن کا قلمی ہم مقدمہ کی سندرجہ بالا طور کتابت کے لئے کاتب کو دے چکے تھے حضرتِ شمیم دیوان لکھ گئی اس لئے فرمایا کہ آپ کے بعد کلامِ برہمن کی بڑی تحقیق کی گئی، گو ہر مقصود مل گیا اور خاص برہمن کے ہاتھ لکھا ہوا

علم و فضل کے سرایت و نسبت کے چراغ شیخ سرلج الدین صاحبِ آثر اہم اے اہم اہم او اہلِ اہل پر فیاض اسلامیہ کالج لاہور کتبِ نایاب کے قاروں میں گزشتہ نصف میں حاتم اس علم نوادہ کی علمی مہارت کا کیا شکریہ ادا کیا جائے کہ آپ نے اپنا بے بہا کتب خانہ ہمارے حوالے کر دیا اور ایک پڑھنے والے پر پیش کیا ہم نے شوق سے کھوڑا تو خطِ تخلیق کی دل آویزی سے کچھ عرصہ کے لئے تحقیقِ حال سے لاپرواہ کر دیا کیونکہ وہ مکمل دیوانِ برہمن تھا اور برہمن نے اپنے ذہنِ شہل و دست

رائے بھاگ مل لالہ کو اپنے ہاتھ سے کھڑکھڑایا تھا کچھ بڑبا دہوا اور ملک چپکے کھنکھناتے آہاد کے ہاتھ کوڑیوں میں آگیا ان کی اولاد بے نصیب نے یہ تمام کتب خاندانہ لٹا دیا جس کا بہت ساجد حضرت آفرین نے خرید کر ملک سخن آباد کیا

برہن کے قلمی دیوان کی حالت یہ دیوان ہمارے دیوان کی تقطیع کا ہے خوش خطی صحت طرز نگارش و اشت سب پر برہن کی شایان شان ہے جناب محسن طرغیہ

بے پایاں اس درجہ علم پرور میں کہ بغیر ہماری استدعا کے یہ دیوان کتابت کے لئے ہم کو دیدیا اور برہن فیاضی کے ساتھ ان کی زندگی کے بہت سے مزید حالات بھی عنایت فرمائے ہم ایسے علم دوست شخصیت کی عنایات بے غایت کا شکریہ ادا نہیں کرتے بلکہ اپنی دل و جان آفر کی نظر کرتے ہیں کہ شائد ان کے کسی کام آئے

اہل صفا سے اپنی طبیعت کی نہیں کر کش کے رو برو کبھی گردن بھنجی نہیں ہم نے یہ دیوان بغور دیکھا چونکہ یہ خود مصنف معزز موصوف کا لکھا ہوا ہے اس لئے اس میں غلطی کے امکان نہ تھا چنانچہ اسے ایسا ہی پایا غرضلیات نمبر ہی

کسی صاحب نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے جو دیگر دستیاب شدہ دیوانوں کی طرح متراپا نملط کھنکھناتے ان کی صحت شدہ مسودوں سے کی گئی اس دیوان میں غزلیات اور دیگر رباعیات دیگر دیوانوں سے زیادہ بچیں چنانچہ موجودہ کلام کا مقابلہ کیا جا کر جس قدر کلام جس دیوان میں ملا اپنی اپنی جگہ پر سجایا گیا

مطبوعہ دیوان کی غلطی جب بے تعداد مقابلوں کے بعد اس امر کا اطمینان مٹا ہو گیا ہمارے غلطی ہے کہ یہ دیوان ایک نہایت صحیح نسخہ ہے اور رائے ایان کا قلمی

ہے تو ہم نے اپنے دیوان کی کتابت نظر آتش کی اور اس ہی سے کتابت شروع کرادی مطبوعہ دیوان میں غلطی نظر آئے وہ کاتب کی یا ہماری سمجھی جائے

ایک اعلیٰ دیوان غائب ہو گیا ہمارے کرم دوست شیخ فضل الرحمن صاحب لکھنؤ

انجیر کے دادا شیخ مرحوم افواج عطیالہ کے ساتھ محاصرہ ورنلی میں بہ ایام محمد رشید تھے وہاں کسی امیر کا گھر غلطی میں آیا، اہل علم تھے کتب خانہ پر ہاتھ مارا اور لکھو لکھا روپے کا کتب خانہ گزروں پر لاد کر عطیالہ آئے، ہماری دریافت پر فرمایا، کہ ایسا ہی ایک اعلیٰ دیوان برہمن بھی اُس کتب خانہ میں تھا، جو لو کر لے آڑا تھا، بقول کرنا پڑتا ہے کہ عہدِ مغلیہ میں کوئی کتب خانہ دیوان برہمن سے خالی نہ تھا، اور اب بھی اس کی سنکیٹوں جلدیں گوشہ گننامی میں پڑی ہوئی بڑی بڑی کتبہ بری کے ساتھ اپنی موت کے دن کا انتظار کر رہی ہیں

اب بھی دیوان برہمن دو نون دیوانوں کے مقابلہ کے بعد اب بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ مکمل نہیں۔ مکمل دیوان برہمن ہے، بلکہ ہماری رائے ہے کہ ابھی ایسی بہت غزلیاں اور راجعیات ہیں کہ جو اس میں شامل نہیں، راٹھیا صاحب کی ایک غزل کا مشہور مقطع کو اہل علم کی تصانیف میں اکثر دیکھا گیا ہے حسب ذیل ہے۔

برہمن چہ زنی قطعہ کہ در عجب ما سچہ نیست کہ آن غیرت زنا تو نیست
ایک اور مشہور مقطع سنئے۔

ہاں برہمن مدام دعا کن زروئے صدق شاہ طلب اختر گردوں جناب را
این مقطعوں کی کوئی غزل یاں دو نون دیوانوں میں نہ ملی، اس لئے یہ لامحالہ قبول کرنا پڑے گا کہ ان کا دیوان وہی مکمل ہوگا کہ جو ان کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں لکھا گیا ہوگا، اہل شوق کی تلاش اگر ان جواہرات کے لئے جاری رہی، تو کسی نہ کسی کمان جواہر سے یہ گنجینہ مکمل مل جائیگا، جولو خانہ دربار کو پورے قطعہ جوینہ یا بندہ حب کجنت کا تباہ ٹکس ہند اور دیگر بہت خطا لائن ہند اور کلام برہمن نے دیوان برہمن کی کتابت کا عہدہ مفتوں سے پہلے اوہمہنیوں سے سالوں میں ٹکا دیا، تو اس کی کتابت کے لئے ہمیں لاہور کا سفر اختیار کرنا پڑنا، حالانکہ سر شہر بنچکے خیال آیا کہ سردار جیسا سنگھ بہادر کی ریاست کو پورے قطعہ تنہا لی ہند کے مغلیہ عدالتہ پرتھوی و دھورفا کئے بیٹھی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ سلطنت مرحوم کی، حصص سلطنت کے ساتھ اُس کے نادرات پر بھی قابض ہو، مجنوں راہو لئے دیگر بہت وہیں اتر پڑے اور سید ہے کو پورے قطعہ پہنچے دریافت پر معلوم ہوا کہ بہتر

۲۸۶ کتابت دورہ توصیف مختصر میں لکھی ہے لہذا دوسری اور کتب میں کہ جو آخری سلسلہ تعلیم کی طرح خراب و پریشانی خال میں ہیں

افلاک میں تمام جناب خاں بہادر دیوان محمد اکبر محمد سی، آئی، امی، اوپنی، کے، بی، وزیر اعظم کی پیش رفتی اور علمی مذاق نے ہمیں اجازت دی کہ اپنے مکتب خصوصی کے لئے دربار کا یہ ذخیرہ نادرہ دیکھیں، بے شوق سے فرمایا کہ خوب یہ کیجئے اور اس نطف سے ہمیں بھی مسرور کیجئے، مولوی طہر حسین صاحب بی، اے، اسٹیک جو فارسی عربی بے تکلف لکھ پڑھ سکتے ہیں، ہمارے ساتھ گئے، ہم جلد خانے میں پہنچے دریاخت پر سب سے اول، کے، ایم، مختار، ایم، اے، پروفیسر دیاں سنگھ کلچر لاہور کی تہذیب کتب فارسی و مطبوعہ ہمارے پیش کی گئی، مسقانی و طرز ترتیب اور دل آویزی کی مادرات نے ہمیں ہمارے شوق تحقیق سے کچھ عرصہ کے لئے بیکار کر دیا،

مثنوی ہفت بحر | ہمیں تو ان دور ہائے بے بہا نے اپنے آب و تاب کے چہرہ کی دھک سے اپنی طرف متوجہ کیا، اور یہ فہرست مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیدی کہ آپ اس دریاخت سے پایاں میں اس کو بہر قصود رکھ کر برہنہ کی تلاش میں غور و نگاہیں دوست کے بند مولوی صاحب کا یہ لغتہ بادشاہ کی شمال کی طرح کان میں آیا ہے

خداوند ادب و دم جمہر وازار کہ برکوشیں و برحقینی بیدار

ہمیں اس شعر کے سننے ہی شیرینی زبان برہنہ کا مزہ آیا، سننے ہی پر خوشامی، نہ، نامہ بری چمک چھپا پا مارا، اور جو کچھ فراموش گئے کہ دیوان برہنہ سے پہلے مثنوی ہفت بحر برہنہ کی سر کیجئے، ہم نے حیران برہنہ کوئی اور ہو گا، فہرست پر نگاہ کی تو وہی مثنوی، راستہ چمک چھپا پا، یہاں نظر آئے، لانا برہنہ نے الماری سے نکالی، سب پڑھی اس کے آخر میں لکھا تھا، "تمام مثنوی ہفت بحر من تصنیف راستہ چند رجحان درناہ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ ہجری"

آج کے محققان و منتقدین ادب کی تحقیق میں دیوان برہنہ، ادبیات برہنہ، اور قصائد برہنہ ہی آئے، مثنوی ہفت بحر، کہیں بھی نہ تھا، اس شہ پر ہم زیادہ تحقیق پر مستوف ہوئے، طرز کلام اور خصوصیت زبان، کہنے لگے کہ، ہر کہ شکر، درکار گرد، ہم، اسے رایان کی اولاد گم گشتہ ہیں، مگر محفوظ

۲۵ برس کی عمر ہے، قبلہ براہمن کے انتقال کے ۲۰ سال بعد قد دانوش ملتوی سے مکلف الہاس زندگی پہنچایا اور سندھ و فارس پر پٹھانیا آریجک قابل ہاتھوں، نیک نظروں سے واسطہ پڑا، ۵۰ سال سے بنگال، ایشیائے کی زیرِ حفاظت ہیں، پانچ سال ہوئے کہ میرا نے مترانی فرمائی، گنج قاروں سے نکال کر اسے نمائش گاہ میں سجایا، مگر بنگال کا رہنے والا ہمارا جھتی وطن کیونکر صحیح دریافت کر سکتا ہے، ملیا لکھ دیا، شاید انہوں نے غلطی سے... صنع گورداسپور لکھا ہو، ہمارے وطن اور مقامات ترک وطن کی آپ خوب تحقیق کر چکے اس کی صحت فرمائے اب چونکہ ہم مثنوی کی ترتیب میں شامل ہو گئے، اس لئے ہم اولاد امانت سے ہیں میں اپنے عزیز بھائیوں کی واحد بھچڑی ہوئی، بہن ہوں، جہاں آپ میرے بھائیوں کی سحر زبان سے ملک ادب کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں، اس سرسوی کے لئے بھی اُن میں شامل کیجئے، باعثِ برکت ہوں، رائے رابان کی اس گمشدہ ڈور افتادہ پاک و صاف عفت آب خاتون کے قدموں پر ہم نے اپنا سر ادب جھکایا، عرض کی کہ اُسے دیوی، ہم تو تیرے پوجاری ہیں، تیرے اپلی سے قبل ہم تیری سبیل پرستش جو تیرے کر چکے ہیں، اپنے خاندان کے ارکان کے ساتھ شامل ہو کر اُن کی عزت و توقیر بڑھا، اور برکت بھلیا، علم پر وزیرِ اعظم سے نعل کے لئے بے دھڑک استدعا کی، سب سے توقف خوشی سے منظور فرمائی، مولوی طہر حسین نے فتح کی لڑپائی غلطی کی صحت فرمائی، اپنی نگرانی میں کتابت کرانی، اب کہیں جا کر کلیات کی ایک جاتی صورت میں نظر آئی،

مثنوی موصوف ۳۱۶ x ۱۱۶ کے سائز پر لکھی گئی تھی، اور یہ وہی تطبیع ہے کہ جو ہمارے دیوان بہمن کی ہے، اسی طرح کا کاغذ وہی طرزِ نگارش، اس کا خطِ نستعلیق ہمارے دیوان سے اصلی ہے، مگر غلط لکھنے میں اس کے کاتب بادا جان ہیں، چنانچہ مثنوی بھی املا کی غلطیوں سے معمور پائی گئی، مثنوی سے سطر الحد میں فاش غلطیاں ہم نے اس تحریر پر آویز میں سمجھیں، جس کا بیان نہیں ہو سکتا، مضیدہ شاہجہان کی سطر میں لفظ "میر" کے بجائے "سیر" لکھا تھا، ہم نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ اپنے دیکھا کہ اس مضیدہ میں املا کی کونسی فاش غلطی ہے، انہوں نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا، ہم نے کہا کہ شعر نمبر پڑھئے، اور پھر غور کیجئے، اس پر بھی وہ نہ سمجھے، ہم نے مضیدہ اپنی قلم سے منسل کیا،

سے۔ مگر راہِ امنیان اب بھی نہیں، کیونکہ مثنوی میں غلطیوں کا نہ ہونا ایک عجبات سے ہے،

”بہارِ رسانی“

اُس وقت کہا کہ اس میں ”صریر“ غلط لکھا ہے، وہ فرمانے لگے کہ ”س“ سے صحیح ہے، ہم خاموش رہے، مگر نفل میں ”ص“ سے لکھا، ہم خیال کرتے ہیں کہ اس مثنوی کی کتابت میں جو غلطیاں کتاباں نے کی ہیں، وہ اس ایڈیشن میں صحت انہیں پاسکتیں، کیونکہ وقت تنگ ہے، اور مصروفیت زیادہ،

نوٹ: [دورِ سلطنتِ مغلیہ میں کشمیر کے بچے اور بوڑھے تعلیم یافتہ نہ ہوتے تھے، جب جوان ہو کر فکرِ روزگار میں مبتلا ہوتے تھے، تو خوشحالی سیکھ لیتے تھے، پھر وہ اُمرا کے ہاں کتابت کا کام کرتے تھے، انہیں یہ بھی سلیقہ نہ تھا، کہ سلیقہ ”س“ سے لکھا جاتا ہے یا ”ص“ سے، چنانچہ اس مثنوی کی کتابت ایسے ہی کشمیری قلم سے ہوئی ہے۔]

مرتجمِ سبیل | جب رئیسِ مہند کے دربارِ سومِ راج (۱۹۲۳ء) میں رائے رابیان کی محقر لائف معنونہ کلامِ چھپی، تو اطرافِ ملک سے اُس کے شائقینِ وقدر دانوں نے ہماری بہت بڑائی، اُن میں سے مثنوی عبد الرحیم صاحبِ سبیل، کرناٹکی، تلمیذِ شہزادہ مرزا عبد الغنی ارشد گورکھانی، نام و کلامِ برہنہ سے مرغِ سبیل کا چرچا اُٹھے، ہمیں کلامِ برہنہ کی ترتیب و اشاعت پر اُبھارا، ہم نے جنابِ موصوف سے دریافت کیا، کہ آپ کو برہنہ کی واقفیت کس طرح ہوئی، جواب آیا کہ اکثر تذکروں میں اُن کا حال پڑا، قدیم بیاضیں دیکھیں، برہنہ صاحب کی تصنیفات سے مناسباتِ برہنہ میرے پاس ہے، اُس میں سے غزلیات و غریز آپ کے پاس بھیجی ہوں، تاکہ آپ کلیات سے مقابلہ کر کے زائد غزلوں کا اندازِ راج کر لیں اور غزلوں کی پیشانی کی عبارت جس کو برہنہ جھٹانے لکھی درج کریں، تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو، اپنے چار غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور فردات وادبیات عنایت فرمائیں، اُن کے ساتھ مناسباتِ برہنہ کے دیباچہ کی نقل بھیجی، اور اُن کے کلام سے اُن کی زندگی کے چند واقعات پر روشنی بھی ڈالی، اُن کی طبعِ رسا جس صحیح نتیجے پہنچی، ہم اُس سے پہلے کلامِ برہنہ سے وہی نتائج اخذ کر چکے تھے، مقابلے کے بعد اس جذبِ کلام سے حسبِ ذیل کلام کی کلیاتِ برہنہ میں انفرادی ہو گئی، غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور نو فردات وادبیات چنانچہ جو کلام اُن کی رسالت سے ہم پہنچا ہے، اُس پر عطیہ حضرت سبیل، لکھ دیا گیا ہے، ہم حضرت سبیل کی اس دلی امداد کو سب معاونین سے زیادہ شکر ادا کرتے ہیں، علاوہ ازیں آپ نے دو قطعہ تاریخ بھی عنایت فرمائے ہیں، ملک میں حضرت سبیل

سے اہل شوق پیدا ہو جائیں تو علمی کساد بازی کا بازار سرد ہو جائے
مجھ جو عہد دیوان برہمن نہیں ہمارا "دیوان برہمن" کی اشاعت کا خیال تھا مگر اس کے شوق
بلکہ کلیات برہمن ہے صحت نے یہاں تک ہماری رہبری کی کہ رائے راہان کی جملہ تصانیف

مل گئیں، چونکہ معزز موصوف کا دیگر کلام بھی نابود ہو رہا ہے، اس لئے آپ کی کل نظم تصنیف کا مجموعہ
 مرتب کر کے چھاپا جاتا ہے، اور اسی لئے **کلیات برہمن** کہلانے کا مستحق ہے، اگر وقت نے سادہ
 کی توفیق نہ شریعت دوم کی شکل میں زیور طبع سے آراستہ کیا جائیگا، اور جلد

حق الامکان کتابت کی غلطیوں کی صحت کی گئی ہے، لیکن ممکن ہے کہ کچھ چین لگا ہوں کتاب کی
 کوئی نہ کوئی غلطی ہو گئی، نہایت سختی اور باقاعدگی کے ساتھ کتابت کا خیال رکھا گیا ہے، اور جہاں جہاں
 ضرورت سمجھ گئی، خفیف ڈیش سے کام لیا گیا ہے

برہمن کی روح اے برہمن میں تیرا بے ریا، جاننا رخصت گزار ہوں، اب اس خدمت
پیشہ سے معافی کے بعد میرے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں تیری پاک روح سے بھی رہنا

الفاظ میں بھی نادانستہ غلطیوں کے لئے حضور قلب سے معافی مانگوں، لئے مقدس روح تو اپنے اُس
 قفسِ نحس کی کہ جو آج سے

سالِ پستیر عالم وجود میں تھا، مجھ سے تالیخ سن، تو نے اس
 نفس میں جنم کرنا نہ دیکھتا، کاشی جی میں باس کرتے ہوئے طبل ہزار داستان بسکر

حقائق و معارف، توحید و اہلیات، اخلاق و ادب، دنیا کی بے وفائی و سنگدلی کے دکش و دلوروز نفی
 سنائے، وہ ہم جیسے نالائقوں و بے تیزیوں کے کانوں تک پہنچے، قلم غلط سے لکھے ہو لکھا وہ غلام لکھا، اب وہ

اہل بصیرت اور گوش شنوا کہاں، اپنے صبحِ شام کی اور شام سے صبح، غفلت، لگنت کی مریض پائیں،
 فرنگ بے آہنگ لکھے، ہمیں قاصر ہیں، پر فاضل مددگار معادن تیرے خیالات تک نہ پہنچ سکے، ایشا

اور علم کی کساد بازی نے کسی اہل فن کو تیرے فن سے سمجھنے کے لئے راضا مند نہ کیا، میرا دل تیرے فنوں کا
 ایسا ہی عاشق ہے، جیسی کہ تو اس وقت اپنے عاشق کی عاشق تھی، تو کیا نہ کرنا، کیونکہ تیرا فراق صد نہ

جانکا تھا، اور اس سے بھی زیادہ، جو تجھے دارا کے فراق سے ہوا، تیرے فن سے رقم جگر کے لئے ہم مسیحا
 تھے، میں نے عقیدت کی دو برہمن لگا کر محنت کی غور دہن سے تیرے خط و خال دیکھے، سمجھے اور جو تجھ میں

نہ آئے سب لکھ دیئے تو جانتی ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے صدقِ ازل کا کیا تیری طرح نمودِ غائب
میری ذات بھی میری ہے مگر یہ دلی آرزو تھی کہ تیرے یہ نغمے اہل ملک کو سناؤں کہ جو کجا اب سخت ضرورت ہے
تجذیبِ جلیبے رہبر کے الفاظ اگر صحیح رہبر ہی نہ کر سکیں گے، کم از کم مفہوم ہی سمجھ جائیگے، اور یہی مقصد ہے
اگر کہیں کہیں مفہوم بھی سمجھ میں نہ آیا، یا غلام

سمجھا، تو اس میں جو ایر (قصور) ہے، تجھ پر ظاہر ہے، پھر بھی تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں، مگر تیری رہبر
میرے شامل حال ہے، اب تو اپنے نغمے سنا کہ جن سے سب کے کان کھڑے ہو جائیں، مودی ان گھٹیں
اور کچھ چین اہباب کی طرح بیٹھ جائیں، تو اپنے شہزادہ وارا شکوہ کے قتل پر خون کے آنسو بہا چکی ہے
میں اپنے قتل پر اپنا یہ کارنامہ چھوڑتا ہوں، اب میں تجھے بھشت کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی اہل علم کو یہ
نغمے سنانے کے لئے سخت بے قرار رہی ہے۔

اسے خطا پوش مازما بگذر

کہ زما بز خطا نے آئید

سنام، محلہ منشیانِ قدیم

یکم فروری ۱۹۲۶ء

مقدمہ نگار

بجائے راستے بہار

سنائی

THIS PHOTO IS THE EXACT REPRODUCTION OF THE
ANCIENT PAINTING.



Presenting of Manuscript (DANA SHAKORI) in the
DANA SHAKORI (DANA SHAKORI) in the
at Shahjahanabad (Delhi).

(The block of this picture is specially made for the purpose
of blocks)

اُسے بڑا زور دیا اور وہ ہم پر کمان بن گیا۔
اُسے درمیان مابین دوں ازمیاں ما

کلیاتِ برہمن

زندگانی کے رایان

یکلیاتِ برہمن نے چار حصوں میں تقسیم کی ہے، پہلا ”مقدمہ“ ہے، دوسرا ”زندگانی کے رایان“
تیسرا ”برہمن کی شاعری“ چوتھا ”تصنیفات برہمن“ آپ مقدمہ سماعت فرما چکے آپ کے رایان کی
زندگانی کے نظریے سے سبق حاصل کیجئے، کہ اس جانفشانی کی نگاہ میں کیا بھی ”تصدیق“ ہے
زندگانی کے رایان اور برہمن اس وقت تک ہمارے نظر سے راستہ نریمان ششی چمپا پر جہان برہمن
برہمنی شہا، جہان بادشاہ کے متعلق اردو کے چار تذکرے گذرے

ہیں، سب سے اول بجا طراشاعت نے لکھنے کے برابر مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت مانی
نے لکھا، جو ان کے اردو سے معلیٰ کے ماہ اگست ۱۹۳۷ء میں چھپا، جس طرح سے ایسے رسائل میں
تذکرے چھپتے ہیں اور حسرت موبانی تذکرے لکھتے ہیں، وہ سب پر نظر آ رہے، مگر حسرت نے کشادہ دلی کیساتھ
راے اریان کی شاعری کی داد دے کر انہیں ”مغر“ و ”فطرت“ ”کلیم“ کا ہی مقابل قرار دیا، اور دوسرا
کی بھاگ دوڑ میں کہیں کہیں مزہ زار برہمن بھی منہ مار رہے، وہ آپ کے پھر کلام سے ایسے بیخود و دیوانہ
ہوئے ہیں کہ خود ہی کھٹک سے لے کر لاوا شیدا ہو رہے ہیں، مگر دوسروں کو مایوس کر دیا آپ فرماتے

”وہ شہلی عجیب پیہر ہے“ اور دل پہنچی سخن عجیب بھی ہے اور لہجہ بھی ایسی کی بنا پر چند رنگین
بزرگن اکبر آبادی کے نام سے عجیب بہت ہے“ اور دُش سے بھی گروید ہوں، لیکن اس کی دلداد بونا
داؤ نہ ہوں“

فانسی کے شعراء شہیر رسد ہیں، کے نام لکھ کر نقاد ہی فرماتے ہیں :-
”ان کا وہی کلام شعراء ہند میں سے کسی کے کلام سے کم نہیں ہے“ جو نظم و نظم کے نو اور شاعر
معجزہ قدرتِ کلیم کے اشعار کے ساتھ برابر ہی کا دعویٰ کر سکتے ہیں“
خوبی انداز کی داد میں چند اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں :- ”ایک روز شہزادہ (داراشکوہ) نے شہنشاہ
کی خدمت میں عرض کیا کہ چند رنگین ایک شاعر خوش گو ہے“ اس صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ
شہنشاہزادہ داراشکوہ کے قلب پر اسے زبان کی زبان و بیان نے اپنا سکہ بھار کھا تھا، حسرتِ ان کی
شاعری پر چونکہ کرتے ہوئے بڑی فراخ دلی سے قبول کیا ہے کہ :-
”زبانِ ان کی نہایت شستہ ہوتی ہے“ اور بندش صاف، مطلب بالکل عام فہم، ترکیب دیرت
ہوتی ہے اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب“

حسرتِ مذکور کلام ہر میں کی ”خوبی ترکیب“ ”لطافتِ الفاظ“ ”روانی بیان“ اور ”آہرینی
مذاق“ یعنی شائستہ مذاق کی تعریف کے کثر فرماتے ہیں کہ اس رنگِ محبت کے ساتھ فلسفہ عمل کے انزان
نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے ”غرضیکہ فروغِ دل قابلِ نقاد نے خود سرور حاصل کر کے شعرِ الفاظ میں ایسا
لکھ دیا، بعض بعض رنگ کی مثالیں دے کر خاتمان الفاظ پر کرتے ہیں کہ :-

”ان سب شاعروں کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ جو جن کا پایہ شاعری معمول کے ہیں

یہ یادہ بلند ہے اور انہیں اساتذہ زبانِ فارسی کے رُوسے میں شامل ہونے کا بڑا حق

منجائے ہے“ اگر زیادہ فراخ دلی ہو تو یہ بھی کہ اساتذہ میں شمار ہوتے تھے جو صحیح ہی تھا
حسرت کی فراخ دلی اور بے تعصبی نے ہمیں بھی ہمت سے ان کا گرویدہ بنا رکھا ہے، جسے کہے کہ
ان کے عمل سے بھیج نہایت ہوا دیکھنے تک چلے

دوسرا تذکرہ جنحی نامہ جواوید ہے جسے مشہور امیر ابن امیر رائے سری ام صاحب ایم اے نے تدوین کیا ہے اور اسے صاحب موصوف بلحاظ معلومات و ذخیرہ کتب کہنا آپ کی شاعری پر سب سے بہتر روشنی ڈال سکتے تھے مگر افسوس انہوں نے شخص پر لکھ کر کہہ دیا۔

”طبعیت کی موزونی سے عاشقانہ تصوف دونوں رنگوں میں نہایت اچھا شعر کہتے تھے اور اس وقت

کے مشاہیر میں ابن کا شمار تھا“

اپنی دانست میں حق و واقعہ نگاری اور نقادی اور افرادِ احباب رائے صاحب ساخاندانی علم و دستِ دہلی میں گھر کی ریاست کرتا ہوا انہوں سے بے اعتنائی برتتے تو دوسرے کا کیا کلمہ

آپ کے گراما یہ بلکہ بے بہا کتب خانہ میں دیوانِ برہمن کا ایک علمی نسخہ بھی موجود ہے اور چہار حسین بھی کتب خانہ کی رونق کا باعث ہو رہی ہے، جنحی نامہ جواوید سے ہمارے معلومات میں یہ چیز اضافہ ہوا کہ جنابِ برہمن رنجیہ یعنی اردو میں بھی سخن سرانی فرماتے تھے اور تبرکاً لایچ اشعار کی ایک غزل بھی آج فرمائی ہے

نیر آہیاں منشی محمد سعید احمد صاحب مارہروی کے قلم نے اُمرائے ہنر میں دیا ہے منشی حسنا باطین علم و دست اور عالم ہیں ہم نے جب اپنا دیوان دیکھا تو یہ کتاب چھپ چکی تھی مزید دریافت کے لئے سچا خطوط روانہ کئے افسوس ہے کہ ایک کا جواب نہ ملا کیونکہ ہمیں امید تھی کہ منشی صاحب رائے حسنا کے حالات تاریخی اور ادبی پر سب سے زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں

منشی صاحب نے برہمن کے تاریخی حالات پر خواہ کچھ بھی ہو جس قدر مہربانی فرمائی ہے اس کا منجانبِ ملک ادب شکریہ ادا کیا جانا واجب تھا مگر احسان فراموش ہندی اپنی زبان ملی صنعت بھلا بیٹھی ہر سال دستہ ہر مناسبت میں راقم لیلہ کے سوا لگ بھگ بھرنے میں مرے جاتے ہیں کروڑوں روپیہ یادگار میں منانے میں فضول طور پر خرچ کرتے ہیں باجے بک کروں بہاتے ہیں زبان کے فٹہ پھلتے ہیں اور جوت پڑتے ہیں تو دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں یا بیٹیر کچرے کی طرح ہلال ہو جاتے ہیں اگر یہ دعیاں تاریخی یادگار یادگار کے نکات سمجھتے تو چند رجحانِ برہمن جیسی ناقابل فراموش ہتیاں نہ پھلتے انکی یادگار قائم کرتے کلام چھپواتے ملک میں پھیلاتے اور ان کے لائق کلام سے لپٹا کر اپنے بچوں کے دل و دماغ کسی

قابل بناتے، مگر یہ جب ہوتا جب وہ بچے ہندی ہوئے

”نشی صاحب درہا کے ان اصحاب میں سے ہیں کہ جو بڈنام و ناکام شاہین اسلام کی عام برائیوں کو بڑا دلیل و برہان پر مغالطہ و الجبات دے کر دور کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں، اور وہ مقصد و نسل برائیاں ان کے غلط انداز سخن سے رخص کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا، حالانکہ ایسے تذکرہ نویس ایسی ہی تہذیب و طوائف تہذیبی غیر ضروری اور ناخوشگوار تھیں وہ سب ایسے تاریخی واقعات سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔“

”اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اکثر مسلمان ناخوش نے ابتدائی وینچی شروع عروج اسلام میں ایسا بادشاہ اور لڑکے شروع عروج اسلام میں شمار کیا گیا ہے، جنہوں کے ہمیشہ و خورش میں ایک ایسی متعصب مسلمان بادشاہ نے کسی ہندو راجہ یا رعایا کی تملوت پر براہ و نہ ہو کر اکثر مسندوں کو گویا اور عورتوں کو توڑا“

حالانکہ شروع شروع عروج اسلام میں کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا وہ بزرگ تو ازیر محمدی سے نور پائے ہوئے تھے، برہمن کی شاعری کے تعلق ایسے متعصب اور پاسدار مذہب کی اکثر جو کچھ ہو سکتی ہے وہ خوبی ہو سکتی ہے، مگر حقیقت پر لاکھ پردہ ڈال جائے، اُس کی روشنی تیرہ دلوں کے متعصبانہ طرفداروں کے بادل ٹھٹھے ٹھٹھے کر ڈالتی ہے، برہمن نے خود لکھا ہے۔

برہمن آفتاب کجا پردہ جاکند ”تا چہ وہ ہر فروغ و نور بفتاب سوخت

وہ لکھتے ہیں۔ کہ ”برہمن موزون طبع تھے“ اس سے یاد آئے کہ یہ لفظ ان کی شاعری پر پھر برہمن کیا ”فخر بالالہ کی موزونی نہ معلوم کیوں موزون ہوئی، حالانکہ آپ کا فرض تھا کہ کلام پر پورا دیو کرے“ چوتھے انصار مرزا اسلام طالع احمد صاحب کا ہے جو ہندی شاعر اور کا صیح کلام غلط لکھنے اور کتر درجہ کے اشعار داخل کرنے کے لیے بجا طور پر بدنام ہیں، ایسے فروع کے الگ نہ کیا اس لیے جو کئی تذکرہ نویس

اسلام کے کینڑی و غیر شاعرین، مجبور بندہ ان کے ذہنی و روحانی تہذیب کا ویرانہ نیست

میرزا صاحب نے ”مروانہ“ ”مروانہ“ لکھا، اپنی دیوانگی و ذہنی تہذیب میں زندگانیت

واقعی یہ تذکرہ دانید صاحب کا نہیں لکھا، بلکہ اس کا جو نصف ہے وہ اس تذکرہ کی تفصیل سے ظاہر ہے، تہہ رسانی

انصاف کے قلم سے مفصل و مکمل تذکرہ لکھتا، اس تذکرہ کی (جسے تذکرہ لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے) ۱۱۱ سطور ہیں، جن کی تفصیل بطاویضِ مضمون حسب ذیل ہے:-

- ۱ - شرح انام، سکونت و ملازمت، ۲ - سطور
- ۲ - عہدِ مغلیہ کے لقب و خطاب "خواجہ" پر، ۱۱ -
- ۳ - خط و کتابت عہدِ مغلیہ پر، ۱۲ -
- ۴ - انصاف عہدِ مغلیہ (حالانکہ برہنہ کی تحریر کا مقصد نہیں، جو آپ نے کھلا ہے)، ۸ -
- ۵ - برہنہ کے مطالعہ کی نیز، اس کا بھی غلط معہودہ نکالا، ۸ -
- ۶ - ہندیوں کا شوقِ فارسی، ۵ -
- ۷ - انتخابِ کلامِ برہنہ (یہ انتخاب بھی ناقص کیا)، ۵۱ -
- ۸ - متفق، ۱۰ -

ایک سوانح نگار کے لئے کیس قدر شرم کا مقام ہے کہ ایک اُستادِ زمانہ کے حالاتِ زندگی میں سطوروں میں ختم کر دے، اور واقعات غیر متعلقہ کی بھرمار ۱۱۵ سطور تک جاری رکھے، آپ نے بڑے غور اور دعویٰ لکھتے القاب و خطاب "خواجہ" ہندیوں کے لئے باعثِ اعزاز بنانے میں زور لگایا ہے، اور نہایت سجاوٹ پر رائے رابیان کو بھی "خواجہ" کے خطاب سے شہور کیا ہے، حالانکہ آپ ان ۱۱۵ سطور میں یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ پنڈت صاحب کبھی "خواجہ" کے لقب سے متوجہ کئے گئے، دراصل یہ بھی ایک دینی شرارت ہے، جس وقت آپ نے رائے صاحب کی یہ نائف لکھی، اُس وقت آپ کے دعویٰ کی لطالت کے لئے ہر سہ مندرجہ اظہارات ملکی رسالوں میں شہر ہو چکے تھے..... آپ نے اپنی جھٹ باطنی سے شاہی خطاب "رائے رابیان" چھپایا، اور اپنی سرکار سے خود "خواجہ کا خطاب بخش دیا"

کسی مسلمان کو ہندی لقب "پنڈت" "لالہ" و غیرہ سے تعلق کیا جانا، ایسی ہی قومی توہین ہے، جیسی کہ کسی ہندی کو مسلمانی لقب "مرزا" "خواجہ" خطاب سے مخاطب کیا جانا، اسے مرزا صاحب و اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور اس شخص کو خوب پہچانتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

پنجاب میں ایک مشہور ڈاکٹر چنیت شاہ صاحب ہندو تھے، چونکہ اُن کے نام کا لٹھ شاہ لگا

ہوا تھا اس واسطے حکومت انگریزی نے انہیں خان بہادر کا خطاب دیدیا
 دراصل مرزا صاحب کی سواد سے پندت چند بھان کو "خواجہ" کا خطاب دیا جانا محترمانہ
 کے غلط خیالات کی تکمیل سے کہ جہاں وہ عقائد چمک کر گئے انہیں مسلمان بنانا چاہتا ہے، لیکن ایسے
 حضرات کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح سے

اڈم مذاں بودم باز گرم شیخ جی غلام ارزاں سے سودا سال سید سے شوم

یہ برکات ہندی مذہب میں نہیں کیونکہ کوئی شخص ہندی مذہب میں نہ تو لاکر سے پندت بن سکتا
 ہے نہ شر سے ورنہ خواجہ اور مرزا تو خیال میں ہی نہیں آسکتا دیگر بات یہ ہے کہ زائد حکومت میں کوئی اس پر
 معترض نہ ہوا، جہاں زمانہ اسلام میں ہندی "خواجہ" اور مرزا سے مُعقب کئے جاتے تھے، اور شرفائے
 اسلام "میرزا" اور "مولوی" کہلاتے تھے، اب سب "مر" کی ٹوپی پہن بیٹھے، خواہ چیت اور روزوں
 ہونہ ہو، مگر سب خوش ہیں، اور خوشی سے استعمال کرتے ہیں، ان مفصلوں پر افسوس ہے

آپ نے بہن کی مغزلیات نقل کی ہیں، اور ان میں بھی ناقص انتخاب کیا ہے، حالانکہ ان کا کلام
 دیوان قابل انتخاب نہیں، جو اشعار غزل کی جان تھے، وہ چھوڑ دیئے یا تو بالارادہ و ج نہیں کئے یا پوچھے نہیں
 لگو پڑا غلط پڑا اور جو کچھ غلط لکھا، اور یہ اغلب ہے کہ حسب عادت یہ اشعار منسج کئے گئے، ورنہ ایسی غلطی
 انتخاب میں نہ ہو سکتی ہے، نہ میرزا صاحب زبان فارسی سے ایسے نابلدہ ہیں، مثلاً آپ نے یہ شعر
 لکھا ہے۔

دار و گنجش اہل سخن را بہر بہن "نظم" سخن کہ عقبہ دریا گرفتہ است

وہ حال علم کہ جو معمولی فارسی جانتا ہے، سمجھ سکتا ہے کہ یہ "نظم" کیا بلا ہے، ایک فاضل جب اس میں
 لفظ "نظم" دیکھے گا، تو جو اندازہ بہن کے کلام کا لگا سکتا ہے، وہ ظاہر ہے، میرزا صاحب دراصل
 ایسے انہم نہیں، کہ جنہیں "نظم" نہ لکھتا، پس یہ کہنا صحیح ہے، کہ انہوں نے شعر منسج کیا، ہمارے
 دیوان میں صاف "نظم" لکھا ہے، یہی قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے "نظم" کے بجائے "نظم"
 پڑھ لیا ہو، یا کاتب زمانہ نے اس لکھ دیا، اسے "سرخی رام دہلوی" کے دیوان میں "نقد" لکھا
 ہے، اور "نظم" کے بہتر ہے، دوسرا شعر لکھا ہے۔

دل اس پر غم نہ سائے گرد
بدعا طلبی رشتہ ہائے گرد
اس شعر کا مطلب شاید میرزا صاحب نے کچھ سمجھا ہوا اور اسی وجہ سے اسے مسخ کیا ہو "رشتہ ہائے
آپ کی طبیعت نے خوب رشتہ باندھا" اصل شعر حسبِ ذیل تھا

دل اس پر غم نہ سائے گرد
بدعا طلبی رشتہ ہائے گرد
سخن فہم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اس تبدیلِ لفظ نے شعر کی خوبی خاک میں ملا دی تھی
تیسری اصلاح ملاحظہ فرمائیے

دل مجھ سے محبتِ جریدہ سے آید
ز "شیر" بدعتِ تعلق رسسیدہ سے آید
اصل شعر اس طرح تھا

دل مجھ سے محبتِ جریدہ سے آید
ز شیر بند تعلق رسسیدہ سے آید
"شیر بند" شاید میرزا کی لغت میں کوئی معنی رکھتا ہو مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا میرزا صاحب
کے ایک چچا لال نامی فاضل نے فرمایا کہ "شیر بند" کی ترکیب غلط ہے "شیر بند" صحیح ترکیب ہے ورنہ
کسی فاضل کے کلام کی سند چاہئے یہ ایسا پوچھو اور نادانی کا فرمان تھا کہ سند کی ضرورت نہ تھی
مگر ملاحظہ ہو، نظامی گنجوی نظم میں یاد دلا رہے ہیں

نظامی بہ باغِ آئدہ "شیر بند"
بہارِ لبستاں بہ چینی پرند
شخص کا کلام استادِ اوزدہوی و کارِ اللہ شملی 'حالی' شہرِ روم و غیرہ تاریخ نگاروں
اسکی تاریخ ہے
اور لکھا ہے کہ "ممدوح کے کلام کا نتیجہ نکالنا" صحیح واقعاتِ زندگی کا دریافت کرنا ہے "یہ طریقہ نہایت
مستعمل ہوتا ہے، حقیقتِ شخص کا کلام اس کے حالات کا آئینہ ہو تا ہے اور یہ طریقہ استعمال
عاقلاً ہے

اسی رسول کی پیروی کرتے ہوئے جب نقاد طبع اصحاب نے محمد خیرام کی بیہنامی پڑھی
اے رفتہ و باز آئدہ بلہم گشتہ
نامتِ زمیان ناہم گشتہ
ناخن ہر جمع آئدہ و ہم گشتہ
ریشہ ز عقب در آئدہ و ہم گشتہ

تو ذرا پیفتویٰ دیدیا گیا، کہ عرصہ خیرام تنازع کے قابل تھے، یہ جو جائز اور صحیح ہے، یہ خیال محض عرصہ خیرام ہی کی نسبت نہیں، بلکہ اور بہت سے معزز علمائے اسلام کی نسبت ظاہر و ثابت کیا گیا ہے چنانچہ حکیم ہاشم خسرو کے متعلق اُن کی تصانیف سے استفادہ اٹھا تا ہوا فاضل اہل دوست شاہ لکھتا ہے:-

”از ان کلام معلوم ہے خود کہ طبعی و دہری بود مذہب تنازع داشته“، ”الح مصنف سر و آزاد ایسا ہی نتیجہ نکالتا ہوا لکھتا ہے کہ:- ”ملازمانی یزدی“ بھی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے، تنازع کا قابل تھا اور نتیجہ اُس کے کلام سے نکالیا ہے، بالعموم مولانا روم کے اس قسم کے شعروں سے

بچوں سبزہ بار بار دیندہ ام ہفت صد ہفتادو قالسب پیدہ ام

نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ بھی تنازع کو مانتے تھے، واقعی تاریخی حالات کا یہ طریقہ اخذ ایسا ہی قابل اعتبار ہے، جیسا کہ شخص ملح کا اصلی لباس، اُس سے انسان کا قد و ذیل و ذوق اور مذاق سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے، واقعات کی صحت و پڑتال سنیکڑوں برس کے بعد ہم اپنے زبانی جمع خرچ سے نہیں کر سکتے، اور ایسی تحریرات کے مقابلہ میں زبانی دعویٰ محض دعویٰ باطل ہے

رائے رایان کی تصانیف تاریخی واقعات کا مواد فراہم کیے جانے کے لئے جب یہ عام اصول عام طور پر دروج ہے، تو ہم بھی اُن کے کلام سے یہ استفادہ اٹھائے بغیر نہ سکے، اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا

کہ ہم بھی ایسے بے غفل اصول کی پیروی کرتے ہوئے ”رائے رایان“ کی تصانیف سے اُن کی زندگی کے واقعات کی نہ فقط اُن سے صحت کریں، بلکہ اُن سے مزید حالات بھی اخذ کریں، چنانچہ ان حالات کا بہت سا حصہ آپ کی تصانیف سے صحت کیا گیا، ”مطلع جو واقعات جدید معلوم ہوئے“ اُن کے لئے ہمیں ان کی تصانیف کا ممنون ہونا چاہیے

خاندان کی اصالت جو اصحاب شریف، صحیح النسب ہوتے ہیں، وہ اپنے شجرے دیوتاؤں اور پیغمبروں سے نہیں ملاتے، بلکہ اپنے اعمال و افعال سے اپنے شجروں کا پتہ بتلاتے ہیں، ”رائے رایان“

اسی اصول پر کاربند ہیں، وہ اگر چاہتے تو سلسلہ نسب برہما جی سے یا اخیلوی مستحکماں، بلکیشیاں
مارگند سے، یا کیشین، ہنومان، اور پریرام سے ملا دیتے، نتیجہ اس کا کوہ کندن دیکھ کر آؤن کو
وہ مرد مسلح اپنی قومیت پر ناز کرتا ہوا، اپنے اشغال کا پتہ بتاتا ہے کہ ہمارے بزرگ برہنہ تھے اور
برہنہ بھی وہ کہ جو شاستروں کی رو سے برہنہ ہیں، جن کا کام ظاہر و باطن کا آدھنگی تھا، اور مراتبِ مکتوب
مضی کے پاس راستھے، یہ قومی افتخار ان سے من لہجے، وہ اپنی زبان میں اس طرح ادا کرتے ہیں۔
قدردار اہل زمانہ برہمنان اعتبار سے واقفانے داشت اگرچہ عرف و عادت بہت کبھی عیش ہاشا
مختلفہ روزگار سے پرواز دلیکن بہترین مشورہ این طائفہ آنت کر پاس مراتبِ صورت مضی و شاستر الیچہ
کہ در کتبہ معتبرہ دربارہ این گروہ ثبت کنندہ عمل منایہ و کار سنگی ظاہر و باطن را عنان حریکہ اعمال
خود سازند

خانہ انی مصروفیات کسی سرخ فارسی دار و دوسنے یہ دریافت کرنے کی زحمت نہیں فرمائی، کہ
آپ کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا، اور وہ کیا مشغل رکھتے تھے، کس طرح گذری اور کس طرح گذاری،
سخت انوس ہے، منطقی سلطنت کے اسلامی مورخان پر، کہ جنہوں نے رکنِ کپورن دولت وزیر مالیات،
منشی بے بدل، سفیر کامیاب، ایسے فاضلِ اجل کے حالات سے اس قدر چمپوشی فرمائی، اگر وہ اپنے
حالات خود تحریر نہ کرتے تو جہنم نہ تو ان کے حالاتِ فاذاں معلوم کر سکتے نہ ان کے والد بزرگوار کا
نام پاتے اور نہ ان کے مشاغلِ زندگی کا پتہ ملتا، ان کی تحریرات سے یہ امر یارِ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آپ کے
بزرگ آپ کے دادا تک سری منوہاراج کی لقبِ پرم زندگی کے حامل تھے، یعنی برہم چرم یا شرم، اچھست
آشرم، پان آشرم، سنڈیاں آشرم، نیپنہ یلین دیہ، مقدس کے احکام کے اعلیٰ رتبہ موافق زندگی بسر
کرتے تھے، آپ کا یہ بیان اس وجہ سے قابلِ قبول ہے کہ اسلامی عہد میں بھی بآئی کی ذاتِ برہنہ کی
ہندسی خوبیوں کا جلوہ دکھا رہی تھی، اور جو بدیاں اس مذہب میں پیدا ہو گئی تھیں، ان سے آپ کا
فاذاں بالکل متبر تھا، اسی دل اور ذماغ کی بدولت اسلامی سلطنت میں قابلِ رنگِ صورتِ بیا
نیک، فاذاں کے نیک بنیاد جو ان ہر ملک و ملت میں عزت پاتے ہیں، نکالتا اپنے ہی گھروں میں
جو تیاں کھاتے ہیں

دوسرے واس **منصب دار** **الکبر اعظم کا زمانہ تھا** کہ آپ کے والد بزرگوار سیدت دوسرے واس نے مسکوت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فارسی پر دستگاہ کامل حاصل کی، الکبر کی مہربان بیخ پالیدی نے ہندیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا، اور ہر ہندی بھی چاہتا تھا کہ اس کے انتظام سلطنت میں شریک ہو، چنانچہ آپ نے منلیہ سلطنت کی ملازمت میں داخل ہو کر ایرانی فاضلوں کے پہلو پہلو داکہ امرانی دی، اور پھر ترقی پا کر منصب دار سلطنت ہو گئے، مدتوں عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے، چونکہ خاندان کے جدید دستور العمل زندگی کی ایسی ہی منزل تھی، اس لئے قدیم دستور العمل کی طرف طبیعت مائل ہوئی، شمار عمر کے تقاضے پر ملازمت سے مستفی ہوئے، اور سنیاں آئندہ میں داخل ہو گئے، رائے رایان یہ طوائف داستان کن مختصر الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں:-

”آبا و اجداد میں درست اعتقاد بل پر قدیم عمل سے نودند تاکہ نوبت پر دوسرے واس پر رہیں فقیر پر آں محدوم نویسنده کا روانی ہو، دئے در ملک مہمباران خاصہ شریفہ انتظام داشت، بعد ازان بربانی روزگار مدار داشت، استعنائے خدمت و منصب نودہ، در گوشہ عالت نشست“

ایک جگہ لکھتے ہیں:- ”از آنجا کہ فقیر اساک و آئین قدیم بہاں است، پیر فقیر بود“
پھر ایک جگہ مطلع فرماتے ہیں:- ”پیر فقیر کہ چند شمار اگر پر در لباس ظاہر مشابہت باطل تعلق و ادوار عالم باطن خود را بچاند اہل روزگار دیدار انت ہمیشہ اس صرع بر زبان داشت، ع-
”صاف بودن بہتر از آلودگی“

تاریخ و سائل ولادت متوجہوں، و زندہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ محض علمی خدمات تک محدود رکھا، اور وہ بھی ناقص و نامکمل، ایسے استاد زماں، ادیب بخاری کے واقعات زندگی، سکندری قلعہ کہانیاں، بیا اور آج یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کب اور کہاں کس خاندان میں پیدا ہوئے، خدا بھلا کرے یہ سبیل حید کا کتبہ ہوں، نہ ان کے حالات لکھے اور ظرب لکھے، مگر فرسوس کہ یہ کتاب میں دستیاب نہ ہوئی،
مارہروی اسی سندر لکھتے ہیں، کہ چند رجحان ۱۱۲۰ھ میں تمام اگر پیدا ہوئے، اس حساب سے

حضرت آذر دھامدیتے ہیں:- کہ مغلراجہ چچا جن اور دیگر کتب تاریخ سے ثابت تو رہے کہ آپ بمقام ”لاہور“ پیدا ہوئے

آپ نے ۹۱ سال کی عمر پائی اور یہی وہ عمر ہے جو آپ ورت کے جو گیشہوں کو نصیب ہوتی ہے نام و ونچہ خلص آپ کا نام پنٹ چندریجان تھا اور خلص برہمن فرماتے تھے آپ کے بزرگ نسب بعد سندھ سنسکرت کی گنتائی کے مالک تھے اور اسی لحاظ سے پنڈت کہلاتے تھے، اچھی خانہ دانی عقیدت آپ کے رک و ریشہ میں سراپ کر چکی تھی اور اسی پر آپ کو پھر تھا آپ کی اس جرأت کی کیا داد دی جائے اگر جس نے آپ سے اس پر آشوب زمانے میں برہمن خلص انتخاب کرایا

مورخوں کا حسد جس قدر انہیں ہندویوں اور مسلمانوں نے لکھیں ان میں سے کسی تاریخ میں آپ کے مفصل حالات نہیں پائے جاتے، یقیناً وحید قابل افسوس ہے اگر یہ خود مجموعہ رنگین مرتب نہ ہوتا تو شاید یہ احسان فراموش دنیا ان کا نام اور کام بھی اُبھلا دیتی، مگر کون ہے جو اپنی غلطی جو حقیقت ملکی عذاری ہے تسلیم کرے

وطن وقائع نگار جو سوانحری لکھنے کے مدعی ہیں تحقیقات و واقعات کا خون کرتے ہیں چارہ طری لکھیں اور اپنی دانست میں جو وقائع نگاری ادا کر دیا اس خطبے خطی وقائع نگاران میں آپ کے وطن کی نسبت ہی اختلاف ہے، لیکن یقیناً آپ کے انشا چارہ چینی کے دیباچے کھل جاتا ہے آپ پتہ دیتے ہیں:-

”اِس نیا زمانہ دارالسلطنت لاہور کے بقعہ الحافہ آب و ہوا اقسام خوبی ہائے کہ دم حالات

..... سے زندر سیدہ“

اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کا اصلی وطن لاہور نہ تھا، ہر صاحب جاہ اپنے زمانہ عروج میں اپنے وطن میں اپنی جائداد بڑھانے اور رفتی دینے کی فذرتی آرزو رکھتا ہے آپ نے اپنے ایام امارت میں جو تعمیرات تعمیر کرائیں ان کا ذکر کیر آباد کو حاصل ہوا، پس اِس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا اصلی وطن علی گڑھ لاہور

۱۔ مرزا سلطان احمد کی کجودی کا جواب صفحہ ۲۰ پر درج کیا گیا ہے مرزا صاحب نے لفظ خواجہ کی بجائے ان کے ذکر میں خواجہ خواجہ چھڑوی، حالانکہ اسے راہبان کا یہ کوئی لقب تھا نہ خطاب اور نہ مرزا صاحب ثابت کر سکے، ”بہار سناسی“

۲۔ صاحب مخفی زجاوید اصلی وطن دہلی تحریر فرماتے ہیں، بہار سناسی

۳۔ مرزا صاحب۔۔۔ محمد سعید احمد لاہور، بہار سناسی

بلکہ اکبر آباد تھا، کتب ہیں ان کی دماغی فعالیت اور ذکاوت کے اعتبار سے یہ دیکھنا تھا کہ کیا خاک اکبر آباد
ایسا فرزند پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، جب ان کی زبان اور کلام پر غور کیا جاتا تھا، تو ہمیں شبہ
پیدا ہوتا تھا، کہ حقیقتہً ایسا صاحب دماغ اکبر آباد کی سرزمین پیدا کرنے کے ناقابل ہے، یہ ضرور کٹھنی
ہو چکے، اور ترک وطن کے بعد اگر وہیں سکونت اختیار کی ہوگی، آپ کے والد نے عقبہ جو نثری مضافات
اکبر آباد میں جو مضافات پائی، اس سے بھی خیال کیا جاتا ہے، کہ کٹھنی کے بعد آپ کا وطن مضافات اکبر آباد
میں تھا۔

ان پہلی باتیں میری خواہش تھی اور زیرک غریب نواز صاحب پر کاش صاحب ایم اے نے اپنے
کو مقام گو الیاد جانے کا اتفاق ہوا، چونکہ دیوان کی ترتیب زیر نظر تھی، شاہی کتب خانہ دیکھنے دیکھنے
ایک مطبوعہ کتاب موسومہ جہان کشمیری کی سیر کا موقع ملا، یہ کتاب پنڈت نرنجن ناتھ صاحب عرف
صاحب تخلص مشتاق خٹک آئین پنڈت شمشیر ناتھ کوئیل ہائی کورٹ و ممبر نسل حضور وائسرائے
نے ناصری پریس ملتان آباد میں ایک سو سے زیادہ صفحوں پر ۱۸۹۹ء میں چھپوائی ہے،

جہاں اس میں کشار و علم فارسی و اردو کے نام و کلام درج کئے گئے ہیں، وہاں پنڈت رائے
چندر بھان برہنہ کشمیری "درج کئے گئے ہیں اور غزل و غزلہ کلام میں دیکھی ہے
مشتاق صاحب کی تحقیقات ہم سے مشتاق تحقیقات کی بڑی رہبری کا باعث ہوئی، آپ کے
بزرگ نام اہل کشار کی طرح کشمیری سے آئے اور جہاں پناہ دیکھی، وہیں قیام کیا، اور پھر ہندوستان
میں ہر جگہ پھیل گئے، پروفیسر کے ایم مٹرا، ایم اے، "فہرست کتب دیاست کپورتھلہ کے صفحہ ۷۰ پر لکھتے
ہیں، کہ رائے چندر بھان پتالہ کے تھے، ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب نے بتا دیا ہو اور رائے میں
کیونٹرویل نے پتالہ بتا دیا ہو، مگر بتا دیکھی بلا تحقیق و تہ لکھا، اس سے ہم اُسے صحیح نہیں سمجھتے
اس تحقیق حال کے بعد ہم نے تصانیف برہنہ پر کامل عبور کیا، وہاں سب کچھ مل گیا، سمجھنے والے

سمجھ لیں۔

"اُس شکستہ دل دُستِ اتفاق چندر بھان برہنہ شکستہ کی طبعِ دلِ با باعثِ درستی حالِ نو

میدانِ برہنہ زلوعہ ملکِ پنجاب است" ط

اسی سلسلہ میں پھر لکھتے ہیں: "مولد و منشا اس نیا دیندہ شہد دار السلطنت لاہور است"

برآئین از لب ہندی نثر اداں کچھ ہے بچہ زبان فارسی و ترکی و تازی نے داند

تعلیم و تربیت آپ کی خاندانی علمی و ادبی نفسیت یقینی تھی کہ آپ کو آپ کا جہانمادالہ بزرگوار اپنے

خاندان کی روایات کے موافق تعلیم دے، اس لئے حسب رواج خاندانِ اول اول آپ کو سنسکرت و بھاشا کی تعلیم شروع کر لی گئی، پھر آپ نے ویدان آچاریوں اور گوان پندتوں سے سنسکرت کے ہر شعبہ علم کی مکمل تعلیم پائی، اور جبکہ ہی حالتِ جذبِ طاری ہو گئی، خاندانی علم سے فراغت پا کر اور بی بی کتب مقدسہ سے اپنی مست کے آئنے کو جلوے کے آپ کو آپ کی ہمدانِ طبعیت نے فارسی و عربی کی طرف مائل کیا اسلامی

اخلاق و ادبیات سے فارسی و عربی کی تعلیم نے کما فیضی واقفیت کرائی، عہدِ مروجہ کی کل کتب اخلاق و ادب و تاریخ و زبانِ الہی کا بغور مطالعہ کیا، نظم و نثرِ فدا سے ازمنہ قدیم و جدید کی ہر طرح کی تصانیف نقادسی کی نگاہ سے دیکھیں، مطالعہ کی کثرت ہر طرح کی تعلیمی و تربیتی تجربہ کا باعث ہوئی، بہت جلد فاضلہ میں شمار ہونے لگے، اسباب و کتاب، معاملہ فہمی، تحریر و تقریر میں کارگزارانہ کار ثابت ہوئے، نظم و نثر، انشا

پر داری، واقعہ نگاری، اور جذبات کے ادا کرنے میں بے نظیر تھے، نظم و نثر کے منظم تھے، اور جدت طرازی کے بادشاہ، ہندی خیالات و جذبات جس انداز سے فارسی میں ادا فرماتے تھے، اس بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے دل غلے نے زبانِ فارسی میں ایک نئی روح چھوڑی، طبعیت ایسی موزون واقعہ ہوئی تھی کہ اس کا زبان ان کا کلام سنسکر، دنگ رہ جاتے تھے، ورنہ لے مالیشان، اور لے اسطودوران، عزیز جانتے تھے،

ان کے اشعار ان کے قلوب پر خاص اثر ڈالتے تھے، وہ دن رات و ربا مغلیہ کے علامہ العبدِ مقلد سے صحبت رکھتے جو سنے اپنی تعلیم و تربیت مکمل فرما رہے تھے، واراک کی محبت میں درویشانِ کامل جمع رہتے تھے، آپ کی مذہبی تعلیم نے زیادہ میں تربیت پائی، وہاں اپنا کلام حقانیت و معارف کے پرجوش خیالات سے بیدار رہ کر لایا، اور بیچ تو یہ ہے کہ ہند کا سچا ہندو جو کہ زبانِ فارسی میں ایرانی فاضلوں کا ناٹھ بند کر دیا، بوقتِ تحریر کسی بڑے سے بڑے مقرر کی مجال نہ تھی کہ زبانِ ہلا کے، آپ کا قلم شاہِ اقلیم سخن تھا،

۱۔ صفحہ ۱۸۷ ملاحظہ ہو

۲۔ اُسے ہندو صفحہ ۱۸۷۔ اور دوسرے علی اسرت مضافی دیکھ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۸۷ (ملاحظہ ہو)

اور زبانِ خسروِ عظیم بیان، فصاحت و بلاغت ان کی جان، صحت و صفائی اس پر تو بیان جس سخن دان کی ذات میں ایسی خوبیاں ہوں وہ برہمن سے نظیر دیا جائے اور ایسا کون انسان ہے کہ جس کا ایسے دل و دماغ کے ساتھ اس قدر سکرت، عربی اور فارسی پر کامل عبور ہو، حقیقت یہ ہے کہ برہمن، برہمن تھا اس کا کوئی جواب نہیں، نہ آئندہ ایسی تعلیم و تربیت کوئی پاسے نہ برہمن پیدا ہو، کیونکہ انگریزی نے سکرت، عربی اور فارسی کی فضیلت بے ضرورت کر دی،

رائے رایان کی تعلیم و تربیت کی نسبت جلد مورخین کا ہمارے بیان سے اتفاق ہے رائے رایان یہ واقعات و حقائق اپنے ایک رفعت میں خود تحریر فرماتے ہیں، اور جیسے وہ کھتی، انہیں اس پر خود نازل ہے۔

”چوں از غنوانِ شباب این برہمن عقیدت کبیش را میل و رغبت بدریافتِ وقایعِ شعرا و انشا
بہر سید و مجد فراموش نداشت و تواریخ و تنہائے نظم و نثر متقدمین و متاخرین، بقضائے سعادت
از لی نقشِ خدمتِ عبودیت در گاہِ سلاطین نہاد، سلیمان جاہ و محبت در رائے عظیم الشان حضرت
آصف خاں سپہ سالار و علامتہ العصر و والدہ اسرارِ فضل خاں در کنِ سلطنت اہل خانہ
و علامتہ اسطر نظرت محمد اللہ خاں در شہشت“

بچپن ہی میں حالتِ صحیح تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہو کہ آپ پر بچپن ہی میں حالتِ جذبِ طاری ہو گئی اور انجمنِ کار انہیں قبل از وقت سنیاں بکشم و بارن کرنا پڑا،
جذبِ طاری ہو گئی تھی اپنی حالتِ ابتدائی کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:-

”ذرا بے کہ اس رہ نور و دادی تسلیم و رضا را ہوس آزادی و رؤفاد، سوزش عجب در دل و دل غراہ
وچوں در عین گری ہنگامہ شباب جوش و خروش دریاے طلب افتاد، محبت بطنے از فہر ائے جمعیت دست
دل را تکینے دار سے پدید آمد و جمعیت طاہر باطن مغیب گروید“

رائے رایان نے اپنے فرزندِ نڈت تیج بھان کو ایک خط لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنی ابتدائی دورانیہ آخری زندگی کی سب کیفیات درج کی ہیں، اس خط سے آپ کے ذاتی حالات پر بڑی مدنی پڑتی ہے، ان حالات کے ساتھ اس خط کا مطالعہ از بس ضروری ہے ایک جگہ پر لکھتے ہیں:- ”و یکہ صفحہ“

نفیر پر داران در ترانه های بسنه اند این بیت اد شهرت دارد، مگر در کتب خود
 همه و نفس روی کاک کهنه همه حاصل چهارده نشاء ط صفت بل کهنه و
 همه را نشاء ذکر این بر عمر فاسی دان بوسیده شمرده نشاء که عله سر حله نشاء
 مقرب حضرت السلطان قهرمان از مندوستان بولایت ایران بر صوبه
 ایلچی فرستاده بعضی بمیان آمد و این دو بیت فقیر دران دیار مشهور است اما به
 شکست بستان بود که تم اش به دو بیت است، چشم تار غم در جام نشاء
 حلی شد این راء آسمان کا و از پای بر نخواست، فقی برادر قنیه طبع
 همیشه زلفه نخر زبان او بود حکم کرم از عهد حضرت جنب مکنا نا ادا
 اکبر قریب ساحت این در عصره نشاء من مندوستان بومع تمام کز آنه و
 بولایت ایران رفته امتیاز دیگر فیت طبع غمور و فخرت بلند داشت
 که فلک یک مجدم بمن کران بر ترش، شام بیرون بیرون همه افتاد
 خط تلخ تعلین از غم نبوشت و اگر خوب را کسب نموده بود جوهری
 همه وستان کرم در محفل خلد پیش اشرف اعلا راه یافته بودیم و محفل
 با مرای عظام نسبت او بر وجه صاحب رسید بود مرد خوش کوی خوش صحبت و

معتد خاص ہونے لگے برہنہ کے دل سے قدر دان رہے ایسے اور پہلے سے اصحابِ ثروت آپ کے ہم نوا تھے اور اپنے عروج میں سب سے محبت فرماتے تھے

دیوان خانہ رائے ایمان زمانہ قدیم میں بادشاہوں اور وزیروں کے دیوانخانے میں قضا ویر اور

مالانی مختار سے مزین نہ کئے جاتے تھے بلکہ مذہبی قضا ویر اور پرنسپل مختار سے سجائے جاتے تھے برہنہ نے عقوٰنِ شباب ہی سے اپنا دیوان خانہ کلامِ ادب و اخلاق سے آراستہ کیا تھا اگر ایک طرف مذہبِ برہنہ کے مقدس گرنہ اُن کے دل و دماغ کو لڑنے چاہنے کے لئے دیوانخانہ کا درجہ بڑا رہے تھے تو دوسری طرف فارسی زبان کی اخلاق و ادب کی کتابیں اس آفتابِ علم کے ایک گوشہ کا بال بن رہی تھیں وہ خود لکھتے ہیں:-

”مجھے اپنی جوانی میں... حکیم ثنائی، ملازم شمس تیر، شیخ فرید الدین عطار شیخ سعدی، خواجہ حافظ شیخ اوسدی، کرمانی، صفری، ملا جامی، ملا رومی، حکیم قطران، عبدی، مزدوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین، عبدالرزاق، کمال، اسماعیل، خاقانی، اناری، ابی نصر، حسن، حموی، ملا صافی، ظہیر، فیاضی، دہلوی کا کلام لکھنے پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا“

ظاہر ہے کہ یہ علما وہ اسلامی بزرگ ہیں کہ جن پر اسلامی ادبیات و اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے برہنہ نے اپنی طبیعت میں وہاں پائی کئی تحقیق کا مادہ تھا، دماغ صاحبِ ایجاد کی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کے معلوم کرنے کی طرف دوڑتا تھا، ابتدائی زمانہ کے بعض اہل اسلام بھی ایسے ہی عالمِ گزرے میں کہ جنہوں نے مذہبِ برہنہ کی مشہور کتابیں عربی اور فارسی میں ترجمہ کر کے اپنے علمی و ادبی ذخیرے بھر دیے تھے

میر عبد الکریم میر عمارت کوئی قوم غواگسی ہی قومی اُمداری کا تباہ کن خطرہ کھتی ہو لیکن اللہ نے اس کا حکیم عام ہے اور لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کی مدد و بغیر دنیا میں تعمیرِ ختم تار محل اور بنیاد برہنہ ایک سائنس تک نہیں سے سکتا جو ایسا کرنے کی کوشش کر رہا ہے

وہ اپنی نگاہوں سے آپ کو کہتا ہے آپ بھی مر رہے اور قوم کو بھی مر رہا ہے مسد یوں تک اس کی قوم کے

۱۔ رقدِ بھڑی میں خواجہ سیال کوئی کی یاد و بوجہ کتنی قابلِ ملاحظہ

۲۔ آپ نے جو خط اپنے جینے کے نام لکھا اُس میں اسامی و تفصیل لکھی ہے ملاحظہ فرمائیے ۵۲

یہ گناہ اور مظلوم قوموں کا غمہ نشین مہم بنے رہتے ہیں، دنیا میں قومی پادساری ایک مہم ہے اور یہ مہم شتم زیادہ ان پر لڑتا ہے جو مہم کرتے ہیں، انسانیت ہندوئی دنیا میں امن پھیلاتی ہے، شروٹو اور شاستا ہے، انوس ہے کہ آج کل پادساری مذہب ہی ملک کی سچی خدمت کہلاتی ہے، اور یہی ہم پر آفات لاتی ہے، یہ چند بد رفتار زمین کے افضل ہم کو لکھنے کا موقع مل گیا، اور یہی اسی ہندو عقائد کی پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ ہے۔

میر عبد الکریم دکن کا ذکر رائے راین ہر مقام پر بڑی عزت و احترام سے فرماتے ہیں، لاہور کے صوبہ دار تھے، یہ فاضل اور صاحب تھے، دورانِ تعیناتی لاہور عمارات کی تعمیر شروع کی اور ان کے معنی وقوعِ خاک کے بیل بوٹے، کتبہ جات کے انتظام میں مصروف ہوئے، تو دنیا بھر کے ستری خطاط، مصور، سنگ ساز طلب کئے گئے، آپ بھی آگیا صاحب کی خدمت میں کسب سعادت فرماتے تھے، یہ سب اب بانی کام آپ کے سپرد ہوا، اُس وقت آپ کی لیاقت نے گلزار کھلائے، اور سب کام کاج ان ہی کے زیرِ نگرانی ہوئے رہے، محض اس وجہ سے کہ عمارات کے نقش و نگار اور کتبہ جات کیساتھ ساتھ حساب و کتاب کی دہستی ہوتی رہی۔

لاہور کی تعمیر عمارات شاہ کی خوشنودی کا باعث ہوئی، معززہ راجہ الزمانی، ممتاز محل کے لئے اگر وہ پسند فرمایا گیا، شاہ نے اس حالیشان تعمیر کے لئے مہم کو متجاوز میر عبد الکریم نامور فرمائے، راجہ صاحب نے یہ بے نظیر کام ان ہی کے زیرِ اہتمام کیا، آپ کی طبعِ خدا داد نے روحانہ ممتاز محل پر جو گنجشانی فرمائی، اُس کی تفصیل سے ہم بے خبر ہو گئے، مگر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا، کہ اگر ان کی خدمات بے نظیر ہوئیں، تو آپ کی شہرت کا شہرہ دور بارشنا ہی ممکن نہ ہوتا۔

افضل خان وزیرِ اعظم شاہجہان
وضیعتِ رائے راین

عہدِ مذکور میں کلان دہر کے کارنامے ہر کس و نا کس کے کانوں تک پہنچانے کے لئے انہماکات نہ تھے، انگریزوں نے ان میں ہماری طلب بھی ایسی تھی کہ ان سے کوئی بھی چیز جیسا ہوتا تھا، بلا خیال کسی ذاتی مفاد و نقصان کے ملک میں اُسے ویسا ہی مشہور کیا جاتا تھا، لیکن

۱۔ اس زیادہ فضیلتِ بڑہ، ملا عبد الکریم است، دجاہین

علی بن علی شہنشاہ کا کام دینی پختہ نہیں ہو کر رہا تھا۔ اس کی علمی خدمات کی شہرت دربارِ شاہ
پہنچی، علامہ **مفتی افضل خان شیرازی** وزیرِ اعظم شاہجہان کی فضیلت علمی اور عام رواداری
کے ذمے ملک کے محلِ دعوت میں بکج رہے تھے، جس کیلئے اس نے کمال اور تہنیر کے ہنرور کا ذکر کیا، بلکہ
اپنے فضل و کرم سے شاہجہان کی سلطنت کا دعوا کرنا ضروریاتِ زندگی سے خارجِ اہمال کر دیا، جب میر صاحب
سے رائے صاحب کی علمی شہرتوں کی تصدیق ہوئی تو انہیں ان کے ہاتھ لیا، بیعت کے ساتھ دینا نذر
کار دانی ہو، خواہی نے اعتبار بڑھایا، دونوں ہی میں بیعت کے شہرہ کی آنکھوں نے تصدیق کی، چنانچہ
صاحبِ اعتبار سمجھے جا کر دیوانِ اعظم بنائے گئے۔

آپ نے علامہ موصوف کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر جو خدمات انجام دیں وہ احوال پر وہ اضافہ
میں ہیں مگر ضرور کہا جاسکتا ہے کہ علامہ موصوف انہیں ایک بزرگ سمجھتے تھے، اور باپ سے زیادہ انکی جہان
والہ کے محافظ تھے، وہ دن ہی میں کہیں سے پہنچا دیا مگر اپنے سے علیحدہ نہ کیا، سچ ہے ع
گفت ہم جنس با ہم جنس پر داز

۱۔ یہ اہلِ تخریب میں لکھا ہے کہ: **میر شاہجہان** نے اپنی عمر کے ۳۳ سال میں اپنی تخت نشینی کا
دوسرا جشن درود و شنبہ رجب الاول ۱۰۸۳ھ منایا، ہندی چکر ورتی دھاراجگان کی تقلید میں اپنا تاج
کرایا جو ایک دفعہ مونا چاندی اور ہار جنس فلک سے کیا گیا، ۳۴ مارچ کو جشنِ نوروز منایا گیا،
ار اوٹ **خان** دکن کی صوبہ داری پر تعینات کیا گیا، اس کے بجائے علامہ **مفتی افضل خان شیرازی**
کہ جو شاہجہان کی ایامِ شہزادگی میں دیوان تھا، سلف کا دیوانِ اعظم بنایا گیا، گو یہ کمالت کے بدلہ
سیاہ سفید کا مالک بنایا گیا کسی شاعر نے تاریخ لکھی تھی۔

شہرِ فلاحون وزیرِ اسکندر

جب شاہجہان نے اپنے جلوس کے کیا رہوس سال میں ۳۳ روزہ جشن منایا، علامہ موصوف

۲۔ تین ترانوے لڑخوبو۔

۳۔ ٹوٹ میں "کعبہ بروم" کا خط لکھا جاتا ہے۔

۴۔ آپ اس تحریر کے بعد بمقامِ لاہور ۱۲ رمضان جلوس سے وادہم کو انتقال فرمایا، تہجیبِ ارستامی

قلیم مروت تمام ستمه چنان موقعه پایا ہے حق ایک سچی اور فرمایا اسطاعتنا نیست یہ ثابت ہے کہ افضل خیران
اور راستہ رایان ایک قالب و جهان تھے ایسے راستے رایان کی زندگانی کھلی جانی اور افضل خیران
کا اُس میں ذکر نہ ہونا ایک ستم تھا اس لئے ہم بغیر تکمیل تعلقات مدح خیران و مدح اس فیاض
اعلیٰ کے حالات نہیں لکھ سکتے رایان کی زبان سے بازارِ شہرت میں نہ ہو کر ناپا جاتے ہیں کہ یہ بھی ایک جز
ہے اور دیکھنا کیا برکت حق شناس اس طرح حق ادا کرتے ہیں۔

”چوں از کار ساز نگاہ لطف بران گشت دارد نظیر نظیر صاحب نظران سمانہ و صاحب نظر سمانہ
کہ نظر کیا اثرش خاک را کی گرد اندوز چینی کریم ذکر ہمیدہ از اتفاقات حسد و کار بخیرش و مہربانی تمام
در خدمت علان العصور اللہ وان افضل خیران شہوت بار یافت از ناپایت قدر دانی لطف از ستمہ
زیادہ از حالت وجود ملہ امین نیاز نہ بود کوشش و مہذب کردانیہ مذکور و در همان وقت قلبی از غم و اندام خاص
بر آوردن فرمودند کہ بایں قلم نویس و بعد از بیس بایں اسلوب تراش آوردند رفتہ نسبت عبودیت از غایت بیخ
عقیدت و صفائی طوہیت و برقی اخلاص و راستی محض و دوام خدمت بر شہ جوشیت رسید اگرچہ شہزادان
خوشنویس زمانہ اوان اہل ایران و توران و ہندوستان و نہایت آن مہم و شہ
فرز و فرزند و ہم آہ و ہند و نظیر کیا اثر آن بزرگ صورت و قوی بہر کس کیس بود اما بقہ قہ قہ سے موافقت
بہت رسالت اختر نظر تربتیب پیشہ بیس موافقت بود مہذب بایں معنی آنکو در وقت کہ سبب گمان
اعلیٰ حضرت قلبی الہی در وادار سلطنت لاجور و تہ شانی سادہ آن خاں باہد کان نزویں اجلال فریڈ
ایں ذرہ بکھنڈ در البشیر کو کوشش حضور ملازمت سراسر سعادت اشرف اقدس اعلیٰ متعہ کرد و پدید آمدن شہ
بیس سعادت سہ خند و دیگر آنکو فیلی بایں موافقت مروت نہ بود کہ در واداری ہمیشہ باں خاں الانشان
ہمزبان یافتہ وادار و اعظم انصیب انصیل و ساسا شہزادان بزم کثرت و خلوت جادداشت تہ سیر سیرہ
فرمان سعادت معزز و موقوف بایں بکشت و فرہ ہود و اکثر اوقات شہزادان فکس در از سیر سعادت اشفاق
خیر و ہند ملان بعد از بہت سعادت اشفاق و بہت نظیر شہزادان بزم کثرت و فرہ ہود و اکثر اوقات
چشم است و بنیاد ہر گاہ صحبت روحانی و مباحثہ علمی بیان می آمد و باہتمام منتہا شد و باہتمام منتہا شد
نہیں نہتہ عدتہ ایں ذرہ خاک را نیز در گوشہ لب لاجامی یافت و آخر برز باہتمام نہتہ بزرگ قلم یہ آورد

و فضائل و کمالات ذاتی و غویہا کے صفائے و فنونِ کسبی و ذہنی آن علامہ محض فرما کر دو گار مستحق الدیان
است و در لباسِ ظاہر و نشانے عالم معنی و در عالم کثرت شاید وحدت را در یہ نظر داشت و اس را با معنی
است و اکثر اوقات بر زبانِ آں خاں شیریں بیانِ ابود رہاے

تا دوستِ چشمِ ہنر نہ نیم محسوم از پاسے طلب معنی نشنیم ہر دم
گوید کہ معنی چشمِ ہنر نزد ان وید آن ایشانند من جہنم ہر دم

در ایامِ رحلت از در اوقالی و توجہ بعلومِ جادوئی اکثر از بے ثباتی روزگار سخن بر زبان داشتند و تا دمِ لیسین
را بخوبی یاد میفرمودند و اس دودیت میخواندند

گر اہلِ دوست گویند من آنی تا در آغوشش بگریزم رنگِ رنگ
من از وہاں ستاںم جب اودان اوز من دلتے بگریزم رنگِ رنگ

در ہماں ایامِ بندگانِ اعلیٰ حضرت فاقانی نعلی سبحانی علیہ السلام و روحانی باختر آں برجِ جاہ و جلال و مہرہ دولت
ابدی اللہ تعالیٰ بیاد آں پیرِ عظمیٰ شریف شریف از رانی فرمودہ آچہ لازم بندہ پروریت بعبقہ نمود
آوردند و وقتے کہ علیحصر تملیضہ زبان از غایت ہر بلایِ قدوائی داشت مبارک بردست آں محلِ موزگان
گذاشتہ استفسارِ حال میفرمودند آن خاں بکسیر زبان بے زبان یادی نسبت قدیم و اقامت خدمت نموده انکس
شکر از عنایتِ اقدسِ اعلیٰ سینود و بے اختیار رفته نموده آب از چشم ریخت و بادشاہ ہر بان قدر دان از
مشاہدہ اس حال متحیر و عطف آمیز بہتہ تعویذ حال آن خاں والا شان ہمدان الہام بیان ہی آؤد
چوں غایت و شاد روزگار کشت کہ عاقبت جریال بگریخت میخانہ وجود را بہ جریہ عدم بخور سازد و رنگ
نقوشہ برداشتہ آؤد زہ آن دہائے روزگار از ہماں ہمیدار بخت سہی بہ بستہ ہر و طریق تقدس شد چوں
و جریہ آؤد شمع خیر و بخیر بود بادشاہ عالم و عالمیان از حسن اخلاق و اوضاع و اطوار آں علامہ محض
کہ تزیین بیک قرن و دو صد ہندوستان علم امارت و زراعت برافزاشت و سخن طاق و حق شناسی و نگاہاتی
و شہر یافت یا فرمودہ حقیقت عنایت خاص خود را کہ در بارہ آن وزیر دانشور دانشمند چہاںیاں ظاہر
گرد و ایند و از دم شہر رمضان مسئلہ روانہ مجلس و الا اس مقصد ہا کہ در دار السلطنت لکھنؤ سلطنت
شد وزیرِ خاں حکامِ پنجاب و مستند خاں شیریں بکمرست خاں میرزا مان و دیگر بزرگان ہندو خاں

آن داپرو ملک بقا جو کچھ محبت نفاذ عالم خانی نمودند رنیم سراج یار پنج فوت آئی خان جنواں کمال
یا فتنہ مصرع ذوق سے بڑو گوسے نیک نامی

بعد از وقوع خان حقیقت داس امانت خاں کہ برادر حقیقی علامہ العصر والدہ دران بود استقامت
خدمت و ترک منصب نمودہ گوشتہ عزت گرفت و تارک تعلیق شد و در یک منزلیں لاہور سرانے دلکش
ساختہ و موضع اعدا شد نمودہ الحال در جہاں مکان آئندہ آسودہ است و عاقل خاں خلف
امانت خاں کہ از آغاز و حال در صحبت علامہ العصر والدہ دران توفیق یافتہ بود و از ادب و خدمت
بجایات عمدہ مثال میر سیامانی و بخشی گری سر ملدی یافتہ و آخر الامر در راہ کابل از سرحد اہل
دہلیں جو از ہذا ہال کابل را ئی اول شکستہ الحال بخیر از نیک نامی و کاہدہ فی دور سلسلہ علامی نمائندہ و شکی

برادر عاقل خاں ابو جود زندگانی میکند انجام عروشاں

رائے ایان کے قدردان رائے صاحب تحفہ الانوار میں لکھتے ہیں کہ میں نے مشہور مشہور
فاضلوں سے فیض پایا، آصف خان خاں خاناں سپہ سالار سے ملا اور علین شوق سخن کی حالت میں
افضل خان سے محبت نصیب ہوئی، پھر اسلام خان وزیر سے استفادہ نظم و نثر اشعار، جب
سید اللہ خان وزیر سے تعلقات قائم ہوئے تو جمیع معلومات حاصل ہوئیں وزیر عظم خان
نے اپنی خدمت میں مجھے لیا، پھر وزیر عظم جعفر خان نے تجزیہ کار مجھ کو بھیجے اپنا استاد بنایا، اور جب سر دفتر
ارباب علم ہندوستان راجہ رکھنا تھو داس وزیر اعظم ہوئے، ان کی خدمت کی ایسا دوستی تجزیہ کس
طرح آپ کی ہر جگہ قدر و منزلت نہ کرتا،

حضرت کبیر کراٹومی حالات کی تحقیق فرماتے ہیں کہ:-

”شہنشاہ اورنگ زیب وغیرہ اور ذرا آصف خان سپہ سالار اور وزیر اعظم افضل خان

۱۔ ان سب کے نام ادب و تعلیم سے لکھ کر فرماتے ہیں:- ”چون کترین بدنگان چند رجوان از تفتواں شباب در خدمت
و صحبت در فرستہ نامہ اور بدنگان عالمیتہ گندارینہ و صحبتہ با سہ رنگین و مجلسہائے دانشین شاہہ نمودہ“ ایچ دوری جگہ
اس طرح فرماتے ہیں:- ”کترین بدنگان را کہ از عہد وزارت افضل خان بخوار صحبت و زمانے عظیم نشان گذاریندہ، ہمیشہ
در خدمت اشرف و اعلیٰ در خلا و ماقیام داشتہ“ ایچ

وزیرِ مملکت اسلام خان اور علامہ اسطو فطرت سید اللہ خان دراجہ ٹوڈرمل

شاہجہانی آپ کے فاضل دروازوں میں سے تھے۔

علامی موصوف کی روحِ فاضل کی پرواز اور شاہ سخن کی فضیلتوں کا آغاز

پڑھ رہا تھا، ان کے ذکرِ علمی و فکرِ خیال، محنت و محافل کی روداد ہو رہے تھے۔ اُمراء و وزراء شائقِ دید تھے، افضل خان کا علمی و ادبی شہرہ انہیں 'علامی' کا خطاب دلو اچکا تھا، ان کے علمی دربار کے

دربار بہمن ہی تھے، علامی موصوف نے شہرہ میں سرکارِ اہمیت کی خدمت میں زندگی گذائی یہ صدر بہمن کے لئے نہایت سخت تھا، لیکن فضیلت کہتی تھی کہ گہرامت، تو اس کا قیام مقام ہوگا

شاہجہانی عتابِ مہر عہدِ قدیم میں یکجہی ایک شاہی رواج تھا کہ ہر ایک کی ہمت پر اس کی جائداد مستولہ و غیر مستولہ سب کو ضبط کر لی جاتی تھی، چنانچہ علامی موصوف کی روحِ فاضل ہوتے ہی راجہ نے

برادرِ بھتیجی علامہ موصوف مستولہ ہوا، اور نگہ کر پناہ پائی، شاہجہان نے ان کی تمام جائداد ضبط فرمائی اور حکم دیا کہ اس کے تمام متعلقین و ملازمین پیش کنندہ جائیں، ضبط جان و آبرو صلاح دینا تھا، اگر اس سیاہ

بختی میں بخش تو فتنہ مہل، ہی اندازے سمجھتا ہے، چنانچہ بہمن مناسب توقف کے بعد روزوں موقع پاکر سب کو سوائے سال لاسہور پہنچے، آپ نے ایک رباعی خط شکستہ میں لکھ کر حبس میں رکھی، دیوانِ اعظم

تھے، سب متوجہ بہمن و مہرین کو رہے، کریمش ہوئے، بڑی جرح و فحش کے بعد رباعی پیش کی، مضمون رباعی جائداد اور ضبط ایک سحر تھا، شاہ کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، اور نہایت محفوظ ہو کر وہ رباعی دستِ خاص سے

قبول فرمائی، خط کی بڑی تعریف فرمائی، نواز شہا نے شاہانہ سے سرور ہو کر اسی وقت سلطنت کا میرٹھی بنادیا، شاہ نے کہ طبعِ آدمی و عسالم گردد

از لبیک بدویش آدمی یافت شرف خواہ کہ شرفِ سیر آدم گردد

امرا نے جو دار و نمود سید احمد علی شاہ نے دیکھ کر غمی کے رونے کے بعد اکبر نے اس کا لکھنؤ دیر کا پناہ دینا حکم کیا

برہن کی قابلیت جس ایوان کے ریا نشین کے قابل تھی، وہ وہیں جلوس فرمایا، اعلیٰ صبح دفتر شاہی دارالانشاء ان کے زیرِ قلم نظر آیا، اور قلم نویس حضور کا عہدہ پایا، نیز یہ خدمت سپرد ہوئی کہ شاہجہان کے دورہ میں ہر کاب لہیں، اور ترک تیار کرتے رہیں، حساب سلطنت کی اگر کوئی درست کی۔

حق بقدر رسید بادشاہ کی یہ علم خوانی آپ کی علمی قابلیتوں کی بہرہ نشاہت ہو گئی، تمام سلطنت میں آپ کی مفہیت کے ڈھنگے بچ گئے، شہزادہ داراشکوہ طبعی طور پر علم پرست تھے، دور دور سے اہل علم

لے، روزے بند گان... بادشاہ... درلاہور... جلوس فرمودہ بودند... اگر عہدہ پائے درہدہ ہائے دولت یہ پید...

بارداشتہ، حکم اشرف اقدس شرف نفاذ یافت، کہ متعلقان و مہمان افضل خان مرحوم حضور مبارک بگذرند، چوں اس نیاز رسید

رسید بغیر شکستہ فیکر غالی از درستی بود، بنظر کشید از در آمد و پسند فادہ از شمار اس خاکسار را بی سبب مبارک عملی رسید

در بچہ تحسین یافت، و مقتضائے مناسبت در ملک واقع نویسیا حضور پر نور از منظر گزشت، و خدمت تسلط بر ماضی خاصہ

بادشاہی بایں نیاز نہ مقرر گشت، چنانچہ در او کابل کو شکر کیفیت بہ منزل و واقعہ ہر مقام راز حضور سیادت آہ و ہوا

شک رہ روز نوشتہ، مہر فیروز کاظمی رسایندہ، بر ماضی مرقوم شد، اور آغاز حال اس بر من عیدت کشش راز زبان الہام

بیان بندے و فارسی دان سے فرمودند، و در روز ہائے تیر از ترک بر گاہ اشعار شعرا کے مشہور از نظر اعلیٰ بچہ نشست

رباعی اس نیاز نہ بایں جامع جاہ و جلال میرزا و باضو و مقبول نام سرور گئے یافت، در ردیفیکہ بہ ہر جامع مقدار اسلام خان

حسب المطلب اشرف و اعلیٰ از ہنگام بدو سلطنت لایمور آہرہ خدمت جلیل القدر دیوانی محل سرفرازی یافت، اعلیٰ حضرت

خاقانی نعل سبحانی اس نیاز نہ در مصالح کاروان اعلیٰ و اللہ عہدہ فوائین ملبت در کجاں مشہور گردانیدند، و سوائے

دارالانشاء خدمت تقسیم و موازیکل مانگ محروسہ کہ متعلق باہل حساب دارد و نیز بایں میرزا در پیش متعلق گشت، و نقیض

صحت درست نشست، چوں ہمارا لہامی خان مشارک لہ در عہدہ و لہ پیر کشمیر بخدمت صاحب سعادت و کن مرطب دی

یافت و دستور عظیم وزیر عظم علامہ المعروف الامور ان حسد اللہ خان رقی و نقیض ہما شد، و علیہ زمانہ مدیوہاں اشارہ شد

قدردانی مہربانی اس عہدہ قیادہ ایستور تہر بان خان بلند کمان شہر فگلہ بادشاہی مقرر فرمود، و غلامدقائے محبت از خارج کار بارداشتہ

یعنی از اوقات انظار و شام و از شمار جامع سجدہ باغ بہر صفت و در وقتے کہ آن عہدہ زانین انالاستر لہ، و بچہ انعام ہمام الاما

الانجام بہ تلخ فرستاد، کہ تہرین بندگان حسب حکم اعلیٰ بچہ بطریق انقض بکارش سوخا ہر ہر ہاں آن عند الخلف بود، چوں

خارج منع الشاہن بد گاہ رسید، و بچہ بلسائے رائجے سرور از ہی بخشید، و بچہ بہت سود و توفیق بر زمین ہما بطلی در جہاں قیادہ بخشیدند

صاحبِ کمال، وحدتِ وجود کے عالمِ جمع کئے تھے، اسی زمانہ میں رائیہ صاحب کی فضیلتِ شہرت کے آسمان پر سورج بن کر اہلِ عالم کو فینس پہنچا رہی تھی، شہزادہ عہد دوست آپ کے یونیکوہیے خبر رہ سکتا تھا، کچھ عرصے کے بعد آپ کی حسنِ لیاقت، تحریر و تقریر مذہبی مسلک نے شہزادے کو اپنا گردیدہ بنایا، آپ کو بادشاہ سے مانگ لیا، اور اپنے دفترِ کامینشی مقرر فرمایا، آپ اس سال تک اس اعزاز پر کامیابی کے ساتھ ممتاز رہے، جن سن سکتے اور عربی و غیرہ کتب کو دارا شکوہ نے فارسی کا لباس پہنایا، وہ سب آپ کی زیرِ نگرانی بعدِ نظر ثانی تیار ہوئیں، سمر اکبر دانشدوں کا ترجمہ بھی ضخیم و صحیح کتاب آپ ہی کی محنت ہے، پایاں کا نتیجہ ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ شہزادہ دارا شکوہ کی ہرگز ہرگز ایسی علمی و ادبی شہرت نہ ہوتی، اگر وہ آپ کو اپنا مینشی نہ نہاتے، چونکہ شہزادہ موصوف شاہ اکبر کے راستہ پر چلے آئے تھے اس لئے بھی طبعی بنام اس خدمت پر مامورہ کرٹری و فاداری اور لیاقت سے خدمت انجام دیتے رہے، طبیعتوں کے میلان نے ایک کو دوسرے کا دل لاوا شہزادہ بنایا، ملاحظہ ہو دیباچہ مجمع البحرین

مُتَعَلِّقُ مَسْئَلِ رَايَانِ كِي جَوْدِ لَدُنْ اَمِيْنِ اَمَلِي عِلَامِي فَهَامِي اَفْضَلُ خَانِ دَرِ عِظَمِ اَسْتَحْصِي وَه اَسْ قَدَرِ دَانِي كَانِي تَجَرُّعَا كِي جَوْدِ عِلَامِي مَحْمُودِ رَايَانِ كِي فَرَاغَا

معمولِ اے رايان

گرامی کی توصیف و ثنا کے قصیدے پڑھ رہی ہیں، راستے رايان کا دل کس قدر شریف اور نیک، اقدیم تھا، وہ آپ کو مصورینِ گذشتہ سے معلوم ہو چکا

اُسی قدر دانی کا ثناء تھا کہ راستے رايان ہر روز تازہ غزل کچھ کر عوامی غلامی کو سنایا کرتے تھے، ناواقف نہیں گئے کہ خدامِ اَفْضَلِ خَان سے ذمہ دار امورِ سلطنت کو اس قدر کہاں کی ضرورت تھی، دراصل اہلِ دست تو ہر شخص کو ہر وقت ہوتی ہے، اور آئندہ رہے گی، مگر طبعیت کے خلاف امور پیش آمدہ کے لئے نہ کسی کو فرصت ہوتی ہے نہ ہوگی، چونکہ وزیرِ اعظم خود بخندان تھا، اگر وہ رائے رايان کو طلوعِ آفتاب سے لگا کر آدھی رات تک اپنی ہزم کثرتِ خلوت میں جگہ نہ دیتے تو سہم تھا، جو رنجِ رالم اور صدمہِ جان کا دایہ مرنے بخن کے انتقال سے احسانمند کو ہو سکتا ہے، وہ راستے رايان کو

ہوا رائے رایان انہیں نہ فقط بخیر سمجھتے تھے بلکہ عالیشان سلطنت مغلیہ کے وزیر دانشور مانتے تھے اس لئے یہ سدا رہی سخت تھا کیونکہ انہیں سلطنت مذکور کی احیاء کا دلی خیال تھا آپ کے انتقال کے بعد زبدہ مغلہ جہاں سعد اللہ خاں کے قلمدان وزارت سپرد ہوا آپ نے ان تعلقات کے تقاضے جدید وزیرِ اعظم کو بھی اپنا کلام نظم و نثر سنا شروع کیا ہمارا قلم ناقص رقم بیرونہ و اوس وقت تک مکمل نہیں کر سکتا عجب تک کہ ہم رائے رایان کی زبان سے یہ بیان بیان نہ کریں یہ عقیدت کی داستان ذرا دھیان سے بیٹھئے۔

”در حقیقہ کہترین بندگان در خدمتِ مہم مغفور علامہ روزگار نہاں والا مقدر افضل خان کسب سعادت مینمود و ہر روز غرضتے تازہ از نظر کہیمیا اثر آں خانِ حضرت نشان گذاریندہ باصلاح میرانہ احوال کہ بقصد سعادۃ افتخار و سلک بندہ ہائے سرکار فیض آثار فارغ گشتہ امور سخن نہی و قدر دانی مختصراست در ذاتِ ملکی ملکات لہذا بخود قرار دادہ کہ انچہ بعد ازین از نظم و نثر از طبع ناقص میرانہ بنظر ذواب ہر ران در آورده باصلاح برساند“ (خط نام سعد اللہ خان)

اس مکتوب کے ہمراہ آپ نے غزل نمبری ۶ ارسال فرمائی:

از رویا منصب جاہ **۱۰۵** میں علامی سعد اللہ خان شیرازی شاہجہان کی وزارت پر سرفراز ہوئے آپ نے ۱۰۵۱ھ میں انتقال کیا اُس وقت شاہجہانی سلطنت میں آپ سے چھوڑ کر اس نازک و آہم کام کے قابل کوئی نظر نہ آیا چنانچہ بادشاہ نے شاہزادہ شہید سے آپ کو واپس لے لیا اور خطاب رائے رایان سے فخر کر کے عطا فرمایا منصب و امانت کے طور پر بھائی کو آپ کا اُس وقت دوسری زمینش کا منصب تھا مگر اس شانِ تقرری سے اعزاز افتخار بڑھ گیا اب سب امور آپ ہی کی صلاح و مشورہ سے طے ہونے لگے سفر لے دول غیر سے خط و کتابت تحریر مسودہ جات و مراسلات اور دیگر تحریر و تقریر کی آہم ذمہ داریوں نے آپ کا کام بہت مشکل بنا دیا تھا اگلے شاہجہانی دفتر بہار و راست آپ کے زیرِ قلم ہو گیا ایران و ہندوستان و نژاد اسلامی علمائے یہ انتخاب پسند فرمایا

لکھائے کہ سب سے پہلے محمد الدین کہوشیخ عمید القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی

اولاد سے تھے سلطانِ روم نے سفیر بنا کر شاہجہان کے پاس بھیجے 'وہ جو نامہ لائے' دربار میں کسی سے نہ پڑا گیا 'جواب کون لکھتا؟ سعد اللہ خان' روم نے 'ہمیں دیا' آپ نے پڑھا 'اور اُس کا جواب بھی آپ نے لکھا' سلطانِ روم نے نامہ کی طرزِ تحریر دیکھ کر شاہجہان کو مبارک باد دی 'کہ اُس کے دربار میں ایسے منشی موجود ہیں'

لطیفہ تعصبِ ناسف | دربارِ اکبری کا ایک رتن راجہ ٹوڈرل دیوانِ اعظم تھا 'جو خیر خواہی اور کاروائی میں زبیر نہ رکھتا تھا' مگر تعصبِ اس کے بھی خلافت تھا 'یہ انکی حالت تھی۔

رائے رایان و رائے سلطنتِ مغلیہ سے زکر کئے لطائفِ بیان فرماتے ہیں 'جو دونوں ہی اُس عالی شان سلطنت کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں۔

''ہذا مینا رنگد بساطِ دیکھ آراستہ' تقدیرِ محمد آصف خان' غیاث الدین خان' علی آصف خان
و مظفر خان و فتح خان و راجہ ٹوڈرل و شاہ منصور و خواجہ شمس الدین و آصف خان و وزیر چنان
جنوبت خود میر و وزارتِ شعل فخر و گردیدند' اما اس جہانِ خوش طراز لقا دراجہ ٹوڈرل راست آمدانہ''

رائے رایان شاہجہان کی **وزارتِ عطلی کے فرائض انجام دیتے ہیں** | ہزاروں کہ مرزا ملکب یوانی کہہ فرماتے ہیں 'وزیر آصف خان نے رائے رایان کی جانِ شادمانی قاطبیت اور اعتماد و اعلا بنیاد
نے شاہجہان کے دل و دماغ پر یہ اثر پیدا کر لیا تھا کہ

وہ انہیں ہمیشہ اہم بہات و معاملات کے تصفیہ کے لئے شامل کرتے تھے'

جب شاہجہان کے شبیوں جلوس میں نواب سعد اللہ خان وزیرِ اعظم نے وفات پائی 'اور بنظیرتِ روانیِ معظم خان کی دکن سے عطلی کے احکام صادر ہوئے' کہ وہ آکر قلعہ دکن و وزارتِ سنبھالے تو اس عرصہ میں لڑن کے دکن سے دہلی پہنچے 'تک' رائے رایان سے وزیرِ اعظم کی خدمات لی جاتی رہیں
سچگی نہیں 'اور ان ایام میں رائے رایان نے جو ناموری و شہرہ کے کام کئے 'وہ شاہجہان کی شانِ شہادت کے

بہترین کا ناموں میں سے ہیں'

سفرِ کابل | شاہ میر کے لئے کابل روانہ ہوئے راستہ میں شاہ کی جہاز بنایا اور لوازشیں عملی شکل

میں اگر بہمن کی رنگ اسلاندی میں ہو کہ ہو میں ایک نزل بخشی ملک محمد خان شہر بہمن سنخ
کو کھ کر سنا فی اور انہوں نے اپنی سفارش سے پیش کرانی یہاں جو آپ افسانہ عشرت پرانی میں
یہ حال مع غزل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

”دروغہ کی رابا پت فیروز بی شاعر فی زندگی و فیروز بی متوجہ بر غلطہ و کشت عشرت کا بل کر دیا
وراثت را و غزل از زاده ہاے طرح بوسہ دہشتی ملک محمد خان کرانہ ہاے سخن بچ خوشگوتے
در گاہ والا بڑا بیع میا کر کہ سیدہ دروغہ بول یافت“

غزل

دوبیت بر آفتاب و بد آفتاب و آفتاب را
دربادلی و در بیت توچوں بوج در غلا است
بوسے بہار گلین تو آفاق را اگر نیست
از دست تو جو آب شود آتش ستم
شاہان بجا کہ راہ تو سر انگستہ اند
ہاں توچوں ملام دعا کن دروست سدی
اسے از تو صد شرف شرف آفتاب را
دست تو دادہ شہر بخشش سحاب را
ریچہ حبیبہ اعدا ہر بود شکستہ اب را
خوش کرد چشم لغت سہ بدو را خواب را
در پیش موینہ بہر سپہ در قحط حباب را
شاہد اسب را ستر و گر اول جناح را

ہر روز او بچہ جو لور و زو سید باد

در دوز و شرف شرف آفتاب را

شاہ کی سپہ سرب اور
برہن کی رباعی و لہجہ
شاہجہان اکبر سے پہلے کہ نزل بہ نزل سے مراد پہنچے بہمن نور و زکی
مخلعیں وہاں یہ کہ ہو بہن بہمن محض بہمنشی در بار نہ تھے بلکہ شاہ
سناسی بھی تھے اور اب قریب بادشاہی و عنایات نامتہا ہی سے دور
مخلع کے غائب را بھی کہلانے لگے تھے آپ نے اس محفل میں ایک رباعی بہمن کی مشاہدہ سے

۱۔ امرائے ہندو جہنم ۱۸۵۵ء

۲۔ امرائے ہندو جہنم ۱۸۵۶ء

میاں کے سے قبول فرمائی اور تعریف و تحسین سے قدر پڑھائی
 بزمین کا قبل قلم نورد کے حسن سے سرور ہو کر اپنے باغِ افسانہ میں تفریق میں اس طرح
 چھپا کر رہا ہے۔

میں رایت جہاں پہاں شک فرسا عالم نورد مستقر اختلاف اگر آباد بزم سیر ملک پنجاب
 بانہض آمد و قبضہ دشمن بہرند و ضرب خیام ظفر ز جام گشت نیم غم نیم ہم ہمار باعث طراوت و فضا
 دلہا و دو چوب انشراح غنچہ خاطر اگر بد بھلیس نورد جہاں نورد پڑا نیے کشا یں اس دو فضا
 داد ازل بنیاد است و در دولت خاندان و شاهی کہ قبضہ سے طراوت و طراوت و دعوت و نعت و غیر
 و عدیل ندارد آرائش تازہ یافت و سطح و زمین بہ انوار نقش و نگار و شک و صحیفہ روزگار چرخ
 و درازند بادشاہ جہاں پناہ چوں آفتاب جہاں تاب برکت و دولت جلوس فرمودہ صلائے خود و کم
 و شمشیر برانجام عام داد و دامن آرزو سے جہانیاں بلبریز گردانیدند کہ تیر بنندگان کہ از خاندان
 ز اوان اس نورد و ان دولت نشان است و بواسطہ عمدۃ السلطنت اسلام خان رباعی از نظر
 انوار اقدس گدازید از غایت ذہن پردہ و بندہ فازی کہ سرشت ذات ملکی ملکات مقدس است
 بدست مبارک گرفتہ بزبانِ معجز بیان خواند و تحسین فرمودند و رہاے

روز و نوسال نو مبارک بادا ملک نو دیاں نو مبارک بادا
 لے آنکو خیال ملک گیر کی پیوستہ خیال نو مبارک بادا
 بجماعت الہی و اقبال ملکہ حضرت شاہنشاہی در اندک جزائراں اظہر اند و فتح ممالک بدیشان
 نصیب اولیائے ولایت ابد ہوئے گشت

مجلس خسروی یعنی شاہجہان کا شاہجہان نے اپنے جلوس کے چودھویں سال
 ۱۰۵۵ھ میں بیگم صاحب (جہاں آرا بیگم) کا
 دربار عام اور شاہِ مسلم کا کلام جس میں حصولِ صحت منایا رائے رایان اُن ایام میں

شاہجہاں کے میزبانی تھے، اور اپنے دن جشنِ نوروز کی طرح گزارتے تھے، آپ نے اس مجلس میں ایک رباعی پڑھی، اس جشن کی کیفیت اور رباعی کا لطف بہمن نے اٹھایا تھا، آپ بھی اُن ہی کی زبان سے سُنے :-

”موجب الشراح وانبساط خاطر باعثِ اشتیاقِ زوٹنگلی دہاگر ویدہ جمعِ بندگان در گاہِ دلا از آفرین
 نادر اور خزانہ بنیادِ اقتدار و اربابِ اہلِ خدمت و دروغِ حالت و نسلت چمنائیتِ شاہنشاہی از حیرت
 قبل و اسبِ خلعتِ ہائے فاخرہ و اصفادِ منصب و انعام نقدِ سرِ زکریہ دیندار و اصحابِ مفضل و
 کمال و اہلِ اختیار و از درویشیاں و گورنہ نشیناں دعا گوئیوں و وظیفہ داراں و امیدواراں
 میرانشادِ خیر و عمر ہائے دراز اند و مقتدر و اربابِ فصاحت و بلاغت از شعرائے فصیح بیانِ مشیل
 محمد جہاں قدسی و قاسم کلیم و تیسرے الہی و تلاوی و تیسرے بخشی و غیرہ مقیدہ و مثنوی و رباعی و دروغ
 آن جشنِ گرمی گھنٹہ بہ انعام نقد و عنایتِ خلعتِ سر بلند گشتند و مجلسیانِ شیریں زبان و برہنہ
 مہندی بیاب و کبیران و بوجہاں و امثالِ اُن بہ رحمتِ خلعتِ سرِ زامی حاصل کر دیا و ارباب
 نقد و نشاط و اہلِ سر و دوا و اربابِ طائر و خاندانِ گان و سازندگانِ عراق و خراسان و غنہ سازان
 و ترانہ پردازانِ کابل و کشمیر و کلاوت و طوائفِ ہندی چمنائیتِ خلعتِ ہائے بگوناگونِ قہر کر دیا
 و پیکرِ متذکرہ با از اندازہ بیروں و امن امید را البریز کر دیند، و جمع کہ دوسرا لچر آن را لہ
 ثانی و جہاں آرا یکم، از دوسرے احوال کو شش بخودہ بودند، بہ اصفادِ منصب و عنایتِ آپ
 قبل و نقد و خلعت و از اس رحمتِ سرِ زامی گشتند و چو ایں برہنہ جمعیتِ یکیش کو در مثنیاں
 ایں در گاہِ آسمان جا و منسلک است و در روزِ ہائے عظیمِ مشیل نوروز جہاں آفرین دستگیرانہ اور
 حسین مبارک از خزندہ آئین نیز رباعی خواندہ، بہ عنایتِ خلعتِ سرِ زامی یافت، رباعی
 و جشنِ مبارک سے شہنشاہِ جہاں شاہنشاہِ آفاقِ خدیو گاہاں
 دریا شدہ ز ب گہر دے زمیں بہر خانہ شدہ لعلِ بفتاں کلاں
 امید کہ اللہ تعالیٰ فی سائے عنایت و نقلِ حکومت بایں دولتِ ابد پیویدہ را بر خارقِ جہاں جہانیاں

مستطیل دستہ دام داند

افسانہ رنگیں | شاہ لاہور سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے، موضع ملوند مصافات پر گئے۔

ابن آباد ڈیرہ ہوا، اور وہیں مجلس گرم ہوئی، رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی، اور پھر شاہ قدردان نے اپنے دست مبارک سے لے کر سرور بار مطالعہ فرمائی، رائے رایان اپنے مشرف ہونے کا دافتہ بیان فرماتے ہیں:-

”درہیں مجلس رباعی فیض از نظر کیمیا از گذشتہ و از دوسے دژہ پروردی بہریت مبارک گرفتہ“
بغیر نفیس مطالعہ فرمودند“ کہے

لے از تو مشرف یافتہ اپام شرف
غرضید رخ نوربازا دیا کھنک
ایے طغنے بہشت خوش و دوست تو
ورنہ فلک کشش جہت و چارون
افسانہ منتہیں | واپسی کشمیر پر شاہ نے لاہور و سیام کیا، رائے رایان نے اُس وقت یہ رباعی پیش کی:-

ایام سرور و سیر و نچمیر سید
صد گونہ طرب عالم پر سید
از چارون نویشادی بر فراست
شاہنشاہ آفاق ز کشمیر رسید
افسانہ راحت بخش | اہن ہی ایام میں جشن سالگرہ وہاں رچا گیا، اور تگدان کی رسم ادا ہوئی، رائے رایان نے حسب معمول یہ رباعی پڑھی:-

شہدوزن مبارک شہنشاہ چہاں
شاہنشاہ آفاق خدیو گہیاں
چوں شاو و جاں بخت ہمہ ان صید
صد پلہ بلند شد ز گردن چہاں
افسانہ شادی آمود | اکبر آباد میں جشن سالگرہ ہوا، اُس تقریب حکیم عبدالحمید قزوینی نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:-

سال نوز آہنہ کن ہر سال گنہ را
باز تو کن از سوز تاجہاں را زنگیت
حکیم کی اس نازک خیالی پر دوبار پھر ٹک اٹھا، اور شاہ لکھ ہفتہ تک شعر برابر پڑھتے رہے

اسی موقع پر رائے رایان نے مندرجہ ذیل رباعی سنائی:-

لے روئے تو آفتابِ عالم افروز دے بخت تو حکماءِ دو عالم افروز

ہر سال تو فرخندہ ہزار سال کرہ ہر روز تو نوروز تر از ہر نوروز

افسانہ دیگر دولت خانہ شاہجہان آباد کی تعمیر کے افتتاح پر بڑا بھاری جشن منایا گیا رائے

رایان نے ایک رباعی پڑھی جس کا ایک بند یہ ہے:-

شاہِ عالم مطیعِ فرماں تو باد جاہانائے گرامی ہمہ قربان تو باد

عسلِ صحت شاہ سنے غسل فرمایا رائے رایان نے یہ رباعی نذر کی:-

از ہر نوروز شاد و آباد ہوں مقلدِ نوروزِ گرجہ خواہد ہوں

جاہازِ زینتِ آرا گزشتہ امیں ہی مختصر خواہد ہوں

جشنِ وزن مقدس قمری مغلیہ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں بادشاہوں کے دن

ہر روز عیدِ نوروز کی طرح گذرتے تھے اور مسیوں طرح کے جشن رچائے جاتے تھے ایرانی رسم و رواج کے موافق نوروز کا جشن بڑا جشن ہوتا تھا جشنِ رنگین وزن شمسی و قمری بڑے دھوم دھام کے ہوتے تھے

بادشاہ لاہور سے اکبر آباد تشریف لائے اور جشنِ وزن شمسی رچایا گیا، بدینہ جشنِ قمری برپا ہوا اس موقع پر رائے رایان اس طرح دعا دیتے ہیں:-

”چوں رباعی کترین بنکانِ بنیرِ مقدس در آمد سپرِ یکتبین وانعام امتیاز یافت“

پوستِ یکام و کارانی باشی ہر لحظہ بعیش و شادمانی باشی

اس اٹل قرن دارِ سلطنت است صد قرنِ دیگر بزدگانی باشی

رباعی مخلص مخلص پور مصنفاتِ دہلی میں ایک موقع تھا، بادشاہ بعد میں فرمایا کہ

دہلی ہوئے اور مجلسِ وزنِ شمسی و قمری چند روز کا وقفہ دے کر منعقد ہوئیں، رائے رایان نے اس تقریب پر یہ رباعی گزادہ تھی جو قبول ہو کر انعام کا باعث ہوئی

امروز کہ وزین شاہنشاہ است صد گونہ نشاط را بدلا براہ است

از دین شہنشاہ یافت شرف میزان کہ در پلاش زہر وادہ است

شاہ کی سفارش پر رائے رایان جو اسلامی عہد میں اس دور پر فائز ہوئے 'وہ آپ کی ہر طرح کی علمی و عملی قابلیتوں کا نتیجہ تھا وہ منشی سیاق داں تھے کتابیں لکھتے تھے اور خوشی سے ہلاز جو کتاب شاہ پسند فرماتے اکثر اوقات اس کی کتابت

بھی آپ فرماتے تھے لکھتے ہیں۔

"اس داعیِ شب از روز و روز از شب نشاختہ با تمام این مستعدیہ کہ جو جب حکم اترن اقدس ارفع اعلیٰ تسلط بر خیر آن امور سامعی و سرگرم است بہرچہ قلم فریاد بخند صیر آں دانشیہ و شیرت کار سے فرماید"

قدر وافی اہل کمال ہند کے ہندی اور اسلامی عہد میں دیگر علوم و فنون کی طرح شاعری کا ستارہ بھی عروج پر تھا لاکھ لاکھ روپیہ ایک ایک کبت پر ایک ایک اشرفی ایک ایک فرد پر عطا ہونا معمولی بات تھی 'کسی اور شاعر 'جاگیر' نہ

مناسب 'قدر وافیوں اور ترقیوں سے اس قدر مال مل جاتے تھے کہ ہماری ریاستوں کے بدویات و زرا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہی وجہ تھی کہ ان ہر دو درمیں بیشمار صاحب کمال نظر آتے ہیں

۱۔ شاہجہانی عہد کے اعلیٰ رایان شاہجہانی دربار کے منشیان صاحب خط و انشا کا جگہ بگڑے ادب خطاط و انشا پر واز احترام سے کہلاتے ہیں چنانچہ ایک خط میں اپنے بھائی آؤ سے بھان کو آگاہ کرتے ہیں

معلوم برادر بہن ہم دقتیہ سنجہ اور اگرچہ منشیان صاحب خط و انشا دربار الانشا احمد الملکی دربار الہامی اسلام آباد بہادر از ہر ملک و از ہر جاکہ جمع شدہ اند "دراگے لکھتے ہیں کہ "تمام علی بیگ نوشونیس نوش نو نوش ہے کہ جو حاجی محمد جان قدسی کے ساتھ ولایت ایران سے آیا تھا میں نے جب وہ آئے ایک کاروان میں لے کر مجھے میں ان سے ملاقات کی سید سعید ایرانی نوشونیس میں کمال لکھتا ہے محمد میر جو ان خط شکستہ خوب لکھتا ہے جادو رائے الکیلین 'نیل کشہ ربوط نویسی میں مقول ہیں"

رائے رایان کی قدردانی واقعی اُن کی شہرت کا باعث ہوئی، اگر قدردان پیدا ہو جائیگا تو اگلی صبح سعدی اور بہمن کے نئے بھی ہمارے کانوں میں آئے شروع ہو جائیں گے۔
اُس قدح شکست و آس ساقی مساند

بلبل گویا نواب اخلاص خاں جو عالم متجرب تھے، آپ کے سفر و دولت آباد میں ہمسفر تھے، آپ کا کلام سن کر آپ کو بلبل گویا فرمایا کرتے تھے،

سفرِ بلخ آپ نے شاہی اہم خدمات کے لئے سربراہ آوردہ اور ممتاز مالک اسلامیہ کا بار بار سفر کیا، وہ سفر پوٹسکیل ہوتے تھے، اب اس قدر عرصہ کے بعد آپ کی اُن خدمات کی تفصیل درج کی جانی غیر ممکن ہے، مگر یہ صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہے، کہ جہاں آپ گئے، شعرائے و فضلائے دیار نے آپ کا پرتاک خیر مقدم کیا، کیونکہ آپ کا کلام آپ کے تشہیر لیجانے سے قبل زبانِ روز خاص و عام تھا۔

جب آپ بلخ تشریف لے گئے، تو نذر محمد خان واسطے بلخ نے آپ کے اعزاز میں شب و روز پارٹیاں دینا شروع کیں، اور علمی مجلسیں گرم ہوئیں، چنانچہ آپ تذکرہ انصحا میں ضروریت ہیں:-

”خلا..... از شعرائے شہر ما و را نہر است از مجلس نذر محمد خاں واسطے
بلخ میں نیازمند سفر بلخ صحبت متعدد باطلا داشته“

عطا خطاب جب آپ کو رائے رایان کا خطاب جلیلہ بخشا گیا، اُس وقت آپ کو شاہجہاںی سلطنت میں کاروبار انجام دیتے ہوئے بیس سال گزر چکے تھے، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:-

”وہیں روز سعادت اندوز گزشتہ بنہنگاں را کہ مدت یک قرن در خدمت حضور پُر نور و صحبت مصاحبت و زراعت عظیم الشان فرمایا و ہوا و آرد و خطاب رائے رایان سرافراز بنیاد خدمتِ سرورہ نویسی نہایت قضا تا تاثیر مقرر فرمودند“

منشیان قاعدہ داس کے قائم و
حالات بغیر منشیان قاعدہ جمع کرتے ہیں

ہر رائے خاندان ہر طرح کی دنیوی خوبیوں کا
مفیع ہوتا ہے اور اس کی ذات مجموعہ صفات
ہوتی ہے۔ یہ محب رائے رایان اپنی شغلی
کے جوہر کھلا رہے تھے، آپ کو شوق پیدا ہوا کہ ہندوستان بھر کے خوشنویسوں کے نوشتہ جات
جمع کئے جائیں، یہ شوق کیسا شوق تھا، ذرا دیکھنا ایسے بھائی کو کس شوق سے اس

۱۔ آپ جن اعلیٰ خطاء و کاتب کا خط دیکھتے ہیں محفوظ میں ان کا ذکر کئے بغیر نہیں رہتے، علمبردار خاں

کے مراسلات اسلام خاں کے نام آتے تھے، انہیں ملاحظہ فرما کر اپنے بھائی کو لکھتے ہیں: ”اوصح خط و نوشتہ

عبارت آن کیفیت استعداد و حالت منشی آن خان بلند کماں ظہوری آدھ ظاہر شد کہ عبد الواسع نام عزیزی
در خدمت آن خان محضد المخلص از منشیان در دست عبارت و قاعدہ داس روزگار راست خطش در کمال کمال چنگی و

رنگینی است و ربط کلامش در غایت تمامت“ محمد میر کی بابت لکھتے ہیں: ”جوانے خط شکستہ آمیزہ دارد“

نادر اعلیٰ بچا لیں تھے، ان کی یاد کس طرح فرماتے ہیں: ”نادر اعلیٰ بکمال بکمال افتاد، الحال داس

عزیزہ دکنشا بسبب حال برہنہ بود، در جلد نویسی و مدعا ہنمی شہرت تمام دارد، ہم شکستہ نویس است ہم تعلیق

را درست مے نویس، ایسا ہی شیخ فیروز کی یاد دل سے نہیں اہوتی: ”شیخ فیروز از منشیان مستعد

مستعدین صاحب استعداد است خط شکستہ و تعلیق آمیزہ در کمال چنگی و رنگینی مے نویس و دوا و زکات قلم بیدہ،

دو چمن تحریر و آداب محبت ہمارت تمام دارد“ اپنے ایک عزیز کے خط کی داد میں لکھتے ہیں: ”خانہ عربی

شمارہ کہ از غایت لطافت خط نسخہ بر خطاریاں کسند، ہزاراں نقش و لغز بہ تحریک و کی خاطر مجر طرار ہر صفحہ

اجما رنگا کر کردید، خوشخطی کا ذرائع ایک خط میں لکھتا ہے: ”یہی از سخاں خط محمد تقی منشی امارت نزلت

بخشی ائیں صلاست خاں را بمیاں آوردہ بود، ادب اب اس ہندو مدد العاف و آمدہ طرفہ آن خط کیرت

اس نیاز مند صاحب خط را نیز دیدہ، مجھے از نظم و شراہم داشتہ خط شکستہ رنگینی دارد، و تمامت تمام در خط کلام است“

اہلیت و انسانیت، بدو بہ کمال دارد، اور ملاحظہ ہو میرزا محمد تقی امارت نزلت ظفر خان جسٹس صاحب کیشمیر و سیک

منشیان ہر کار فاضلہ شرف شرف انتظام یافت، میرزا محمد قابل ہوش مجھے است و خط شکستہ مزہ دارد و از منشیان مدعا کا

خدمت پر مامور فرمائے ہیں۔

”میں اس نیا دین و مکتبہ نئے طالع بلند و بعض توجہ بزرگانِ ہندو مت و مہرہ ہند درعرۂ
مفتیانِ حضور پر نور انتظام یافتہ میموراندیم کے تحت خطوط و نامہ نوشتہ جات اخذ کونیاں
روزگارِ تربیت و ہدایت شاہدہ آن گہائے گلشنِ سعادت فروغِ باصرہ ہند ساندہ لہذا بقصدِ
اوقاتِ سامی آن برادرِ گرامی میگرد کہ ہر جا کہ سرشتِ و خطِ خوشنویسیانِ روزگار یاد ہے
قیمت و وجہِ برکتِ بخت آورہ ہارسالی آن نسبتِ تمام برادرِ پیشانی گذارد“

تلاشِ سخن آپ نے رائے رایان کے مطالعہ اور ان کی اصلاحِ صحبتوں کا حال پڑھا
اور بھی معلوم کیا کہ ایامِ شیرخوارگی سے بڑھاپے تک وہ کس طرح دولتِ علم و
عمل حاصل کرتے رہے مگر باوصفِ اس کے وہ ہمیشہ تلاشِ سخن میں حضوروں سے ملتے رہے
سرکاری فرائض سے جہاں ایک لمحہ کی فرصت و فراغت پاتے اپنے کسبِ علم میں لگتے ذیل
کا خلا جو آپ نے اپنے بھائی پنڈت اووے بھان کو دکھایا ہے آپ کے اس علمی شوق کی
قابلِ عمل نصیحت ہے۔

”دریں ایام سعادت انتظامِ کتبِ رایات عالیات آسمان بر اعظمِ تقہ فیض آباد و اودھ و کشا
راہ گذرے و پیش خاندانِ مشیخت پناہ شیخ محمد اللطیف واقع شد شیخ مراد زاد مصنف
مشرقی مصافحہ دست و انگشت کی تمام میگزانیہ و خوشنویسی نگین درجِ بلد من
گفتہ و دایرہ اکت سخن و ادب میں ثبت سربراہ بود زیادہ اذوائشانے اذانِ شوقی تو افست و
اگر کہ ہے آن برادرِ محرم برآں طرف ما انتر لفظ اذانِ شوقی فرامند گرفت کہ ذخیرہ بہر
جواہرِ غنیت از ہر یاد ہر دکان کہ باشد بخت آورد“

رائے رایان کا سفارتِ اودھ و کھیلے انتخاب تا تو آموزگارِ خود نشوی
کامل روزگارِ خود نشوی

گلزارِ اووے پور کا خارِ خداورد کے دل پر ابتدا سے ہمیشہ کشکرتا رہا سب غریزیاں مسافلیا

اور ہر طرح کے چیلنجیں، ناروا چھیڑ چھاڑ، کہ جس سے جنگ کا آغاز ہو، ان کی ناز و دل ازلی
شہرت و عزت برباد کرنے کے لئے ہر زمانہ کے با اختیار حملہ آوروں نے روا رکھی، اویسے پور
تباہ و برباد ہوا، مگر جیسا کہ آغاز آفرینش سے پاک و صاف چلا آتا تھا، ویسا ہی رہا، انکے
خدائی مدد شامل حال رہی، چنانچہ جب نیزہ و تلوار سے کام نہ چلا، تو پیغام و سلام سے
مطالب حل کئے جانے ضروری سمجھے گئے، سب ذمی احترام و ذمی توقیر را جگان و امر
مغلیہ فرمانروائوں کی اس نالائق آرزو میں نامراد رہے، اور جو سفیر گیا، ناکام رہا، دربار
کو پرچہ لگا، کہ دربار اودے پور ابتداء سے بہمنوں کی گلے کی طرح تعظیم کرتا چلا آیا ہے،
اگر کوئی برہمن خدمت پر مامور کیا جائے، تو کام میں جائے، اس کے رایان دربار کے دل
پر خار سے زیادہ کھینکتے تھے، شاہ جہانی نمکھڑاؤں نے شاہ کو سمجھا یا کہ اگر یہ اس سفارت
پر مامور کئے جائیں مطلب پائیں، چنانچہ یہ ارادہ بچہ کیا جا کر ان نامہ و پیام کے خطرناک
گفت و شنید میں اودے پور اصلی یا فرضی چڑھائی کی عرض سے انتخاب کئے، بہت ہی خوش اس
چھیڑ چھاڑ کے سلسلہ جنابانی کے لئے ایجاد کی گئیں، لشکر کی سربراہی خود شاہ نے فرمائی
اور اجمیر میں کیمپ لگایا، وہاں سے چند غدار را جگان، امرائے سلطنت سبق بڑھا کر
اودے پور روانہ کئے گئے، اور تیس ہزار سوار ہمراہ کئے گئے، مگر شہر اودہ دار شکوہ
اودے پور سے دلی آئے رکھتا تھا، باوصف انکار دربار کے لئے رایان سرکردہ مقرر ہوئے
جو محض دارا شکوہ کا انتخاب تھا، اور عقلمندی کا

سائے رایان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مدد و اودے پور میں باقاعدہ داخل
ہوئے، اور رانا سے چند ملاقاتیں کیں، جنہوں نے وہ وجوہات بغاوت و سرکشی ایسے انداز
سے بیان کیں کہ معاملہ بگڑنے بگڑنے روبرو اصلاح ہوا، گو یہ سفارت دربار کا دلی مقصد پورا
نہ کر سکی، مگر اسے رایان کے حسن تدبیر اور ذریعہ بیان سے دربار اودے پور اور

ادھر کے ایسے حیلوں سے عید آباد، بیجا پور، گنڈہ وغیرہ پریشان سلطنتیں تباہ ہوئیں، جو غلیہ سلطنت کی بربادی
کا پیش غیرت، بہتارستانی

دربار شاہی کے درمیان نہایت خوبی سے صلح صفائی ہو گئی، اور محسن اس وجہ سے کہ رائے رایان کی انسان پسند، صلح کل طبیعت مغلیہ دربار کی راست و درست خدمات بجا لایا کرتی تھی وہ اعراض نفسانی و مطالب شیطانی سے کوسوں دور رہتے تھے، اس لئے یہ جیمز علی الزعم مغلیہ سلطنت کی ناموری و شہرت کا باعث ہوئی آپ نے اس اعتقاد و اعتبار سے کئی فائدہ اٹھایا، جو دربارِ اودے پور کو قوم بہمنہ پر بنے، آپ کی اس کامیابی سے وارا شکوہ جانے میں بچو لانا سمایا

گورائے رایان کی قابلیت سیاق و سباق، علم و دانش پر داری، شعور و شاعری، تقریر و تحریر کے کارنامے کلیتاً بے نظیر ہیں، گرایے عالم و فاضل نے ایسی اہم پولیٹیکل پیچیدگی میں جس دل و دماغ سے کام لیا، وہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا مڈبر پولیشن بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ جنس انسان میں ایسی متضاد خوبیوں کا یکجا جمع ہونا ناممکنات سے سمجھا جاتا ہے آپ نے اس سفارت کے دوران میں اودے پور سے تین غرضداشتیں شاہجہاں کو لکھیں، آپ کے ذہن میں وہ وجوہات بھی ہیں، کہ جن کی بنا پر یہ خونریزی کی سخت جڑ پائی ہوئی تھی، اور اودے پور کی روایات قدیمہ سے بھی ناواقف نہیں، مگر رائے رایان کی مصلحت ریزی کی بدولت یہ طرح فساد خونریزی ترک گئی، اور جو جو قول و قرار مابین بہمن و رانا قرار پائے تھے ان میں شتمہ بھر بھی اس بادشاہی دربار مغلیہ سے انحراف نہ ہوا اور ہونا کس طرح جب شانزدہ دارا کو صاحبِ تخت و تاج کی سفارت کے خطرناک راستہ میں اعراضِ فاسدہ و مفصل کا نقص ادم تھا، آپ کو جہاں ایک طرف رانا رائے اودے پور کو نرمی اور صلح آشتی کی طرف مائل کرنا تھا، وہاں اس زراہدانہ دربار کو بھی ایسی آستہ پر چلانا تھا، پھر صورتِ اعتدال قائم کر کے اپنی وفاداری اور حمیت قومی کے دو متضاد مراکز پر معاملات کو لانا تھا، اور سب سے بڑھ کر شہزادہ مرحوم و مغفور کی منشا پورا کرنا تھا اب ہم سلسلہ وار یہ تاریخی معرکہ رائے رایان کی زبان سے سناتے ہیں آپ

بغور ملاحظہ کیجئے، کہ جہاں رائے رایان، رانا کو دباتے ہیں، وہاں دوسری طرف بادشاہی دربار کو بھی سمجھاتے ہیں کہ ”اُدوے پور میں سوائے کوٹھی کے کوئی بیڑ نہیں ہوتا، رعیت ریاست سے بھاگ گئی، ملک غیر آباد ہو گیا، شہر اُدوے پور اجاڑ پڑا ہے، کوئی ہاجن، بیوپاری اور شہر کا باشندہ اس خوف و ہراس میں یہاں نہ ٹھہر سکا، دولت کہاں رہ سکتی ہے، اور جو شخص ملتا ہے، معاملہ کی اصلاح کی صورت کا خواہاں نظر آتا ہے، چونکہ ان وحشیوں سے پالا پڑا ہے، اس لئے ہم نہیں ہر طرح تسلی دلا دیتے ہیں“

تیسری عرضداشت میں پھر اس طرح اس زاہدانہ دربار کو خوف دلا کر مایوس کرتے ہیں کہ ۔۔۔

”ہمارے پہنچنے سے قبل ساکنین شہر اُدوے پور شہر خالی کر گئے، اور اپنا تمام مال و متاع اونٹوں پر لاد کر پہاڑوں میں جا چکے، تمام بازار اور گھر خالی پڑے ہیں، اس شہر میں اگر کوئی باقی رہا ہے، تو محض رانا کے چند نوکر ہیں، رانا مذات خود مرد ہیں ایک معقول تدبیر ہے، یہاں کے لوگ یہ بیان کرتے ہیں، کہ اگر معاملات کی صورت اصلاح پزیر نہ ہوتی اور صورت حال بگڑ گئی، رانا فوراً پہاڑوں میں چلا جاتا، جہنہ ہر طرح کی کوششوں میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، اور رانا کو معاملہ کا سبب سمجھنے پر مجبور کیا، چونکہ یہ وقت صحیح اطلاع دینے اور درست راستہ لکھنے کا ہے، اس لئے جو کچھ ان لوگوں سے معلوم ہوا تھا، ہم کم و کاست بیان کرنا لازم تھا“

مہ چند یہ عرضداشتیں طولانی ہیں، چونکہ آجنگ اسن سفارت کے حالات سے تاریخ مہند کے طبع ملاحظہ ہو۔۔۔ اس غریزی کی جنت پرانی کا ذکر تا کہیں میں جس انداز سے ہوا ہے، مورخ مصیبت کا پڑ دیتا ہے، طباطبائی کی جوڑ طبع ملاحظہ ہو۔۔۔ اس وقت دہم سنہ ہزار و شصت و چھ ہجری، دریں سال خطہ پنج آباد و انجیر صنعت رابات شاہی شد، وچوں درمہد جہانگیر بادشاہ وقتے کہ کرتا سپر کر سنگہ مدد گاہ والا کہ جنس فقر شد نوکر رانا و ہر کاز اقتدار و رانا فی سید قلعہ پتور را انتقام نہد و دیوالا بر جنس ریدر کلعہ نزور در نہایت رفعتا تریم یافتہ دے یا بچہ آٹک سولہ خان زیر ہائے ہزار سراج بت ہر کلعہ نہ کوہ روانا کی دہ شد اور عرض ہمارہ ہانزوہ روز قلعہ را منہم ساختنچوں رانا بزد گشت، روجے ہمارا نکوہ ہانزوہ و سید اودنہ و تقصیرات خواست پزیرانی یافت“

اوراق خالی ہیں، اس لئے تمام و کمال درج کی جاتی ہیں، اہل سیر و سفر فائدہ اٹھاتے ہیں اور
سفارت کی دعا کی اور
حالات کی عرضداشت
 اب اس لئے رایان سفارت پر روانہ ہوتے ہیں، اور
 راناراج سنگھ خلع رانا امر سنگھ کو راست است
 جائز خوف و ہراس دلاتے ہیں، اور معاملہ کے تسخیب و فراز
 سمجھاتے ہیں، اس قدر کلام کی مدعا تو ایسی کی کیا داد دیا جائے کہ سطروں میں کتاب
 کا مضمون قلمبند کر دیا۔

”عرضداشت کترین بندنگان عقیقت نشان **چندر بھان** بعد از ادائے لوازم بندگی و
 عبودیت و تقدیم مراسم خلاص و عقیدت، ذرہ دار توقیف عرض باریا بنگان محفل جاہ و جلال
 و استادہ ہائے ہرم دولت و قبال میرساند کہ روز **دوسرہ** از خدمت سر اسر سادات
 مخلص گشتہ میخواست کہ در عرض بگفتہ بمطلب بر سر چوں بر فاق کساں زندہ را جہائے
 دالالتار امور بود، بیائے آہائے مسافت نموده روز دوشنبہ سبت و یکم شہری رنج
 یہاں دوسرے پور رسید آخر روز رانا مارا در جائے کہ بگفتہ استقبال مقرر است آمدہ
 بود و مشور لایع الشور و عنایت خلعت سر تیج مرتع مشرف گردید بعد از ادائے مراسم
 آداب کترین بندگاں را، بندہ در مت اعتقاد و صافی نہاد، از جناب عالیہان مآتب
 دانستہ، برخلاف دیگر فرستادہ ہا در کنار گرفت، و بتواضعی کہ در خود بندگان آستان
 دولت نشان باشد پیش آمدہ در بر سوار می حرف زمان تا فائز نمود برودہ، از آنجا حضرت
 کرد، در روز دیگر در خلوت طلبیدہ، بجنوب و متدان ہدا علیہ خود استغفار و مضمون احکام لازم
 الانجام نموده میخواست کہ برجام و تقصیرات خود مطلع گردد، بندہ بنا بر مزید تاکید و احتیاط
 آنچنان زبان بجز بیان اشرف اقدس ارفع اعلیٰ ارشاد یافتہ، بقید قلم در آورده بود
 آن را در نظیر داشتہ زبان قریب الفہم، عام فریب خاص پسند شروع در ذکر ارش
 مقدمات لازم الاعلام نمود، و ہر امانت کہ بحال وقت شنیدن کلمات ہوش افزاست

نہتے حواس ظاہر و باطن خود را فراہم آورده، احکام مطاعہ، انگویش ہوش بشنوند،
 در تعقیبات پر خود مطلع شوند، اول تعقیبہ کہ از شما پذیرشما بواقع آمدہ، ساختن
 قلعه مقصور است، در واقعہ قلعه را کہ بادشاہ آفاقستان بصیرت شمشیر عالمگیر متوج
 ساخته خراب خلق نموده، بجا کہ برابر ساخته باشد، در و از اول این شرط و مہیاں
 آمدہ، کہ اصلاح جائے در آن قلعه نسا زند و تعمیر نکند، و مرمت ننماید، بلکہ پیرامون آن
 بکند، چنانچہ ہست، بحال دارند و نقرضہ در آن بکنند، پاس این حکم مذاشتہ، آن
 عہدہ کو کہ افرخواست گردانیدہ، چشم بصیرت پوشیدہ، از بیخ این فعل بنیز کشیدہ،
 شروع در ساختن جا نموده، بمرو را لایم کار با بجا رسانیدہ باشند، داخل پیرامون
 و شائستہ کدام عقل دور بین است، این تعقیبہ عظیم است، کہ از پدر شما کہ ہم در زند
 پدر شریک این مصلحت بودہ اند، ہم بعد از پدر دست در کار داشتہ اند، بطہور آمدہ،
 و در درگاہ سلاطین پناہ، بیج تعقیبہ عظیم تر از این نیست، کہ اندیشہ خلاف حکم و عہد و
 بنابر کس بگذرد، و دیگر در حین کہ رایات عالیات، جاہ و جلال از دستفرماندہ بزم نیجہ
 بسرحد و در دست تشریف برودہ باشند، از آنجا با جمعی تسلیم و سوار و پیادہ برآمدن اند
 ملک خود در آمدن بملک بادشاہتہ، کس را نسل و زیارت نامیدن احتمال برچوگان
 نمود، و پیش بادشاہ این عظیم نشان و رسالت علی این تعقیبہ کلاں است، و بجز آنکہ بر عالم
 و عالمیاں ظاہر است کہ این دولت خدا داد مرجع کتب بادشاہان بقت اعظم است، و
 امروز سلطان و فرمان دیر زایان عراق و خراسان و ماوراء النہر و
 بلخ و بدخشان و غیر آن در کتاب طیر انتساب بکر خدمت بستہ خانیہ عہدیت بروش
 و حلقہ عقیدت در گوش کشیدہ، این درگاہ سلاطین پناہ اند، و در پراہ و سال طہیہ طبقہ
 از ہر قسم و ہر قوم از اطراف و جوانب آمدہ، بدرگاہ و علی ابنہا صہب و مراستہ ہر فرازی
 سے یا بند و سیکہ از لوازم دولت پیوند آنکہ ہر کرا جائے و دیگر جانبا شدہ، جائے اودر

ایسیا ست و ہر کہ ایجا می آید جائے دیکھو تیرود و اگر کسی ضرورت سے روئے دہن آواز
حضرت خلافت و شخصت حاصل نہیاد درجائے شہرت اندر رفت دریں مقابلہ مخصوص
بادشاہان عظیم الشان است بد گنجے تیرسد کہ بندہ ازین بارگاہ آسمانہ از بے
مساحتی برود و از آپیش خردنگا بدارید ہر گاہ قاعدہ چلیں باشد جمعی کہ بارزئے
تمام در بندگی منتظم گشتہ باشند و ہر ذرہ یعنی از ان مطلب و مطالبہ سرکار اعلیٰ بودہ
باشند محض از روئے بہالت بے اجازت حضور راہ پیش گیرند پدرشا و شما آتہارا
پیش خود جائے دادہ مدار علیہ خود سازند و از باز پرس این معنی خذر نکند داخل
کہ ام خرد و صواب اندیش است و دیکھو آنکہ وقتے کہ ہم قند مار در میاں بود و ہنگام
امتحان عیار بواہر انلاص بندائے عقیدت لکیش بود و جمعی کہ عدم بود و آہن سادی
باشند فرستادند در **روغن** قرار داد ہزار سوار بود قلیہ نگاہ داشتند آئینہ دعویٰ

افلاص است و پیش بادشاہان عظیم الشان ممالکستان کو تاہی خدمت اخصوص در
ہنگام ضروریات تفصیر بیان است چوں این قسم فقیرات از جانب شما بظہور رپیت
دریں وقت کہ خاطر ملکوت ناظر اشرف اقدس اعلیٰ از ہیچ طرف نگرانی داشت
بجہتہ پادشایں این جرائم عساکر طغیان از اندادہ حساب افزوں و بیرون طلب
داشتہ متوجہ اجماع گردیدند و افواج قاہرہ منصورہ را بر جمعیو رتین فرمودند
خاصہ بزم مقدس آنکہ تا کہ **آنا** بلا زمت مرا سر سعادت اشرف اقدس مستدر نگردد
تا ہر ہر بنید از خود بنید دریں اثنا فرستادہ ذلے شمار سیدند و بر سید بایا شنگا
محفل بہشت آئین استغاثے تفصیرات شما کردند ہنگام اشرف اقدس آستے
بمقتضائے فتویٰ ذالی تو روت جلی جان و مال آبادان چہیں سالہ شمار کہ نزدیک
نزول و اختلال رسیدہ بود بحال داشتند و اکتفا بہمیں فرمودند کہ افواج قاہرہ
منصورہ را بظہور **چلیو** فرستادہ جائے کہ مراختہ و مرجہ تا کہ وہ باشند مسافر کوہہ برگردند

دوسرے رانا بھلا دتہ اشرف اعظمی اسیدہ "سعادۃ ابدی حاصل فرماید" درخصت شود!
 و جمیع مغزری آمادہ و موجودے و نہ کاغذ سے ہمیشہ برابر در شہادتینات و کہیں
 باشد و در آئینہ اکثر خلاف حکم مقدس از شہر نژاد، در باب عنایت پرکشتی نواسے
 انجمیر در آنچہ رفعت مقدس باشد، لعل عزاہ آید قدر عنایت را بواسطی باید
 دانست و شکوایں نعمت را بجا باید آورد، و میر جو دراز و دروانہ باید نمود و تاخیر
 از باب جائز نہاید داشت، چون بندہ این مقدمات تلخ و شیریں را بشرح و ضبط بآئینی
 و آئینی کہ در خواہست او ہستے این دولت نادر باشد ادا نمود، رانا کہ ہرگز دین
 بدت گوش اُدا شنائے این کلمات عشق، و بے یاس تعلیمات برودہ بچود استماع
 این سخنان بہوش آمد و آثار بصیرت و غایت از ناصیہ او مشاہدہ افتاد، دانست کہ در گاہ
 والا این تعلیمات عظیم بودہ است، بعد ازاں کہ یقین آوشت، جو اسے غیر از غایت
 و عذر خواہی ندارد، و عذر این تعلیمات خواست، و ہمیں قدر گفت کہ اگرچہ جرائم
 اکثر نسبت بہ پدر دارد، و کمترین، اما من ہمہ در وجود گرفتہ ام، و قبول دارم، و عذر
 میخواہم، و امید عفو دارم کہ بعد ازیں اصلاً امر سے کہ خلاف مرضی طبع مقدس باشد
 از من بظہور نخواہد آمد، و بر جادہ بندگی زیادہ از اسلاف خود ثابت قدم خواہم بود
 و معتقد دار علیہاں رانا کہ دریں خلوت بود نہ بیکس را جواب نیامد، در پیش سخنان
 معقول ساکت ماندند، و غیر چوں بندہ راست و درست سرکار رفیق آثار راست، و اصلاً
 اعراض نفسانی مطمح نظر ندارد، پیش این قوم نیز از آغاز آفرینش یک گونہ اعتبار
 دارد، مطالب را بے حجابانہ و بیباکانہ ہمہ درو سے معقولیت و انود، و وزیر دیگر رانا
 در خانہ مشورت نمود، راہ بہبود خود بردہ، قرار داد کہ لہر خود را ہمراہ فقیر روانہ
 در گاہ والا نماید، سنے کہ بعد از گفتگوش بسیار بر زبان آورد کہ نیست کہ چوں مردم
 دروں و مبدلن از شنیدن احوال ج قاہرہ تو ہم مضطرب شدہ اند، یہیں کہ لشکر لغرت

اثر قلہ **چھپو** پر راغراب ساختہ بزرگروں پر اردانہ **اجھپو** برافراقت کترین بند بنگان
 سازد، فقیر باد گفت کہ در فرستادن سپرد و بہر سبب است، اظہار کرد کہ خاطر میں بالکل
 جمع شد، و فرستادن سپردادت میداؤم، آنا اہل اسپ دیا، خوشی صفت اند،
 ملاحظہ فرمائی دارند، بجز درو اند شدن لشکر از **چھپو** سپرد اہل توقف در اند میاؤم،
 چون رانان و ہزارانش بعد از رد و بدل بسیار قرار داد، اس معنی نمزدند، عرضداشت
 نوشتہ مصحوب ملک **شکھ** کہ آشنائے معاملہ است، تو خالی از راستی نیست فرستادن
 آنچہ ظاہر میشود و ذہن پس سعادتمند اند، آنا ہمیں ملاحظہ **چھپو** سپرد آمدن فوجہ از
 جانب ہند **چھپو** پر راغراب شدہ، آن نیز تقریب از خاطر آنہا بر آید، تا حال افواج
 بجز احوال **چھپو** رسیدہ، کہ نہ کہ باید کردہ باشند، ہمیں کہ خبر آنہا رسید، پس را
 روانہ سازد، امر در شروع در سامان و سرانجام نمزدند، و ظاہر شد کہ چندین روز
 پیش ازین اہل دعیال خود را با جمال و افعال بکمال فرستادہ قرار دادہ اند، کہ
 چون لشکر نظر از **چھپو** پر برگردا، آنہا را بر آؤدے **چھپو** طلبند، بموجب ارشاد والا
 ادائے احکام لازم آلا، تمام از دوسے راستی و درستی نمزدہ، شیرینی و معنی خود را ہمراہ
 ظاہر ساخت و ہم را نا کہ معقول تر از ارباب ککھ کش خود است، بجز خلق و سخنان است
 و درست، از خود راضی ساختہ، امید دار است کہ بحکم کریم کار ساز میں خدمت بوجہ اصن
 بتقریم رسیدہ، گہنا **شکھ** اگرچہ را حقیقت است، آنا خالی از معقولیت و مفیدگی نیست،
 در خلوت و جلوت تا حال خود متفق ساختہ و با حقیقت خود حاضر است، اس عرضداشت را
 مصحوب خواہ جمال عاقل خانی روانہ ملازمت مفین موبیت نمزد، اگر حرفے از د
 چسبیدہ شود شاید کہ درست آدائند،

میوہ این ملک با نفع میں باد رنگ کلاں است، کہ بزبان انجلیگری میگویند
 نیکو کہ ہم بد نیست، انداز چندان بارخ را نا دور نہ بودند، اگرچہ سبب بر آرد، آنا شیرینی

نذاشت میان روز ہوا بیکر گرم است، کوشنہا مائل بسرویی، رعیت جا بجا فرار شدہ،
آبادانی کمتر بنظر درمی آید، دراووسے پور اثر ہے از جہاں ویو پاری اہل شہر
نہست، و ہمہ کس نظر بر اصلاحِ معادلہ وارد الیام دولت و اقبال مستدام باد

عرضداشت مژدہ کامیابی | اپنی کامیابی کا دوسری عرضداشت میں
اس طرح مژدہ سناتے ہیں :-

”عرضداشت کمترین بندائے عقیدت کیش زمین خدمت بلب ادب بوسیدہ، دورہ وار
موقوف عرض والامیر ساند“

کہر انما جمیع کلمات ارشاد و ہدایت را بگویش ہوش شنیدہ، نظر بر فقیہ و احکام لازم
الانجام اشرف اقدس ارفع اعلیٰ و بیہودہ حال و مال خود داشتہ، و تردد بدہائے معاد
کیش کہ تقصیل آن در حضور بغیر عنی اشرف خواہد رسید، گنور را بعد از انقضائے ہفت
گہری از شب شنبہ رخصت مژدہ در نوازے دراووسے پور کہ حنیہ الیاد کہر بدو فرود
آورد، الحال سامان ہر ماں اویکند، در انما و معتقدان او التماسی اندکہ امید
داریم ہر شکوہ نظر ازہ صتیور را خراب، ساختہ، زود برگردد، تا بجا طرح جمع دراووسے پور
توانیم بود و گنور کہ بیت خاطر با جمعیور اندر رفت، در کوشش از جانب بندہ تفسیر رفتہ،
و سنجان عقلی و لفظی و لیت و بلند را انما را معقول ساختہ، تا چوں وقت راست گفتن
و راست نوشتن است، آنچنانیز جامعہ شنیدہ، ہمیشہ دے کم کاست معروضداشتن لازم
است، آفتاب عالم تاب دولت و اقبال تا باں و در غشاں باد

مطلب حاصل ہو جانے کے بعد
یہ ضروری تھا کہ جو قول و قرار
ہوئے اُن پر یہ زائد نہ دربار

آخری عرضداشت دربار کو قول قرار پر
قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی تھی

قائم و ثابت قدم رہے، سلسلے رایان اپنی سرخروئی کے لئے اس پادشاہی دربار سے

دربارِ او و پور میں تسلی نامی بھوادی، اور اُسے کشف قرار دیکر دربار کو معاہدہ شکنی سے روکا یہ
 صداقت کا بیان جہاں رائے رایان کی پاک چال چلن پر روشنی ڈالتا، وہاں سلطنت کا
 وقار بڑھانے کی نیت کا پتہ دیتا ہے، جہاں ایسے ایسے مدبر ہوں، خدا ہی و ابتری کیوں ہو
 اس ایک واقعہ نے مغلیہ طرزِ حکومت کے متعلق خیالات کچھ کچھ کر دیئے، اگر مغلیہ سلطنت
 میں ایسے ایسے مدبر کارکن ہوتے تو کیوں برباد ہوئی انھوں نے پہلے نالایق سفیر کا کام رہا،
 اب واقعہ تیزی سے آگہی حاصل کیجئے حضرت خاقانی، بان،

”عزداشتِ کمترین بندہ بے عقیدت کش بعد از ادائے لوازمِ بندگی ذرہ دادرِ قدرِ حق
 ہار یا ننگانِ محفلِ بہشت آئین میرساند“

کہ طغرائے عزائے اہمیت و اجلال کہ از دارالبرکتِ اجمیر شریف نفاذ یافتہ بود، غرورِ د
 یافت، آدابِ بندگی و استقبالِ متقدمِ رسانید، سعادتِ کوثرین حاصل نمود، رانا کا
 مترصدِ منتظرِ نذرِ عنایت والا بود، ہمنون عنایتِ مستحون اس مطلع گردانید، بہشتِ از بہشت
 ناکید و حق سہا لغزِ دروازہِ ماضقِ گمنور نمود، رانا اگر ہم بعد از مشاہدہ، منشور
 لامع النور و رسیدنِ بندہ بے عقیدت کشِ مطمئن خاطر گشتہ، در صدرِ روانہ ماضقِ پیر
 بود اتنا از عنایتِ ہدیت و حراستِ نظرِ بر واجبِ لشکرِ ظفرِ اثر داشت، الحاح کہ بتازگی
 بر ہمنون لازم الاتباع کہ دریں وقت محض از روئے کشفِ صا در شدہ بود مطلع گردید
 تقویتِ ظاہر و باطن حاصل نہ، داہنے پہ پہ بود و سود خود بردہ، مستعدان و منجان
 دینداران و میرانِ راجعِ ماضقہ، بعد از انقصائے روزِ جمعہ، پس از گذشتنِ بہشت
 گہری از شبِ شبہ شہرِ محرمِ الحرامِ سعادتِ روانہ ماضق، پیرِ اختیار نمود، چنانچہ کاغذ
 بخطِ میرانِ رانا را بجهتِ احتیاطِ حضورِ گرفتہ، بخش ارسال داشت، رانا ناظم
 میخورد کہ چوں بنِ سعادتِ اطاعتِ حکمِ بجا آورد، ام، یقین کہ بیچ و بر من الوجہ
 فورے آسینہ بملک و مال و من بخوابد رسید، و زیادہ از اسلامیت خود رعایتِ خواہم

یافت، وہیں الاقران سربندی حاصل فرما ہم نود، پیرین زودین خواہر رسید، بچوں
 رسید قلوب، وحشی نژادوں لازم است بندہ کے درگاہ والا دلا سائندہ خاطر اور
 مطمئن ہو کر داند تزلزل و تفرقہ بحال اس ملک راہ یافت، پیش از رسیدن بندہ ہاشم
 اودے پر راخالی ساختہ، مال و متاع را بکوہ فرستادہ اند، بازار ہائے وہاں
 خالی افتاد ہیں کہ نوکراں رانا اند کہ در شہرے باشند، و مردم اینجا میگویند، کہ اگر
 صلاح اس معاملہ بغیر مودت نا حال رانا و جبال بود، بقوت دلا سائے بندے
 در گاہ استقلال او بحال ماندہ، نانہ قدیم کے باغیر میرے اپنی حادث کے کوئی ٹکھا ہے۔
 درویش ہفتہ و سالہ گوشہ گزینے دریں ملک بغیر افتاد چل سال است کہ
 بچہ مخول وقت را بخش میگذارد، در کچھو فقیر پرست فقیروں کی تلاش میں کس طرح
 رہتا ہے، دریں و لاکہ شہر ویران شدہ، تفرقہ جمعیت اند نیز راہ یافت، رسیدن
 بندہ فی الجملہ اسنے پھر رسید، اما بالفعل کسے را دایع دیدن، و صحبت داشتن
 دیکھتے نیست، ہم کس را نظر بر اصلاح معاملہ است، ایام دولت و اقبال مستدام
 گردہ ہر داس و کلیان رائے را جبوت بروقت رسید، ہجراتی خدمت آہنڈ

قول و قرار کا ایفا
وخت و مکان کا باعث

اب ہم بغرض تکمیل بیان و انجام سفارت رائے رائیان
 کا آخری مختصر و جامع بیان عرض کرتے ہیں، آپ بخود
 ملاحظہ فرمائیں کہ رائے رائیان کے اس بیان میں
 دربار کی مصفت بعض گیتی ستانی پر کس طرح محدود کر دی گئی، اور اس کے جذبات مفتوح
 ملک کی جھلک کس طرح دکھائی گئی، ان تمام بیانات میں فقیر بہمن پارسائی و دربار
 میں اسپی کا رکھنا اسی پر نہ اندازاں ہے، نہ فریادوں بلکہ قول و قرار کے ایفا پر اتر رہا
 ہے۔

”وہ کہ تیرے قلوب جہر کہ قلاع مشہور ہندوستان است، و انقیاد اطاعت رانا پو بھر

اعلیٰ مستعد گردن دارِ غایتِ عنایتِ بظاہرِ مہیاگ شگھ و عنایتِ تیلِ خلعت
سرفرازی یافت، و ہر دانشِ ہجرتِ اسبِ خلعتِ سر بلند گردیدید

حکومتوں کے اتحاد اور انکی بربادی
میں مقرر اور مقرر کا بڑا دخل ہے

حکومتیں بنتی اور بگڑتی ہیں، قابلیت کے مالک حکومتوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی اعتراضات
مقاصد حاصل کرتے ہیں، ناقابلیت کے ٹھیکہ دار حکومتوں کو جنگ و جدل میں مصروف رکھ کر
اپنے مقاصد بھی فاش کرتے ہیں، اور خلیفہ خدا کو بھی غارت کرتے ہیں،

سلطنت میں ”سفیر“ کا عہدہ سب سے زیادہ ذمہ داری کا ہے، وہ اتحاد و جنگ
کا واحد مالک ہے، اگر وہ چاہے حکومت کی منشا کے خلاف جنگ کرے اگر منظورِ قاطر ہو سلوک
کرا دے

لارڈ اورٹنگ کے تدبیر نے جنگِ عظیم میں اھر کیہ کو شامل کرایا، اور اُس کا جو انجام
ہوا، وہ فتحِ برطانیہ اور پامالی جبر میں پر ہوا، اسی طرح اوزنگر کیپ کے زمانہ میں سفرائے
نالائقت کی تقریروں نے دربار کی خواہشات سے بڑھ کر جنگِ آزادیوں کے لئے میدانِ صاف
کیا، ہندوستان کی ابتدائی اسلامی حکومتیں شل گو لکھنؤ، سچا پور، حیدر آباد
ہرگز ہرگز برباد نہ ہوئیں، اگر ان سفارتوں پر تاج و تختِ مغلیہ کے جہاں تشار و فادار مامور
ہوتے، مگر وہاں ایسے سفیر مقرر کئے گئے کہ کچھ دماغِ مدبری مصلحت و مال اندیشی سے خالی تھے
خواہ دریا زہد نہ حیل و حجت سے فصاحت کی وجوہات تلاش کرنے پر آمادہ تھا، لیکن جن کا
فرض تھا کہ وہ وفاداری سے سلطنتِ مغلیہ کی خدمات انجام دیتے، اور ان ہدایات پر ہرگز
عمل نہ کرتے جو ان کو دوبارہ آغازِ مفاہمت دی گئی تھیں، علامِ حسین، طباطبائی
مصنف تاریخِ میرٹھ، آخرین، ذکرِ محلے از حیل ادبک زب عالمگیر کہ حیدر آباد

بیجا پور خود، کئی سرخی سے نالائق سفر کی کہانی اس طرح بیان کرتا ہے۔
 "میں عالمگیر در شدت حرص و شرہ سے نظیر بود تسخیر سلطنت بیجا پور از آن سلاطین
 عادل شاہیہ کسی بسکندر عادل شاہ بود، و انتراع حیدر آباد و از خاتم
 سلاطین قطب شاہیہ سلطان ابوالحسن تانا شاہ در خاطر خود مخموم کردہ، شروع
 بہ ہذا ہوئی فرمود و فرست کہ منجبتہ برائے شکاوت بدست آرد، اول نامہ ضمن بہ طرف
 نمودن مامور برہمن کہ بودارت آوینا بر بعضے جہات ضروری مامور بود فرستاد سلطان
 ابوالحسن در امتثال فرمان مذکور عذر سے خواست دریں ضمن شنید کہ ابوالحسن
 الماسے دارد کہ دریں زمان بدان وزن و قیمت در جوہر خانہ بیج پادشاہے منواں
 یافت در طبع افتادہ میرزا محمد شرف دیوان خاص را کہ از خانہ زاداں و در
 کردہ آو بود، طلب آں الماس رخصت نمودہ، در غلوت نہماہیہ طلب مال از فرستاد
 تو فقط طلب آں پارچہ سنگ نیست، بلکہ مقصد آں ست کہ در ہر دو صورت قبول و الحار
 از ارسال آں جوہر بہ سرتور فرستاد ہائے دیگر نظر بطبع و ضرر و محو کردہ، و از بیم و امید
 او خود را بر کنار داشتہ، عمدتاً در گفتگوئے بیباکی و دشتی نمودہ گستاخانہ سخن پر خاش
 بنائی، شاید یا تو بہ سلوکی و رشیتے پیش آید، و تعقیبنا فرمانی بر آو ثابت گشتہ، دست
 آو برینازعت میر شد، چون میرزا محمد از دیکر مجید آباد رسید ابوالحسن بچہ از
 عمدہ ہائے سرکار خود را با استقبال آو فرستادہ، با عزا زد و احترام طلبید، بعد تقدیم در ہم
 ضیافت، چون میرزا سے مرقوم طلب الماس معلوم نمود، فرمود کہ جمیع الماس ہائے جوہر خانہ
 ادب کاغذ سیماہر جوہر خانہ و متعدد ہی سرشتہ دار میں میرزا محمد حاضر آو در نزد
 بقتہ ہائے غلام کشتہ او برات ذر خود از اخفاستہ الماس عزیز از الماس ہائے
 حاضر حاصل نمود، از جملہ آں الماس با جوہر بچہ در وزن شفافے و رنگ از نمود و ام
 سخت و ہدایائے لائق دیگر بطور یکیش مراد آں نمودہ، رخصت الفراف از رانی داد

ہاشم علیخان خانی، محرم تاریخ عالمگیری سے نگار، صورت خطہ بحر
اوراق بعد عود از زبان ادشہندہ نقل مینود کہ در ہر مقدمہ و مجلس ابو الحسن ذکر
کرے آمد محافض حکم و معنی پادشاہ گستاخانہ و بے باکانہ سوال و جواب نموده، اور لازم
میکردم، آنادر یک سخن ملزم گشتہ، نہ ہاشم کہ جوابے بگویم، و آن میں کہ بہ تقریبہ
ابو الحسن گفت، اگرچہ ماہم پادشاہیم یا عود را در جرگہ کو کران عالمگیری میدانیم
من اذیں سخن برآشفہ نگفتم، کہ در مقابل عالمگیری پادشاہ غازی شمار از سدا
کہ نام پادشاہے بر خود اطلاق رسانید، ابو الحسن در جواب گفت میز احمد غلط
میگویی، اگر نام پادشاہے بر اطلاق نشود پادشاہ شمارا شاہ شاہان چہ شتم
خو اسہند گفت

یہی حالت اس وقت اودے پور کی تھی، جنگ سے لے تین ناقص مجتہدین پیدا کی گئیں
اور جنگی چڑھائی شروع کی گئی، لشکر احمد میر خانیہ زن ہوا، فوجیں اودے پور پہنچ گئیں
میں اس نازک و اہم موقع پر اگر ایسے سفیروں جیسا کوئی سفیر مقرر ہوتا تو بجاتے صلح و آشتی
ایک طرز پر جنگ ہوتا، جس کا نتیجہ بہر حال تاج و تخت مغلیہ کی جلد تر تباہی و بربادی کا ہوتا
رائے رایان نے یہ تین مجتہدین بدترین بد عنوانی کی شکل میں دکھا کر رانا کو تسخیر کر لیا، اور
اورنگ زیب سے اس کے کنو کو ملا کر محبت و موافقت کی زنجیر سے دیکھ کر ادیا، حقیقی و فاداری و
جہاں تباری اسی کا نام ہے، جس طرح سے ایک قابل مصور مسطح صاف اور سید ہے کاغذ
پر پہاڑوں کی بلندی یا غاروں کا نشیب اور ہوا رایاں دکھلا دیتا ہے، ٹھیک اسی طرح
رائے رایان نے اپنی عقل حذا داد کے زور پر یہ کمزور مجتہدین خطائے عظیم ذہن نشین
آپ کو خاک کی جنگ و جدل سے جس کتاب سلطنت میں آپ کے علم و فضل نے
اپنی صلح جوئی کے جوہر کھلائے، اس کا ہر ورق
سخت نفرت تھی، تو خاندانی تنازعات سے غنی تھا، شاہزادگان

کے باہمی جھگڑے، قفسے، قوموں اور فرقوں کی تباہی کے نئے پڑھ رہے تھے، چونکہ آپ کا دل اعمالِ زشت سے مترا تھا، دوست و دشمن سے مدار و سلوک ردا رکھتے تھے، اور دنیا کو بھی اسی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے، اس لئے ایسے اصحاب سے جو کہ با اثر تھے، اور دل گزار رکھتے تھے، ہمیشہ یہی استدعا کرتے رہتے تھے کہ بٹا ہزاروں میں مساند نہ ہو چنانچہ شہزادہ عالمگیر کے با اثر معتد خاص کو ایک خط میں مشورہ دیتے ہیں:-

”تجوں ذاتِ شریفینِ غیرِ لطیفِ قدردانِ ہر قوم و ہر طائفہ است، نظر بردارِ آید و استمرارِ داشتہ درمیاںِ برادرِ کلاں و عزیزِ مصالحتِ فرامند، کہ دگر پہچکس از جادہ نفسِ آلام و افسان، قدم ببرد و نگرارند، در عہدِ دولتِ حکومتِ رفعِ مناقشہ کہ محض از رویِ فضاہیت است، سوز و دگر پہچکس را جمالِ مقامِ نبیت“

بیٹے (اور گریب) کا باب (شاہجہان) کو قید کرنا، برہمن کی نظروں میں تو مذرجہ بالا نظم شاہجہان شہید نے اپنے بیٹے عالمگیر کو لکھی، آرزو نیز نگہ خیال میں لکھتے ہیں:-

”ایک تاجدار آتا کہ جبہ اور عمامہ سے وضع زاہدانہ رکھتا تھا ایک ہاتھ سے تسبیح پکیرتا جاتا تھا، مگر دوسرے ہاتھ میں جو فر حساب تھی اس میں غرق تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کی میزان کو پڑتا تھا ہے سب نے کہا کہ انہیں فافاقہ میں لیجانا چاہئے اس دربار میں اس کا کچھ کام نہیں لیکن ایک ولایتی کہ بظاہر قطع اور معقول نظر آتا تھا وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھا اور کہا کہ ”لے اراکین دربار ہمارے ظلی سجائی ہیں اس کی بخت سلطنت کے لئے بھائی سے ہے کہ باپ تک کا لحاظ نہ کیا، اس پہچنی ہو رہا رہے اعترافِ حق ہے اس دربار میں چھوڑ دیجئے“

اور گرنیے اپنے باپ شاہجہان سے اس دنیائے گذشتہ و گذشتہ کیلئے جو جو جابرانہ سلوک کے اور ہر طرح کی خیلاوانہ عمل ردارکھے وہ ہر مذہب و ملت میں مردود ایک دلاہی عیسائی ڈاکٹر برنیر اپنے سفر نامہ شاہجہان کی قید کے حالات لکھتا ہے جس کا اردو ترجمہ محمد حسین سالوہی نے کسی سے کرنا کر چھاپا ہے :-

”وہ مختار غیر اور رنگ زیب اب بھی بدستور ہوشیاری اور اپنی جال سے جو کئے والا نہ تھا چنانچہ جاسے اس کے اس ارشاد کی تعمیل کرے، فوراً اعتبار خان نامی اپنے ایک معتد خواجہ سرا کو قلعہ دار مقرر کر دیا جس نے پہنچے ہی سب بیگمیں اور عظیم حساب اور خود شاہجہان کو قید کر دیا، لکھنؤ کے اکثر دروازے یکس جزائے اور بادشاہ اور اس کے عزیز اہل کے ماہم آمد و رفت کو کسی غلط و کتابت اور سلام و پیام کے ذریعہ بھی سب بند کر دیئے اور شاہجہان کو اتنی بھی اجازت نہ رہی کہ قلعہ دار کی اجازت سے باہر نکل سکے“

ایک یورپین اس طریقہ سے چنچ اٹھا اور غلط نہ کر سکا، وہ ان الفاظ میں ان باریوں کی عادات پر رد فرماتے :-

”اور میں جب یہ سوچتا ہوں کہ اس بچہ پر یہ ہے اور مظلوم بادشاہ شاہجہان، کی حمایت کسی امیر نے ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہ لگائے اور کسی کے بچے منہ سے بات تک بھی نہ لگئی تو مجھے نہایت رنج اور غصہ آتا ہے! انوس! یہ لوگ ان ظالموں کے آگے سر جکانے کو جاتے تھے، جنہوں نے ان کے آقا اور مالک پر ایسی سختی کی“

دنیا سے ناپائدار کا یہ نرالا جو رستم اس امر کا متقاضی تھا کہ ہر صاحب دل اور گرنیے کے اس شرمناک فعل پر لعنت بھیجے، مگر ایسا دل دنیا میں کہاں ہے، رائے رابان نے مزید لکھا ہے، نہ دق الخ نکار، نہ ان کی پاک صلیح جو طبیعت اور گرنیے پر نفیر و لعنت بھیج سکتی تھی، مگر جو کچھ اس واقعہ کا نگاہ سے ان کے دل صافی پر اثر ہوا، انہوں نے نہایت عاقلانہ

پیرایس لکھا، اور خوب لکھا، چاہئے کہ ہر دنیا اپنے باپ کی ایسی ہی توقیر و منزلت کرے، جس کا کہ رائے رایان سبق دیتے ہیں۔

”وہ کہے تاکہ پر ہر باشندہ تاج سعادت ہر راست و عرض زندگانی و عامل ہر گرامی دنیا
 ایں سعادت است از شوق دیدہ چشم سیدہ کہ خود را مستعد سعادت دیدار ساختہ چہ عرض نماید

از آنجا کہ ہر مرتبہ عرض حال شوق دادن خالی از مختلف نہ نماید، پاس ادب باشد تاکہ در گھر

و آہ و بگر شکستہ، چون بچہ بچہ بگر ساختہ، لب نئے کشاید از غایت شوق باد با غمتہ ام و

بار در گھر گیم کہ من خود **معتوق حقیقی** پیر امید نام، دیگر ہمہ بازیچے نگاہم و گیم

و فراموش گیم کہ من پیر پیر چشم و عبادت خدائے عز و جل را در خدمت ایں خداوند بجا می

میدانم حال تحریر ہم جمادی الاول سن دوازدہ جلوس ہمینت مانوس است، این تلک زندہ

در ہر دسہ ہنگام سبہ تنہا ہزاراں علم و اندوہ شستہ حال رنج و داشت

ایک خط میں اپنے ارادہ عبودیت کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

”برگاہ او مصلع و اطوار در نگار گرویش کہ دوں سیدار بر یک پہنچ نباشد، و ہر چہ دو موقوف محمود

عالم شہر آید، بمعوض عدل محل اخفا، خواہد شافت، نظر بر ایں معنی ہر کہ از شعور بہرہ و داشتہ

باشد، بر آئیدہ و رفتہ و بستی نخواہد داشت، ایں نیاز مند از بد و حال و آغاز شعور ایں ارادہ

مکنون فاطر و مکرز خیر و اکر بجائے و فراغت قرین ہست عافیت دست دہ، و نہر گریبا

و پاسے بد اماں کشیدہ، در کجہ تحول امیر عالم معنی کند، و تماشہ کلہائے دامانی و اماں رکشتہ

ہمیشہ ہمارا کرامتی معنی خدمت ایں محمد و ملی نعمی نماید، و در واقعہ ہر عرصے باشد کہ دنیا و خدا

حقیقی عرض شود و نہ در خدمت آن قبلہ گاہ ظاہر و باطن بکجہ زد

اُمّائے سلطنت کی شاہجہان دار اسے غدا کی

اور رائے رایان کی وفاداری و جان نثاری

تہی ست نسخہ عالم زلف
 مہر و وفا کو زمانہ بیروت
 ادیں کتاب کشید
 تاریخ

حرمِ صفائیِ انسانی میں وفا کا ذریعہ دماغ کی منزلت رکھتا ہے، وفادار خواہ ما دار ہو، لیکن دنیا کے ہر کوچہ و بازار کے مشتری اُس کے خریدار ہیں، یوں ہر وقت ہر جگہ ذلیل و خوار ہوتا ہے، وفادار اپنے خوبے وصف سے و برابر انسانی میں شاہِ وقت کی مسند پر جلوں فرما ہوتا ہے، یوں، نامراد اعراض کی زنجیروں سے بند ہوا لعنت کی پھٹکاروں سے تحتِ اثری میں چلا جاتا ہے، وفادار کا دامنِ وفاداری فتحِ نصیب پر چمک چکا نظر آتا ہے، یوں وفا کا دامنِ قیامت تک واعدار رہتا ہے، وفا عہد و پیمان کا آدم ہے جو اس کی تعظیم و تحکیم کرتا ہے، وہی دنیا کا سعادت مند بنیا سمجھا جاتا ہے، یہی وہ وصف ہے، کہ انسان کو ادنیٰ سے اعلیٰ بناتا ہو اور پھر تسخلفِ الافلاک پر پہنچاتا ہے، مگر انوس ہے کہ یہ جنس ہر زمانہ میں نایاب رہی

دہرِ عطار و تحریرتِ عظامِ حسین، طباطبائی مصنف سیرِ المتساخرین اُن یوں نافذِ روحی جو شاہِ جہانِ دوار کے جاں نثار بنے ہوئے تھے، بڑے درد کے ساتھ فردِ پیش کرتا ہے، کہ اہل دنیا اُس سے سبق لیں، ہم اُس کا ترجمہ کرتے ہیں، کیونکہ اکھلِ یوفائی ایک جو سمجھا جاتا ہے، تزار کے شکست کھاتے ہی اُس کے بہت سے فرضی جاں نثار اور فقی حق تک نے خوف ہو کر حقِ رفاقت ترک کر بیٹھے، خزانہ و جواہرِ مرصعِ آلات و سامانِ کارخانجات، ہاتھی، گھوڑے، لیکر اور رنگِ زیب کے دروازے پر آگے، اُن سے بعد سب اہلِ معتمد خاص محمد امین خان نے (کہ جس کے والدِ عظم خان کو اورنگ زیب نے قلعہ اورنگ آباد میں قید رکھا تھا) حجاز کی سلطنتِ سہقت حاصل کرنے کے لئے اورنگ زیب کی آستانہ بوسی کا فخر حاصل کیا، انکی صبح اعتقادِ یمن اعتقادِ خاں، دلِ بدین الدولہ آصف خاں بہت سے امرا سلطنت کر لیکر مانتے پر کنگ کا ملک لگا کر وفاداری کا جامہ پہنچو آ حاضر ہوا، پھر قاضی میرساہان، طاہر خاں، قباد خاں، فیض اللہ خاں، سرینہ خان اور نواز شہ خاں منصبِ اراد، سلطنت بھر کے امرا کو ملک حوائی کا لباس پہنکر

ہمراہ لایا، دُور در کے بعد مجد اور اُردو منصب دارانِ سلطنت اور رنگِ نسیب کے پاس
 اگر اُس کی وفاداری کا دم بھرنے لگے، مئی سے روزِ عمدۃ الامر اُردو مکان خانِ جہاں
 جہینِ خلفِ یمن الدولہ نصف خان بھی اسی صف میں نظر آئے، اُسی وقت عمدۃ الملک
خلیل اللہ خان سواچے بیٹے **میر میراں** ازہمن دوسی کرتے دیکھے گئے تھے کہ
 ذبۃ الامر اُردو رفیع الشان ملید مکان **جعفر خاں** وزیرِ اعظم **تقرب خاں** وغیرہ
 ملکِ حرام اپنی نمک حلائی کا اعتبار دلاتے نظر آئے، یہ خاص قرب و منزلت رکھتے تھے
 وارا کو ناکارہ سمجھ کر اپنا دامن مراد اور رنگِ نسیب سے وابستہ کیا، آخر غریبِ اسطیع
 سے کل اُردائے سلطنت منصبِ ایران و طارِ زمان سوسا مان بھانگ بھاگ کر آئے اور
 سب اور رنگِ نسیب کو مبارک باد دینے کے لئے اُس کے قدموں میں جھکے پائے،
 اور رنگِ نسیب نے خلعت و اصفانہ منصب سے سرفراز کئے، اور اہل ملک سے روغنِ اس
 کر لئے، اور جب دیکھا کہ ہر دور کا جمع صورتِ ارڈ دہام رکھتا ہے، سب کو کچھ سے دلا کر دینا
 جسمِ انسانی کا کٹاکٹ ڈالا، پھر ملے راہبان منشی **پہلوت چنید** **کچان** کو جو سرفتر
 اہل دیوان تھے، سوسے منقدیوں، منشیوں اور محاسبوں کے بلاتے گئے، انہیں حکم دیا کہ
 ملک میں جو طرح طرح کے اختلاف و فتنہ پیدا ہو گئے ہیں، دُور کریں۔

لکھا ہے کہ خلعت اور منصب بجا گیر اور زلفیہ سے انہیں بھی اُردائے سلطنت کے مشورے
 سے نکھرام بنانے کی کوشش کی گئی، مگر آپ نے سب پر لعنت بھیجی، ہر ملکی انتظام میں مصروف
 ہو گئے۔

یہ ہے یوفائوں اور وفادار کا ایک پُرانا رقعہ کہ جسے علین امتحان کے موقع پر بلابلان
 نے تیار کیا تھا، ملے راہبان نے اُن ایروں اور منصبِ اروں، خانہ زادوں اور غلاموں
 جو وفاداری کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے، اور جانِ نزاری کی ڈینگیں مارا کرتے
 تھے، اپنے رب و دشا **سہجیان** و وارا سے غذا لے کر تے اور کھرا می کا اعزاز پاتے دیکھا اور

اُس نے ہونا بھی یہی چاہتے تھے۔

دفا کے عہد تو ازواجِ اہوس نے آید کہ حفظِ شغلہ زردمانِ خس کے آید
ہر چند یارِ درپے جو رجعتِ زود عاشقِ ہمیشہ و رہِ بہرہِ فارود

ہم ان سب عذاروں کو اپنے حال پر چھوڑتے ہیں مگر
رائے رایان کی جنسِ وفاداری پر دھکتے ہیں کیونکہ
نمکحالی و وفاداری آپ جنسِ وفا کے واحد سرمایہ دار ہیں رائے رایان

نے یہ بے بہا جزوِ محبت بچھوٹی اور غلیظ کوڑیوں کے بدلے فروخت ہوتے دیکھا دل بھرتا
جو تاریخی شعر زیبِ عنوان ہے وہ دوبارہ پڑھنے پر آپ کے درد کا تہہ دیگا برہمن
تہی رست نسخہ عالمِ زحرفِ بہرہ و وفا
زمانہ جزوِ محبت ازیں کتاب کشید

ہر طرح کی تحریک و تحریریں، تنبیہ و تادیب، طوفانِ دہر اس رائے رایان کی شرین
وفاداری پر شتر زن ہوا، مگر آپ نے کسی قیمت پر بھی یہ جنسِ غیر کے ہاتھ فروخت کر سکی
طعن نہ کی، ان کا مذہب غیر بھی اُن سے حقِ نمک حرام نہ کر سکا، بلکہ نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ
وفا پر ثابت قدم رہے اور علانیہ فرمایا

اگر زمانہ دگرگوں شود رجبانہ روم
برہمن از روشنی روزگار آگاہم

واقعی ان کی جنسِ وفاشا ہجہان اور دارانے خرید لی تھی، لیکن اس سے بوجھن
تھے ہندی دہرم شاستر کی رو سے فروخت کرنے کا استحقاق بھی نہ رکھتے تھے

اُس زمانہ ظلمِ ستم کی معتبر اور متدین تاریخوں سے ثابت
رائے رایان کی نوحہ خوانی ہے، کوئی نمکوزار اس استراغِ سلطنت کے موقع پر
نمکحالی قائم نہ کر سکا، خواہ نمک حرام ہوا، خواہ سپرد دار، مگر ایک رائے رایان ہی تھے

سر جہنیں قادری مطلق نے اس درد انگیز واقعہ کی لوح خوانی کے لئے محفوظ و مومن رکھا، یہ
تائیدی پر معرکہ برت خیر بیان اُن کی قلم رقم سے سننے باور بلند کہتے ہیں۔
یادگار بسیار ناکامی قطرہ غل بدوش ترنگانیم

بہار ناکامی کی یادگار نے اُن مقام اور ستم رانیوں کی مطلق پروانگی اور آپ کی
زبان شکوہ آلا نہ ہوئی، بلکہ اپنے آئین کا اظہار کر کے سخت مذمت دلائی۔
گرا ز نوح جہارت، نیبا یگدا ز من آئین جہا از تو غوش و وصلہ امین

فرض شناس باب کا خط
سواکتب بیٹے کے نام
تو قابل لے کر سیارہ سعادت مند
برائے مردم قابل ہمیشہ در سید است
لے دایان کی محقق دبا فرزندگی نے ایک طرف

جہانگیر شاہ جہان اور اورنگ زیب کی ممتناک طوائف الملوک اور خانہ جنگی کا کارنامہ دیدہ ہوش
سے بچھا، بیٹوں کی باپ سے نکاریاں، بد ساشیاں، اینگ آداریاں اور ناخلفی کی ناقابل
ذخ ستم رانیاں، نظارہ کنیں، اور دوسری طرف مذہبی ہدات کے تقاضے پر باپ اور بیٹے کے
حقوق و فرائض رنگ نہ رفت پر نشتر مار رہے تھے۔

اورنگ زیب نے جو سلوک شاہ جہان سے کیا، واقعات ہوش رُبا تھے، اب
میں کر سکتے تھے، مگر اپنے اپنے اغراض سے خاموش تھے، کیونکہ دنیا میں وہ کون باپ
بچے، کہ جو کسی فرزند کی اپنے باپ کے خلاف ایسی ظالمانہ حرکات دل سے ناپسند کرے؟
آپ نے ان ظالمانہ مظلومانہ حالات کے زیر اثر ایک تنہی و تہدید میں خط اپنے سعادتمند
بیٹے پرنس شجاع جہان کو لکھا، کہ جس کا یہ فقر و مکتہ واد اکا خزن ہے، ہر جملہ غور طلب ہے
اور ہر سطر دنیا کے ہر بیٹے اور ہر باپ کے لئے بزرگانہ نصیحت نامہ۔

وہ زمانہ گزر چکا، اُس وقت ایسی مثالیں خال خال ملتی تھیں، آج نئی تعلیم نے
نئے تہذیب یافتہ نوجوانوں کی نظروں میں اپنے اپنے باپ کو ذلیل و حقیر سمجھ رکھا ہے، اور

اُن سے ایسا سلوک ہوتا ہے، کہ جو ایک دلیل سے دلیل شخص بھی کسی غیر سے نہیں کر سکتا اور نہ معلوم آئندہ یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہو

خاکسار بہار ہر مذہب و ملت کے بزرگوں کا ادب کرنا، سعادتِ ابدی سمجھتا ہے، اور اس سے چاہتا ہے، کہ دنیا کا ہر ثناء اور ننگ سب نہ بنے، بلکہ **سمران** بنے، اس لئے رائے رایان کا خط، طویل ہوتے ہوئے بھی یہاں درج کرنے سے اجتناب نہیں کرتا، خصوصاً اس وجہ سے کہ یہ خط تاریخی واقعات سے تہہ پائے بھر پڑا ہے، اس لئے رایان نے اپنے یہ جذبات اپنے رفیق خلوت مختار و موئن پر ظاہر کرتے ہوئے ایک اعلیٰ مصلحت سے بپا فرض ادا کیا ہے، اور نگتہ نگاری اُن کا حصہ تھا، اسی نظر سے پڑھا جائے

ایک سنیاسی کاشی جی قیام کرتا ہوا، گنگا جی کے مت پر بیٹھا ہوا، رام رام کر رہا ہے، اور جب دنیا کی طرف دھیان آتا ہے، تو قلم لے کر کاغذ پر چند سطریں لکھتا ہے، وہ نہ فقط سنیاسیوں کے لئے کار آمد ہے، بلکہ ہر دنیا دار کے لئے نقشِ راحت و دل بستے، آپ بھیجیں کہ سطور میں تعلقاتِ پدری و پسرے کے جذبات کس اثر سے قلمبند کئے گئے ہیں، وہ نہ تو تربیت پوچھتا ہے، نہ نگہ والوں کی حکایات سننا چاہتا ہے، نہ فکر و تشویش کی کوئی خبر سننا ہوتا ہے، نہ خبر لینا چاہتا ہے، اپنے حال میں پڑا اُن کو دعائیں دیتا ہے، غیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا فخر ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنا نورِ نظر رکھتا ہوا، جیسا کہ جی دنیا کی طرف دھیان کرتا ہے، دُعاے غیر دیتا ہے، اس خط کو جسے ہم غلطی سے خط سچے ہوئے ہیں، نصیحت نامہ لکھنا چاہتے ہیں، اس کے لئے رایان نے لکھا، ماننا پڑتا ہے، کہ رائے رایان کی منزل سنیاس آشرم کبھی سی ہی اعلیٰ و ارفع تھی، جیسی کہ ان کی مونیوی زندگی :-

نصیحت نامہ کہ ہر فردِ سعادت فتنوں پر غور دار **پیچ بھان** انگور ش یافت ہو فردِ بلند

چراغِ خانہِ زندگی، شمعِ بزمِ شادمانی، نورِ دیدہ آمد رسیدہ آرام خاطر عم کشید وقت ایام

پیری، اعصابے ہنگام، دستگیری، نگل گلزار، امید نامہ، عشرتِ جاوید، دورانِ خاطر، تجرور، مہم، نرم

ناسور، ذر نظر سرور سیتہ بے کینہ، پیوند دل، لختی بکج، سرمایہ تجارت روزگار، حاصل گردش
سلسل دہنار، گلشن ہمیشہ بہار، نشاط ساز، کار انیس خلوت، رفیق بے سیر، طریق تسلیم و رضا،
رہروداد اسے صدق و صفا، رزق شناس، قاعدہ دان، ادب گزین، عقیدت نشان،
فرزند بر خوردار، تیج بھجان، ہمیشہ شاہد مقصود و درکنار و از آفات روزگار برکرا
ہو رہے

نشار دانش در سر سفر ہوش در دماغ و شاہد معنی در نظر، و کلک مغض در دست و لوح
عقیدت در پیش باو، یزدستان بقل شانہ، خلعت استعداد و قابلیت ہمت و حالت آں
فرزند نیکو کار را بطور حسن سلوک معاش نیک و نیکو معاہدہ تسلیم و رضا و زہد و پرہیز چھوٹ
رضائے خالق یحون و داد و اخلاق، ظہور آموز خیر و احسان، صدور مقام حسنہ، و قریح
اعمال پسندیدہ، ترب و مقرر گردانا و بعد از دعائے خیر کہ ناشی از صحبت ازلی و درو
لم یزلی است، معلوم ضمیر پند پرہیز گردانہ کہ اگر بقصد تائے حکمت بالغہ و قدرت شامہ ہر
یکے از وضع و شریف و دانا و نادان از حوائج الہی و لغت ایزدی بہرہ ور و فنیاب
است و سرچہ از خانہ کرم کرامت فرمودہ اند، سرمایہ روزگار خود دانستہ، بآینہ مفاہرت
مینمایند، و با وجود ایں چہ، احتیاج کہ در عالم بشریت است، با وجود خدیں، تباین و اضلاع
و تخالف اطوار، یکس را از ارتباط و التیام یکدیگر چارہ و گذیری نہ، و مرتبہ برترہ یکے را
با دیگرے نسبتہ و التیام انتظام است، نظر بر ایں معنی ایں نیاز مند را کہ پدر آن پسر
بر خود در رضا جوتی و خوشحوتی است، بقصد تائے ایں نسبت لازم است کہ لوز التیام نسبت
را از اس گرامی فرزند در یخ نہ ارد، معیادہ کہ آں فرزند دلہند و رہم جاہمہ وقت در
خواہ و بیاری و غفلت و ہشیاری، سر بر عقل و دست را از دستہ نہاشستہ، بغریب
عروس چرخ نگار از زبانزد و در نظر بکوبے بود، ایں سرمایہ فانی انداختہ، حلوۃ ظاہر را
از خواب و خیال، پیش نہ اندو کہ آچہ در عالم صورت وجود گرفتہ، تشریف عدم و کسوت فنا

خواہد پوشیدہ، وہ کہ دروید سید ارغانی، رخت اقامت انداختہ بصوب ملک جاودانی خواہد
شناخت، پس از توقف و فرصت چند روزہ اس جہان فانی را از مغفلات دانست
چیزے کہ از چیزے حاصل کند، اوقات گرامی گذشتہ بنیاد، آئینہ را استخوان و شایہ
بموقع صرف بماند، اس نیازمند کہ گفتے کہ درین آن فرزند بود بعد تصنیع اوقات گرامی
را و بال میدانست، و پدر بزرگوار من از غایت الفت و محبت جلی موعظ و نیکو نصیحت
چند میخواند، کہ آنچہ از آنجملہ در گوش جا کرد، امروز بکار آمد، ہرچہ مقتضای نادانی
و جوانی طبع را از قبول آن نفی فرمای یافت، الحال ندامت آن میکشد و حار آن دارد، بطبیعت
بزرگان اگر چه دارد تلخت، از برائے در بعض امراض و میبے بچہ زخم ایام نادانی ہر چند در
اصلاح حال استعمال بکار رود و بعد اتق قریب باشد، اگر کہ کرب علوم لغت حذداد
است و کوشش و اس علامت سعادت و علم و عمل، اما عالم بے عمل شاخ بے بر
بود، علم قلیل با عمل بہتر از علم کثیر بے عمل است، اگر کہ چہ اصل عمل و نتیجہ عمل درست آنست
کہ ترک تعلقات و عوارض صورت نموده، نظر بر نمود بے بود، آفرینش نباید از احت و حاصل
غیر گرامی کہ عبارت از علم با عمل است، بدست آورده، عبار غلاتق را از گوشہ دامن باید
افتانہ، لیکن از آنجا کہ سلسلہ آفرینش منوط، اسباب تعلق است، رہائی و نجات از اس
مقدور بشر نہ، درین صورت دست در کار و دل بایار و اشتق، دو عین کثرت متاشافی
حلوہ وحدت نمودن، و در اول حال از آخر کار غافل نگشتن، این پسندیدہ است، اما
اس محنی بدول از صحبت نیکان و تعمیر از ضبط و خلقت حال خود دستبر نہ شود،

بہی طبع و جہد تمام در ہنگام جوانی کہ اس رہ نور، و حالت جذب، با دیر غفلت
را ہوائے آزمادی در سرافشا و کار بجائے رسیدہ، و محاطہ سجدے کشید، اگر شہ ہائے
دراز را بہ میدارسی و ہر شیار می و فکر ہائے عمیق و تصورات بلند بزرگی آورد و روز ہا
را بہ اندیشہ ہائے دراز، بنام سیرساندہ گاہے سرزدہ از شہر مجرای میرفت، و گاہے لہر سیر

از صحرای شہری آید، نہ قرار در شہر نہ صحرای صحرای، اگر بوسے گل بہشام حسید، پیام بہزن
میداد، و اگر تو سائے طبل بجوش میرسد، ناسخ برداریش میزد، درہر جا کہ نشانی در شہر
از متر دین و گوشہ نشینیان و صاحب سلوک می یافت، سر از قدم نشانی، خود را
باین مکان رسانیدہ، از دور نگاہے میگرد، اگر گنجائش سے یافت خود را بجا نشانی بہا
میرسانید و لایہ نگاہے قانع بودہ وقت را خود میداشت، و با وجود تباہی و اوضاع
و تحریف الطوار اہل روزگار پاس سرشتہ آثار و گفتار و کردار خود داشت خود را
برہم جا بگردانید، اگر بہ نظرت بلند تقاضائے آں مینماید کہ از آلائش مصفا
داشتہ آلودہ تعلیق بناید بود، علائق و عوائق زن و فرزند را لطیف عنوا حقیقی بر سر داشت
در سلاسل فکر و اندیشہ بناید افتاد،

(اعتدال) اما اگر، این معنی بمقتضائے خاطر عامی طبعیت، شخص استعداد میرشد تا موقوف
بہوقف خاص باشد، نشانستہ آں است کہ از طریق اعتدال تجاوز ننماید، و علین تعلیق بودہ، اتو
بہیے تعلیق باشد، و سرشتہ حسن سلوک و معاش نیک، از بہت ندہ، و در تسخیر قلوب انجام
مراہم و مقاصد جہانیاں و دفع رسائی از باب روزگار بدل و جد و جہد مرعی دارد، کہ
قبول تعلیق از برائے دفع رسائی و بجان متخص، نہ از برائے حصول ہوائے نفس آمار
بعد از اں کہ بمقتضائے لطیف و قسمت ایں ذرہ ہمقدار در محفل غلہ آئین و صحبت
بزرگان نامدار شرف بار یافت، پیوستہ بہانہ نصیحت میگرد کہ چون بکار آمدہ ہوشیار باش
و ایں بہ پیشخ سعدی علیہ الرحمۃ بر زبان داشت، بیت

کہ گفت بچگون در انداز تن چوں انداختی دست پائے بہزن
پیوستہ مرا تبی بچی و نیکذاتی، و خرد و صواب و ادب و اعانت خلایق، و آئین نشست و برخاست
و سلوک پسندیدہ، و طرز نگزیدہ، و پاس شرانہ صحبت بزرگان، و آداب و دفع و دفع و بزر
و تامل و فکر و غور و درکار با، و تقہیم مراسم صحبت، با دوستان، و تہنید قواعد صلح با دشمنان

دیکھی در برابر بدی، و با خوبان خوب، و با بدان خوبتر بودن، و دیگر محنتات و غمہا
دولت ملینود و کینایت الہی و توجہ باطن آں قبلہ گاہی اس رضا جوئی پیراں موعظ
و پند را دستور العمل روزگار ساختہ، ہماں طریق سلوک ملینماید

د نصیحت فرزند متعلق اسباق و سیاق، و آں فرزند را نیز می باید کہ پیش از بس راہ
گوشش نماید کہ ہر دو ہنر فائق گردد، و با بس حال اگر سیاق نولسنگی نیز داشتہ
باشد، بہتر و خوبتر خواهد بود چہ منشی سیاق و ان کم ہم میرسد، و سیاق دان منشی کمتر
بیہاشد، و اگر در شغفہ اس ہر دو جمع شود، نادر است و نور علی نور منشی ہماں است

کہ راز دار باشد، و نولسنگہ ہماں بہتر الہ

اوزنگ زیب دشمن شست نفس کشش تو در کین گاہ گرد کامش تو
اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایک بڑا عالم سے عالم بیگدل
انسان سچے انسان کے آگے موم ہو جاتا ہے، اور طبع
قہری شیر اپنے محافظ کے آگے دم ہلاتا ہے، ٹھیک اسی طرح خوشوار انسان قابل انسان
کا خادم ہو جاتا ہے، اور نگ زیب کو دنیا کی تاریکیں مقصب و بدنام مشہور کرنے کے لئے
کھلی پڑی ہیں، مگر جب رائے راجا کے طرز زندگی اور سلوک اور نگ زیب پر نظر کیجاتی
ہے، تو جو خیالات اور نگ زیب کی نسبت عام طور پر ذہن نشین کئے جاتے ہیں، ان میں
کمی واقعہ ہو جاتی ہے، اور اب ہمیں ایسا کرنا بھی چاہئے، حضرت اسماعیلؑ کو انومی پتھر
فرماتے ہیں کہ :-

برتمن اوزنگ زیب عالمگیر کے نام حسب ذیل رقعہ لکھتے ہیں :-

”آتا درین زمان سعادت نشان کہ رونق در دواج متاع گراں بہائے مصلحت و کمال
و گرمی بازار اہل ہنر و استعداد است، بے سابقہ معرفت کچھ نسبت معنوی آں قدر

اگر ریختہ مکمل ملاحظہ کرنا ہر قول ملاحظہ ہو چہ ہر چمن

مُطَفِّعٌ وَشَفِيعٌ وَعَاطِفٌ وَرَافِعٌ وَهَرَبَانِيٌّ وَتَقْدِرُوَانِيٌّ اَزْاں عَزِيزُ الْعَصْرِ وَالْاَلَدِ وَرَافِعٌ
 مشاہدہ کنو کہ ہم پیشینیاں را بیا د آورد، و ہم فراموش ساخت
 مضمحل نتیجہ بجاتے ہیں کہ اورنگ زیب آپ کے اعلیٰ قدر دانوں میں سے تھا
 الفاظ ذیل کے ذریعہ یہ رباعی اورنگ زیب عالمگیر کو لکھی۔

رباعی مقبول طبع بلند مشکل پسند حضرت نعلی الہی قابلِ خاں عالمگیر شاہی
 من آرمم کہ بر گلہاں پریدم ہوائے گرم تائبستان ندیم
 چو ہنر لب بشیر برت شستم چو گل حبیبہاں سہر و مستم
 حضرت شہنشاہ کراٹھی کا خیال ایک صداقت پر مبنی ہے جس کی کوئی تردید نہیں
 کر سکتا، اس انتخاب اور رائے راہبان کے دیگر واقعات زندگی عہدِ اورنگ زیب
 سے یقیناً ہے کہ واقعی اورنگ زیب ان کا قدر دان تھا اور اس کا تمام دربار ان کا
 شیخ عبدالحق محدث
 برہنہ نے اپنی سرکاری زندگی میں ہندوستان
 کے طول و عرض میں جہاں جہاں سفر کیا
 ہمیشہ فاضلوں اور خدا رسیدہ بزرگوں سے
 سے صحبت مقدر
 ملے کا خیال لگا چنانچہ آپ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ملاقات کا حال
 اپنے بھائی پنڈت ادے بھان کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔

در روز دیگر کہ دریں بلدہ (دہلی) مستام واقعہ شد فضایل و کمالات
 مرتبت شیخ عبدالحق و حقائق و معارف منزلت شیخ نورالحق
 سراز فضلانے روزگار علمائے والاعتدار اند، و از نظم و نثر تصنیفات
 حقیقت آمین دارند از روی مناسب ذاتی بعجب علامت العصر والدوران
 رسیدہ صحبت رنگین داشتند

۱۔ آپ کا استغنیٰ اس کا شاہد ہے اور آپ کے والد بزرگوار کے انتقال پر جو تسلی بخشی فرمائی وہ بھی اس
 خیال کی تائید ہے

رائے رایان کے والد بزرگوار کے انتقال

اور نگ زیب کی تعزیت و عیادت

پدر چوں سایہ انگن برسم بود
شراب بے غمے درسا غم بود

رائے رایان کے بھائی پندت رائے بھان
تعلیم و تعلم سے فراغت پاتے ہی دنیا

سے پہلے ہی الگ ہو چکے تھے، پندت اودے بھان شاہی ملازمت میں داخل ہو کر اور
حالات دیکھ کر استغناء سے بیٹھے تھے، گھر کا کاروبار والد بزرگوار و ہم و اس اور بھائی
کے سپرد تھا، اگر وہ دلاہور اور دیگر مقامات کی جائداد کا سب بھی انتظام فرماتے تھے، آپ نہیں
سلطنت کے موجودہ انتظام کی پریشانیوں کے بعد، اپنے والد بزرگوار کی دائمی مقارنت کا شوق
نصیب ہوا، شروع مصیبت میں مصیبتوں کا آغاز ہو جاتا ہے، پتا چھ یہ صدر ایسا جاگتا تھا،
کہ باوجود استسگی اور معاملہ نہیں وجود دنیا سے بے بود پھر بھی برواشت نہ کر سکے،

رائے رایان اس صدر کو آفاتِ خزان روزگار، لکھ کر اپنے تاریخی نکات کا اشارہ
فرماتے ہیں، آپ نے اس حادثہ کی اطلاع اپنے ہمدرد و غمگسار بھائی کو جن الفاظ نکات اہمیز میں
دی ہے، وہ پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہے، والد بزرگوار کی تعظیم میں ”خداوند صورت و منی“ کے
الفاظ اور نگ زیب کی تلقین و تادیب کے لئے درس کئے گئے ہیں اب مرثیہ روح فرسا ملاحظہ ہو۔

”توفیق مہر برکارہ نصیب باد، چون درکار خانہ نکون کون و ضا ہر جہ دارو سے شود از خانہ
حکمت بالغہ بیرون نیت، دستِ ادب آں گدازشتن از عدم آگاہی است، دریں صورت آچیز بوقوع
آمد خواہ مرغوب طبع باشد، خواہ مکروہ، بتناقلِ انان باید گذشت احوالِ برادر و بوجہ رست، اگر در
ایام بہار کہ گلشن طبع سیراب و خاطر شاداب بود از آفاتِ خزان روزگار در مصافحہ کثیر آما و
در قفسہ جو شوخ نسیم درو آلود، بمشام ایسا مہم رسید و کاروانِ درد و اندوہ از ملکِ ناکامی
بشہرستانِ خاطر موعین و دلِ غلغلیں یا راقامت کشاد یعنی صدائے غم افزائے سناخ، ہائے خداوند
صورت و منی والد بزرگوار، پند از گوشِ غفلت برآورد، از غایتِ حیرت چون منتش و یوار ماند و باوجود

مواظفہی ہے تابانہ در عالم دسروہاں جزوں آقاوہ اپوں دست بجان نیافت بگرہ بجان
زد و مغز و در سر و در برش و دماغ اویدہ را چون ابر نیماں بانہ اگر گرہ کریم سینہ را با خوش
گرہی بنگاہ برتر بعد زبان خالوش از ہایت جہت عن برب فراموش لیکن از آنجا سرور
رخنا بقضا سپردن و خود را در میان نیادرون آئین را بایستیم است تعلق این مصیبت ہما گاہ
از نقور آن چوں سہیلانی قلم از دیدہ پیردو بہر بہت لہر گوار ساخت

”چوں ابر معنی محروم من گشتی خدا آئین گشت باو شاہ رحیم طبع کریم در دیوں غایب جہاں حشر
عالمیان از دوسے دورہ پروری و بندہ نزاری اینہ ذرہ ہے مقدار و نہ بر نصیبت را در بار گاہ
سہیلان جان بنیامت خلعت سر فانی کو بہر پختہ نہ و یک عرف عنایت آمیز خاطر حزیں
را تہن گرا ندید نہ ہر گاہ این چہ بیان باد و عدم کجا ہی این معاد خود را بواوے تسلیم
رضا بردہ باشد کن برادر معاندوں کہ آشنائے رہتہ حقیقت و دانائی در موز دین و قانون
غفلت از غفلت ستا یقین کہ بطریق اولی از تفرقہ حزن پائے در دامن شگہا پیچیدہ رضا
بقضا دادہ باشند“

نثر نگار کے راین کی کلشن طبع جہاں پہلے سبزی و شادابی کے گل رگزار کا ہوا کرتی تھی اب
اسے پہلے ورسپت حد مات نے فوجہ ترنم و فریہ نوا کی غم لکھنے کے لئے وقف کر دیا اسے رالہ زنگو
کا مریٹھ لکھنے میں دیکھو اہل بصیرت دنیا پر کہ فریب میں نہیں آتے
ہر گز نہ وضع روزگار پہ کوید و دیو نہ دچ تو اند گشت سنگ تفرقہ کہ بر شینہ جمعیت ذات آفا
کہاں خواب قبلہ گاہی ہو ہی از مظاہرارت جہرہ مقام اصلی ہو

اسیاست

یہ چوں سہیل افغان پرورد
مشراب ہے غمی و دوسا غم بود
جو بہر سرمایہ آفتاب گشتہ سے
فک و در زیر پاسے من جمید سے
و لم زیں مین در دانش علم بود
کہ کز علم آمدی اور اچ علم بود

کنوں زانگو نہ علم و در دل اثر کرد کہ عنہا سہ کین را تا زہ ترکرد
چون فلک ہرزہ گرداں بتم وادش سہار بجیاد وار و دگر ازان بے بوق دانستہ آہ
در جگر دنا دگر گراہ است

میں

گیا است محرم رائے کہ عقد بکشاید کراہ در جگر دنا دگر گراہ مست
امید کہ حبیب باطن بعیب شود تا گراشتہ را گراشتہ و آئینہ را گراشتہ ترا گراشتہ دانستہ
شما سنا بے حال خود با شد

شاہجہانی در سلطنت کی مصروفیت کچھ اور تھیں مگر اورنگ زیبی اور
نیا ریت گل چھتر

شہل اور آپ کی طبیعت نے جن اشغال میں نشوونما پائی تھی اب اس کے خلاف بہا ہی کا
دور تھا جس سے انہیں فطرتی نفور تھا آپ ان رسوم یافتہ درباریوں سے پالا پڑا تھا کہ جو
شاہجہانی عہد حکومت میں دولت سے دور رکھے گئے تھے اور جو سلاطین سلطنت تھے دور رکھے
گئے تھے یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاہجہانی عہد نمونہ ضروری تھا اور یہ عہد برائے نام مذہبی
گو آپ کی طبیعت میں پارسیائی تھی مگر وہ اورنگ زیبی پارسیائی نہ تھی اس لئے ایسے شیع
کی مشب و روزی صحبت سوبان روح تھی کیونکہ مہر ع

روح را صحبت جن غذا ہے است عظیم

اب انہیں وہ علمی مصروفیت بھی نہ رہی تھی نہ اس کا کوئی قدر دان باقی رکھا گیا تھا
مشاعل علمی اور شہر دشامی کا قافیہ تنگ کیا گیا تھا اور وہ بھی حکما اب و دین شاہی سفروں
میں شاہ کے ہمراہ رہنے لگے جو ہند یوں کے روضہ منورہ مقدس تھے چنانچہ تھانویہ کا سفر
ایسی مقصد کی تکمیل تھی چنانچہ ترک ملازمت کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا اس سے اب بظاہر ہی دماغی
ظہور پر ادھری متوجہ ہو گئے اور اس عقیدت کا کھلا اظہار ہونے لگا اس نیا ریت کی عبارت

ملاحظہ ہو۔

”بہن عنایت ایزدگار سانچے مراحل نمونہ در نظر چتر آسمان بقعہ کھلا نیم سر سید، ادلاً تماشا
کل چیتھر کر از محابہ مشہورہ قدیم روزگار راست، در سوال الف ایام بر بہانہ مٹا من و ارباب تقویٰ
و بہارت دریں سرزمین غمخیز آئین عمر باسنے دراز نہ ببادت و دیانت بسر بردہ اند، و جائے دلفریب
و دلنشین دودل پذیراست، و کل نزول و درود آزاراں و درویشیان و گوشہ نشینان امت“

نرا ز گردش گردن ہرزہ گردہ چہ باک
اگر کچھ تو دل آرسیدہ برین نشینی

(اورنگ زیبی) دربار سلیمانی کو

اس موضوع کا استغفار

انقلاب سلطنت شاہجہان کی قید شاہی خاندان کی ہلاکت، وارا کی مقتولی، حالات گرد پیش کی ناموزونی، خدمات غیر عزمہ کی انفرادی، والد بزرگوار کی جدائی، شہادت او سے پور کی ماموری، ایک صوفی مشرب، عالم باعمل کے لئے ضرب کامل ہے، اونیائے دوس سے بیزاری کی

راے رایان کے حق نمک کا تقاضا تھا، اور پختہ ارادہ تھا، کہ تازیت اس کشور مندوستان
کی حکومت کی خدمات، بجالاتوں، اگر جیب انہوں نے دیکھا، کہ وہ کسی طرح بھی قوت و قدرت دربار
برداشت نہیں کر سکتے، تو دل بخوار در دیوار خرابی سے بیزار ہو گیا، اس سال و یوآن خاص
اور یوآن عام میں شہید کر شاہجہانی وزارت عظمیٰ اورنگ زیبی صدارت گرامی کشور مندوستان
کے فراموشی، دیانت، داری، سب غرضی، معاملہ فہمی، اور صداقت و جان نثاری سے انجام دیے،
اور، ناشر، نفسا تاثیر لکھے کے بعد اب بھسے دربار کو آخری سلام کہنے کا موقع آیا، اور اس وقت جبکہ
اورنگ زیب اور اس کا دربار آپ کا دل و مشیہ تھا، آپ نے قلم اٹھا کر استغفار لکھا اور لایا،
حضرت ہی میں میں کر دیا، تاریخی نکتہ، نظر سے یہ استغفار بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، جس کا
ہر لفظ اور ہر فقرہ معنی خیز ہے، لہذا نقل کی غفلت کی جاتی ہے، کہ کبھی برہمن کی غیور طبیعت اور اعلیٰ
دل و دماغ کا ایک کارنامہ ہے۔

”اتمس کہ از نظر کیا از حضرت خلیفہ زمان بادشاہ عالمگیر گذشتہ

شہیدِ پیرِ حبیبیہ چشمِ آں داریم کہ جرمِ ناجوانِ پارسا بخشند
 ارادہ ایں نورِ ضعیفِ آں بود کہ در بارِ گاہِ سلیمانی کہ مرجعِ فرمانِ دایانِ مفتِ کشور است اگر
 خدمتِ وسیلہ دوامِ حضورِ سعادتِ ابدی حاصل نماید لیکن از آنجا کہ ایامِ جوانی کی خلاصہ اوقات
 زندگانی است در خدمتِ ایں دو دمانِ خلافت نشان بہر آمد ہنگامِ شباب بہ شیب رسید و آں
 حالے و اس جسہ نمائندہ و قوتِ و قدرتِ و دربارِ فلک آثارِ خود کثرت یافت لہذا استعنائے خدمت
 حضور پر نور نمزدہ ہجاکِ روحی روئے مؤثر مقدسہ کہ در میاں اولی و آخرت واقع شدہ کسبِ سعادت
 جادو میکند ہجائے کہ نامور است از روئے دیانت و سبے غرضی و معارفِ لہجی و نفسِ الامری کہ
 سالہا و یوں خانہ کلمی امتحانِ آن نمودہ ”مگر کم سے باشد“ و برسوخِ عقیدت و صفائیِ طوہیت و
 اخلاص و رست ابد و عا دیا و عمر و دولت ابد ہویند کہ برو ضیع و شریف لازم اتم و واجبات اشنا
 میدارد اگرچہ حقیقتِ حال ہر یک بخیر و نیکو کر آئینہ جہاں نما عبارت از آنست پس از آنکہ راست لیکن کسب
 ظاہر اکثر نہ ہائے سر کا فیض آثار شایستہ اعتقاد و اخلاص ایں برہمن کو شکر گزارند

ترکِ ملازمت تاجِ مغلیہ کے بعد زمانہ کاروانی دیوانِ مغلیہ آپ کو نہ فقط ہندوستان کے

ہر شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا بلکہ کابل و ایران
 تک سفر کیا جب وینائے دُن سے سبزاری ہوئی تو آپ نے اپنے مستقل قیام
 کے لئے ہندوستان بھر کے جملہ مشہور و نزدیک و دور متبرک و مقدس تیرتھوں کی یاत्रا
 فرمائی چنانچہ اپنے محرمِ راز خانِ دالاشان و اوو خان کو ایک خط میں لکھتے

ہیں :-

”آرادۂ خاطرِ شانِ آنست کہ بعزمِ زیارتِ بنارس دیکھا باں سرزمینِ دلی کشا رسیدہ و دیدہ آمد رسیدہ

و ابدیدہ فیضِ آنا و متور سار د“

۸۔ اتمس لہجی و خواست ”رشدیدی“ خواستہ و متعجب و با اصطلاح اہل علم عربی سوال مساوی و دور فارسی سوالی ادنی -
 غیث اللغات

برہنہ کی دنیا ہے دن کی بیری
 سیاست آئرم میں دم شماری

کرتے ہوئے 'اس ملائی دنیا سے جلد کنارہ لٹ ہو جائیں' وارائی نسل 'اور حقین' متعلقین 'ملاؤں
 اور ہم مشرب تلاش کئے جا کر سب پیغ کر دیئے گئے تھے 'یا انہیں پوست پلا کر ہلا کر دیا گیا تھا'
 یا کسی نہ کسی بہانہ سے انہیں دربار سے دُور نکلیں دیا گیا تھا 'یا وہ مجمع محکم میں شامل ہو گئے
 تھے 'مگر اس لاکھوں کے مجمع میں ایک برہنہ ہی ایسے تھے جو محفوظ تھے 'ان کی حفاظت کیے سامان
 ان کا وچل چل مسئلہ 'علمی فضیلت 'پاک چین' اور بے شرط بیعت تھی کہ جو انہیں اس عہد کی خصوصیات
 جزائے محفوظ و معنون رکھے 'میں کامیاب ہو گئی 'وہ راج دربار تیاگ اپنے پراپوں سے منہ موڑا
 کاشی جی پہنچ گئے 'مہنی کرن گھاٹ کے کنارے ایک جنس کی کینا بنائی اور اس میں اپنی زندگی
 کے پہلے بھگن زندگی میں صرف کرتے نظر آئے 'صاحب خجھانہ جاوید پتہ دیتے ہیں۔

"دور شوہ کے فتنے بعد برہنہ 'دارک دنیا جو کہ بنا رہے تھے 'اور وہاں باوجود

مشغول ہو گئے"

حضرت حسرت موہانی واقعات کا ذکر پہنچنے میں لے کھتے ہیں 'کیونکہ وہ ایسے اختصار کا قلم اٹھاتے
 ہیں 'کہ جو واقعات کا نام و نشان نہ دیتے ہیں 'ذرا اس کی حرکت کا ملاحظہ فرمائیے۔

"آخر میں نوکری سے استعفیٰ دے کر شہر بنارس میں سکونت اختیار کی اور دوا فی دہم وراہ

اعلیٰ ہندو ریاضات اور عبادات میں مصروف ہو گئے"

اگر ہم حسرت کی تحریر کے پیدا کردہ تین سوالات کا جواب جناب حسرت سے نہ مانگیں گے 'تو حسرت
 باقی رہ جائے گی 'اور ان کی تحریر ناقص بھی

الف :- وہ کیا نوکری تھی 'آیا روٹی بنانے کی یا پانی پلانے کی استعفیٰ کی کیا وجہ تھی ؟

ج: یہ سکوت کس لئے ہمارے کیوں انتخاب کیا گیا؟
 س: موافق رسمِ اہل ہندو کی طوالت کی کیا ضرورت تھی؟
 میرزا سلطان احمد صاحب تو ان کے نام کی سرخی جہاگر واقعات ”کجا بود مرکب کجا ختم“
 پر ختم کر رہے ہیں، مٹھی محمد سعید احمد صاحب بھی اس معاملہ میں ان کے بھائی کیلئے دراصل یہ
 نقل نویسی موضوع کی کوتاہی ہے کہ جنہوں نے اپنی عقل سے کام نہ لے کر فارسی تحریروں کا ترجمہ
 کر دیا۔

شبے بہ نطفِ خداوند ایزد متعال
 علاج در دہم تو بہ شد پس از پل سال
 سعدی کا مشہور شعر ہے۔

بوقتِ ترکِ ملازمت آپ کی عمر
 چالیس سال سے تجاوز کر چکی تھی

چہل سال عمر عزیزت گذشت مزاج تو از حال طفلی نہ گشت
 محققانِ تاریخ نے اس سے یہ نکتہ پیدا کیا کہ شیخ سعدی نے جب گلستان کا باغ
 سمجھایا تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خیال صداقت پر مبنی
 نہیں، اسی طرح خاقانی پتہ دیتے ہیں۔

ہے از سی سال این مہی محقق شدہ خاقانی
 کہ دینا سر بر بخت اندوہ ست و پشیمانی

اسی فلسفہ کی بنا پر ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ جب رائے راپان نے مغلیہ وزارت کو خیر باد
 کہا، اور ترکِ دنیا کے بعد سیاسِ آئرم کی بادشاہت تنہائی، اس وقت آپ کی عمر چالیس سال
 سے قدرے تجاوز کر چکی تھی۔

حضرتِ ملازمتِ سلطنتِ مغلیہ
 ان مختصر و نامکمل واقعات و حالات دریافت شدہ کے اعتبار
 پر یہ پتہ لگایا جانا ممکن ہے کہ برہن نے مغلیہ دربار کی کس
 سنہ و سال سے خدمت شروع کی، اور کب چھوڑی، کیا کیا خدمات انجام دیں، اور کہاں کہاں

رہے مگر ان کی تحریرات متفرق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ آغاز جوانی سے بڑا اپنے ملک خدماتِ دربارِ مغلیہ انجام دیتے رہے آپ کے چہار چمن میں ایک رختونام محمد آلا میران رکن الدولت مومن، خلعت وزیر خان کے نام ہے آپ اُس میں لکھتے ہیں: "عرض نیاز و دعائے بے ریائے دعا گوئے سنی سالہ بدرجہ سامی قبول باد" اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے بیخبط اس وقت اُن کو لکھا کہ جب آپ خدماتِ دربار ۲۰ سال کے قریب انجام دے چکے تھے،

ما برہنہ نفسِ بگلی تازہ بستہ ایم
بہر وہ سیرِ گلشنِ عالم نے نکینم

اورنگ زیب کے دربارِ دیوبی کو الوداع
اور

دورانِ قیامِ دہلی داندہ پرستِ سلطنت بھر کے
کار و بار آپ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے،

کاشی جی میں دیوانِ وصانی کا انعقاد

ابنِ عرض ایک پر ایک ڈنڈا پڑنا تھا موسیٰ ہوا خواہ دم لینے کی مہلت نہ دیتے تھے، درباری قطعِ تعلق کے ساتھ ان خود عرضِ مصنوعی درباریوں کا بھی خاتمہ ہو گیا، یہ زمانہ علیحدگی نہایت ناگوار تھا جس سے وہاں رُوح ہے، کیونکہ جس زمانہ اہلِ اعراض کے ہاتھوں خود عرضی کی تلک میں جہلمی جا چکی تھی،

رائے رایان کا رو بارِ غوغا سے بھر دیش ہو کر اورنگ زیبی دربار سے قطعِ تعلق

کر بیٹھے، اور دو مہینے کے بعد کاشی جی میں منی کرن گھاٹ پر بیٹھے نظر آئے، دہلی کا ٹھکانہ فانی تھا، اور چراغِ سلطنت مغلیہ کی صبح، مگر وہ گھاٹ حقیقتاً اندر پوری کا ٹھکانہ تھا کہ جہاں سادہو، سنیاسی، جوگیشتر نامہ ماتا دیوبی دولت چھوڑ کر دولتِ عقیقی حالتِ دیوبی دینی سے توجہ نہال، اور سرورِ ابدی سے سرشار ہو رہے تھے، دیوبی رنج و راحت، اعراض و ضروریات، خدا طلبوں کے دیوانوں میں کہاں، وہاں وہ عیش تھے، کہ جن کے لئے دُنیا بے قرار ہے، بادشاہ بھی جن کا طلب گار ہے، اور رائے رایان کی رُوح کے لئے تو یہ عندا دلپذیر تھی،

خوش باشی بنارس

برہمن از افرے صحبت خدا طلباں دے پیش ہا کند در گوشہ محول گنم
 برہمن کی کاشی جی کی بزم روحانی اور رنگ زیبی در بار سلیمانی کو ہر طرح
 شکست دے سچی مٹی "ترک مدعا" جس کا تمام عراکے در در ہا آپ کا
 رفیق حال تھا، ایسے عالم و فاضل شخص کی بزم روحانی ایسے تیر تیر قائم

پاد اورنگ زیب

کرنا ایک دنیا کی فلاح کا موجب تھا، چونکہ یہ غذا سے غلو کرتی، اس نے خود دکھاتے اور سب کو دکھاتے رہے۔
 ہذا کو تقسیم کر کے لطف اٹھاتے رہے۔

اس پر بھی حب کبھی آپ دربار اورنگ زیبی کا دہیان کرتے تھے، جو مناسب سمجھتے تھے، تہہ تردد
 لکھ دیتے تھے، اورنگ زیب اور اس سے دربار کو خطاب کر کے نامہ و پیام نامہ دے رکھتے تھے، مہمبہات
 برہمن میں ایسے بہت سے خطوط ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الیشیائی درباروں کے نالائق رسم و رواج
 کے موافق آپ کے چلے آنے کے بعد آپ کے بھائیوں عزیزوں اور واسقوں سے اچھا سلوک نہیں کیا
 گیا، اسب ہی ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

"دریں ایام کو غیر گزشتہ گزینی اختیار نمودہ از بہت آنست کہ برادران و خدیشان میں حال داند"

ایام گزشتہ گزینی میں

اسے رمان بنارس کے قیام سے قبل اور ملازمت سے استعفی
 دینے کے بعد اپنی مستقل رہائش کے لئے تیر تیر کی یا ترا
 کرتے پھرتے تھے، اور اس سفر میں بہت سے اہل غریب لکھی

مستحق کی شہائی میں سفارشات

خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اگر دربار شاہی میں سفارش کر کے نوکر گرا دیں، چونکہ یہ دربار شاہی
 سے باعزت علیحدہ ہوئے تھے، اس لئے اپنی راستی و درستی طبع کے بہرہ و سہ پر سب تکلف سفارشات
 فرماتے رہتے تھے، جو منظور و قبول ہوتی تھیں،

ایک خط میں جو نواب محمد اللہ خان وزیر اعظم کو صورت شکم کی سفارش میں لکھا گیا ہے،

اس طرح اپنی فرماتے ہیں:-

مستحق بہ بہمن کے بھائی سید آذوق خان، بہمن خان، اسلام خان، آغلی خان، اکرام خان، محمد بن خان، وزیر خان، نواب اللہ خان
 و غیرہ اور اسے نامہ از جناب عالی جو فرمودہ "مستحق کی شہائی" ہے، قابل توجہ ہیں "بہار رسامی"

روزِ بارِ خدمتِ سامی شہبِ رسانیدہ، و شہارِ ابرو ز آلودہ... یقین میداند کہ ہر گاہ و با نوابِ نامداد
نام آذر خانِ قدردانِ بہرمانِ جامِ محبوبہ حلیٰ با سنے، ظاہر و باطنِ قرآنِ السعدین واقعہ شہدِ محبتِ وحالی
مصنوعہ سے شدہ باشند، یا دایں ذوقِ بے مقدار کہ یک لحظہ از خدمتِ اثرین جدائی لینے بود کسے فرمودہ
باشند، غیر از خاطرِ غمی و فراغِ شہدِ نیست، در محبتِ دوسر کہ دہر مکان و مقامِ فقیر و در فقر کعبہ اثر
داشتہ، حمدی از ساداتِ جنگی، در گاہ و جہاں پناہِ جھن بواصلہ عدمِ شبابِ داند کہ قوتِ تردودِ بار
فلک، آثارِ در خود کسری باید، و در گوشہ کرمیاں دنیا و آخرت واقعہ شدہ، بحدیثے کہ مامور است،
از دُوبے بے عرضی قیام سے نمائے، ”ذکر تان کہ تکبیر!“

فقیر (راستے را بیان) | از برہنہ خواہ کارگر و کہ از حبسِ دعا سنے آید
نامداد خانِ نواب نے برہنہ کو حالتِ گوشہ گزینی میں یاد کیا، آپ
کی دعائیں بہت سے پچھلے علمی چرچے یاد کرنے کے بعد دعا دیتے ہیں۔

آئیں بہ امنیتِ دندریو ملکِ نوید نیست، از دستِ برہنہ صافی نہادِ درست اعتقادِ بہت بھٹو
صحتِ کامل، و شفاِ عامل و امنیتِ از برائے دفعِ طالِ ظاہر و باطن، دعا سے بے ریا سنے
صافی و در زبانِ خاک نشینانِ اثرِ بیتِ عظیم، ”انشاء اللہ تعالیٰ مواءمیت و امنیتِ فراہم آئے
باعثِ افتخارِ اجابِ سعادتِ خواہ شد۔“

وفات | اشد آں کسے کہ نوبتِ خود را تمام کرد، و زانِ پیشتر کہ بادہ و مہنا تمام شد
ہم حیران ہیں کہ اس زلزلہ شخصیت کے وفات کے حالات لکھنے کے لئے کیوں تیار ہوئے، مگر ہماری
ضمیر ہم سے کہتی ہے کہ لکھ اور ضرور لکھ کہ اس میں بھی ایک نکتہ ہے،

برہنہ نے کاشی جی جی میں اپنی روح، ”قالبِ غفری“ کو بھی کی، لکھا ہے کہ جب وہ اپنا تمام
کام تمام کر چکے، اپنی زندگی تمام کرنے کی ٹھہرائی، نوشتے چیلوں کے سپرد کئے، اور صبح ہی
اشنان کے لئے پاک دیا کی طرف بڑھے، چند قدم چل میں چل کہ پدم آسن لگا یا، اوکشتی غمر
کی لہروں کے سپرد کی، چیلے دو پہر تک انتظار کرتے رہے، مگر دم واپسین کی طرح اُس انتظار

کا اُس وقت خاتمہ ہو گیا، جب دریا کے کنارے یہ پوچھ لکھا ہوا پایا کہ ”ہم جاتے ہیں تم بھی جاؤ“ اور دورانِ دکلام کی تعلیم کرا کر ان اصحاب میں تقسیم کرو، جو میری عزیت کے خواہاں ہیں“ بعض بہ باطن مورخ پر مہمن کی کمزوری طبیعت کے ثبوت میں لکھتے ہیں، کہ ”مذہبی زمانہ قیامِ بنارس میں دیر انداز ہو گئے تھے، کہ سلطنت کی سزا سے بوجہ تعلقاتِ دارالحفاظ میں یہ سراسر انتہام ہے، برہن نے ایسی طبیعت ہی نہ پائی تھی“ پس یہ دیوانگی محض ترکِ تعلقاتِ دنیوی کی وجہ سے مشہور ہوئی ہوگی، جب اُن کا کسی سے سروکار نہ رہا، تو نادانوں نے دیوانہ سمجھا، اور سوچ تو یہ ہے کہ جس کا ویرا جیسا قدردان نظم کی مونس رہا جائے، اُس کے دیوانہ ہونے میں شبہ ہی کیا ہے، اس سے تو یہ پایا جاتا ہے، کہ برہن کے رگ دریشہ میں خونِ صانع جوش مار رہا تھا، گوہ ارد نگارِ زیب کی حکومت سے کہ کونحو تعلقات رکھ سکنا تھا، خود اشارہ فرماتے ہیں کہ

با ماساختِ قاعدہ عقل و درہن

فارغِ تدبیرِ بادلِ دیوانہ ساقی

تمام تذکروں میں تاریخِ وفات ^{۱۱۸۵} درج کی گئی ہے، یہ ظاہر ہے، کہ یہ اندراج اُن کی کسی تحریکِ بنی نہیں، مگر جس نے مثنوی میں تاریخِ وفات لکھی، اس کی سبب لکھی، واقعاتِ دربار کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہ تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے، اقرآن سے منہ دہ ^{۱۱۸۵} غلط درج کی گئی ہے، کیونکہ رائے زایلان قتل و آراء لکھو کے بعد کچھ اگست ^{۱۱۸۵} کو داغ ہوئے، عرصہ تک زندہ رہے،

انہوں نے اپنے ایامِ امارت میں بمقامِ اکبر آباد ایک وسیع تالاب اور ایک

باغ **چند بھان** خوشنما باغ تیار کرایا تھا، باغ کے اندر اپنے کچہری کے واسطے بہت نفیس عمارت بھی تعمیر کرائی تھی، انوس بہن کہ آگے کی دیگر صد باعمارات کی طرح یہ تالاب اور عمارت بھی بہت ہی ناپائدار سے معنود ہو گئی، صرف باغ اور عمارت کا نفیس اور خوشنما سنگِ سرخ کا دروازہ اپنے باقی کی نشانی کی یادگار میں اس وقت تک موجود ہے، اندر ^{۱۱۸۵} کی زمانے میں

یہ باغ ایک انگریز کے قبضے میں تھا، اسے آگرہ کے ایک ساہوکار لاد سو راج بھان ساکن
محلہ بلین گنج کا تھا اس شرط پر فروخت کر دیا کہ عمارتِ قدیم میں کوئی دست اندازی نہ کی جائے،
اور وہ بدستور اپنی حالت میں رکھی جائے، کچھ ہی مشہور ہے کہ لاد سو راج بھان کو اس باغ
سے ایک بہت بڑا دفیہ بھی دستیاب ہوا، بہر حال لاد سو راج بھان بہت مقربین کے سختی ہیں کہ
انہوں نے نہ صرف آثارِ قدیمہ ہی کو محفوظ رکھا، بلکہ باغ کو بھی 'غوب رونی دی' اور اب انیسے
انتقال کے بعد ان کے بیٹے لالہ چندر بھان قابض اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل رہے
ہیں، یہ باغ سکندر کی مٹک پر آگرہ اور سکندر کے درمیان واقع ہے، اور بانی کی نیک
نیتی کہنے 'عزہ اتفاق وقت سمجھے' کہ بانی یا جانشین مشتری کے نام سے باغ چندر بھان
کے نام سے موسوم چلا آتا ہے، (راخو از آراستہ ہندو ص ۷۷)

مشاغل و مصروفیات سائے ایمان کا دل و دماغ بغیر انسانی کی طرح ہر وقت ہر گت
کرنا رہتا تھا، اور ان کا قلم گردشِ فلکی کی آندائوں کے تابع فرمان تھا، ویدانت کے ادنیٰ مغفل
مصنوعین کہ جن پر بڑے بڑے صاحبِ دماغ قابو نہ پاسکے، ان کے قاب میں تھے، ایک مضمون
ایک بات، اگر سیکڑ در لڑ بیان جب تک شہزادہ واراٹھ کوہ کی خدمت میں رہے، ان ہی
موتوں کے بار بار سنے رہے، جیسے ہندوؤں سے نالا اور مسلمانوں نے مسیح بھما آپ شاہی
کا رد ہار لیاقت سے انجام دیتے تھے، قابلِ تعظیم اصحاب سے بے تکلف خط و کتابت رکھتے تھے،
خط خط لکھتے اور جواب تحریر فرماتے تھے، اور ایسی ملاقاتیں کیلئے بڑے بڑے سفر کرتے تھے، ان کا
زندگی کی بڑی قدر فرماتے تھے، 'ایامِ امارت کا یہ دوسرا شغل زندگی تھا،'

حبیب دنیا تک کی سب کچھ ترک کر دیا، مگر علمِ الہیات سے کوئی لگائی، اور ایسی کہ جسم کا تیل
چھپکایا، اور چراغِ دل روشن کیا، یہی تمام عمر ان کے مشاغل رہا، یہی مشاغل قلم کارِ فیق تھا
اور اخیر تک رہا، اس چھوٹی سی عمر میں بادل صفت مشاغل شاہی نشانیف کا اس قدر سراپا

گئے کہ جو صدیوں تک کام آئے گا، ہندو مسلمانوں کو جو سچا اتحاد چڑھایا، سب کے پھٹنے کے قابل ہے
 بتا رہے تھے زنا کر وہ ام پوندیو نظر بقاعدہ کشیش برہمن دارم
برہمن کے عقائد مذہبی | برہمن کی ابتدا سے اخیر تک پاک و مقدس زندگی اور ان کے کام و
 کلام سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ وہ ایک نچلے خیال سناٹے تھے، حضرت حسرت موہانی کو برہمن
 کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے، 'معلوم ان کے عقائد مذہبی پر دھڑاٹھ اور دل آزار کچے کرنے کی کیوں
 خیرات ہوئی، وہ برہمن کے کلام بقصوف کا ذکر کرتے ہوئے، بالکل غلط اور بعدِ اہم نتائج پیدا کرتے ہیں
 الف: اس انداز میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اس میں ایسی مسلمان کلام میں قطعاً تیز
 نہیں ہو سکتی۔'

ب: یہ بات کچھ تو اس زمانہ کے رواج اتحاد کی بنا پر ہے اور
 ج: کچھ اس وجہ سے کہ مسائل بقصوف قید مذہب سے بالکل آزاد ہیں
 چونکہ ان کی نظر میں شوائے و علمائے اسلام کا صوفیہ کلام تھا، اور ریاضوں کے قدیم علم
 و ہیئت سے ان کی آنکھیں منور نہ ہوئی تھیں، اس لئے آپ کے دماغ نے بجائے اظہارِ اصالت و
 حقیقت یہ توہمات باطل پیدا کئے، ان الزامات ناقصہ اور اظہارِ بالوکا عروج مقصد یہ ہے کہ برہمن نے
 اپنا حقیقی راصلی دہرم برہمن ہوتے ہوئے اس مجہزی کے اتحاد پر قربان کر دیا تھا، اور اس جملہ میں ان کے
 اعتقادات و خیالات اصالت سے گر کر ایک مسلمان کے سے ہو گئے تھے، اسی وجہ سے ان کا کلام ایک
 مسلمان کا سا کلام معلوم ہوتا ہے، گویا وہ دل سے مسلمان بن گئے، کیونکہ مذہب کسی جانور کا نام نہیں،
 بلکہ اعتقادات و خیالات ہیں، ان کا نام مذہب ہے، جہاں یہ بدلا، وہیں مذہب بدلا۔

یہ بچا، حضرت مولانی کس مرض کی دوا ہے، جب ہمارے بڑے بڑے علماء و فضلاء قابل و
 لائق مسلمان بھائیوں نے برہمن کا کلام ہم سے سنا، تو سب نے یہی کہا کہ ان کا عقیدہ مذہب اسلام
 پر تھا، اور ان کا کلام اس کا شاہد ہے،

ہمیں اس غلط فہمی اور دنیا سب لاٹینی سے رنج نہیں ہوا، بلکہ افسوس ہو کہ ہمارے آکل

کے اسلامی بھائی، محض اپنے ہی مذہب کی کتابیں پڑھتے ہیں، اگر کسی غیر مذہب کی کوئی بات اچھی
 سمجھنے اور سمجھتے ہیں، تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ شخص مسلمان ہے یا دل سے مذہب اسلام کا قابل ہو گا تو
 مطالعہ کتب اسلامی بھی ایک گناہ ہو گیا، جہاں یہ تلک ولی ہو، کیونکر اتحاد ہو؟

مسلم آؤٹ لک فرقہ دارانہ تعصبات پیدا کرنے اور بڑھانے کے لئے لاہور میں اس کے
 ہنجیال دوستوں نے پیدرا کر رکھا ہے اور دوز پیدائش سے حسرت مولائی اور نیر سلطان
 کی روح کے لباس میں ایسے ہی غلط اور دوز کا زنا فنی اور نادانیت کے نتائج نکالنے کیلئے
 دیوانہ ہو رہا ہے، دیوی سروجنی ناٹھ ڈو کا صاحبزادہ جو پھر اسلامی ادبیات و اخلاق کا مطالعہ
 کرنے میں بہت دلچسپی رکھتا تھا، اس نے اس نے یہ شائع کر دیا کہ دیکھا مسلمان ہو گیا، عجیب یہ
 خبر اخباروں میں پھیلی، تو ۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء کو دیوی جی نے اعلان چھاپا کہ میرا لڑکا اسلامی
 ادبیات مطالعہ کرنے کا شوق رکھتا ہے، وہ اُن بے بنیاد و بدنام کرنے والی پاگل دیوانوں کے
 داغ سے نکلی ہوئی، اواز ہوں پر سخت متعجب اور ناراض ہوا،

ایک قدیم روایت | ہمیں ایسے پاگل دیوانوں کے ناقص ذہن کا کل عدم تربیت یافتہ خبر دینا

کے متعلق ایک قدیم روایت یاد آئی، کہ ایک غریب فدا دار مولوی اپنے
 کسی مہندی امیر و دوست کے گھر جہاں ہوا، اُس نے اپنے معزز نمازی دوست کو جب قرآن شریف تلاوت
 کرتے پایا، تو متعجب تھا، جہاں نمازی اپنے ملازم کو حکم دیا کہ ایک چھوٹا سا قالین اور ایک روٹا بٹا
 گنگا سا گر بازار سے فوراً خرید لائے، وہ لایا اور وہیں بارغ میں عزب روید قالین بچھا کر گنگا سا گر
 تازہ جل سے بھر کر مسجد بنا دی گئی، نماز کے وقت نمازی نے اپنے دوست سے کہا کہ مجھے کسی
 مسجد کا پتہ بتا دیجئے، میزبان نے اپنے بارغ کا پتہ جسے دیا، نمازی صاحب وہاں گئے، وضو کے بعد
 نماز پڑھی، فارغ ہونے کے بعد گنگا سا گر دیکھ کر دل میں کہنے لگے، کہ میرا دوست ہمارے بدھنے
 دلوٹا، کی خوبی کا قابل ہے، مسجد بھی بنا رکھی ہے، اغلب ہے کہ اسلام پر بھی ایمان رکھتا ہو؟
 یہی حالت حسرت مولائی وغیرہ کو بھی قیاسات کی ہے

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق کہ رہروانِ رشتہ را بریا کخواست
 ج۔ تیسرا وہم اگر مذہبِ اسلام میں جائز و روا ہو، تو ہمیں اُس کا علم نہیں مگر مذہبِ
 برہمنہ کے متعلق ہم صاف طور پر کہہ دیتے ہیں کہ مسائلِ تصوف اُن کے پاک مذہب کا جزوِ عظم
 ہیں، کیونکہ وہ اُن کے مذہب کی قیود میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ جن سے کوئی آزاد نہیں
 رہ سکتا، حضرت نے آئینِ مذہب کی نسبت یہ سراسر غلط دعویٰ باندھا کہ ”مسائلِ تصوف قید
 مذہب (شریعت) سے آزاد ہیں، ہزار خیال ہئے کہ مشائخ و ہرم اور مذہبِ اسلام پیغمبرِ ان
 ایسے مذہب بیان نہیں فرمائے کہ جیسے حضرت موانی نے سمجھ، دراصل جملہ حکمتِ مذہبی نہ کوئی
 بہان ہی کر سکا نہ کوئی مکمل مفصل سمجھ ہی سکا، اور نہ آئندہ کوئی بیان کر سکے نہ سمجھ سکے، یہ دریا سے
 بے پایاں ہے، جس پر مختلف مذاہب کی کشتیاں چل رہی ہیں، منزلِ مقصود ایک ہے، اسی پر پہنچ
 پہنچا ہے، یہ تشبیہ آریاؤں کے مختلف خردیات کی نسبت خود اُن کے قدیم مقدس کتبوں میں
 دہائی ہے، یہ کتنا برہمن ہی سے سن لیجئے۔“

با خاناتِ میں برہمن کہ در رشتہ عشق بحیثیت قاعدہ رُوحِ اصلِ کار بحیثیت
 اُسی اپیش کا یہ حصہ بیان ہی ان لوگوں کے سننے کے قابل ہے، اس سے زیادہ اور
 کیا صاف ہو گا۔

بانیِ خانہ و میخانہ و بت خانہ بحیثیت خایہ بیاہ دے صاحبِ ہر خانہ کیست
 خدا رسیدہ بزرگِ رجبِ اصلی نمکِ پر نیچے۔

اپنے اپنے مذہب کی سب ہی منادیں ٹیک
 رجبِ نشانہ ایک ہے تیرا اندازِ نیک
 برہمن ایسے خود میں مستصوبوں کو اس طرح سمجھاتے ہیں۔
 زنگھوگئے جہاں لب بہ بہ فارغ باش
 کہ کارِ ماؤد و درِ حل این شمرہ نیست

اپنی خواہشوں اور اپنے معرفت کا پتہ دیتے ہیں سہ
 تمام عمر مرادوں میں لٹک کر عینِ حقیقت کے راصل سے محنت نہ شد تحقیق
 جو با خدا کسی درجہ پر پہنچ گئے ہیں انہیں ہی پتہ نہ لگا برہنہ
 برائے نیافتِ دل نہ چنیں اور نہ بانا براد میں نسیم و بد و بدش مہمانست
 یہ وہ درجہ بنے کہ کھل نہیں ہوتا ہے برہنہ
 نفساں کہ عمر بسر رفت و ما نہ ہمیدیم ز بہت و بود و جہاں مدعا نہ ہمیدیم
 حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام کے مسائل تصوف کسی خاص حد تک آئینِ علم و دیدانت کو
 لئے چلتے ہیں، مگر زور کسی مسلمان کا حق ہے کہ وہ ایسے مسائل کسی ہندی کی تحریر میں دیکھ
 کر بے باکانہ یہ رائے قائم کرے کہ یہ دل سے مسلمان لکھا اور زور کسی طرح کسی ہندی کے لئے
 جائز ہے کہ کسی مسلمان کے ایسے مسائل دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرے کہ وہ ہندی ہے
 برہنہ کے کلام و اشغالِ زندگی کی موجودگی میں ان کے اعتقاد و مذہب کی نسبت
 کسی طرح کا شک و شبہ کرنا کفر ہے اور حقیقت سے اسی قدر دور ہے کہ جس قدر لکھا ہے
 ناپاکی، زور سے غفلت، یا حقیقی اسلام سے بت پرستی برہنہ نے اپنے کلام کے بیسیوں اشعار و
 گفتار میں ایسے مسائل حل کر کے بعد اپنے موکر اعتقادات اور پاک مذہب کا پریشان نشان
 دیا ہے غزلوں کے مقطع خصوصیت کے ساتھ محسوس کے خیال ناقص کی تردید اور ہمارے
 کلام کی تائید میں واقعہ ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی تقویٰ رکھنے میں ذرا محسوس
 جیسے حضرات کیسے برہنہ سہ

ز اعتقاد برہنہ اگر نشانِ نواہست بہ جہتِ مندلی و ز تار و رنگو کا نیست
 آپ کے پاک کلام، سوانحِ زندگی اور انجامِ زندگی کے اعتبار پر بلا حریف تردید کہا
 جاسکتا ہے کہ آپ پختہ خیال سنا سنی تھے، مگر ایسے نہیں کہ جیسے آجکل ہیں، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ
 ہندوؤں کے پریشانِ عہدِ قدیم کی ایک شاندار نشانی تھے، نفرت، تنگدلی، کمزوری، ہندوؤں کی

دل آزاری، خود غرضی، ادیانِ پستی سے آپکے دل و دماغ نکلتے پاک دھواں تھے، اور ایسے جیسا کہ ایک سچے ہندی کو اپنے فرائض مذہبی کے تقاضے پر ہونا چاہئے، وہ اپنے مذہب پر نہایت سختی سے قائم تھے، جیسا کہ ہر شخص کو ہونا چاہئے، اور نگ زہی دربار میں جلوس فرماتے ہوئے بادشاہ بلند لغوہ مائے ہیں کہا جا سکتا ہے کہ نغمہ میں ناقوس بھونکا گیا ہے۔

لازم آمد بر سرِ ماضیت بہت پرستین
موسے گز و دہر آن نقشے کہ دل دلہا نشست
اپنی اسلامی گوارائی و خدمت گزاری کی اس طرح تلافی فرماتے ہیں، اور اپنا دامن مقدس یاس روشن پاک فرماتے ہیں۔

مرا ہستہ رُنا را قُصبتِ خاص است کہ یادگار من از برہمن ہمیں دارم
کیا صاف فرماتے ہیں کہ گو میں نے برہمنوں کے سے کرم نہیں کئے، مگر شکریہ کے اس طوفان میں اپنے مذہب پر قائم رہا، شریعت سے تحریف اپنے اہل مذہب کی پامرداری ہی نتیجہ پیدا کرتی ہے۔
ایسے اسلامی بھائیوں سے ہمارا حق ہے، اور موقع بھی ہے، کہ ہم اپنے معزز اور محترم
ایسے اسلامی بھائیوں سے ہی مخاطب ہوں اور ان سے
بصداد و احترام عرض کریں کہ مذہب ہندی کی شان

اُس کے ادنیٰ ارکان میں دیکھ کر یہ رائے کبھی قائم نہ کریں کہ قدیم آیین مذہب الیا ذلیل و خوار ہے وہ ان ہندیوں کے بھی اس خیال سے آشنا ہوں کہ جو ایک نادان مسلمان کی نادانی اور برہمنوں کے انحال دیکھ کر مذہب اسلام کو تمہم کرتے ہیں۔

برہمن کی مذہبی صداقت ہی
محبت، عزت، 'واحدی' صداقت، 'دفاواری' بھائی
آزاد خیالی، خوش بیانی اور مذہبی پامرداری وغیرہ
وغیرہ 'اوصاف پاکدامنی اور صاف باطنی کے ثمرات
ہیں، ان کی ذات گرامی میں یہ دو اعلیٰ صفات
اس لئے موجو د ہیں کہ انہیں رموزِ الہی پر کمال عبور ہو گیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ کا

دیوان الہ کا سب سے بڑا حصہ ہے، یہی اعلیٰ صفات تھیں کہ جو انہیں معمولی مدارج زندگی سے اٹھا کر اُس منزلِ ہستی پر لے گئیں، کہ جن سے ایک تہری شیر بھی اٹھ ملے، غور و آرا سے آئے، جلا و کرا، ظلمِ نیام سے سنبھالتے الفاظِ ناملائم زبان سے نکالتے خوف کھاتے، جو ہستی اس معراجِ کمال پر پہنچ جاتی ہے، ہر مذہب و ملت کا ہر انسان اُس کی قدر و توقیر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا ہر فعل بنی نوع انسان کی ہمدردی کا کام کرتا ہے، اُس کا ہر کام دل آزاری سے پاک ہوتا ہے، اُس کی زبان عملی طور پر گنگا جل سے دھلی ہوتی ہے، پاک و مقدس الہامی کتب کے حقیقی رنگ سے اُس کا دل و دماغ ایسا رنگا جاتا ہے کہ پھر کوئی آرمے صائد اپنا اثر جمانہیں سکتا، اس رُتبہ کا وہ خود اشارہ فرماتے ہیں :-

شد قاعدہ دان ادبر مہمن ایں رُتبہ نہ انم از کجا یافت

راستے را بیان نے ہی دل و دماغ پایا تھا، تعلیم و مذہب نے رنگ و روغن چڑھا کر چمکا یا تھا، پھر ان کی شہرت ہندوؤں کی سبھاؤں نے نکل کر علمی و ادبی مہاروں اور محفلوں میں کیوں نہ پہنچی، کیوں کوئی ہندی انہیں ہندی نہ سمجھتا، اور مسلمان، مسلمان، اس دنیا سے دُور نگاہی میں شاہ و دو جہاں کے بنہ گاہن خاص و دو طرح کے پاسے جاتے ہیں :-

الف :- وہ ہیں کہ جو دنیا ترک کر کے پریشور کے بچن و بندگی میں گر پڑ جاتے

ہیں :-

ب :- وہ ہیں کہ جو علاقہٴ دُنیا سے ترکِ تعلق کر کے اُس میں رہتے، اُس سے مُٹلت اٹھاتے، دوسروں کی زندگی سدا رتے، اپنے فرائضِ منصبی ایما نذاری سے انجام دیتے، خلیفہ خدا کی ہدایت کرتے ہوئے جھگڑان کے دھیان میں گن ہو جاتے،

راستے را بیان جہاں ادر جس طرح بیٹھے ہیں، اُس مقام و حالت کا خود پتہ دیتے ہیں :-

مقام عشق بلند است بہمن از شوق براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

تصویرِ برہمن درجہاں باش دکن درجہاں فارغ باش دہر کہ فارغ ز جہانت جہانے با دست
اس طریقہ تقسیم کی روش سے اسے زبان بدواری، انی، تعصب قومی، منافقت، شاہجہاں

کے دیران خانہ میں جٹیو پیٹے، صندل کا ٹھک ماسٹے پر لگائے، اونی و سٹینیہ دیبا و طلس کا لباس سجائے
سنبھ و قاقم کے فرش پر بیٹھے، شب و روز شاہ و درجہاں، شاہجہاں کی خدمت کرتے نظر آتے
ہیں، ہندی، مسلمان، یہودی اور عیسائی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے اشخاص آپ کے گرد و آویں
ادب نہ کر کے فیض اُٹھا رہے ہیں، وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں، اور سب ہی کو برابر سمجھتے
ہیں، اور انہیں بھی ایک سبق پڑھاتے ہیں۔

اسے برہمن آستنا ہست، از وزیر ازل در حقیقت بیکس از یک کو بجائے نہ نیست

تصویرِ برہمن وہ ہر وقت مسلمانوں میں رہتے، اُن پر حکومت کرتے، اپنے سے اوسے
اسلامی ارکان کے محکوم ہوتے ہوئے، جب دل میں آتا ہے، اپنے مذہبی

مافوس سجاتے، گھنٹے گھریاں کھڑکاتے، اُس سربا پا اسلامی مجمع میں اپنے مذہب کی فضیلت کے گیت
گاتے، بلند آہنگی کے ساتھ رام رام کرتے نظر آتے ہیں، اور وہ یہ مقدس کے عرف سے ہولی کہیلے
اور بے تکلف سب پر چھڑکتے پاتے جاتے ہیں، اس ولا دیز و حضاری سے نہ فقط نزدیک و دور
کے ہندی خوش ہوتے ہیں، بلکہ ادنیٰ اسے اعلیٰ مسلمان محفوظ ہوتا ہے، آپ کی مریخاں مریخ مصلحت
اور سب عمل طبیعت نے بن عبود کے مسلمان تاجداران دعوام سے اپنی تعظیم کرائی، اور سب تو یہ ہے
کہ حق شناس اسلامی برادران ادنیٰ نے متعصبوں اور ظالموں کے ہاتھوں سے ان کی جان
بارا بجائی، ان کی زبان قلم کی گنگاسی، دانی و غارتی، اصطہانی تھی، جو قلوب پر ایسا کاری ہوئے
دار لگائی تھی کہ ہلوک بھی اُس لطف سے لذت آتھا ہوتا تھا،

یہ فقط فیض روحانیت تھا، کیونکہ اُن پر حقائق و معارف کے دروازے اپنے دیوان
خانے کی طرح ہر وقت کھلے رہتے تھے، سب درباریوں کے دل و دماغ اُن کے اس اثر و تاب
کے مطیع و فرمانبردار تھے، کہ جس سے وہ خود متاثر ہو رہے تھے، اپنی دربار و مذہب کی کیفیت کا خود غافل

کھینچتے ہیں۔

گردنہ گردن برہمن از شرق قدسیاں گویا سخن ز عالم بالا نوشتہ است

تیغ ہندی صنایع غمزہ خور ز بس است

تیر مژگان جفا جو گو نیز بس است

برہمن برہمن کے گھر پر پاموئے

سب مذہب اُسے اچھک سبھا

دنیا میں ایسے بے نقد اور مجبور و معذور افراد ہیں
 کہ جو اپنے ایمان کو دس درجہ سے ترک نہیں کرتے
 کہ وہ پیدائشی ہئے 'عالم' کو دیگر مذاہب کی غریبوں
 کے اصرام ان کے خانہ دل میں آباد ہیں ہر وقت

پرستش کے جاتے ہیں مگر برہمن نے بدعتیں و تدقیق مذہب برہمنہ (ہندی) ہی ایسا مذہب سبھا
 کہ جو نجات و بندہ ہو، وہ کسی ایسی معذوری و مجبوری سے اس دہرم پر قائم نہیں رہے، بلکہ
 اُس کی برتری و فضیلت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اُسی دہرم پر قائم رہیں، جس میں کہ شری پر مہاجی
 نے انہیں پیدا کیا، ان کی فضیلت انتخاب سینے کے قابل بنے۔

اُن نقطہ کو خاں نام وارد اور دے تو انتخاب کر دیم

راے صاحب جملہ مذاہب کو بت بنا کر اور ان کا تصور جہاں اُس کے خط و خال بدل و
 فرقہ جات قرار دے کر اُس کا خال اپنے سے پسند فرماتے ہیں، یعنی جسے دیگر برا سمجھتے ہیں، اُس کی
 دستیابی پر ناز کرتے ہیں، راے راہبان کے عقائد کا محض ان اشعار ہی میں ثبوت نہیں ملتا، بلکہ
 ان کا دہرم ہے کہ جہاں وہ مرقہ دیکھیں، اپنی مذہبی نفسیات پر ناز کریں، یہ ناز ذاتی قابلِ نمانہ ہے
 اور جہاں بھی پونکہ وہ اُسی راستہ سے مقبول بارگاہِ بکر یا ہو چکے تھے، اس سے دوسرے مذاہب
 کے ذریعہ نجات پر قطعاً ایمان نہ رکھتے تھے، اور صحیح راستہ یہی سمجھتے تھے، وہ سن لیجئے۔

”اگر کوئی کشیدیم برہمن ز جہاں عشق

مارا دگر بہ پیر مغناں اعلیٰ ج نیست

اور ایک بچہ نہیں بار بار اعلان فرماتے ہیں کہ

چندین بجوش تو ہرگز اثر نہ کرو صد گوش بر ترانہ دلگیر نشستہ

برہنہ روضہٴ بکوشی طے شدہ ہیں چہ شور و شیت کہ در قافلہٴ مذافتہ اند
دیگر مذاہب کا جوش و خروش

برہنہ غضب کا کچھ خاص بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو

میرے مسافر ہیں، یعنی میرے سمعہ میں، "مومن مومن"

اور برہنہ کا کامیاب مسافر

"کافر کافر" کہہ کر شور مچا رہے تھے، لیکن ایک میں تھا کہ دل ہی دل میں "رام رام"

چپتا، انہیں پیچھے چھوڑ کر منزل مقصود پر جا پہنچا، اسی طرح سے دنیا کے سب مذاہب کے لوگوں

کو ایسی ذمہ داری توڑ میں میں چھوڑ کر خالقِ مطلق کی بندگی میں مصروف ہو جانا چاہئے یہی اصل نینداری

برہنہ کے کام دکھام اور مصروفیتِ زندگی سے پایا جاتا ہے، کہ ان کا جہم غمری اُن ہی

عناصر سے بنایا گیا تھا کہ جو سری کرشن جی ہمارا ج نے سری گیتا جی کی پاک مٹی میں ملایا

تھا، اور وہی روح اُس زبان میں بولتی تھی کہ جو ریشی باللیک گوسائیں تھیں اس کے

قابلوں میں علمِ الہیات کے گیت گانچے تھے، فرق صرف اس قدر ہے کہ ان کی زبان سنسکرت

و سمجھا سکتی، ان کی فارسی، اور اُس وقت ضرورت بھی اسی کی تھی،

ترانہٴ دلِ سنگین، ہر چہ زبانوں کے من مقابل آں جانِ آسین، ارم

گو برہنہ اپنے مسلک پر سرگرمی سے قائم تھے، کوئی جوش یا

خاص سرگرمی جو لوہا زنہ انسانی ہے، انہیں کبھی بھی مجبور نہ

صدق ایمان اور

جاننازی کی داستان

کرتی تھی، کہ دل آزاری کا ایک لفظ بھی اُن کی زبان و قلم سے ادا ہو، آپ اُن کی قصا نیف

پڑھ جائے خواہ آپ کسی مذہب کے شائق ہوں، مگر آپ کو برہنہ کے کلام کا ایک لفظ بھی

شانہ نہ گزرے گا، یہ آپ کے کلام کا خاص وصفِ امتیازی ہے، جو صد یوں کے بعد کسی کے حصہ میں

آتا ہے، ہر مذہب کے تشریفاء اور صلح کل اصحاب کی تحریریں ہماری غفر سے گزریں مگر ہم کسی تحریر

کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس میں قومی دل آزاری کا کوئی لفظ نہ تھا،

مگر آپ کا دن رات ایسے حالات اور واقعات سے واسطہ پڑتا تھا جس سے آپ کی طبیعت متین بارہا متغیر ہوتی، ہم یہ واقعات لکھے بغیر نہیں رہ سکتے، کہ اُسے کسی طور سے بھی قلم انداز نہیں کیا، اس لئے یہ درج کیے جاتے ہیں، یہ واقعات پڑھتے جاتے کسے بعد اُسے ایان کے صدقِ ایمان اور اُس کی حفاظت کیلئے جانباری کا جذبہ ذہب بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

لطیفہ کرامت اکھائے کج شاہجہان نے (اپنے جلوس کے چھٹے سال) سپہ سالار کاشی جی کے بڑے بڑے مقدس و پراچین ۷۷۱ مناد و معابد سمارا کر

اپنی دلداری کا ثبوت دیا، اور کوئی مندر باقی نہ چھوڑا تو مندر و شونا تھ جی بھی منہدم کر دیا گیا، جس کی نسبت روایت ہے کہ مورتی بھور کھلج دیکھ کر مندر سے اڑ کر چاہ میں غائب ہو گئی، اور اُس کی جگہ مسجد تیار ہو کر عرضداشت پیش ہوئی، اُس وقت شاہجہان دارالانشا دہلی خانہ کے دفتر میں عرضداشت لکھ کر لکھا، اور رائے صاحب کسی مسودہ کی تحریر میں معدون تھے، شاہجہان نے انہیں واقعہ مسامری و تیاری طر اُسٹا کر اپنی خدمت قوی اور دین اسلام کی بزرگی کی آپ سے داد چاہی، آپ نے مسودہ چھوڑ کر اُسی عرضداشت کی پشت پر فی البدیہہ لکھ کر شاہجہان کے آگے دی، عرضداشت پیش کر دی۔

ہر بی کرامت بت خانہ مرا سے شیخ
کہ چوں خراب شد حرف نہ خدا گرو

اس دل آویز طرزِ بیان میں جو اثر ہے اُسے مذہب اسلام کی ایسی تبلیغی جماعت نے لکھی، ایک فراموش نہیں کر سکتی، مگر اس سخت اشتعال پر بھی جس کا انجام مخیر جلا دی لوک پڑھتا، رائے صاحب کی طبیعت حذا داد نے ایسا اثر مسیحائی دکھایا، کہ اُن کی حاضر جوابی سے اسلامی بار بھی پھٹک اُٹھا۔

۱۔ اس مقدس مندر کی کرامت مشہور تھی کہ ہزاری ایک شفا پاتے تھے، اُسے اولاد صاحب، اولاد ہر جاتے تھے، تقدیر میں
۲۔ غلام حسین خان مصنف، یہ القادری شاہجہان کے چھٹے جلوس کے واقعات میں تائید لکھتا ہے۔
"ہمدیں سال مباد و شش جہانہ دربار منہدم گردانیدہ"

صاحب تقدیس المٹا در یہ واقعہ اور نگ زیب کی دینداری سے منسوب کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ:-

”منشی چندربھان برہمن نے ایک روز نکال کر دکھایا جس کی شرح یہ ہے کہ میکہ حیدر آباد سے کوس میں ہمارا راجہ کے راجہ کے پاس ایک مشہور و عالیشان جلیوں کا مندر تھا کہ جو ہر دو برس سے اپنی تقدیس سلجھانے علاقہ پر مذہبی حکومت رکھتا تھا احیاء اور نگ زیب نے حیدر آباد کے علاقہ کے تمام مندروں سے گرا دیئے تو حکم دیا کہ یہ روز اس قلعہ کی شکل میں تبدیل کیا جا کر مندر مسجد بنادیں، چنانچہ عرب خان اس دینی خدمت پر مامور کیا گیا، جس نے یہ مندر ہمارا گرا کر بہت جلد مسجد تعمیر کرائی اور اس پر ذیل کا کتبہ لگوا یا گیا ہے

ور آں وقتیکہ مسجد ساخت مسودہ زہجرت یک الف ہفتاد و یک بود
گرمی سیدے یعنی عرب خان کہ از اسلام تخریش دین میسرود
زیج انگشت فائز بجایش بنا فرمود مسجد را خودش زود

اس سے آگے وہی واقعات مذکور ہیں کہ چوٹشی سعید احمد وغیرہ نے اور نگ زیب سے منسوب کیے ہیں، اسلامی مورخین مشہور واقعہ اور نگ زیب کی ذات سے مشہور کرتے ہیں، ہمیں اس بحث میں بڑھ کر کسی خاص اسلامی تاجدار کو متہم و بدنام کرنے کی ضرورت نہیں، احتیاج

۱۔ بعض رسم کفار و بد مذہبیوں کہ اگر کس راجہ داد ہاڑ شہر بردار و دتھانہ را سمار لودہ مساجد بنایا و گندڑیلے تخریش فرمایا
۲۔ بزرگ سلطان احمد کی طبیعت یہ حقیقی واقعہ اپنے قلم سے کہ جو کچھ کہتی تھی، مگر محض افسوس ہے کہ حسرت ہو جاتی ہے کہ سے محقق بزرگ نابھ کی جان، نزاکت و لطافت کا بیان اور غرض قدرت خیال بھی ان سے حق و واقعہ نگاری اور ادا کرانے سے قاصر ہے، مگر آفرین ہے، انجمن ترقی اردو پر کہ جنہوں نے یہ واقعہ منشی محمد سعید احمد ہارہدی سے رائے ہند میں لکھوایا، مزید اضافہ یہ واقعہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

”برہمن نے مندر راجہ بالاسر نمودوں گرسے اور نگ زیب کو شرمندہ کر دیا، عالمگیر پر اس جہم کے جس قدر الزام لکھے گئے جائیں وہ اس پر بخوبی تصحب جاتے ہیں“

یہ راجہ صاحب کی اس متقدیر حقیقت کا ظاہر ٹھہرتا ہے، اگرچہ کتبہ موجود ہے اور مندر کی جگہ مسجد گھڑی ہے، تو ایسی مادی شہادت نے مقابلہ میں ”الزام لکھنا“ کا استعمال ہماری سمجھ سے باہر ہے، ”ہذا میرا صاحب مجھ کو سمجھ دے“

ضرورت ہے رائے رایان کی جرأت و دلیری، غیرت و حمیت مذہبی اور قوت خیال و رسائی
 ہمیں کے بیان کی اور یہ مقصد دونوں صورتوں سے یکساں پیدا ہوتا ہے، اور اس بدعت کی تاریخ
 رائے رایان کے ترکِ ملازمت سے قبل کی ہے۔

برہمن اور ان کا مسئلہ تناسخ حضرت جسرت اور دیگر ایسے ہی غلط بنیاد حضرات نے
 برہمن کو اسلامی خیالات رکھنے کا الزام دیا ہے جس کی
 کافی تردید ہو چکی کیا بہتر ہو تا کہ ایسے اسلامی مؤرخین دیکھنے والے حضرات برہمن کا ثبوت تناسخ بھی دیکھتے،
 شاید تنگ خیالی اور سختی پروری نے اس تحقیق حق سے باز رکھا ہو اگر ہمیں ان کی خاطر عزیز
 ہے اس لئے فیض میں برہمن کی تقریر سنئے۔

رباعی

من کیستم از رو دراز آمدہ ام در عین حقیقت بجز آمدہ ام
 از یکہ عشق دریں دیر کہن صد بار بدن فتنہ و باز آمدہ ام

برہمن اور زنا رائے رایان نے تشبیہات اور استعارات فقرات اور محاورات میں جگہ
 بجگہ زنا کا اس لطافت اور خوبی سے بیان کیا ہے کہ وہ ان کے کلام کا ایک کج مزین گیا ہے
 اور اس کے ساتھ مٹو کا استعمال ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے یہ نکتہ ہر ایک شخص کے سمجھ میں
 نہیں آ سکتا اسے وہی اصحاب سمجھ سکتے ہیں کہ جو ہندی علم الہیات کے عامل ہیں، ان کا عقیدہ ہے
 کہ جو روحانی ہستیاں ذات باری سے بولیں ہو جاتی ہیں انھیں روم روم میں رام بسا ہوتا ہے اس لئے
 زنا دارومیں مناسبت خاص ہے ایسے اشعار میں اسی عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے

برہمن ضرور کشمیری برہمن تھے جب ہم نے رائے رایان کی قابلیت علمی و فنی
 درست اعتقادی اور پامردی مذہب کے تاریخی حالات
 پڑھے ہمارے ذہن نے ہمیں سمجھایا کہ برہمن ضرور کشمیری برہمن ہوں گے، چچ پستان کشمیر

سے پتہ چلا کہ وہاں اُن کا اصلی گھڑا کشمیر یا گیا، اگر کشمیر کے نہ ہوتے تو اُن کا نام اِس تذکرہ میں نہ ہوتا۔

جو قومی مصائب و آفات وہاں کے اصلی باشندوں پر فاحشانِ جدید کے ہاتھوں جائز و روا رکھی گئیں، اور اِس بے فیئر قومی ظلم میں اِس قوم کی بربادی خطہ کشمیر سے کی گئی، فرشتہ شہادت سے اپنا ہیلو بچانے ہوئے تھریٹ کرتا ہے۔

”وزیرِ سکندر شاہ بہن شمس در مدت چہار سال وزارتِ فوئش الارض ظلم بردہایا کردہ، بہ سزورِ آناں

سکندر شاہ اقسامِ جور و جفا بہند و واں رسانیدہ و ... قوم برہمن ہر کہ مسلمان نشد، بقتل آدرہ

و چنانچہ در اندک مدت از آن طائفہ و کشمیر نشائے نمائند یا مسلمان شدند، یا از دلائی بہ رفقند“

یہ ذکر علی شاہ سلطان کا ہے، سکندر شاہ اُس کے باپ کے کارنامے ملاحظہ ہوں۔

”سلطان حکم فرمود کہ تمام برہمنان و دانیانِ ہندو مسلمان شوند و ہر کس کہ مسلمان نہ شود، از کشمیر بہر

رود و قشتہ بر پیشانی بخشد، و ناں را ہمراہ شوہر فرمودند، اندک و تباہی طلا و نقرہ را در دار الفرب کرد“

”رسلوک سازند، از ہیبت بہت محنت بسیار بہند و یاں آں ولایت کہ اکثر برہمنان بودند رسید، بسیار لے

برہمنان کہ مسلمان فی دشوار میداشتند و کجا شہر وطن از اں دشوار بود و خود را بختند و بیعنے دیکر بھائے وطن

کردہ، بولایت دیکر رفتند“

غرضیکہ اِس سخت ظالمانہ دار و گیر اور مذہبی تعصب میں جسے فرشتہ ماستعصب بھی بیان کرتے

ہوئے، لڑہ بر اندام ہے، تمام برہمن کیا تو قتل کئے گئے، یا مسلمان بنائے گئے، یا بچتے اعتقادِ غوکشی کر گئے،

اور دیکر دلائیوتوں میں آکر پناہ گزین ہوئے، اسی سلسلہ میں ہندوستان بھوکے تمام کشمیری ہندوستان

کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں،

پس رائے ریاں کے بزرگ اُسی سولہویں صدی میں کشمیر سے ترکِ وطن کئے، پھرتے پھرتے

پچھے سہاتے آکر، میں پناہ گزین ہوئے اور وہاں سے لاہور سکونت گزین ہوئے، ان کے کشمیری پوتے

کاساواں بڑا ثبوت آپ کا نام ہے، چنڈر بھان، سورج بھان، برج بھان، اندر بھان، اود بھان

رائے بھان، بیہجان، دیو بھان وغیرہ کشمیریوں کے نام ہوتے ہیں، انھوں نے ثبوتِ عرف ہے، اس کے پیشے مطلق نہیں رہتا، کہ وہ کشمیری نہ تھے، کیونکہ جہاں کوں، رینہ، کچلو، شرغا، سبھی رازدان، لٹو، زبواور ہندو وغیرہ عرف ہیں، وہاں ”بھان“ بھی ایک عرف ہے،

پس یہ کہا جاسکتا ہے، کہ دراصل آپ کشمیری پنڈت تھے، اور جب حکومتِ مغلیہ میں کامیاب ہوئے، اس وقت آپ کا وطن لاہور تھا، جیسا کہ وطن کی سرحد میں درج کیا گیا، مگر اس پر بھی بعض اصحاب انہیں اکبر آبادی کا سمجھتے ہیں، ہم نے ان کی تصانیف میں سے جہاں ان کے وطن کے متعلق ذکر آیا ہے، اسی لئے اس کا انتخاب کیا ہے، کہ آپ کے وطن کے متعلق قطعی فیصلہ ہو جائے، اطمینان فرمائیے

برجِ الٰہی میں زریں پائے ہیں۔

”وقتِ خانہ ایں مورِ ضعیف کہ مصنف ایں لٹو بدلوامت در میں لاہور اٹھرا واقعہ است“

واپسی کشمیر کے سلسلہ میں نشان فرماتے ہیں۔

”از حدیثِ زواب علامۃ العصر الدوران افضل خان رخصتِ وطن حاصل نمزدہ، از حفظِ دلپذیر فرزند آئیں جنتِ نیک کشمیر شہر بہت آساس لاہور گردید“

آپ آگرہ سے لاہور آتے ہیں، اور بھائی کو لکھتے ہیں۔

ایں نیازمند از خدمتِ علامۃ العصر الدوران افضل خان رخصتِ وطن گرفتہ، از دارالخلافت

اکبر آباد دروازہ دار السلطنت لاہور شد“

آپ کی یہ تحریر آپ کے وطن آگرہ اور لاہور کا اچھی طرح مفصلہ کرتی ہے،

رائے رایان کا کیا مسلک تھا؟ خود بیان فرماتے ہیں۔

مسلکِ رائے رایان

”ہرگز نہ سرشتِ طہیث ایں خیر اندیش آں باشد کہ طریقِ سلوک و مدار او

محبتِ بابائے نادیک نہ یک طرفہ داری دارد“ ایں مخلص بے ریا را باہر کس و ہمہ جہاں حالت است“

تسلیمِ عدمِ تبدلِ مذہب
ہمیں وزنوں، ایکے دانستیم
بیکار نہ آشنائیکے دانستیم
سلمانِ ہندی

تبدیلِ مذہب کے متعلق ہر طرح کی تبلیغ مذہبی غارت گری ہے، اس عام متباہی کا علاج
 رائے راہبان کے نسخہ میں موجود ہے، نسخہ مندرجہ صدر اکبر اعظم ہے، واقعی جو انسان دیندار
 حقیقی کے مصحفِ رُخ سے شرفیاب ہونا چاہتا ہے اُس کے لئے مذہبی الجھنوں میں پڑ کر تیر تھکا یا ترا
 یا طوائف کچھ کرتے رہنا ہی بس نہیں، بلکہ اُس کی منزل مقصود اڈ ہے، جس نے ہر اڑ سمجھ لیا،
 اُسے مذہبی ہرزہ سرائی سے کوئی واسطہ نہیں، پھر اُس کا پتہ کوئی کیا لگائے گا، وہ تو خود
 بے پتہ ہو جاتا ہے۔

اُن را کہ غیر نشد خبرش با مذہب

رائے صاحب فصیح و بلیغ الفاظ میں بار بار تبلیغ فرماتے ہیں، کہ اسے نار ان لوگوں پر نقش
 ہوتا ہے دل پر نقاشِ مطلق نے نقش کر دیا، اُسے تازہ رکھو، محو ہونے نہ دو، تبدیلِ مذہب سے
 خدا نہیں ملتا، شرع ملاحظہ ہو۔

لازم آمد بر سرِ مہذمت نسبت برہمن
 محو کے گرد و ہر آن نقش کہ در دہلہ نشست
 دوسرا وعظِ اسچ زیادہ واضح الفاظ میں ہے، عدمِ ضرورتِ تبدیلِ مذہب کا فلسفہ آپ
 اُس وقت بیان فرماتے ہیں، جب کہ آپ کو تبدیلِ مذہب کی دعوت دیکھی تھی۔
 ما جرمہ کش شیدم برہمن ز جہانِ مشق
 مارا دگر بہ سپرِ مغانِ احتیاجِ نیت
 آپ شاہجہان اور اورنگزیب کے رنگ رنگ کے ہر دو بیچ رہے تھے، کبھی تو کوئی
 ہندی نادِ اقلیت مذہب سے مسلمان ہوتا، کہیں عورت پر اُس کے مذہب سے نکاح پڑتا، کہیں
 روپیہ کے لالچ سے اور کہیں تلوار سے قتل ہوتا، نظر آتا تھا، مگر اُنہیں ایسا کوئی ہندی نظر نہ آیا
 جو اپنے مذہب سے واقفیت نہ رکھتا ہو، مذہبِ اسلام قبول کرنے میں اپنی نجات سمجھتا ہو،
 جو گراہ نظر آئے، طہرِ طرح کے نادان پائے، ضروری تھا، کہ ایسے کمزور دین فروش
 صبر دار کئے جائیں، اور آریہ دہرم کی فضیلت اُن کے قلوب پر نقش کی جائے۔
 نے روم بسوئے دیر، گر از رہِ شوق
 مرا برہمن ز نادر دار شد باعث

برہمن کو برہمن ہونے کی وجہ سے کافر کہا جاتا تھا

برہمن ازہتہ من ہر وہتہ رواجہتہ یو ورنہ منہش کو شاد ایمان شا
 عہود مذکور میں اکثر ناواقف یا مستصحب انہیں کافر قرار دیتے ہیں

اور ہندوؤں کو بالعموم کہا بھی جاتا تھا، اور ہر طرح کے مذہبی قراض کئے جاتے تھے، پرنتاؤں کے کاغذی تھوڑے مضحکہ آزار ہے تھے، مگر وہ خود مہیشاپنے مذہب پر قائم رہتے، اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش فرماتے تھے، علانیہ اپنے مذہب پر فخر کرتے تھے، اور ہر شاد و آباد نظر آتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہمیں ہماری ثبوت پر عجب ہے، تم اپنے کھڑے ہو، ہم اپنے گھر آئے، مذہب برہمن کو کفر سے کیا نسبت؟ اس نے تم کو مجھے کافر کہتے ہو مجھے سخت غم و غصہ پیدا ہوتا ہے

مہیش نہیں نسبت چاہتے باشد مہیش قدر کر زمین بیچ و کتاب سے آید وہ بتاؤ مذہب کے متعلق کہ جو ان عہود کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، اپنے غلاب دل میں خیال لانا، تو درکنار صاف طور پر مذمت کرتے ہیں، اور نہایت بے باکی سے فرماتے ہیں، کہ جو اپنے مذہب سے شناسا نہیں، وہ دوسرے مذاہب کے عقاید قبول کرنا ہے، مگر جو دل و دماغ جام عشق کے نشہ سے غمزدہ ہو، اُسے کسی دیگر مذہب کے ہادی کی ضرورت نہیں، رائے رایان نے ہر وہ مذہب کے ضعیف اعتقادات کو دور کرنے اور ہر ہر کو صحیح راستہ پر لانے کی ایک ایسی سعی موفور فرمائی ہے، کہ جس کی داد سالکانِ باہوشیت ہی دے سکتے ہیں، اس راہ کی راہبری حسب ذیل اعتبار کریں گے

فروغ سیزہ نہار یک فاطمہ آن طلب کہ غافلند ذرا حقیقت اہل مجاز
 خوش آن گروہ کہ حم کردہ قامت دل را بسرے قبل ابروئے آؤ کفند ساز

برہمن ازہتہ من ہر وہتہ رواجہتہ یو ورنہ منہش کو شاد ایمان شا
 عہود مذکور میں اکثر ناواقف یا مستصحب انہیں کافر قرار دیتے ہیں
 اور وہ محض اس لئے کہ ہندی مسلمان ہونا چھوڑ دیں، نہ کہ انہیں ہندی بنائیں، طرز بیان اور طریق

تفہیم ایک آئینہ ہے، دوسرا کون ہے کہ جو ایسا جلوہ کھائے، اور ایک دنیا مزہ پاسے کچھ سنوا دیکھو۔
 نگار من زانستفائے بنید بسوئے کس کہ روئے خویش را نیندے بند روئے کس
 مذہبی توہین درجہ عزت تک پہنچ چکی تھی، اور انہیں بھی دیوانہ بنا یا جا رہا تھا، مگر یہ اس عالم
 میں ایسے مست تھے کہ دوسروں کو دیوانہ سمجھتے تھے، برہنہ سے ننگے گارے سننے بہ۔

مرا بختال و خطا و خیال سودا نیست کہ من معاملہ باز لطف پر شکن دارم
 رائے را بیان کے کام کے عاشق آجکل کے نوجوان یہ شعر عاشقانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش
 کریں گے، لیکن اس کا اصلی صنعت استخدام کو سمجھنے والے شناخت کر لیں گے، ایک اور سن
 لیجئے، مذہب برہنہ کس شان مذہب الہی بیان کیا گیا ہے، 'نجان اللہ'
 کا فرم کر سروسے بتفادت گوئم رشتہ رُلف تو بار شستہ زنا رو کجیت

جب تک انسان انسانی زندگی میں غلطیاں و پچاپاں رہتا ہے، اپنے اپنے مذہبی عقائد پر بحث و
 منکوار کرتا رہتا ہے، اور اس حمایت دین میں کہیں تو وہ دیا کا رتابت ہوتا ہے، اور کہیں خود غرار
 مصلحیہ جس قدر انسانی شیطنیتیں ہیں، اُس کی ذات سے اُن کا ظہور ہوتا رہتا ہے، مگر انسان
 جب روحانی منازل میں داخل ہوتا ہے، تو اُس کی پہلی ہی منزل میں یہ اسباب شرارت اُس سے
 چھین لئے جاتے ہیں،

پھر وہ انسان جس مذہب میں ہوتا ہے، روحانی نزقیات کرتا کرتا سب کو اپنا بھائی سمجھنے
 لگ جاتا ہے، اُس کی نظر میں ایک کافرو ہی منزلت رکھتا ہے، کہ جیسا ایک دین دار بھائی اپنے
 حقیقی بھائی کی نظر میں، وہ نہ لیچ کہنے سے عفو کرتا ہے، نہ کافر لقب ملنے پر چڑتا ہے، برہنہ
 سمجھاتے ہیں۔

از ہر کہ بشنوی سخن تلخ گوشش کُن بیہودہ آبرد ز پے گفتگو مرز
 وصل روحانی کے لئے ایسے اختلافات میں پڑنا تاریک راستہ کا سفر ہے، جب خدا ایک
 ہے، تو اُس کے پاس پہنچنے کا راستہ بھی ایک ہی ہے، اور وہ راستہ روحانی ہے، برہنہ نے یہ

اختلاف کس نزاکت سے ڈور کیا ہے

باختلاف ہیں برہمن کہ درو عشق یکجیت قاعدہ راہ وصل یا یکجیت

سب انسان آدم کی اولاد ہیں، اس لئے ازلی برادر پھر ہندی و مسلمان کی تمیز کسی اور غریزی کیوں؟ اپنی اہلیت پر غور کرنے کے بعد فلسفہ پیدائش دُنیا یہ سب اختلافات و منادات دور

کر دیتا ہے، برہمن ایسے مدعیانِ دین کو سمجھاتے ہیں

لے برہمن آشنا ہندو از روزِ ازل و حقیقت چکس از یکدگر بگیا نہ نیست

ہند میں اہل اسلام نے اگر اُس کے بعض ارکان نے مذہبی تعزین کی بنا پر خدا کی بھی تقسیم کر دی اور اسی بنا پر ہندی ہونا بھی جرم قرار دیا گیا یہ تو ہی شر و منہاس کا مُہمبھتھا اور روختا وحدت وجود کا دشمن، برہمن کی تمام عمر ایسی طوفان میں گزری وہ ایسے لوگوں سے پوچھتا ہے، اذراستے۔

گدشت عمر دریں سرگرمی نہ دانستم کہ جرم کفر کدام است و صواب یا مہمبت

اور نگ ز پی متقین کو سمجھاتے ہیں

ایجا نہ بود کشمکش سحر و زنا و عشق تو گدشتن ز سر نہ مہمبت دینے

اس تعزین و تکرار کے مدعیان کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ شیطانی افعال کے مرتکب ہوتے

ہیں، یا انسانی اعمال کے

یہ کل مضمون پڑھ لینے کے بعد برہمن کے مذہب کے متعلق حسرت جیسے حضرات کا کمال اطمینان

ہو جائے گا

ہندی اپنے مظالم کے
خود و مہوار میں

جن ہندیوں نے اسلامی جوہر سے صبر و برداشت کو خیر باد کہہ دیا تھا وہ اپنے اعمال و افعال کی پاداش میں ہر قسم کی مردہ آؤش اٹھانے کے لئے خود ذمہ دار ہیں تعصب کا الزام نکالنا

شاہانِ دار کاں اسلام کو مظلوم کیا، اور اسلامی حکومت مفت میں بدنام کی

فرقہ دارانہ تعصب کی بربادی کے
مُبتلغانِ دین ہی ذمہ دار و جوابدہ ہیں

پہنبروں نے آسائشِ خلق کیلئے مذہب بنائے نہ
سے خود غرضوں نے فرستے بندی کی اور فرقوں
تلقین پھیلیں جب ایک چھوٹا تقسیم ہو گئے اور
اپنے اپنے بہروں کے زیرِ تصرف آگئے تو خیالات عقاید حالات اور تقسیم میں بھی زمین و آسمان کا فرق
پڑ گیا، دوئی پھیلی، بھائی کا بھائی دشمن ہو گیا، بحث و محاور کی ذبت آئی، اور غوریزی کے ثنائے جنگ
پھونکے گئے۔

جس زمانہ سے برہنہ گذر رہے تھے، اُس وقت اکبر اعظم کے "اللہ اکبر" کا رٹہ پڑھا جا چکا تھا،
شیعہ ادرسیوں میں گالی گلوچ سے گزر کر رہا تھا، پانی اور جلادی کی تلوار چل رہی تھی، حضرت محبتِ د
الف ثنائی سے بزرگ کو قلعہ گوالیار کی اسی ہماہمی سے میر کرنا پڑی، اسی طرح سے اسلامی فرقوں
میں ایک دوسرے کی جان کا طوا ان نظر آیا، مجددوں اور محققوں کی تفسیریں اور تعبیریں ایک کو دوسرے
سے جدا کرنے میں بیخ و بوم سے زیادہ کام کرتی تھیں، ایک کتاب ایک پیڑ سنکڑوں فرستے!
ان سے ہر ہندوؤں کے عالمگیر مذہب کا شیرازہ عقائد بھر چکا تھا، سیکولر عقائد کا لکھنؤ کی
انیت انیت کرنے پر تیشہ دگر ڈسے کھرے تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی ناہمی سے سب اصلیت و
وحقیقت سے بے خبر تھے، رائے صاحب کی ہمدرد طبیعت نے جب اپنے دینی و دنیوی بھائیوں
کی یہ حالت زار دیکھی، تو خیر کلام اس طرح اٹھایا کہ سب کو اتفاق کی غوریزی سے ڈرایا،
حرفِ اول از برائے اصل ہمیں بس امت در ہر دفتر کہ مبنی نسخہ تھوڑا بہت
اس خنجر کا دوسرا دار ایسے تھوڑے کیسے زیادہ ہلکے ہیں۔

اب ہمہ عالمِ فانییت و در ذندِ بحیثیت نفس بسیار دے دیدہ ہنیدہ بحیثیت
آپ کے اس طریقہ تلقین کی نزاکت بیان نے ایسے فرقوں کے مُبتلغان کے خیالات پر ایک
ایسا خون آشام خنجر مارا ہے، کہ بحث و محاور کرنے کے قابل ہی نہ رہے، اور جو اس میں اپنے آپ کو
قابل سمجھے ہیں، ان لائقِ اندھے بنائے گئے۔

آج کل ملک میں ہر جگہ کچر، دغظ، انڈیشن ہو رہے ہیں، اور ان ہی کا زمانہ ہے، 'ان سب کا نیچہ بد امنی اور نفرت مذاہب و ملیں متفرقہ ہے' ان کچر اردوں، دغظوں اور انڈیشنوں کی لفظی ہرانی اورسانی سے نسل آدم ایک دوسرے سے اس قدر دور و آرم ہو گئی کہ جس کے نہایت ہی

تلخ نتائج پیدا ہوں گے، اب ہندو مسلمانوں میں شاد ہے، پھر ہندو ہندو کا، اور مسلمان کا مسلمان دشمن جان ! یہ ایک مسلمہ اور ہے کہ سخت اشتعال، ہجو و مذمت کا باعث ہو سکتا

بزمین بزمین ہی ہیں
بلکہ دہر ماتھے

بے 'مگر در دلش کامل و دہر ماتا ایسے امتحان کے موقع پر انتقام
کا خیال چھوڑ کر عتاب و سرزنش کا خیال تو درکنار معمولی اظہارِ حُسن
بھی نہیں اُس کا اس موقع کا بیان ایسے نادانوں کی نصیحت و
ترغیب کا باعث ہوتا ہے، وہ اپنی سخنِ زبان سے ایسی چوٹ مارتا ہے کہ وہ سرسے کا تو کیا ذکر ابھو کہ
خود آفرین درجہ کا کہہ اٹھتا ہے'

طیف صدافت

راہے راہبان کی سوانح زندگی کے دھور و نق کہ جو خاص ان کی ذات نگاہی سے تعلق رکھتے ہیں، تحریر لباس میں ایسے آئے ہیں، کہ ان سے غریزی کا

خون مچتا ہے، مگر وہ جو دندنت کے پہلے دم سے بچتے ہوئے 'ان کے لئے باعثِ فخر ہو کر بغیروں سے مزاجِ تمکین لیتے ہیں، انذکرۃ الشوائب' لکھائے کہ علامہ **افضل خان شیرازی** گو بادشاہ کا وزیر اعظم تھا، مگر لیاقت و فضیلت، دین داری و پرہیزگاری کا بادشاہ تھا، چونکہ خود افضل ہریا تھا، اس لئے فاضلانِ صفائی بہاد سے محبت و صحبت رکھتا ہوا فضیلت کے کاموں میں مشغول رہتا تھا، اس کے فضل و کرم سے دربارِ شاہی میں شرفائے مشاہیر کا مجمع رہتا تھا، اور سردارِ شامزہ ہوا کرتا تھا، جس میں بادشاہ بھی شریک ہوتے تھے، ایک بد مذاق مستعجب نے اپنی غزل میں ہندیوں کے مسلمان ہونے سے ہندی مذہب کی توہین اور اسلامی مذہب کی خوبی کا مضمون باندا، اور وہ شعر میرٹھ عہدِ بار بار اسے صاحب کو مخاطب کر کے سنایا، اگر اسے صاحب اپنی غزل گھر سے مکمل کر کے لائے تھے، مگر اس کا قطع فی البیہ قطعِ ذیل میں نہایت خوبی و عمدگی جو تبدیل کر کے اس سے

۱۰۔ بلاغیہ کرامت کے نام سے حرام ہو چکا ہے

میر شاعرہ مخاطب ہوئے ۛ

نزدے است بخیر آشنا کہ چندیں بار بیکہ بردم و بارش برہمن آوردم
صاحب نظر جو مذاق سلیم رکھتے ہیں، اور سخندان ہیں، وہ لطیف بیان کا حقد اٹھا سکتے ہیں،
اس شعر نے بلحاظِ خوبی بیان ہندویں اور مسلمانوں سے خراجِ تحسین حاصل کیا، اپنی لیتا ہے، اور
آئینہ ہمیشہ کے گا، ہندی سمجھتے ہیں کہ برہمن نے اپنے دہرم کی جامعیت اور فضیلت کا بھرے دبا
میں اظہار کیا، اور اُس کی صداقت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے، کہ بار بار کہہ جانے پر بھی
مذہبِ اسلام کا اُس پر ذرا اثر نہ ہوا، مسلمان سمجھتے ہیں سب کچھ مگر اُن کی تسلی کے لئے انہیں
سمجھایا ہے کہ برہمن کا فرضِ مطلق تھا، اُن کے دل پر کفر کی، مخالفت نے کامل تاریکی چھا رکھی تھی،
اور ایسی کہ بار بار کہہ جاتے بھی وہ تاریکی دور نہ ہوتی، امرائے ہندو میں یہ واقعہ تفصیل بیان کیا
کیا ہے

اس واقعہ کے معلق افضل خان کا شعرِ ہندی پڑھ کر شاہجہان کو برہمن کے قتل سے باز
رکھنا، طالبوں کی اخراجات تھے، کیونکہ شاہجہان سخندان تھا اس شعر پر قتل کا حکم دینے سے گناہ تھا، اور اگر
یہ واقعہ تالوں کا بیان کر دہ ورج کیا جائے، شاہجہان کی حکومت داغدار ہو جاتی ہے، اس نے
ہم نے یہ مصنوعی حقیقت قلم انداز کر دیا، غرضاً اس لئے کہ مختلف تذکروں میں مختلف بیانات سے لکھا گیا
تھا، جو زیادہ متعصب تھا، لون روج لگا کر لکھا ہے، جو غیور تھا اس نے حل نہیں کر لکھا ہے،

السیاہی بحثہ مولوی فضل الحق زرقی مرحوم غیر آبادی اپنے علم و فضل کی وجہ سے
گذشتہ صدی میں علم ادب کے آفتاب تھے، اور بڑے دیندار بھی مسلمان

خدا معلوم تو اور ہوا کیا آپ نے جذبہ دینداری سے یہ شعر موزون کیا ۛ

زرقی در کعبہ رفیع بار ہا مسلمان ماسلمانی ہنوز

ۛ یہ واقعہ عداوتِ مسیحی و اسلام کا مصنفہ قدرت اللہ خان قدرت مولوی فضل الحسن صاحبِ حریت کو ملنے لے بھی لکھا ہے، وہاں یہ شعر
شہزادہ داراشکوہ کی شاندار پیشکش پر شاہجہان کے حضور پڑھنا بیان کیا گیا ہے، اور بچائے ہوئے "ادکبر" لکھ کر لکھا ہے، تنقادہ جادید میں بھی
یہ لطیف لطف ہے، مگر وہاں سعد اللہ خان وزیر کے عہد کا واقعہ نامزد کیا گیا عرض سب تذکروں میں یہ لطیف درج ہے، بہارِ مہمانی

جن شاندار الفاظ میں اپنی کسیر نقیسی سے مذہب اسلام کی شان دکھلائی ہے، وہ آپ ہی کا حصہ تھا، ایسے بزرگ دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں، کہ جن پر مسلمانوں کی بجا مارتھا، رائے ایمان تو ہمتِ باطلہ کے قائل نہ تھے

انہیں ہوتا رائے ایمان کا درجہ روحانی اجازت نہ دیتا تھا، کہ وہ ان تو ہمت میں اپنا وقت ضائع کریں، اوروہ بار صاف الفاظ میں فرماتے ہیں سے

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید کہ ہرچہ روئے دہا آتش نے چنایست

عالمِ صورت یعنی آتشِ فہیدہ ایم، اُن کے بچے کس در آید آئینہ ایم، برہمن کا معراج روحانی

بانتھا، پیدائش کی ساعت سے موت کی آخری گھڑی تک انہیں جوش دیا، چاروں دیکھ چھ شمس اور آٹھارہ پُران، ان کے ایمان کی جان تھے، انہوں نے انہیں سبھا، اور اسی راستہ پر چلے، کہ جس پر ان مقدس گزشتوں کے پرہنے سے پڑنا ضروری ہے، اور وہیں پہنچے کہ جہاں ان کتب کے پڑھنے سے پہنچا تھا، آپ دربار و اراکھ کوہ کے دریائے مین سے فیضیاب ہونے سے پہلے ہی دریائے حافی میں تیر رہے تھے، وہاں پہنچ کر گہرا نہرے روحانی کے جلا دینے کا ذریعہ موقع ملا، پھر جلا پا کر ان کی زبان قلم کا جوہر آباد رہن گئے، بے تکلف چکے تھے، اور صغی کے صغی ذرا فشاں ہوتے تھے، اور سب کی ہلک دمک بھیاں، جس کو چہ میں ان کا قلم نکل جاتا تھا، ذریعہ نور نظر آتا تھا، چنانچہ ہر قسم کے مضامین نورِ روحانی سے ایسے منور ہوئے، کہ جس نے دیکھا سو رہو گیا، اور ایسا ہونا کب چاہئے تھا، وہ روحانیت کیا ہوئی، کہ جس کا اثر غیر مقلد کے دل و دماغ پر نہ ہو، ہم اس نعمت سے محروم ہیں، اگر دل گداز پا پائے، اور روح کہ بزرگوں کا ورثہ ہے، لذتِ آشنائے، برہمن کے جوہر قلم نے ہمیں ہلاک کیا، یہ روحانی اثر برہمن ہی کی موثر تحریر سے پیدا ہو سکتا ہے، مادریہ ہلاکت اُن ہی کے

جو ہر تیغِ زبان سے رنگ لائے گی، اس نے طبیعت کجیو کر کے لئے ہے
 برہمن از نظرِ رازِ چرخِ مخفی نیست کہ ہر چہ بہت در آئینہ نگاہِ منت
 ایک مقام پر پھر پتہ دیتے ہیں ہے
 برہمن ہند کسے جانہ کند در دلِ من خود شوم ناصح و در گوشِ جو آوازِ منم
 شکستہ ہر طرف گھمائے لالہ گرفتہ ہر کعبہِ عنبرتِ پیالہ
بھائی اور اولاد
 بارِ صفتِ تجس بے پایاں کوششِ فراوان میں پتہ نہ لگا، کہ آپ کے حالاتِ
 خانہ داری کیا تھے، ایک شاخ و برگ کے ٹکڑے تھے، اور وہ کیسے تھے، افسوس کہ آپ کی شادی اور
 اولاد کے متعلق بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا، لیکن جو صاحب، ایک برہمن اپنے فنِ کمال سے سلطنتِ مغلیہ
 کا مینٹنی منتخب ہو، اپنی عمر کا بیشتر حصہ بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں گزارے، سالہا سال کن
 سلطنت رہا ہو، امارت و ریاست کا مالک ہو، طرح طرح کی شاہی منازلِ تعمیر کرائے، کہا جا
 سکتا ہے، کہ وہ ضرور شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہوں گے، اور جب آپ کی سنیاس
 آشرم کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے، تو یہ نتیجہ باسانی پیدا ہوتا ہے، کہ وہ صاحبِ اولاد و سعادتمند
 تھے، اگر نہ ہوتے، سنیاس آشرم میں داخل نہ ہوتے، اور جب اس معاملہ میں ان کے کلام
 سے گفتگو کی جاتی ہے، تو اُس کی دواہ "اور نہ آہ" آپ کے اہل در و اور صاحبِ اولاد ہوتے
 کا پتہ دیتے ہیں، اگر برکتِ الہی شامل حال رہی، تو دوسرے ایڈیشن تک آپ کی پرائیویٹ لائف
 کی واقفیت کے خزانے پُر ہو جائیں گے،
 تلاشِ حقیقین کا سلسلہ جاری تھا، لیکن کلیاتِ برہمن کی طباعت کی تاکید اُس سے سخت
 تھی، اس لئے وہ کتابوں کے سپرد کی گئی، کہ اسی اثنا میں میرے مغز، علم و دستِ شفیقِ کریم قلم
 ِ عظیم نشی عبد الرحیم صاحبِ سہل کر انوی نے ایک بے بہا جزئیاتِ تلاش و محنت سے راسخیت
 کی زندگی پر لکھا، اور یہ اُس وقت پہنچا، کہ حبِ مندرجہ بالا فقرہ لکھا لیا چکا تھا، چونکہ فضلِ الہی اب
 کا رخیہ میں شامل تھا، اس لئے عینِ وقت پر یہ دلد و زکی پوری ہو گئی،

رہائے لیان کے قابلِ بھائی

حضرت بسمل پڑھتے ہیں کہ راسے صاحب کے
 حسبِ ذیل رقعے سے ثابت ہے کہ آپ کے دو حقیقی بھائی
 راسے بھان اور اودے بھان تھے ملاحظہ ہو۔

از آنجا کہ فردِ سلوک آئینِ قدیم برہنہاں است، فیضِ فیروزِ اور راسے بھان داد دے بھان کہ ہر دو برابر
 فیضِ قدمِ بزرگانِ گذشتہ در فتنہ سرازِ منزلِ ادبِ جذبِ وصال کشیدند، وایں برابرِ با بھت
 خدمتِ گری و فروری زاد در عالمِ قلن گذشتند

اس مادی شہادت کی موجودگی میں کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں، یہ تحریر آپ کے
 خاندانی روایات و حکایات پر کامل روشنی ڈالتی ہے، راسے رایان شری منوجی ہمارے جی کی
 تعلیمِ زندگی کے احکام کے متبع میں سنیاسی ہوئے اور آپ کے دو نو بھائی امورِ خانہ داری
 میں مصروف ہو گئے، منزلِ ہنر ”حال سے باید“ ”مغال سے باید“ جو دیوان میں درج ہے
 وہ آپ نے اپنی ان ہی دونوں بھائیوں کے نام لکھی ہے، برہنہ اپنے بھائیوں کے حالات میں
 آگاہ فرماتے ہیں:-

تراسے بھان را ہر میں آزادی در سرفا، بہو اسے قلع ساخت داد دے بھان بھگتائے قابلیت و
 استعداد سرگرم نثار روزگار شد، و تربیت در محبت نیچہ آکار، عاقل خان یافت، چون خانِ مکر و عینِ جوانی
 و کامرانی از بھان بے بقا دے سرائے خانی بملک جاد وانی شانت اور ہمایام داد دے بھان را از خجائے حقیقت
 ہر محبت داودا و ہر نشاء ابدی سرغوش گردانیدند، الحان بھگان، و طور اہل قلع است

دار الخلافہ اگرہ کے علما کی رائے

راسے رایان کے خاندان کا مشہور مدعا تو یہی ایک دنیا
 پر سکے بھٹ بھٹا تھا، چنانچہ آپ اپنے بھائی اودے بھان
 کو ایک خط میں اس طرح سے سرور فرماتے ہیں:-

”دو دے ہر دو دروہ قلو، دوست خانہ دارا الخلافہ اگرہ، بروقت در بہت سرائے از خان کہ باب سخن را بے

۱۔ سری منوجی راج نے انسانی زندگی کے چار حصوں میں تقسیم کی، اول برہنہ، دوم کرم، سوم برہنہ، چہم سنیاس، شرم

دوست میرا دروشتہ بود، چٹا قوری، خلیفہ شہباز دریں مجلس حاضر بودند، اور کئی وقت اُن کی مکالمات
عرب الفصحی انداز میں، سخن از ہر باب بر زبان باہر آتے، چوں مذکور بختیان مدعا میں بیان آمد، یاران سخن انہم
نام سننا را دوسے بھجان را بر زبان آوردند، دادر دوسے انصاف و بہت سخن بغیر کثرت شد۔“

چہار چمن کے خطوط حضرت سہیل کی رہبری سے جو نسخہ چہار چمن کی سیر ہوئی، اپنے کتھانہ
میں تلاش کی، دھن سہائی، کارندوں کو لکھا کہ کتب خانہ چھان مارو،

مگر انہوں نے کہ وہ کامیاب نہ ہوئے، دل سے کہا کہ چل تو یہی تلاش کر، تمام پہنچا اور پرانے صندوق
پہلے ہی صندوق سے قلمی چہار چمن ملا، خوشی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے، اس کے ملاحظہ کے بعد
کے خاندان کے حالات آئندہ ہو گئے، اُس میں جو تلاش کیا، وہی ملا، چمن اول ان کے حالات
ذاتی سے لگا رہا، بہت سے خطوط اپنے والد بزرگوار اور دونوں بھائیوں کے نام لکھے ہیں،
اور سب مضامین و نپند سے قلمبند کئے گئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ نڈت اور دوسے بھجان اچھی
طرح خاص قابلیت رکھتے تھے، آپ کو اُن سے خاص اُنس تھا، وہی زیادہ تر اُن کی
خدمت میں رہے، جو جو نکات اور ہدایات اپنے بھائیوں کو دہائی میں، وہ ایک سرمایہ حیات ہے،
ان خطوط کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رائے رایان ہر وقت نصیحت و نیکی سے کام رکھتے تھے،
اپنی غریبیاں روانہ کرتے تھے، اور فاضلوں اور حکماء کے حالات سے اطلاع دیتے تھے، جو جو
خود مخطوط تھے، اس لئے خوشخطوں کا خاص طور پر ذکر فرماتے ہیں،

اولاد آپ کی تفریقِ تصانیف سے یہ امر متحقی ہو چکا کہ آپ کی شادی ہو چکی تھی، اور ایک
زندگانی میں بیچ بھجان بھی آپ کے عروج کے زمانہ میں فاضلوں سے تعلیم و تربیت
پا چکا تھا، اس کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص انتظامات کئے گئے تھے، مگر اس صاحبزادہ کے متعلق
اس سے زیادہ کوئی مادہ نہ ملا،

بیٹے کی تعلیم و تربیت کیلئے اپنے بھائی اور بھانسی مشورہ دانا آدمی ہر وقت
نیکی کا کام کرتا ہے،

فرزند ہندہ ایتھذا را غمش خود تو کیستی کہ بہ دُخدا ہندہ پروری
 ذرا دیکھنا کہ فرض شناس باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کس قدر غلطان و بچاؤ ہوتا ہے
 اور یہ عجیب کی اس وجہ سے زیادہ ہو گئی تھی کہ اورنگ زیب کی نظیر نے بیوں کو باپ کا دشمن
 جان بنا دیا تھا، یہ نصیحت نارا اورنگ زیب کے اخلاق و ادب پر ادب کے تازیانے مارتا ہے
 ہر برادر اور دوسے بھان معلوم برادر اورنگ زیب کہ اگرچہ لطف الہی شامل حال ہر بندہ است و حکمت بالغہ و حد باب
 ہر کس ہرچہ مناسب دانستہ از پر وہ عیب بمعنیہ ظہور آورد، لیکن نظیر عالم صورت پر بدولام آندست کہ
 تربیت پر مریا و برسر واجب گشتہ کہ مطلع پدید باشند، با عقل آچہ بر غیر لازم است اتن را بہ نسبت فرزند سے
 تیج بھان بھان کہ عمل آورد و آچہ لازم درست، انشاء اللہ تعالیٰ تو فیض اذ فضل خواہ آہ از جلد شراعت
 شروعدہ آست کہ معلوم دانستہ صانع خدا شناس ہم باہر ساند

آگے مشورہ دیتے ہیں: کہ اگرچہ اس شہر بہت نظیر میں ارباب فضل و کمال بیٹھا رہیں، مگر اولاد
 عیسیٰ علیہ السلام سے فیض پایا ہے، اب اُن پر حالت جذبہ و درویشی غالب ہے، اُن کے فرزند
 رشیدی بھی یہی حالت ہے، ان بزرگوں کو ایسی حالت میں تیج بھان کی تعلیم و تربیت کیسے
 تکمیل دینا ایک تکلیف ہے، اُطلا شامحمد وہاں سے بہت دور قیام رکھتے ہیں، اس لئے اس سال
 تیج بھان کا وہاں بھیجا جانا، لیکن نہیں، اُطلا سعد اللہ اور اُن کے بیٹے کو کہاں فرصت ہے، کہ ان
 ہز دیات میں اپنا وقت صرف کریں، اس لئے یہی بہتر ہے کہ اُطلا خان محمد اگر مٹا نہ ہوں، اُن سے
 تعلیم جاری کرائی جائے، اودے بھان کو اطلاع دیتے ہیں۔

برادر اودے بھان ہرادر مرکز نشا رضی باشند... انعامات روزگار دریں ایام فیضیت پناہ ملا علی شوق

تعلیم فرزند سے تیج بھان است

شاگردانِ برہنہ رائے رایان کے شاگردان کا حلقہ اس قدر وسیع تھا جس قدر کہ اُن کا
 کتبہ اور وہ انہیں ایسا ہی عزیز جانتے تھے، جیسا کہ جانا چاہئے، انوس
 کہ ہمیں اُن کے نام و کلام کا پتہ نہ چلا، محض صورتِ نگہ کے نام و نشان سے واقفیت ہوئی

آپ کا وہ خط جو آپ نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے 'اس تحقیقات پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہے' اس میں جہاں وہ اپنے مطالعہ کتب سے اُس کو آگاہ فرماتے ہیں وہاں لکھتے ہیں :-

”تا آن کہ شروع درہم رسانیدن دیوان ہا و مثنوی بابر در نسخہ بیدار بدست آوردہ و بعد از مطالعہ

بنا کرد ان جاد“

آپ کا یہ علمی فیض آپ کی طبیعت کے عین موافق تھا کسی مزید تحقیقات میں آپ کے شاگردوں کا نام اور کام بھی مل جائے گا

عام محاکمہ گاردوں اور نقادانِ سخن نے اپنے ممدوح کے چالِ عینِ عادات **برہمن کا چڑیا گھر** و خصال کا پتہ لگانے کے لئے یہ طریقہ بھی جائز سمجھا ہے کہ دیکھیں ان

ہیر کے کلام میں کس کس اور کیسے کیسے جا زردوں کا نام آیا ہے چنانچہ اسی تقاضے پر بڑے فخر کے ساتھ یہ دعوے کیا جا رہا تھا کہ خواجہ حافظ کی زبان سے سگ کا لفظ کہیں نہیں نکلا مگر حالی نے اُس کی تردید ثبوت کے ساتھ ضرور کی ہے

”میں بھی شوق پیدا ہوا کہ برہمن کا چڑیا گھر دیکھیں تاکہ ہم بھی کوئی نکتہ چل کر سکیں، کیونکہ برہمن اور ہنسی اور نکتہ دانی کے بارشہا تھے، ہم نے اس بذوق تحقیق میں اُن کا تمام دیوان دیکھا، وہاں کئے اور سوروں کا تو کیا ذکر پانچ خاص جا زردوں کے سوا کہ جو اُن کی عادات اور خواص ظاہر کرتے ہیں اور کسی جا زور کا نام نہیں آیا“

پہلا جا زور اُن کا پیارا بلس ہے جس سے اُن کی گویائی کی طرف اشارہ ہے اُن سے سننے ماند غنچہ گر چہ خود شمیم برہمن لیکن پُر از لاسٹ پوئیسل زبان

دوسرا ”پروانہ“ جو اُن کی صفت وفاداری اور قربانی و صدقِ عشق الہی میں اُس شمعِ رو پر چلا جاتا ہے اُن کی یہ صفت دیکھئے :-

باشمِ روئے دوست چو پروانہ شمیم چوں شمعِ مرغیم نہ آفتاب شمیم

۱۔۔۔ یکل خاصو ۵ ہر لفظ فرماتے ”تہہ بھارنای“

لیکن اُس کی دوسری صفت سے انہیں سخت دشمنی ہے۔
 نہ چو "پروانہ" بیک شعلہ ز پروانہ آتشم گر آرد نذر آتشش ردم و باز آتشم
 ان کا قیہ رافین را چوت صفت "سمندر" ہے ہم بیان نہیں کر سکتے کہ ان کی ایسی صفت
 کس طرح ظاہر کریں، وہ خود بیان فرماتے ہیں، اور ساتھ ہی پروانہ کی صفت کی غلطی نکالتے ہیں۔
 ماچوں "سمندریم" بسوزیم کنگلیم موقوف یک شراہ آتش چرخس نہ ایم
 پونہی گس ہے اُس کی دو صفات ہیں، صفت ناقص سے متغیر ہیں، یہ کراہیت ملاحظہ ہو۔
 مار پڑہیں ز خوان کسان چوں گس نہ ایم منت پذیر ماندہ بچکس نہ ایم
 مگر اُس کی تجسس نہ و مخفی طبیعت کو شہد کی مکھی کی طرح کہ جو حدیثِ حال کی عاشق ہے، عمل سے
 نہ یاد رہ پیاری بچتے ہیں۔

پانچویں غیر حقیقت دنا چہرہ مٹی ہوڑہ صغیف ہے جو غرور و کثرت کو کاٹ کھاتی ہے، اور دنیا پر ہر جگہ
 مٹائی جاتی ہے، وہ اس دلا زاری سے ہمیشہ متغیر رہے۔
 باز ابر میر دھورے "نہ پائے" کے راچکر سوتے میا زار

برہن کے ترک تعلقات کی بدیہی مثال

اگر بادشاہ اختیار کرد اور اس کی جادو جادو سرکاری کی جا کر اپنی عزت و غایت کا پتہ دیا گیا ہے، آپ ان کا
 تمام دریاں دیکھ جائے، ان جہازوں میں ایک شہر بھی بچھنا ہوا نہ ملے گا۔

اولاد معنوی

زندہ ہے، وہ انسان، جو دنیا میں نیک نشان اپنی یادگار چھوڑ گیا، خدا کے
 فضل سے برہن صاحب اولاد معنوی بھی ہیں، اور اولاد بھی سعادت مند
 وہ ایک نہیں بلکہ کئی اور ایک سے ایک بڑھ کر علی جوہر، ہر صنفِ سخن کا شاہ
 ہے، بے نظیر اور ایسا فیاض کہ ہر طالب و جوان اُس کے فیضِ عام سے

فیضیاب ہوتا ہے۔

آپ کو آپ کا دربارِ علمی و ادبی انہماک کہاں فرصت دیتا تھا کہ آپ اپنے زورِ خیال کے مطابق کچھ لکھتے، طبیعت کی سحرِ پروازی دکھانے، مگر پھر بھی آپ کا نام و کلام فارسی جہلم میں سرسبز و شاداب ہے، اور اُس گل و گلزار کی مہک سے دماغِ عالم و عالمیانِ وقت تا قیام دنیا معطر ہو چکا، دیوانِ مثنوی ہفت سخنر، رباعیات، فردات و ابیات، نمونہ نثر آپ ملاحظہ فرمائیں گے، ان کی شمیم مضامین روح افزا ایسے نہیں کہ آپ کو دل و دماغ میں جگہ نہ دیں، دیگر تصانیف جو بادِ جو تلاشِ نہ طیں، مگر بعض کا پتہ مل گیا، قابلِ دریافتِ محصل ہیں، اہلِ شوق اگر جستجو رکھیں گے، تو سب کچھ مل جائے گا، اور وہ ملے گا جس کا کہیں نشان نہیں،

آج تک کسی مورخ نے رائے رایان کی اولاد معنوی کی کوئی مکمل فرد نہیں لکھی، نہ تشریح کی، مگر حضرت بسمل کی سہی منکوحہ کوئی آپ منشآت برہمن کے مالک ہیں، اور کرم خودہ منہ مخمونا رکھتے ہیں، ویساہ رائے رایان خود لکھا، اور اپنی اولاد معنوی کی اس میں منبالی بھی درج کی یہاں ہم وہ ویساہ غیر مضمون بتاتے ہیں، کہ اُس سے رائے رایان کی اولاد معنوی کی تاریخی زندگی مستند ہو جاتی ہے۔

”برورد ایام دیوان غزنوی و شبنوی با سنو خند مثل گدشته چهارمین و بدلیج الانوار مخفہ الانوار و تحفہ الفعی و مجمع النقا

ترتیب دہو، اڑاں ہنگے سے کہ اس نیاز مند قلم بہت گرفتہ واقعات متفرقہ درہر باب مخصوص درامورہ خیر نہتہ اگر

فعلی آں را احاطہ سے نمود نسخہ علیہ ترتیب سے یافت

اس اقتباس کی خط وود عبارت صاف پتہ دیتی ہے کہ اس فہرست کے علاوہ آپ کے قلم پر صرف ایک اور ہیبت کچھ لکھا، سلسلہ تلاش و شوق جاری ہو گیا، سب کچھ مل جائے گا۔

۱۔ اندامِ لائبریری کی کثرتِ کتب فارسی میں لکھا ہے: "چند دھان شیارہ پلاوار کے تھے کہ جنہوں نے شاہان کے زمانہ میں
بریں زینت حاصل کیں انحال میں وہاں ملاقات نے سب سے پہلے میں انتقال فرمایا دیکھتے کہ کتاب کی ندرت وفات سے پہلے ظاہر کرنی میں
اُن کی تصانیف حسبِ فیض میں لکھتے: منشآت پیمبریں، کاہنہ، تحفۃ الزارۃ، تحفۃ الجضا، مجمع المقفرا، الخاس والمہمل علی، مصنفان و تخیل
بالرکب، لیسلی، دکنسری میں برہن کا وطن "شیار" لکھا ہے اور لکھتے: تحفۃ الزارۃ مجمع المقفرا پیمبریں منشآت دیوان القاضی بہمن شاہ کرا
کر لکھا ہے "اردیسان کرتا ہے کہ" اپنے آٹا کی مورتی کے بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر بنارس چلے گئے یہاں پہلے بیستم میں وفات پائی انہیں
نے آکر میں اپنی رہائش کے لئے ایک مکان تعمیر کھا، جس کا اب نشان ملک نہیں ملتا صاحب کا یہ بیان تعمیرات اگر غلط ہے

رباعیات جو دیوان ہمارے کتب خانہ کا ہے اس کے آخر میں رقم ۳۲ رباعیات ہیں رائے
 مری ام صاحب کے دیوان میں د ۶ رباعیات اور پانی گئیں حضرت سہیل
 کراؤنی نے رائے دایان کے کلام سے د ۵ رباعیات اور ایسی نکالیں جو ہمارے ہاں نہیں بدیع الانوار
 تنقہ الانوار سے جس قدر کلام مل سکا وہ بھی ہم نے لیا اور جہاں موقع دیکھا درج کر دیا چنانچہ اب کل
 د ۱۰ رباعیات ہو گئیں اور یہ سب درج کر دی گئیں رباعیات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ رائے بڑی
 آسانی سے قائم کی جا سکتی ہے اگر ان کا زیادہ حصہ سنیاں اکثر دم مارن کرنے کے بعد بقام کا شے جی
 سرمہ چشم بصیرت عالمیان ہوا

چہارچمن رائے دایان نے اپنی تحریرات شرکاء ایک مختصر مجموعہ مرتب فرمایا وہ چار چہارگانہ
 رائے ادب کے لحاظ سے انشا چہارچمن کہلایا میز صاحب لکھتے ہیں
 "انشا چہارچمن چہارچمن یعنی چار حصوں پر مشتم ہے اور ہر حصے میں مختلف
 اشخاص اور ذہنوں کے نام خطوط لکھے گئے ہیں طرز عبارت خطوط اور مضامین
 خطوط دلچسپی لکھنے ہی کی خاطر نہیں لکھے گئے تھے بلکہ یہ خطوط وقتاً فوقتاً لکھے جاتے رہے انہیں جمع کر دیا
 گیا ہے۔۔۔۔۔ ان مختلف خطوط سے جو عالمان ملک اور ذہنوں کے نام لکھے گئے ہیں ظاہر ہے کہ اس
 وقت بھی ایک آزادی کے ساتھ خطوط کتابت ہوتی تھی چمن مذکور میں فلسفہ اور مونیانہ نکات بھی نوثر پر لائے
 ہیں لکھے گئے ہیں"

نشی سچید احمد پتہ دیئے ہیں۔

"رائے چہارچمن نے اپنے رفقات اور تحریرات کو خود جمع کر کے ایک مجموعہ تہذیب کیا ہے غرضی

سیل چہ لکھے ہیں گو انہوں نے انشا پرداز میں سلاوی ابو الفضل کا متبع کیا ہے"

پرو فیسر آذر صاحب رائے قائم فرماتے ہیں:-

"تیسرا چمن نہایت عمدہ سے ملاحظہ کرنا چاہئے اس میں رائے دایان کے حالاتِ زندگی نہایت وضاحت سے

خفا ہر سے کہچن دوم کی یہ تقریر ان کی کوئی آخری تحریر نہیں، چھٹن بادشاہ وادرا کے خطوط مرتب کرتے وقت اس کا ایک بہتیدی نوٹ ہے، ایک ایسے صاحب قلم کی تصانیف کی یہ تفصیل کہ جو آئندہ جوائی سے قبل ہی تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف و منہمک ہو گیا ہو، ہمیں تحسین مزید کے لئے ابھارتی تھی،

زمانہ کی نافذ دانی اور انقلاب سے بڑے بڑے کتب خانہ برباد ہوئے، حتیٰ کہ کتب مقدمہ کہ جولاہوں برس اس بے فیض عالم کو فیض پہنچانی رہیں کل آج تک دستیاب نہیں ہوئیں تو پھر رائے رایان کی کل تصانیف کس طرح مل سکتی ہیں، آپ کا پرائیویٹ کتب خانہ لاہور دارا گروہ تھا، آپ کے بعد پنڈت اووے بھان آپ کا قابل بھائی تھا، اور آپ کا بیٹا پنڈت بیج بھان بھی صاحب علم تھا، یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ان ہر ڈونے آپ کی لائبریری کی ضرور حفاظت کی ہوگی، مگر اس کے آگے کا سراغ نہیں چلتا، نہ ہمیں اب اس قدر فرصت و صلت ہے کہ ہم تکلیات برہن کی ترتیب کا کام چھوڑ کر اس کی تلاش میں مصروف ہو جائیں، لاہور میں حضرت آذرسے ملاقات کا موقع ملا تو آپ نے فرمایا کہ رائے رایان کے کتب خانہ کی عجیب کیفیت ہوئی، کچھ حصہ کسی مالائق کے ہاتھ پڑا، جس نے دلوں میں صانع کر دیا، پھر مجھے پتہ لگا جولاہ خرید لایا، اس انبار میں سے ایک بیاض ملا، جس کی آخری تقریر بہت دلچسپ ہے کہ روز پختیہ شہر حرم الحرام سلسلہ راجہ بکراجیت کی ہے، اس پر ایک جگہ یہ عبارت درج ہے۔

اب ہا میں ہر ستمچا چا سچا ام ملک کند دل مرکب باشی است در حین حیات بند، کھچیت، اسے بکیر خواندن بخشیدہ

طغرلے شاہجہان کا چرم جب ہم نے اسے دیکھا تو اس میں چار قسم کی عبادت گاہیں پائی گئیں، کل مصنفین نہایت خوشخط چھوٹی، تفصیل کے لئے ۱۲۷ اور ۱۲۸ پر لکھا دیکھا، اس کے خاتمہ پر عبارت ذیل غیر قلم کی لکھی پائی۔

”اس لئے طغرلے شاہجہان بادشاہ تصنیف رائے چند بھان برہن در حق و ملکیت کھچیت دے دل

ملکِ درشن رائے اپنے جادو رائے قوم بھگت تانگو پنجاب سیماں دنگو پورہ نور دو آپ سبندہ
پادشاہی است

جس سے معلوم ہوا کہ ان کا کتب خانہ ان کے دوست ملک پچاگل کی اولاد کے قبضہ
میں آیا، اس کتاب کی تحریر سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ تحریر بھی کسی اعلیٰ منشی کی لکھی ہوئی ہے
جو نہ فقط خوشخط تھا بلکہ صحیح نویس اور محسن بنے کہ اس کی کتابت رائے رایان کی ریگرائی
ہوئی ہو

ہم نے یہ بیانیہ آئن سے عاریتاً حاصل کیا، آغاز ملاحظہ ہو۔

”لمورع آفتاب جہاں از روز سلطنت المظفر دود و اقبال یعنی ”چہرہ در درشن مبارک بادشاہ کام بخش فیضی
بعد از طریقِ نعمت خاصہ مطابقتِ قاعدہ قدیم دولتی بطریقِ غلط کجیہ چہرہ در درشن مبارک در درو اور اعلیٰ

شاہ جہاں آباد و مستقر الحکومت اکبر آباد و دار السلطنت لاہور شرفِ برورد یاست الخ

خاتمہ اس فقرہ پر ہوا ہے۔

”وہم چنی چنگا کر آتش بازی گرم سے شاد کہ شاد آں شادہ دار سر آسمان سے کشد و صدا آں زمین

وزمان می پیچید

اُس تحریر سے کہ جس میں اس کا اور اُس کے مصنف کا نام درج ہے، طرزِ نگارش اور منہج
پر غور کرنے کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہی رائے رایان کی تصنیف ہے، اس کی نسبت
کسی مورخ نے ذکرِ نمک نہیں کیا، حالانکہ شاہ جہانی عہد پر یہ بہترین کتاب ہے اور لا جواب

اس خدمت میں خدائی مد
شامل حال کھی !!

”آن مکتبہ کے پیش نظر برہنہ و برہنہ کی آواز کیا آواز غرضہ باہتمام شد
غلط دیوانوں کی پریشانیوں، مضامین کی غلط جدت
آرائیاں، اصلی دیوان طے پر دور ہو گئیں، دیگر نقصانیت
مشہور و مستورہ کی دستیابی زاید از امید و آرزو ہے، یہ سب کچھ صدقِ ارادت کا نتیجہ ہے، اس ”برہنہ“
کی تنظیم ہوئے ہی بہار ”برہنہ“ کے آراستہ کرنے کی نوید سنائی جائے گی، اور کیا تعجب ہے کہ اس کے

اشاعت پا جائے پراثر ایک ملک سے آپ کی اور تصانیف مل جائیں اگر معروفیت کی موافقت کے ساتھ اوقات کی مساعدت رہی تو آپ کی اولاد معنوی تاجپوشی کا دن بھی سر پر کھڑے ہوئے، کیونکہ ساتھ کے ساتھ ان کی بھی ترتیب ہو رہی ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کام میں برہمن کی روحانی امداد شامل ہے درجہ کہاں ہم اور ہماری قابلیت اور کہاں برہمن اور ان کی گم کردہ فضیلت

جادو و ماٹھ سرکار جادو و ماٹھ سرکار مشہور و ترغ تاریکی خدات کے لئے ملک سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، دورِ حاضرہ کا مورخ محقق سائے رایان کی علمی خدمات سے کیونکہ محروم رہ سکتا تھا، آپ نے سلطنت مغلیہ کی ایک

مفصل تاریخ مرتب کی جہاں اس کا ماخذ دیگر مواد تھے، وہاں قابلِ مورخ نے سائے رایان کی شہادت سے فائدہ اٹھا کر حسب ذیل الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

”مشی چندر بھان میرٹھی شاہجہاں کی کتاب جہارچن برہمن شاہجہاں اور آدرنگ زیب کے دربار کے دوزار کے حالات پر مشتمل دستِ ڈالتی ہے، اور خصوصاً آدرنگ زیب کے عہدِ سلطنت کے تفصیل داتا سے پر ہے، اس میں مہوجات و بلائی ایسی فرتوح درج ہے کہ جس سے بڑی مدد ملی ان کے خطوط اور سرانجامی وغیرہ سے بھی سببِ اطمینان حاصل ہوتی“

مشرعہ اللطیف مصنف تاریخ لاہور مسر موصوف نے لاہور کی تاریخ انگریزی میں تیار کی ہے، اس کے صفحہ ۶۱ پر ہمزہ ۱۰، آپ تحریر فرماتے

ہیں :-

”چندر بھان لاہور کے رہنے والے تھے، کہ جن کی لڑائی خدات نہایت اعلیٰ میں، انہوں نے اپنے تخلص کے نام سے ایک دیوان مرتب کیا ہے، موزنِ کلام حسب ذیل ہے۔“

چشمِ تابرم زدی، بحبِ اشدِ آعنا، بزمِ طے شد، این رہ آن چنان کا واپائے بخت است
ان سوانح نگاروں کے ادوار سے بیانات کے بعد اب ہم فارسی کے تذکرہ نگاروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ذرا ان کے فرائض و قانع بخاری کی دیانتداری ملاحظہ ہو :-

مورخین تاریخ شعرائے فارسی اور تذکرہ بہمن

بیباکؔ اڑہ امتحان عشق دہیں؛ نشان راستی اقامتِ خمیدہ ما
جن صاحبان نے آرا و دہلوی کی آبجیات سے اپنا دماغ تازہ
کیا ہے، انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے، کہ علامہ عبدالقادر بریلوی
تغصب کی آگ سے ہر وقت جلتا رہتا تھا، آرا و حقیقی کے حال میں اس کے حال پر اس طرح سے

افسوس فرماتے ہیں:-

”نما صاحب کی تاریخ کو دیکھ کر افسوس آتا ہے، کہ جس کے باپ سے نفیس تعلیم پایا، اسی کے مذہب و اعتقاد
پر تو کسے بھر بھر خاک ڈالی، بات یہ ہے کہ جب ایک مطلوب پر دو طالبوں کے شوق بھڑکتے ہیں تو ایسے
ہی شرارے اڑتے ہیں،... لیکن حق یہی ہے، کہ ان کی رد و افزودن ترقی و مدہم کی قربت نما صاحب سے
رکھی جاتی تھی، اس لئے جڑتے تھے، اور ترپتے تھے، اور جس رستے سے چکپاتے تھے، نجات نکالتے تھے
رد سے حد دریاہ“

فرشتہٴ حُصُلَتِ قَابِلِ تَعْلِیْمِ آرا و ان آلِ تیمور کے مورخوں کی، ’فتیٰ ابوالفضل سے سلسلے میں بالفطریہ

تدریجیت کا اندازہ لگاتے ہیں:-

”ہندوستان کے مورخ آخر ان ہی بادشاہوں کی رہا کرتے، بے رعایت حال لکھتے تو بچا رہے رہتے کہاں
فرشتہ اس واقعہ کی نسبت نقطہ اٹکھتا ہے، کہ ابوالفضل کو رستہ میں مار ڈالا، اور یہ لکھنا اُس کا بیجا تھا
دیکھو، ’نقطہ حقیقتِ نویسی کے جرم میں‘ عبدالقادر کے گھر اور ان کے بیٹے پر چھائی کے ناخنوں کیا آف گدڑی
اور خود زندہ ہونا تو خدا چاہنے کیا حال ہوتا“

گٹا تذکرہ کی تاریخ کی ضلعی اور اُس کے خاندان کی تباہی کے حال میں آلِ تیمور کے مورخان کی

بے وقعتی ذہن نشین فرماتے ہیں:-

”بادشاہ کی اس خفگی کی شہرت عام ہو گئی تھی، اس لئے قاسم شیشخ نورا الحق (دولہ عبدالحق محدث دہلوی)
اور مولف تاریخِ زیدیتیں مورخ جہاںگیری مہدیں تاریخ لکھ رہے تھے، کسی نے اس ذکر سے قلم کو آتش
نہیں کیا“

بدایونی کی تاریخ پر یہ دیوار گہنے :-

”اور یہی رشک تھا، جو ہمیشہ تیزاب بلکہ زہریلے الفاظ بن کر اُن کے قلم سے ٹپکتا تھا“... ملا صاحب

کی طبیعت ایسی واقع ہوئی تھی کہ کسی سے میل نہ لگاتی تھی، دینداری خط بہا نہ تھا،... مگر یہ بھی کہتا ہوں

کہ ملا صاحب نے (اکبر کے حالات) انہیں بڑے اور بدنام موثر پر ترتیب دے کر دکھایا ہے۔

ابوالفضیل تفتی کی شاعری اور قابلیت کا اہل اسلام میں جواب نہیں، مگر گمانہ کہ حسد سے جو

لکھتا ہے آزاد اُس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

”ٹھیک چالیس برس تک شکر بہارا، مگر سب بے ٹھیک استخوان بندی خاصی، مگر بے مزہ“ اور مراد ہے نہ

رادعی سطحیات و غزبات و کزبات میں مشہور سلیقہ رکھتا تھا، لیکن ذوقِ حقیقت و معرفت اور چاشنیِ روحانی و

عرفانی اور قبولِ خاطر خدائے کرے، ہادجم دیکھ دیوان اور مثنوی میں ۲۰ ہزار سے زیادہ شعر ہیں، مگر اُس کی بھی

ہوئی طبیعت کی طرح ایک بیت میں بھی شکلا نہیں، مطرودی اور ردودی کے سب سے کسی نے اُس کلام

کی ہوس نہ کی، بر خلاف اور ادنیٰ شاعروں کے۔

شعر سے کہ بود ز کلمہ سادہ ماند ہر ترکیب سوادہ

اور عجیب تر یہ ہے کہ ان چھوٹے موٹے ڈاکو سلوں کے نقل کرنے میں بڑی بڑی رقیب خواہوں میں خرینچ

کیں، اور کھوا کھوا کر دستِ آستانوں کو دور و نزدیک بھیجے، کتنی بھی دوبارہ نہ دیکھا ہے

شیر تو مگر زحمت مترا حوت کر گوشہ خساہ میل بیرون محنت

ملا صاحب جو چاہیں فرمائیں، اب دونوں عالمِ آخرت میں ہیں، آپس میں سمجھ لیں گے، تم اپنی فکر کر دو،

دیاں بہتار سے اعمال سے سوال ہوگا،... اتنا تو پھر بھی کہوں گا، کہ سن و سن ہر کتبِ فردش

کی دکان پر ملتی ہے۔

آزاد حریک نہاد چغتائی مورخوں کا ہیومن کے حال میں اس طرح سے رونما روتے ہیں :-

تمام مورخ ہیومن کے حال کو سبک الفاظ اور سخت عبارتوں میں ادا کرتے ہیں، لیکن اُس کی بیافت اور

ترقی کی رفتار میں قلم کو کھینچ کر تعریف کے میدان میں لاسے ہیں،... ہندوستان میں جو مورخ رہے

پھٹائی لنگھار تھے اس لئے اُن کے کھنچے پر پورا اعتبار نہیں

ہم نے سندرہ بالا اقتباسات 'چوٹی' کے اسلامی مودعہ کی مستند تاریخ سے لئے ہیں اور محض اس وجہ سے کہ اسے رایان کے حاسد مورخین کے مداحوں کو خود اُن ہی کے ہم قدم بزرگان نے کبھی اصلیت جتنیں مقید دامِ مقصب غلام علی آزاد اپنی بے ثمر سر و آزار میں اپنے مقصبِ باطنی کے تحت پر اسے رایان کا ذکر ہی قلم انداز کر گیا، محمد افضل سرفراز اپنی کلمات الشعرا میں اپنے ایسے ہی مقصب کے برہمن کے حال پر چند سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکا، میر حسین دولت منہجی اپنے تذکرہ حسینی میں یہی خاک اڑاتا نظر آتا ہے

روئے حسدِ سیاہ | مصحفِ قیاس گن زنگستانِ من بہار مرا، جب عہدِ آلِ تیمور کے ایمانِ فردش
مقصبِ مورخوں کی باز اور صداقت میں یہ قدرِ دینیت ہے، تو پھر ایسی حالت میں
اسے رایان کے مزید حالات کی جستجو و تحقیق کے لئے مورخین شہر اسے تامت کج فارسی کی تاریکین تلاش کرنا،
اور اُن میں سے کسی سچے واقعے کے اندراج کا خیال لانا، "کوہِ گزند و کاہِ برآوردن" کا مضمون تھا،
کیونکہ انہیں شاہجہانی و فارانی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایک ہندی خصوصاً برہمن کا اپنے اعلیٰ
خدا دادِ علم و عمل کی رہبری سے مقصبِ اعلیٰ پر فائز ہونا، اور مروجہ کی علمائے مہتموم ایران و توران کا اُن
ہندوستان برہمن کا برعلوت و غلوت، احقر و سرفراز اپنا طنزِ استادوی بلند کرنا، قدردانی سے مالا مال ہونا
اور با وازِ بلند سب کو یہ سنانا ہے

برہمن لبِ فروستہ و گزندِ در سخن گوئی ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شردِ سپید
کب گرا اور اپنہ خاطر ہو سکتا تھا، بلکہ وہ مقصب کے پتلے قومی غدار، ننگِ قوم و ملت، برہمن
کی علمیت و فضیلت پر حریفانے کے لئے مذاقِ شہنشاہی پر بھی ہر وقت زبانیں دراز کرتے رہتے تھے،
کیدر صنعتِ شہرہ چشمِ شیرخان، رومی مصنفہ راقۃ العجائب کی گلدستہ منقش قابلِ ملامت بلند پروازی، لکھی
عام خباثت کا اُس کے ان الفاظ میں نوحہ پڑھتی ہے،

"مقصبِ کرشمہ زادہ و دارا شکوہ، بااں ہمت مستعدانِ کرد در عرصہٴ روزگار برنگ آفرینی الفاظِ ابدار صفحہٴ خاطر

ارباب دانش را چون شفق ہائے موسم بہار بہزا رنگ مشلون سے ساختند 'فاطر مبارک بمعن مادہ اش
فرد و آدودہ بود' اس معنی خالی ازدوجیز نودہ باشد 'ایمانی تہزادہ ہر طرز آشنائی داشت' یا آؤر زور

طالع بدیل یا یہ رسید

پروفیسر آؤر

ہمارے برادر محکم اسلامی روح یا اگر وہ بُرا نہ مانیں سچے ہندو مولوی سراج الدین صاحب
ایم اے ایم اے ادب این آؤر پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے محض اپنے ذوقِ سخن
و سخندانی سے اُن تیسری اُن تاریخوں پر کامل عبور کیا کہ جن کی نسبت تھامس تھا کہ رائے راین کا تذکرہ اُن
میں ضرور ملے گا 'شوقِ تحقیق بھی ایک جن ہے' بحالتِ بیماری و نقاہت آپ نے اپنے اُس خارستانِ
نفس میں بے محابہ قدم رکھا، جہاں ہوائے ذاتیات و طمانی کلمات کی نمود و نمیدگی کے اور کوئی چیز پیدا
ہی نہیں ہوتی

ہمیں اُن کی محنت و نتیجہ تحفہ پر آپ کی تسکون دہی کا موقع ہی نہیں ملا، بلکہ مددِ روح کے اُس اعلیٰ ظرف
کے نقش کا امتحان بھی ہو گیا، کہ جو ہماری پہلی ہی ملاقات میں ہمارے دل پر نقش ہو ا تھا
وہ نقش ایسے ہیں کہ جو کلیاتِ برہن کی لوح پر نور محمدی کی طرح جلوہ ریز ہیں پڑھتے ہیں
نفسِ اول - یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ غلامِ علی آزاد نے اپنی سروساؤز میں برہن
کا ذکر تک نہیں کیا، اُس کا برہن کی سی قابلِ شخصیت کے حالات ایسی ضخیم و ضخیم کتاب میں نہ لکھا، صرف کچھ
اس امر کی دلیل ہے کہ وہ متعجب تھا

نفسِ دوم - محمد افضل سرفروش نے اپنی کلمات الشعراء میں کہ جو سہ سہ میں مرتب کی ہے، چند بھان
کی نسبت چند سطور سے زیادہ نہیں لکھا، اور اُس کا نمونہ کلام بھی حسبِ معمول نہیں دیا، اُس نے بھی اس
شاعر کے حالات لکھنے میں تعجب سے کام لیا ہے

نفسِ سوم - تمام تذکرہ نویسوں نے شیر خان کی تصنیف تذکرہ حسینی سے سزا کیا ہے، گو لفظ بلفظ
نقل کی ہے، مگر اُس کا حوالہ تک نہیں دیا

نفسِ چہارم - تذکرہ حسینی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ بیگز اس کا بیان سرفروش کے

بیان سے مختلف ہے، جو مجھے بادل میں معلوم ہوتا ہے، لیکن اُس نے کسی سند کا حوالہ نہیں دیا، سرخوش نے اپنا تذکرہ سیدہ میں اور حسین نے سیدہ میں لکھا ہے، تاریخی محکمہ خیال سے سرخوش کا بیان اُس وقت تک صحیح سمجھا جاسکتا ہے، جب تک اُس کے خلاف کوئی اور مستند بیان اُس کی تردید نہ کرے، ہماری دفاعی نگاری کی ایمانداری کا تقاضا ہے، کہ ہم ہلکا سا اس مورخ کا رطبِ یابس اور کے کو اُن اشخاص نے برہنہ کی نسبت اچھا لکھا یا بُرا، صحیح لکھا یا

غلط اُسے 'زندگانی برہنہ' میں چکے دیں اور نقاد کی کاغذی اہل انصاف پر چھوڑ دیں،
تذکرہ حسینی کی سیاہ باطنی | برہنہ از سکہ اکبر آباد است روزے شاہزادہ (دارالشکوہ) در عین غلغلہ مستعدانِ مفتِ تعلیم بود، بعض بادشاہ میرسانہ کہ دیں
 دلا از طشتی چند رجھان طرز شرف سرزده است، اگر حکم شود، بھنور آمدہ بخواند، دریں معنی شہزادہ را
 ترقی اولموظ بود، دس قدر لیک اور پوچ خیال، بادشاہ با حصارش حکم داد، چوں حاضر شد، بادشاہ
 فرمود:۔ دریں روز ہاشوریکہ آیا از تو پسند کردہ، بچوں برہنہ اس بیت بڑا نندہ

مراد ولایت بجز آستانہ کہ چندیں بار بلکہ رقم دہا شش برہنہ آورد
 بادشاہ دیں پناہ از استماع اس بیت بر آشف و آستین ما بر مالیدہ گفت، کہے سے تو اندک
 جواب اس کا فرمیرسانہ، **افضل خان** کہ از ادراے معروف دنا ہم اس قدر بھی نہیں جاننا کہ خان ہونو
 وزیر اعظم تھے، دیگر فرجوا بی موصوف بود، پیش آمدہ معروض داشت، کہ حضرت شیخ سعدی از عیب الی
 چہار صد سال پیشتر در و این گفتہ غیر علی، اگر بیکہ رود، چوں بیاید بنور خراشد

خاطر بادشاہ بشکفت و گفت، کہ اگر اس قسم جواب نے رسد از غفلت امروز ہلاک سے شدم، و خان
 مذکور را انعام فرمود، شاہزادہ را منع نمود، اس چہیں مزارعات را دیکھ بھنور دنیا درو، و بہنہ را
 از غلغلہ بیرون کرد، بعد قن و دار الشکوہ ترک روزگار و گفت، شہر مبارک رس رفتہ موافق آئین
 خود پستش از دہر برد، تا در سال ہزار و ہفت و سہ ہجری فنا گردید،
 اس دروغبات فنا شدہ کی دروغ بانی اس سے زیادہ اونگیا ہو سکتی ہے کہ برہنہ اس مورخ

کے نہایت عمدہ تک خود شاہجہان اور اورنگ زیب کے میر منشی رہے، جسے یہ خود مانتا ہے کہ داراشکوہ کے قتل کے بعد ملازمت ترک کر لی، اس دروغ بانی پر جس قدر نام کیا جائے کم ہے

کلیات اشعار کی بدکلامی | چند رجحان برہن درست طبع داشت اشعر بطور قدماوصاف میگفت و در ہندواں غنیمت بودہ، دیوانے ترتیب دادہ، در منشی گری نیز

سلیقہ تمام داشت از سچنگ و خلافت و جہاں بانی باو حکم شعر خوانی شد، این بیت بر خواندہ
 مرادے است بجز آتش کہ چندیں بار | بکہ رستم و بادرش برہن آوردم
 شاہجہان بادشاہ دین پناہ بر آشفست و فرمود کہ بد بخت محنت کا فرزند است (تحریر واقعہ اور شاہجہان کی سخن نہی پر بحث افہوس ہے کہ اس کلام پر کافر مطلق کا فتویٰ صادر کیا گیا، بایض گشت افضل خان،
 بعرض رسانید کہ این بیت شیخ سعدی مناسب حال این است
 خرمیے اگر بجز رود | چوں بیاید ہنوز خراب شد

بادشاہ قسم کرد، دبطرت دیگر مشغول گشت، این راز و دزد دیوان خاص بیرون نمودند، این بیت بنام او مشہور است

ہمیں کرامت بت فائدہ را اسے شیخ | کہ چوں خراب شود خزانہ خدا اگر دور
 محمد علی ماہر در زسے از دہر چسبید کہ این شواہد شما است | گفت شاید گفتہ باشم بجا طریت
 (وقت خوب ٹلایا)

پروفسیر آذر برہن پر | ان تاریخی حالات کے جمع کرنے کے بعد پروفسیر آذر نے چہار جہن اور دیگر معبر ذرائع سے رٹے رایان کے حالات پر ایک مضمون لکھا

فرمایا ہے، پاک دل کے پاک و صاف الفاظ یہ ہیں۔

”چند رجحان یہ پنجاب کے برہن دہرم داس کے بیٹے تھے اور لاہور پیدا ہوئے تھے، جہاں انہوں نے ملا
 تہذیب اکویم کے تعلیم و تربیت پائی، پھر افضل خان مودت ملا تھوڑا اند شیرازی کے منشی و متمد ہو گئے، جو
 شاہجہان کے جلوس اولی میں دز پر گئی ہو گئے تھے، وہ اپنے ربی قدر دان کی وفات پر سو گئے، کے بعد

لازمیت شاہی میں داخل ہوئے اور دو قافلے نویں حضور مقرر ہوئے اور انہیں یہ اعزاز ملا کہ شاہجہان کے دورہ میں ساتھ رہ کر دربار شاہی کے واقعات و روزانہ قلم بند کریں، عمل صالح میں انہیں اس عہد کے مشہور شاعروں اور انشادرپردازوں میں شمار کیا گیا ہے، مجھے مرآۃ الخیال سے یہ پہچانی لگا ہے کہ دودھ گاہ نے اپنے بیڑی بنائے تھے کہ جن کے ان کی شاعری کی نسبت اعلیٰ خیالات تھے، ان کے قتل کے جانے کے بعد وہ مستحق ہو کر ہارسا چلے گئے، یہاں یہ سید میں انتقال فرمایا۔

چند رجحان زما و دار از سکھ اگر آباد بود بہرین مجلس میگرد 'دغالی از دار سبکی بود' اور سرکار شاہ بلند اقبال سلطان دارالعلوم و ادب انجمنی تری

آئینہ مکہ مرآۃ الخیال

داشت 'و بدست آویز چرب بزبانی' بدلت ہزبانی رسیدہ بود 'و نظم و نثر پسند خاطر شہزادہ افتاد' از تعینا تن سنو چہارچہن بر مطلب نویسی و سادگی عبارت دے کہ ابی میدہ 'و قماش نقش نیر پوشیدہ نیست' عجب کہ شاہزادہ باں محبت مستعدان کہ در عرصہ روزگار نیرنگ آفرینی، الفاظ آبد و صغہ خاطر ادب و دانش را چون شوق ہائے موسم بہار ہزار رنگ مسنون سے ساختند خاطر سادگ سخن مادہ اش فردا درودہ بود، این معنی خالی از دود چہز بزدہ باشد، یا مذاق شہزادہ مہر طرز آشنائی داشت، یا از کرد و طاعت بدیں پایہ رسید گوئند نسبت آراشکوہ را یکے از زبانش بجا بیت مطبوع افتاد، در دوزے و دلفنہ مذکر جمع مستعدان ہفت تعلیم بود، بہرمن صاحبزادی رسیدہ کہ دریں دلائل شہرے از چند رجحان، بہرمن سرزدہ است، اگر حکم شود، بچھنر آدہ بخواند، اور دریں معنی شاہزادہ را اظہار استعداد ترقی دے طو بخاطر بود، بادشاہ با انحصار ش حکم خاص نمود، چوں حاضر شد فرمود کہ دریں ایام شہرے کہ آیا از رسیدہ کردہ است، بخوان چند رجحان این بیت بخواند۔

مرا دے است بچھنر آتش کرچیں بار مجھ پر نسیم و بارش بہرمن آرد دم
بادشاہ مقرر شد و مذکورہ از اسامی آن برآشت، آستین مارا برالید، و گفت کے میزاند، کہ جواب اس کا میرساند، از ازل کے عظام افضل خان کہ بخاطر جوابی موصوف بود، پیش آمدہ گفت، اگر حکم شود، از شہر استاد، جواب رسالہ، بادشاہ اشارہ کرد، افضل خان اس بیت حضرت شیخ را کہ از غیب انی ملے

چار صد سال در دروئے آں مردود دم و دود و مردوں کو مردود کہتا ہے اپنی مردودی و شیطانی
کا خیال نہیں لاتا، گفتہ بود بچواند،

خویشے اگر لکھ رود چوں بیاید ہنوز عابد شد

فاطی مبارک باوٹاہ بنگت، و نکو بجا آرد، گفت و رفت فاطہ دین محمدی بود، کراں مسم جواب رید،
ورنہ سن از عقد ملک سے شدم، انقل خان را انعام بازمود، و شہزادہ را منع کرد کہ بار و گچہ نہیں،
مؤخرات را بکھنور نیارد، و چند رکھان را غلٹی دیون کرد، بہر حال موسم بود، بعد از قتل دارا شکوہ
ترک نہ کری، تونہ بہتر تاس رفت و در آنجا برا و رسم نوین مشغول ہے بود، آنکو فی سہوا سن الف و
ثلث و سین (۳۹۰) و آٹکھ فاکٹر گردید، آپ اور آپ کے عید بزرگوار تو شاید آتش کوہ فنا کی
خاک تر نہ ہوتے ہوں گے، گفت ہے لغتی کی اس وقائع نگاری پر، راقم الحروف اس غزل را در تمام
دیوانش انتخاب زدہ، اگر مردود مینی آٹکھ فنا کی خاک نہ ہوئی ہوتی بات حیا مینی،

اس سے آگے آپ کی غزل نمبر بطور انتخاب و مرج کی ہے، اور یہ دعوی غلط ہے کہ آپ نے
کل دیوان ملاحظہ کیا، کیونکہ نقیب و حمد اس آزادی کی کب اجازت دیتا ہے،

شعرا بھجن کی تاریکی | برہمن چند رکھان، رمار دار ساکن آگرہ خانی از وار سبھی،
نمود، وفات ۱۹۱۲ء اس کے آگے راءۃ الخیال کی

تمام عبارت نقل کی گئی ہے، بلکہ سرفہ ہے، ایک نے جو اس مارا، اور وہی سب کا وطن بن گیا،

سرفروش کی خوش گپیاں | مکالمہ محمد افضل سرفروش با محمد علی ماہر، چوں فقیر سرفروش، بخدمت
آدرشت، فرمود کہ شما پیش حکیم چہ گفتہ، کہ شاگرد ماہرم، برائے شما،

خوب نیست، و مرا خود فخر است، کہ چوں تو شاگرد داشتہ باشم، جسے فخر بلند بہتہ، کہ مراد شعور مراد خاطر ہے آرنہ،
شاگرد مراد نظر ایشان چہ قدر و منزلت ظاہر بود، شعور شاگرد خدا، از میان ماہر علی سے فرمود، در کار طبع
ایں جوان جبرائیل کسبی ہائے تازہ از کجا سے آرد، برہمن پسر سے مقبول فخر سخن سے کہ دود، دود سے پیش
نواب محمد الہ خان، اس بیت از زادہ ہائے طبع خود بر خواند، سہ

زندانِ سخن گوئے سخن بُرد برہن زاده از دُور برہن
 نواب خندہ کرد و دریں اثناء میر محمد علی ماہر رسید فرمود کہ بشنوید برہن زاده از دُور برہن چہ سہ گوید
 برہن بچہ از ہند دو ان پشیر بود دہمی چند رہبانِ مخلص سہ کرد پناہی گویا و چو یاد برادر بودند
 در کشمیر روز سہ شاہ ماہر گفتہ بہ بنید ہر دو نام و مخلص طالب کلیم را چہ قسم کردہ ایم جو یا طالب گویا
 کلیم شاہ گفت معنی ہاش را چہ قسم گفت کردہ اید دیوانِ غنیم و مثنوی ہائے رنگین دار و دُور مثنوی
 علامہ موری بسیار پر مضامین تازہ نگاشتہ گل اوزنگ در طرح شاہ اوزنگ زیب گل سر سبکی
 فکر ہائے دوست چند فقرہ از ان گذشتہ معنی ایراد سہ باید در عہدِ مقتضائے بابت سہ اکثر شاہی گنجہ
 دست گشتہ سہ بشمیر سر را کردی و از سرخ و سفید بچرخ دادی تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاہی
 بادام شنیہہ بادام چو پستہ خنداں در پوست گنجیدہ بابت

آمد از بہر عشق شاہ و دام چشم طوبان سیاہی از بادام

در عہدِ خوشویش از بیکہ یا قوت را ماسبت بقطرہ نویسی سہ بنید مہر ان دفتر بہا نویس یا قوت را
 قطع سہ نویسد بر نثر ہائے خود دعوای تصنیف یافت تلاش معنی یابی کردہ از تمام نثر ملا مثنوی
 ملا پور سہیں فقرہ انتخاب کردہ دخواجہ رحمان را کہ با خواجہ سنبل نسبتہ ہم زلفے داشت سہ گفت در گھر
 ہمدہ تالیف است

رائے ابان کے زبان و اشعار | اس صداقت کا پتہ لگانا بڑا مشکل تھا کہ رائے ابان
 کی ایام حیات میں ان کے کون کون سے اشعار زبان زد

خاص و عام تھے مگر خود انکی تحریر اسکی شاہد ہے۔

چنانچہ یہ تاریخی بیان خود ان کا تعلق ملاحظہ فرمائے:-

وایں دوسرے بیتِ فقیرِ برزبانہاست

نظرِ بشارتِ معنسیِ مجسمِ دل دارم
حجابِ عینیکِ چشمِ استِ مردِ دینا را

چشمِ تابِ ہمِ زدی انجام شد آغازِ عمر
طے شدایں رہ آجہاں کا دازپائے برخواست

جہاں ہم نے دیگر موصوفین کی خاک اُڑتی ملاحظہ کرائی ہے، وہاں یہ دیکھا جانا سرت

برہمن برہمن پر کا باعث ہے کہ برہمن اپنی نسبت کیا لکھتے ہیں، چنانچہ محمدؐ اقصیٰ میں رہا پاک

فرماتے ہیں :-

”ازین خدمتِ حضورِ اشرفِ اعلیٰ و تربیتِ شاہ و دلائلِ طہد اقبالِ ہندی نیز فارسی دان شدہ اور
ڈیوہ اربابِ طبع و اہلِ نشاطِ انتظام یافتہ، دیوانِ غزل و مثنوی دار و دخطِ شکستہ میں ضعیف
عالیٰ از درستی نیست“ سائے دایانِ کبرفنی اور فروغی کے مضمون لکھنے اور عمل کرنے میں بادشاہ ہیں،

دار و گنجش اہلِ سخن راہِ برہمن
نظمِ گہرِ عفتِ دُرّیا گہرِ مستر است

اعلاط و عجوبے کا نام پاک ہے

آریہ درت کے زمانہ قدیم میں تصنیف و تالیف کا اُن ہی بزرگوں کو حق حاصل تھا کہ جو عالمِ باعمل ہوتے
تھے اور وہ اس وقت قلم اٹھاتے تھے، جب صفحہ روزگار کے نیک بندے اُن سے سبقِ دہری پڑھنا
چاہتے تھے، آریہ درت کا قدیم کتب خانہ دیکھ لو کہ ہر کتاب، کتابِ مقدس سمجھی جاتی ہے، ایک کتاب کا
مطالعہ دنیا بھر کے سبق دے سکتا ہے،

حجیم ثنائی، مولانا دوم، شمس تبریز، شیخ فرید الدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، امیر
خسرو و امیر غفری وغیرہ اسلامی بزرگ بھی اپنے اپنے تاجداروں کے عہد میں اخلاق و ادبِ فارسی کے
بادشاہ تھے، انہوں نے جو کچھ اپنی شہرت کی آزدہی، نہ حصولِ زر کی طمع، نہ جذباتِ عشقِ مجازی کا
عجز، نہ رسمی شغل کا دخل، وہ لاثانی روحیں دراصل طوطیِ زبان، مصلحانِ زمان تھیں، جب بربادی

۱۔ یہ شر آپ نے اپنی تعاقب میں چند مقامات پر لکھا ہے، اور یہاں بھی انتخاب کیا ہے، نزاکتِ بیان کا فائدہ ہے،

۲۔ شہرہ شہر سائے ایران میں بسنے کیا کیا، اور وہاں کی مجلسوں میں اپنی گری کی داد لیتا رہا،

بارغ دنیا 'خرابی' خرابیات جہاں کے کاستے اُن کی رگِ اخلاق و ادب پر شتر تارے تھے 'تو یہ کسبلان ہزار داستان اپنی اپنی منقاریں کھولتے تھے 'اور ایسے سرلاپتے تھے 'کہ اس ایک جہان کے دوزخ کی زبان سے کہیں تو واہ بھگتی بھتی اور کہیں آہ'

صدیاں گزر گئیں 'اور قرن گزر جائیں گے 'مگر ان کے گہائے مضامین نہ مرجھائیں گے 'نثر با فکر داعی ہوں گے 'بلکہ اُن کے قلم کے نظرات آبِ حیات اس بارغ کی شادابی دنازگی قائم رکھ کر اس کی صحیح طریق زندگی کا باعث ہوں گے'

تقریباً ایک صدی کے بعد دنیا میں قیامت آجاتی ہے 'سب مرجھاتے ہیں 'اور سب پیدا ہو جاتے ہیں 'مگر وہ کونسا سر ہے 'کہ جس میں شاعری کا سودا نہیں 'اور جس نے کوئی شعر نہیں لکھا 'مگر دین انہیں جہنمِ غلط کی طرح صفیٰ دنیا سے مناسپی 'کیونکہ وہ خود اپنے دلی ہستیاں جہنمِ طرح سے آج کل کی نصایف انکی صبح عطاروں کی دکانوں پر دو تین آنے سیفِ دولت ہو کر شام تک پُرزہ پُرزہ ہو جاتی ہیں 'اُس سے بدتر ایسے نااہل لوگوں کے نام سے سلوک ہوتا ہے 'لیکن ایک یہ نااہل طائفہ ہے 'کہ جو قلم دکان کے قلم کا موجب ہو رہا ہے 'آجکل ایسے خود غرض مندویں کے ہاتھوں تحریر تقریر کی جتنی شہید ہو رہی ہے 'نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہو اگر یہ جلا د زبان و شاعری کا خون کرتے 'تو چنداں افسوس نہ تھا 'مگر ستم ہے کہ خیالات پر بھی یہ آفت نازل ہو گئی 'ایسے کہ مرقا بزرگ اصحاب کی شان میں خواجہ حافظ فرماتے ہیں ۔

گر مسلک انی ہمیں است کہ حافظ دارد
دائے گرد پس امروز بود فردائے

برہمن غیرت دلاتے ہیں ۔

لے برہمن چرنی طعنہ کہ در معبد ما
سجودیت کہ آں غیرت نہ تار تو نیست

رائے رابان کا کلام 'شاعری کے جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہے 'اور یہ وصف خدا داد ہے 'کوشش کا اس میں دخل نہیں 'چپتی' ترکیب اور گہنی کلام ان کی شریف شاعری کی روحِ رواں ہیں 'ایسے کلام میں جو ہر طرح کی دینی و دنیوی دونوں سے مالا مال ہو 'کسی قسم کے سقم کا نہ ہونا بھی

علمی نفسیت و زبان دانی کی داد ہے، آج تک اُن کے جس قدر تذکرے لکھے گئے ہیں، اور کلام کا محاکمہ کیا گیا، کسی کی قابلیت سے یہ الزام لگانے کی جرات نہیں کی، کہ اُن کے کلام میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے، اگر ہوتی ایک کی لاکھ دکھاتے، سنیکوڑوں الزام دہرتے، اس وقت (۳۰۰ غزلوں اور ۵۶ رباعیات کا دیوان اس پیشکش کے ذریعے اپنی نظر کی نذر ہوتا ہے، وہ خود ملاحظہ فرمائیں گے، کہ آپ کا کلام لنگہ جل کی طرح کیسا پاک و صاف ہے، کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی طبع گرامی کا دریائے رواں بہشتان میں زرم و کوثر بہا کرے آیا، بخشش الہی تھی، جو آپ ہی کے حصہ میں آئی تھی،

صرع ۱۔ کن زہر کہ بود مخمور تاں گردن (برہن)

بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں

فارسی کے لئے قابل رشک ہے، کہ وہ ہندی کو یون (شاعروں) کی طرح فارسی داؤد و زبان میں جو لکھتا ہے ایسا لکھتا ہے کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا، اس کا اشیب قلم حب اٹھاتا ہے، تو قدیم ہندی راہرو کی طرح کم از کم ۵-۱۰ اگر آگے کا راستہ دیکھ لیتا ہے، اور حب وہ چلتا ہے، یا تو سراپا معتقد بھاری کی طرح قدم اٹھاتا ہے، یا ایک بزرگ کا دل اور ناصح مشفق کی طرح بڑی محبت سے تطفین نصائح کرتا نظر آتا ہے، وہ ہندی فلسفہ اپنا دستور العمل قرار دے کر اس انداز سے پند و نصیحت کرتا ہے، کہ اس کا ایک جملہ بیکار نہیں، وہ اپنے مشاعرے کے کاروبار کی تفصیل دیتے ہیں۔

ما برہن محیضہ لہ سیئے محتم بیکادیت کلک محبت کارما

فارسی اردو کے شعراء کے دیاؤں میں اگر کام کے شعرا انتخاب کئے جائیں تو جس کا حجم ۱۰۰ صفحہ کا ہے، اس میں کچھ شعرا ایسے لکھیں جنہیں شولہا جاسکے، بھرتی، رعایات لفظی، ضرورت استعمال مجاز و دربان ہندی ردیف و قافیہ نے اُن کی شاعری کا قافیہ ایسا لنگ کیا کہ فارسی داؤد و شاعری ہی پر نام ہو گئی،

برہن کی شاعری تعلیم سنسکرت

۳۔ برہن از لب ہندی نثر اداں نکتہ ہی سنجہ

زبان سناسی و تازی و ترکی نے دانہ

کوئی وجہ نہ تھی کہ برہن بھی متقدمین کا تتبع نہ کرتے، وہ

کی وجہ سے رجبہ کمال پر پہنچی ہو

کرتے اور ضرور کرتے، مگر جب اُن کی قابلیت کی ہر علم سنسکوت کے مجربے پایاں سے کافی گئی تھی، تو پھر اُن کے تمام کلام میں ایک خیالات کا ایک شعر بڑا بھی قطعی نامک تھا کیا آج تک ماٹن، جہا بہارت کا لیداس کی کل نقاشی، راج ترنگی، پرکھتی راج راسمیں کوئی ایسا ایک پشلوک پاسکا کہ جو بھرنی کا ہر یا ضرورت استعمال مجارو کے لئے گہرا گیا ہو، یا رعایت لفظی کی خاطر محض الفاظ جمع کئے گئے ہوں، یا پابندی ردیف قافیہ نے کہیں اظہار مطلب میں قاصر رکھا ہو، ان شعرا کی دوا دیں ان نقائص سے بھرے پڑے ہیں، ہم مسلمہ شعرائے متقدمین اور متاخرین فارسی وارو کے کلام کے یہ قصود و مسلمہ نقائص دکھاتے، مگر طوالت مانے ہوئی، حضرت حسرت مولائی یہ عام مرد و نقائص کلام برہمن میں نہ پا کر اپنی پرواز ہم سے قاصر رہ کر بڑی حیرت سے لکھتے ہیں:-

”برہمن کی خصوصیات کلام سے ایک یہ ہے کہ دو چار غزلوں کو چھوڑ کر جو ”د“ کی ردیف میں شاہجہاں

بادشاہ کی مدح میں ہیں، اور کسی غزل میں ۵ سے زیادہ شعر نہیں پائے جاتے، معلوم نہیں کہ اتنے ہی شعر

کہتے تھے، یا بعد میں انتخاب کر لیتے تھے۔“

جب حسرت نے دیوان دیکھا، تو اسے سب شعر چوٹی کے نفرتانے، یہ تو اُن کی سمجھ میں آ ہی نہیں تھی، تھا کہ دُنیا نے شعرائے فارسی میں کوئی شاعر ایسا بھی ہو گا کہ جس کے کلام میں بھرتی کے اشعار نہ ہوں، اس لئے وقت خیال نے ذہن رسا کی رہبری سے انکار کیا، اور وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکا، کہ آیا وہ ”اسنے“ ہی شعر کہتے تھے، یا انتخاب کر لیتے تھے، ”مگر جب بھرتی کا کوئی شعر نہ پایا، تو اُن کی تخیل نے امر متنازعہ کا تاریک پہلو لیتے ہوئے اُن سے الفاظ نیکہ میں یہ لکھوایا کہ:-

”غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے، کیونکہ ان کی غزلوں میں بھرتی کے بہت کم اشعار ہیں“

حسرت سے معقول پسند محقق کا بلا دلیل یہ لکھنا، ”مگر غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے“، باعث انوس ہے، دُنیا میں ایسا کون خود بخوار ہے، کہ جو اپنے فرزند ان معنوی کا گلا گھونٹے، اور وہ بھی ہر روز دُنیا کے عام دیوانوں میں جو رطب و یابس بھرا پڑا ہے، یہ اسی محبت پدری کا نتیجہ ہے، ورنہ اپنے کلام کی غلطیاں گزردیاں کون نہیں جانتا، اور کس کا دل نہیں چاہتا، کہ اسے عیب و نقائص سے پاک و صاف نہ کرے

اور یوں آدب میں آدب نہ کہلائے، اگر حضرت حسرت کی خاطر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے، تو اس جو المزدی و بلند و صلی کی داد دی جانی چاہئے کہ انہوں نے برحق روایح ملک آئیں رشتہ محبت پدیری و پیری یہ جدید طرز اختیار کی اس میں بھی اُن کی جدت پائی جاتی ہے۔

اگر حضرت حسرت رائے صاحب موصوف کا گل دیوان یا انشائے چہار چہنی بنور دیکھتے تو انہیں "اعلیٰ" کا فقرہ حبت کرنے کا موقع ہی نہ ملتا، دیوان اور انشائے موصوف میں حسرت کے اس غالباً کی بجائے تردید ملتی ہے، آپ نے اس میں شاہ وقت 'بارغ' شہر اور مسجد کی توفیق میں بھی ایک نئی لکھی ہے، ہر معنیوں کے متعلق وہاں بھی ۵-۵-۵-۵-۵ اشعار سے زیادہ نہیں لکھے، اور جو رفقات لکھے ہیں، وہ بھی آپ کی محافل طبعیت نے ۵-۵ سطروں میں ختم کر دیئے، ابو الفضل فیضی کی طرح عمر و عیار کی زنجیں نہیں بنائی، کیونکہ وہاں تو محض اظہار مدعا کی عرض تھی، نہ کہ فضول شکر و الفاظ و بندش محاورہ سے، اسی مدعا تو ایسی پر آپ کے خاندان کو نادم تھا، اس کا انصاف و آراہنہ و کلمات الشواہد صنفین کی قلم نے کیا ہے۔

مگر جہاں ضرورت بھی گئی، تو حسرت کے اس ۵ ہی پر انحصار نہیں رکھا گیا، بلکہ ۹-۱۰-۱۱-۱۲ اشعار تک غزل چنی، اب دیوان اور حسرت دونوں حاضر ہیں، حسرت نے اپنے دعویٰ کی پاسداری نہ فقط غلط بیانی سے کام لیا، بلکہ فریب اور دھوکہ بھی جائز سمجھا، غزل نمبر ۵ پر آپ نے اقتباس کلام میں لی، چونکہ اس کے سات اشعار تھے، دو اشعار آپ نے حذف کر دیئے، کہ ۵ کی تعداد نظر آئے، اگر سالم غزل درج کر دیتے، تو اُن کے غلط دعوے کی اُن ہی کی تحریر سے تردید ہو جاتی، حسرت کی ذل پروری اور ایمان داری پر سخت انوس کرنا چاہئے اور ہمیں سب زیادہ کمزور کہ ہمارا خیال اُنکی نسبت ایسا نہ تھا، معقول پسند اصحاب جو کلام کرتے ہیں، محقق کرتے ہیں، اور پُر معنی پس برہمن سے کب ہو سکتا تھا، کہ وہ فضول عبادت ضائع کرتے، وہ خود فراتے ہیں۔

سخن زہر کہ ہر شخصہ تو اس کردن

۱۳- لفظ گلابیہ بہمن در دل چہود، اگر نہ دینی، اور ایمان جو نہ راستہ (برہمن)

آپ کا امتیازی وصف یہی تھا کہ وہ انہیں ایرانیوں جلدی مسلمانوں سے درجہ بالا پرے کیا، دفاعی
نویں حضور، مختصر بیانی کے لئے منتخب ہوئے تھے، آپ کی اودے پور کی عرضداشتیں ملاحظہ
فرمائے کہ سطروں میں شاہنامہ ختم کر دیا، دیگر سفرافضائی نیز کی عرضداشتیں بھی دیکھنا چاہئیں کہ سوائے
طوالت کے اور کوئی بات نہیں، سب ہی تو ماعبدالقدار کھڑا تھا

فخریہ اشعار
مرا از گنج و گہرے کند خط مستثنیٰ بدست خویش ملک گوہر افشانی کہ من دارم
فارسی دار و دوشترانے ایسے ایسے فخریہ اشعار لکھے کہ جن کا بدکلامی سے آغاز ہوا
اور جنگ و جدل پر خاتمہ اگر یہ اندرسانی برہمن کے مذہب میں روانہ تھی کیونکہ

حقہ ایسی خود نمائی و گیر شترانہ کی ایک توہین ہوتی ہے، برہمن کے کلام اقدس کا دامن اس دماغ سے پاک
ہے، ان کے فخریہ اشعار ایک خاص آب رکھتے ہیں، پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے یا دکر نے کے
قابل ہے، ہم یہ سن کیونکر بھلا سکتے تھے آپ بھی سنئے۔

بیک نقطہ از مطلع دیوانم آفتاب بیک پرتوئے زشیع ثباتم آفتاب

گردگرد برہمن از شوق قدیاں گویا سخن زلفِ اہل بالانوشہ است

در محبت حال سے ناز و بہ قابلِ برہمن برہمن انسوگرے جادوید بخودہ است

سائے ربابان کے کلام کی جوانی
ہر ملک کے تقریباً تمام صاحبانِ علم و ہنر یا تو اپنی ایامِ زندگی
میں شہرت حاصل کے موت کے بعد اپنی شہرت بھی موت کی

نذر کر چکے یا اپنی زینت میں اپنی قدر و قیمت سے محروم رہے، ایسے بہت ہی کم ہیں کہ جو اپنی زندگی میں
محفلوں کی رونق تھیں اور موت کے بعد شہرت رکھتے ہوں، لیکن برہمن کے کلام کی جوانی ایسی جوانی
کہ وہ پیدائش کے وقت بھی جوان تھی، اب بھی جوان ہے، اور قیامِ فارسی تک جوان رہے گی،

سائے ربابان کی شاعری کا شہرہ
سہا بایراں عہدِ دافسانہ ہندوستان بلبل را
برہمن راتھو آفتانی ارباشد، ہمیں باشد

جو شاعر، شاہجہانی اور دزدگ زریں درباروں کے رکنِ رکنین تھے، وہ بھی شہرت سے محروم رہے، کیونکہ

قبول عام حاصل نہ ہوا، مگر کاشی جی کے تپ پٹیا کرنے والے سنیاسی کے تپ قلم کی روشنی شمعِ آفتاب کی طرح ایک جہان میں پھیل گئی، اور ایسی کہ ہر کہ و مر کے دل و دماغ نمود ہو گئے، سب کہہ اُٹھے کہ اس نور کا منبع آفتابِ علمِ برہنہ ہے، زمانہ مذکور میں مطبع کی ایجاد نہ تھی، مگر گھر گھر خوشنویس سے دامنوں پر کتابت کیا کرتے تھے، ایک ہزار نقلیں کرتے تھے، اور اس طرح پردہ کلام پر لگا کر ہر دیار و امصار میں پہنچ جاتا تھا، زمانہ مذکور میں آج کل کی خط و کتابت کی طرح یہ خود غرضی نہ تھی، کہ چاہا باتیں اپنے مطلب کی تحریر کریں، اور بلا غامض لکھیں، البتہ چوڑے دستخط کر دیئے، وہ جب خط لکھتے تھے ملکی امور میں آئندہ واقعات سب اول درج کرتے تھے، برہنہ کے کلام کی گونج رن خطوط کے ذریعے دلائق تک پہنچی، کابل اور ایران سے داد سخن، اشوق دید کے پیام لائے، آپ نے مطلوبہ کلام بھیجا، ایرانی سخن پردازوں اور محققوں نے آپ کی خوش کلامی کلام سے متلذذ ہو کر آپ کو ”بیل ہندوستان“، ”بہا“ اس طرح سے جب آپ کی قابلیت کا شہرہ ملک ملک میں پھیلا، تو آپ نے مندرجہ بالا شعر لکھ کر اپنی زبان دانی پر جائز فرمایا،

نظم نعموں سے پر ہے | در بوستانِ عشقِ برہنہ فسانہ گوست
مُطربِ زمانہ ساز غزلِ خوانیٰ من است

رائے رایان کا چہن نصیف اپہار چن کا لطف دیتا ہے، کہ جس میں چاروں اطراف کے گل و گلزار کھلے ہیں، اور چاروں سمتوں کی ہوا گونج نہی ہے، رائے رایان اس زور سے واقف تھے کہ وہی نظمِ رونی، نرم و ادب ہو سکتی ہے، کہ جس میں نال اور سر ہو اور نغمہ سے پر ہو، قدیم برہنہ گرنہ، اسی سار پر گائے گئے ہیں، آلاتِ موسیقی نے انہیں ایسا رس دیا ہے کہ ہر عابد و زاهد، فاسق و فاجر و جلد کنان ہے، لکھا ہے کہ رائے رایان علمِ موسیقی کے خدماںِ سلیم تھے، بو غزل جس بحر میں لکھی، اہلِ تنگ سے سنی، جہاں ستم دیکھا، وہیں قلم کے کان مروڑ دیئے، یہ غذائے روح و درانِ قیام کاشی جی، فرضی سے تقسیم کرتے تھے، سادہ و فیقری سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، ان کے کلام کی شہرت ان ہی لوگوں نے گائوں سے مقبوں اور مقبوں سے شہروں تک پہنچائی، جس نے سنا اُسی نے لکھ لیا، ہم یہ غمہ مٹانے سے معذور

ہیں، آپ یہ شوق کر دیجیں، اگر لطف و دہالانہ ہوا تو پھر لازم دیں، اُن کا یہ ٹہرنے سے۔
 سماعِ اہلِ حُجّت و عِلمِ دگر است ہزار و جدہ آہنگ یک اصولِ کُثم
 منغلّیہ دربار میں فتمہ دربابِ لوازم دربار تھے، اور ہندی گائمن و دیاس کے پرہمن اذلی ملک پھسے
 رائے رلیان اس مرتبے کو کو کبے قبر رہ گئے تھے، کیونکہ اس کے اثر سے واقف تھے۔

کس نے بنید از خواش جگر آچہ من از ربابِ مسیدیم
 ابرانی مجالسِ علما عجب شاہجہانی سفارت سربراہی جانِ نثار خان، ایران گئی، تو اسے
 ہمارا ملا محب علی اور محمد فاروق سوکتہ دان ہی تھے ایک روز ایران میں
 اور کلامِ برہمن اعطاء والد دولت کے مکان پر دعوتِ ہمائی میں شریک ہوئے، اُس وقت ایران
 میں رائے رلیان کی شاعری نے کجاہار کھا تھا، اپنا بچہ علمائے ایران کی اس مجلس میں اہل سفارت سے
 رائے رلیان کے حالات دریافت کئے، برہمن تختہ الفصحایں تحریر فرماتے ہیں۔

دو ہمد آں آشنا ذکر این برہمن فارسی دان بدیلہ شروخیہ شکستہ کہ علّامی سعد اللہ خان مقرب
 آنحضرت السلطانی تقریباں از ہندوستان بولایت ایران بمحبوب جانِ نثار خان ایچی فرستادہ بودند
 بمیاں آمد و این دو بہت فقیر در آن دیار مشہور است۔

باید بد اظہانے تمک سود ز سقین بودن تمام آتش بجے دود ز سقین
 چشم تا برہم نہ دی انجسام شد آغازِ عسّر سٹے شد ایں رہ آجیناں کا داز پاسے بر نکاست
 ممکن ہے، کہ برہمن نے غزل نمبر ۱۳۳ اس سفارت کی واپسی کے بعد تحریر کی ہو، جس کا
 مقطع ہے۔

یا ایران سے برداشتا ہندوستان بٹل برہمن را شکوافتنی اربا شد ہمیں باشد
 نصائیف کا زمانہ تکمیل ترتیب دین پرانہ سر با تو جوانی صحتے دارم
 کہ کو مصلحت کیشاں مجب سربازی بنیدارم

اس رلیان کی ترتیب کا زمانہ ۱۶۶۲ء کے لگ بھگ قرار دیا جاسکتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کا

اُس وقت خیال پیدا ہوا جب اکبری دشا جہانی سلطنت کا طرزِ بہانائی، اورنگ زیب آئینِ حکمرانی کو مغلوب و مغلوب ہو چکا تھا، محبت و اتحاد کا لڑھ پڑا جا چکا تھا، امن و اطمینان، بیم ورجائی رہی سے سودریاں کا خیال چھوڑ، تیرتھوں کے گھاٹوں، پہاڑیوں کی گھاٹیوں اور کوہی دروں میں جا چھے سٹھے، اگر دیش روزگار نے صبح قیامت کی ظلمت سے جہان تیر و تار کر دیا تھا، اسبابِ نشاط و کارانی نے اپنی بساطِ بچھائی تھی، دُنیا کی مال و دولت، قارون کے خزانہ، عمارہ میں جمع کی جا رہی تھی، اگر اس رت و رازد میں ایک طرف ماں، باپ، بھائی، بہن، قربان کے جا رہے تھے، تو دوسری طرف مقدس مقامات، مسما و منہدم ہو رہے تھے، جس سے ایک سخت طوفان پیدا ہوا، اور زلزلہ، ظلم، ارضی نے قلوب انسانِ پاش پاش کر دیئے تھے،

غرضیکہ دنِ اُشب تاریک گیا تھا، اور شیبِ تاریک طوفان، اس تھیر دُنیا کا تماشہ بہمن اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، وہ انقلابِ روزگار سے ایسا بزار ہوا کہ تصور کرتے ہی خدا کی نظر آئی، لگتا ہے کہ خار بچھے، اور آبِ رداں کا دامن باعثِ استغنا طاز دیا دیا، ابراہیم بے قلم ہمارے تجربہ کیلئے بیان فرماتے ہیں :-

ماہیت و بلند روزگاروں دیدیم ماہِ فضلِ خزانِ لُوبہ سراں دیدیم
در را و طلب و واسپ سے باید تاخت ما تا غنِ ستا ہوا راں دیدیم
شہرِ اودہ وارا کی فرمائش، تہمتِ مکی و مالی کی ضروریات، اہل طلب کی خواہشات، غزلِ رباعی لکھنے اور ترتیب دینے کی کہاں اہلیت دیتے تھے، مگر یہ وقت کا قدردان، ہر لحظہ اپنے قلمدانِ لیانت سے فائدہ اٹھاتا، کچھ قلم برداشت لکھ ہی ڈالتا تھا، دیوانِ مکمل کرنے اور ترتیب دینے کی کہاں فرصت تھی، جب کرداتِ زمانہ نے فرصت دی، تو یہ وہ وقت تھا، جبکہ اورنگ زیب اپنے عہدِ حُکمرانی کے ۳۰ سالِ خاک و دھن میں گزار چکا تھا، اور اس عرصہ میں جو نہ ہونا تھا، ہو چکا تھا، آپ نے اپنا وہ کلام جو اپنے مربی و سرپرست شاہ جہان کے ددِ حُکمرانی اور شہزادہ داراشکوہ کی ہربانی سے شاہ جہان کے انزاعِ سلطنت اور اورنگ زیب کی ابتدائی حکومت تک اپنے قلم کے

ذریعہ کا مذکر پہچانتا کیا تھا، دیوان کی شکل میں جمع کیا، اور ضروریات دیوان کے لئے جس قدر اور غزلیں کی جہاں جہاں ضرورت تھی، حالت حالات کی مناسبت کے زیر اثر تیار کیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا اس وقت سوائے سرور و دار اور بے ثباتی دنیا اور کوشاںیا معنوں تھا، جہاں جہاں غزلیات میں کمی تھی، انہیں کاشفی جی میں مکمل کیا گیا، ردیف میم ستر پائس زمانہ کی یادگار ہے، ایسی ہر غزل ایسے اندازہ علم کا لہر پڑھ رہی ہے

غزلیات کا جن نصف سے زیادہ فضل بہاری میں سرسبز ہو چکا تھا، رباعیات کا بچہ دیں و اغدار سے اس وقت تخم بزم محفل ہوا، جب بچہ دل جمعیت کامل کی آبیاری سے شگفتہ ہو چکا تھا، اور ان کا قلب سرور و جہاں کے اسرار کی شگفتگی کے مے سے رہا تھا، داستان غم قلب مضطرب پر جو اثر ڈال سکتی ہے، وہ ان کے ساز قلب روحانی پر حقانی و معارف کی مضطرب کی ایک ضرب تھی، کہ جس نے روح در راحت، امیری و فلسفی، تنگی و فراخ دستی، عروج و گہمت اور اقبال و فلاکت کے مضامین پر ایسا صوفیانہ رنگ چڑھایا، کہ وہ کلام عالی گانے عالم بالا کا پایا، اس پر انہیں خود ناز ہے۔

تا بوسے بھرید بد عالم آمد از ہر دو جہاں خط فراغم آمد

ہر جا کہ ز عشق تہ بادے بر خاست پردانہ شد دوسرے چراغ آمد

رباعیات کے مضامین ایسے ناصحانہ پیرا میں لکھے گئے ہیں، جو اس عہد کے عالمانہ خیال حکومت کے لئے چراغ راہ تھے، وہ جن رباعیات کے شروع سے اپنے دیوان کا خاتمہ کرتے ہیں، اپنے زمانہ پیدائش کے لحاظ سے خود بخود اور رنگ و روپ کے عہد حکمرانی کا اشارہ کرتی ہیں۔

اسباب نشاط و کاروائی ہمہ ایچ جوں در گذشت زندگانی ہمہ ایچ

گیرم کہ شئی گنج معانی ہمہ ایچ در بیچ ندانی و بدانی ہمہ ایچ

دیگر

لے خواجہ نہ نام و نشان خواہد ماند حرفے دوسرے ہر زبان خواہد ماند

بہر چیز کہ بہت از میاں خواہد رفت جز نام خدا کہ در میان خواہد ماند

خاتمہ دیوان کے آخری الفاظ زمانہ تکمیل و تربیت دیوان کے متعلق ایک ایسی مادی شہادت ہے کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی لکھا ہے کہ :-
 ”در عہد دولت بادشاہ عالم گیر آفاق ستان“

برہمن تختہ نویسی کے بادشاہ تھے اور ایسا لکھتے تھے کہ بادشاہ بھی یہ کام نہ کر سکتے تھے انہیں کس دعوے سے اپنی قابلیت کا دھجکا جاتے ہیں :-

ہوئے نقش لکھوں کہیں نہ حرف آئے مرکزِ پرکشش ہر سے پہنچ جائے
 برہمن نے عالمگیر کی صفت تھیں دندرن تو جملہ دروہان اندھے مصداق ”آفاق ستان“ لکھ کر ختم کر دی، نقد سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صفت کیسی مناسب حال تھی، پس اس دیوان کی تکمیل و ترتیب کاشی جی میں ہوئی اور یہ اس وقت ہوئی جب کہ سوائے کچھ بندگی آپ کا کوئی اور شغل نہ تھا

قدیم بیاض اور رائے رایان زمانہ قدیم میں مکتوب اور بیاض ہر شخص تیار کیا کرتا تھا، بچے ان سے فائدہ اٹھاتے تھے، بوڑھے دل پہلاتے تھے، ہوانے

اپنے کلام کی جوائی چمکاتے تھے، زمانہ کی صفت کے ساتھ بیاضوں اور مکتوبات کا بھی شیرازہ ترتیب تر تیر ہو گیا، اب ہمارے گرجا گاہ صاحبان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ دونوں کیا تھا؟

اس زمانہ میں سناہ سے سے کراؤنی، کھانڈا، تک بھی اپنی اپنی جہاد بیاض تیار کرتا تھا، جو غزل مرغوب، مطلع ہوتی تھی، یا کسی مشہور استاد کا کلام ہوتا تھا، یا کوئی ہربان اپنے کسی ہربان کے پاس کلام بھیجتا تھا، یا جو کلام شہرت پا جاتا تھا، اسے بیاض میں درج کر لیتا تھا، اور بہت سے غزلان اپنا کلام ہزارین یا ہزاروں سخن کے پاس بھی بھیج دیتے تھے، چنانچہ رائے رایان بھی تختہ دان، سخن و دست اصحاب کی خدمت میں ان کی خواہشات کے موافق اپنا کلام ان کی بیاضوں میں درج ہونے کے لئے بھیج کر دیتے تھے، چنانچہ غزل نمبر ۱۱۳ ”بوسے داشرہ، بانڈا، خبر سے داشرہ، بانڈا“ جو دربار کی طرح غزل تھی، وہ ایک مشہور استاد کے پاس حسب ذیل الفاظ کے ذریعہ روانہ فرماتے ہیں :-

”غزل ہزار سخن دوست، نکتہ دان، بہارِ انساں را نوشتہ شد“ اور لکھا ”غزلِ طری را بطریقِ یادگار در

بیاضِ خود ثبت فرمایند“

ان میں بلحاظ صنف سخن، شعرائے مشاہیر کا کلام محفوظ پایا جاتا ہے، ایسی بہت سی بیاضیں قدیم کتبِ خانوں

میں اب تک محفوظ ہیں اور بڑی کار آمد ہیں۔

کلام رائے رایان کی فراہمی کی غرض سے ہم نے اور ہمارے دوستوں نے تین تین سو برس

کی پُرانی بیاضیں چھان ماریں کہ کہیں کوئی غزلِ برہن کی ملے، چنانچہ بہت سی غزلیات ان

بیاضوں سے ملیں، بیاضِ الاشعار جو دربارِ کچھوکھلو کے جلو خانہ میں محفوظ تھے، اُس میں رائے رایان

کی غزل نمبر (۲۸۹) ”کیئے“ ”دجیئے“ ”صفیہ“ ۳۰ پر اُن کے نام سے درج پائی گئی اور بھی

بہت سی غزلیات بیاضوں میں پائی گئیں، اپنے دیوان کی غزلیات کی صحت ان سے کی گئی جو

بیاضیں رائے رایان کے طلعتِ شاعری کے بعد اہل ہند نے مرتب کیں، اُن میں رائے رایان کا کلام

خصوصیت سے درج پایا گیا، کہا جاسکتا ہے کہ گذشتہ تین صدی کی ایسی کوئی بیاض نہیں جہیں

برہن کا کلام نہیں۔

جو بادہ نوشتانِ علم معرفت مینائے برہن کا لطف

سے مزالیں گے، اُن کے دماغ اُن کے سرور

نقوش و الہیاتِ حقائق و معارف، ادب و

اخلاق، اندرز و نصائح سے نوراً معلوم کر لیں گے۔

بطحاظ مضامین آپ کی تصنیفات

کی
نقصیم و وجہ کا نہ جذباتِ مشتعل ہے

کہ دیوانِ مذکور کا جو رنگ ۳۲۴ دیں غزل تک ہے، وہ شہزادہ دارا اور شاہجہانی دربار کی رُوح

رواں ہے، اس کے بعد وہی زبان، نیز نچھی زمانہ، استمگنی، درد و غم، مایوسی، شکوہ، انسانی معذرتی

مجبوری اور بے ثباتی، دنیا کے ناہائے دل کو ترسوا کر یہ گناں ہے، جہاں اس تین اوّل میں شکستہ دلی

کی تشبیہات، استعارات و کنایات شایخِ قلم سے سمجھوں کی طرح کھلے ہیں، دوسرے دو درمیں جفا،

ظلم، سنگدلی، گوشہ تہائی اور عزّت کے جامِ برے درد سے پیے اور پلائے گئے ہیں، ہر شعر

اشکِ خونین بہا رہا ہے، اور ہر مصرعہ شوقِ گم گشتہ کا لہو پڑھ رہا ہے، بندشِ الفاظِ آرا کے دردِ انہر
رقتِ آمیز واقعات کی مرثیہ خوانی کر رہی ہے

حروف، دلِ بریان کے محوئے ہیں، لفاظِ قطرہ فون، اعرابِ قلبِ مضطرب کی تار پر مضرب،
مصنوع سرِ پادِ دردِ عجم، وہ ایک زخمِ خوردہ و مجروحِ دل ہے، کہ جو کباب بن کر حروف کی شکل میں
طشتِ قرعاس پر پیش ہو تا ہے، جو دلِ ستم رسیدہ میں، وہ دیکھ کر روتے چھین مارتے ہیں، جو ہنیم میں، وہ
درسِ عبرت حاصل کرتے ہیں، جو نادانِ حق ہیں، قریبی معنی سمجھ کر لطف لے رہے ہیں

ہم نے جب ایک قادرِ کلام استادِ زماں کے کلام میں روزِ دشب کے ایسے متعارفِ نظارے
دیکھے تو طبع کی رودانی کی تقسیم ”واہ“ اور ”آہ“ نے کرائی، ہم ایک دم چونک پڑے، قاریں
اولِ آرا کی صحبت کا پتہ دیتی ہے، اور قاریں دوم گو ہر یک دانہ کے فراق میں روتی ہے

جن اشارے سب سے اول، محرمِ راز بن کر بڑی صفائی ادبے باکی سے ہمارے دل پر پھنجر
مارا، وہ خوانیِ جلا دیہ ہیں

دروئے مجربِ بزمِ جینِ مینار
چو اشکِ پردہ درِ محالِ رازدارِ آفت
فردغِ سببِ زارِ یکِ خاطرِ مطلب
خونِ آنِ گردہ کہ دمِ کہ قامتِ دلِ رازدار

کہ ناشکستہ ولاہیم اوشکستہ نواز
بروئے آدنواں کر دیدہ محرمِ راز
کہ غافلِ زرا و حقیقتِ اہلِ محار
بسوئے قبضہ آن روئے میکشد نماز

دیوانِ وِرباعیات کی منطقی تقسیم

جو اہلِ نظر دیوان اور رباعیات ایسی نظر سے دیکھیں گے، کہ جس خیال سے رائے رایان نے انہیں
لکھا ہے، ان کیلئے یہ مفید کرنا بڑا آسان ہے، کہ بہمن کے پردہِ خیال کی کوئی برے سے بڑا قادرِ کلام
سبھی تقسیم نہیں کر سکتا، اور نہ ان بے تعدادِ منطقی مضامین کی کوئی مکمل نہر سفت بنا سکتا ہے، اس لئے کہا
جاسکتا ہے کہ ان ہر دو نقصانِ منطقی صحیح تقسیم ناممکن ہے

رائے ایان کی کثرت و وسعت مطالعہ

اگر سے کہ بدستِ کشت از دستِ مدہ، کم تو اس اگر زیادہ تو اس کردن
گورائے رایان کی زبان و کلام کے لحاظ کے بعد اس عنوان پر لکھنے
کی چنداں ضرورت نہ تھی، مگر یہ معنون رائے رایان کا لکھا ہوا ہے کیا

اس نے درج کیا جاتا ہے، ہم سے اور ہمارے قابلِ دوستوں سے تو بہت سی کتابوں کے صحیح
نام بھی نہیں پڑے تھے، پھر جانے کہ یہ کتابیں پڑھی ہوں، اس فہرست سے یہ پتہ چل گیا کہ آپ کا مذاق
سخن کس قسم کا تھا، اپنے فرزند کو لکھتے ہیں۔ کون سے جو وقت کی قدر کرے۔

”فرزند بلند چرخ خانہ زندگانی از آفاتِ زناں برکنار دالود، اگرچہ در عالمِ تاریکی دستگاہِ بیدار دالود و
احاطہ صحیح از حدِ بشری بنیادِ راست، اما اولاً بچہٗ جستِ افشاح الجواب سخن بطریقِ بہت، مطالعہٗ گلستان
بوستان، و آفتابِ طاجا، از جملہٗ ضروریات است، و چون بقدرِ شعور و ہمِ رسد، مطالعہٗ کتبِ اخلاق
مثل احقانِ نامری و اخلاقِ جلالی، و مطالعہٗ تاریخِ سلف، مثل حبیبِ السرور، و دفترہٗ الصفا، و دفترہٗ
المسلمین، و تاریخِ گزیدہ و تاریخِ طبری و نظائر و اکبرنامہ و امثالِ اس ضرور کہ ہم مشابہتِ سخن میرسد
و ہم اطلاع بر احوالِ جهان و جہانیاں حاصل میگرد، و در مجامع و مجالس بسیار بکار می آید، و از دایوہنا
و دشوہنیا بعضی ارستو و ابنِ روزگار کہ این نیازمند و غفلانِ شباب مطالعہٗ نموده، اسامی و از گزائی
آن طبقہٗ دالار و ذیلِ اس رقبہٗ مرقوم میازد، باں فرزند عزیز القدر فرصتِ ہرچہٗ تواند از تصانیف
ایں بزرگانِ مطالعہٗ نہ تاہرکتے و فرستے دایہٗ اسعداد حاصل گردد، و سرور شہِ سخن بدستِ اُمت
اسامی و از حکیم شانی، و گاروم، شمسِ بزرگ، شیخِ فرید الدین عطار، شیخِ سعدی شیرازی، خواجہٗ حافظ
شیخِ ادعوی، شیخِ کربائی، و طاجا، و دیگر شعرا و دفعی غنلا و بطن مشہور و روزگار د، مثل سر و فر
شورائے روزگار، و گار و دی، حکیم قطران، عجبی، عتقری، فردوسی، زبانی، ناصر خسرو، جمال الدین
عبدالرزاق، کمال، اسماعیل، قاتانی، اندری، ایر خسرو، حسن دہلوی، طاعتی، کھیر ناریانی، کمال محمد
عودعی، سمرقندی، عظیم چگاری، عبدالواسع خیل، آجی الدین، سلطان، رکن صابن، فتح محمد، آواز المعانی
و آزی، مسعود، مسعود سلطان، مسعود بیگ، فرید الدین، امیر عثمان، مختاری، ناصر چگاری، ابنِ سینا

بچشم سوانی 'قریه کاتب' 'ابوالحسنی گنج' 'آذری' 'فکلی' 'سوادری' 'بابا غفاری' 'توابعه کرمانی' 'آسمنی'
 'لاشانی' 'ماتحمدمعانی' 'لشعلی' 'لطیف' 'مخلوئی' 'ریش و طوطا' 'آفراسنجی' 'آمرودسانی' 'واضح'
 'مغیریزه' 'هرتزی' 'نورمحمد میرداد' که چون در عنوان حال خاطر از سلاطین کتب متقدمین فی الجمله فارغ یافت 'بطبع'
 سخن دوست را پس سخنان متاخرین بهر سید تا آنکه شروع در بهر ساینده دیوانها و دشواری را برادر ایام
 نسخ بسیار بدست آورده و بعد از مطالعه بشکر دامن و آذان جمله اسامی بصیغه الا را باب سخن آید
 'آبی' 'بلالی' 'مختم' 'دشمنی' 'خاقانی' 'نورالحی' 'میدی' 'میرزا قاسم' 'کوتایبادی' 'آلایانی' 'روزی' 'آبدانی'
 'جهانی' 'صهری' 'صغیری' 'رشتکی' 'آلبانی' 'بلالی' 'چیرنی' 'عجزی' 'میرداری' 'طوقی' 'میتنی' 'مشقانی' 'فطمی'
 'موی' 'مزدی' 'مشرقی' 'قدسی' 'حجری' 'حضری' 'آبکی' 'درکی' 'صفوری' 'دیری' 'دشمنی' 'میرداری'
 'مزدی' 'مشرقی' 'ماتحمدمعانی' 'دشمنی' 'واحدی' 'میری' 'زانی' 'موشی' 'آوردی' 'فکلی' 'مشکوی' 'روشنی'
 'حقیقی' 'عشرتی' 'مکلی' 'غزالی' 'ماتحمدمعانی' 'میتنی' 'شکیری' 'عیالی' 'نظری' 'دشمنی' 'آلایانی' 'میرزا قاسم'
 'بیتسموم' 'نیرتهندی' 'دلی' 'دشت' 'ایمانی' 'ماتحمدمعانی' 'میرزا قاسم' 'دوگزار' 'باب سخن' 'دلیل' 'طبع'
 صاحب دیوان دشواری انداخته از تقصیر اسامی آنها درین نسخه گنجایش ندارد و بی تکلف چون بجهت
 شکر بیان آتش شود شیرینی دیگر بهر ساند 'لعل' 'لش' اگر چه شاداب تر از لعل بهشتانی و رنگین تر از
 با زیت رانی است 'لعل' را آن شکر افشانی و یافت را نمک پزی بجا 'اگر نه لعل شکر با کز آن
 در یکجام نلکم نمک ریخته بود' 'نمک' این را نمک نبود' اگر دایم نسبت 'چون' خبر دیوان
 در وقت خنده شکر افشانی بخشش لشکر شیرین نموده 'بیت'

مهری کرد و دیوان چون در صیف شیرین دهنش بکاشان بود

لعل را با لعل لعل تو چه نسبت باشد لعل بسیار در لعل تو کار کجاست

اگر چه خط سبز مستوفان لاله دار و زلف و سرور خاطر است 'الاحسن' خط خوشه بیان بکاران بهترین
 قلم و جادو کاران 'نکین' رتم و تبه حالت و طراوت و نجو دارد 'آن' خط اگر چه اختیار دها از دست
 ی بود 'نکین' در موقع ذوال و موعین انتقال است 'و این' خط همیشه بهر صغیر و زکار بانی و پائزار
 بانی را با فانی چه نسبت و کدام مناسب است 'جمعی' که قدر و قیمت گر آید او دلوائی و معانی شاهرا

وانہ زندہ قلم کو ہر بار راہِ نجات پر گھسیٹتا ہے، پھر درمیانِ دو گہری زبیری و بربادی دانش، ایک خطِ نازک پر
ایں سرمایہ غافل نہ نسبتِ مردِ بزرگ، متعدد اوسن معلوم لگے کہ کبیت قلم در عرصہ کاغذِ کجلاں ہی آدم
صد جای نغز و درد ہر قدم از پای افتد و الہ آباد“

برہمن کے چمن میں
کسی غیر کا عمل دخل نہیں

اداسے تازہ و طرزِ سخن از شبنم پیدا

شاعروں کے ہر سوانح نگار کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ اُن کا مبدع اپنی
طرز کا موجد تھا، یا ایسے استاد اپنے ممدوح کو کسی مشہور شاعر کا شاگرد بنایا کرتے ہیں، لیکن اُن کا قلم اُن کے
ہاتھ سے اُن کے بیان کی جب اس طرح سے تردید لگتا ہے، تو شاید انہیں شرم نہیں آتی، برہمن کی
زبان کسی کے کلامِ دیوان سے متاثر نہیں ہوتی، اُن کا کلام ایسی ترکیبوں اور طرزِ بیان سے بھرپور ہے
کہ جو حفاطِ شری کے حصہ میں آسکتے، وہ اپنی طرز کے آپ موجد تھے، شعرِ مندرجہ عنوان! اسی ایجاد کا
پتہ دیتا ہے!

سرخوش سا فاضل آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہو کر ناصر علی سرمنہدی کی حیرانی
کے الفاظ اس طرح لکھتا ہے:-

”در کا طبع ایں جو اپنے حیرانم کر معنی ہائے تازہ از کجائے آرد، برہمن پہرے مقبول نہ کر سخن

سے کر د“ جب ناصر علی اور سرخوش آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہیں، پھر زیادہ اور دلائل کی کیا ضرورت ہے

شاعری پرچہ کی وجہ

وقت ہم اُن پر نشان دیتے رہے، اب وہ نشانات تقاضہ طلب ہو گئے، یہ ہمارا فرض ہمیں یاد دلاتے
ہیں، کہ ہم اس منطقی تقسیم کے تحت برہمن کی شاعری کا موازنہ کریں، ”در بہ سبیل اجمال اُن پر کچھ لکھیں
چنانچہ اُن پر ایک جدا مضمون لکھا گیا، یہ دلائل و محنت اگر مشکل نہ تھی تو آسان بھی نہ تھی، کیونکہ دماغ
برہمن کی یہ ایسی بلند پرواز ہے، کہ جہاں تک ہمارا طائر خیال نہیں پہنچ سکتا، ہر شعر میں وہ وہ محمود و نکات

پہنہاں کہ جنہیں دیدہ دیکھ سکتا ہے اگر برہمن کا قلم ایک شعر ایک مضمون کا لکھتا ہے تو عدد برآ ہونا آسان تھا مگر وہاں تو یہ حالت ہے کہ جوں جوں غور کرتے ہیں مطالب گونا گوں کیسار و افزا اور بیچ و ریز چمن نظر آتا ہے کہ انسان کو محولت ہو کر خاموش ہو جانا پڑتا ہے ہم اسی صورت میں ناقابل عمل تقسیم و تفریق اہل نظر کی قوت فہم کے سپرد کرتے ہیں وہ خود دیکھ لینگے کہ کیسا مشکل کام تھا وہ مصور فطرت خود فرماتا ہے ۷ ہزار وجہ بہ آہنگ پیل اصول کلم

برہمن ماد سخن بھو گل دلوے گل ایم
در حقیقت ز سخن نیست سخنوفانی

راستے راہیاں کی تصانیف
عمہ و مذ کو کی صحیح تاریخ ہیں

تاریخ نگاری کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دنیا کے نیک بندے
انہی کے نیک نتائج دیکھ کر انہی کی راہ پر چلیں زمانہ کی کسی بد ذاتی و اخلاقی بُدا فعلی و بد اعمالی کے
واقعہ سے جو ظاہر عروج فانی پر ختم ہوتا ہے متاثر ہو کر کسی غلط راہ پر گامزن نہ ہوں بد اشخاص
بدی کے بد نتائج پڑ کر خوف خدا محسوس کریں اور ہدایت پا کر آئندہ نیکی کی شاہراہ پر قدم رکھیں،
پس جو واقعہ تاریخ اس اصول کے تابع ہے اور تاریخ نگار ایسا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے ہندی
علم تاریخ کی رُو سے وہی تاریخ ہے اور وہی تاریخ نگار یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ہندی علم تاریخ پر
کوئی جواب مضمون لکھا جائے مگر مختصر الفاظ میں یہ مضمون ظاہر کر دینے کے بعد یہ ذہن نشیں کیا جانا چاہی
باز بس ضروری ہے کہ اقوام عالم کا مروجہ طریقہ تحریر تاریخ نیکیوں کا گلا گھونٹنے اور بدیوں کے شیطان
کی پرورش کرنے والے نسخے بننے جو تاریخ نگار واقعات کا صحیح نتیجہ نکالنے سے معذور رہتا ہے،
یاد دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا ہے وہ اشجار امن و اتحاد پر نخل نفاق و غمزہ زنی و باغی و بد چلتی کا
پیوند لگاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کل دنیا کے ہر باغ میں ایسے ہی باغیاں ہیں اور
ایسے ہی درخت پھولے پھلے ہیں،

اور ننگ یب نے اپنے کارناموں کی تشہیر کے روکنے کے لئے جو تدا بیر اختیار کی تھیں وہ
اہل سیر سے مخفی نہیں مسٹر جی لے داؤن ایم اسے و ایچ ایل گریٹ ایم لے زمانہ حال کے

مسئلہ تاریخ داں اپنی تاریخ ہند سلسلہ ۱۹۱۹ء کے انڈیشن میں صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں :-
 اورنگزیب کا تخت مذہبی تعصب اس کے بے شمار طریق عمل سے ظاہر ہو گیا تھا اس کی سیلون کی
 مسدودی شاعروں کی بربادی تاریخ مجروں کی بندی اور تاریخ نہ لکھنے کے متعلق سخت متنازع
 احکام جاری کر دیئے تھے۔

اس تاریخ کا بھی عجیب مقدمہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہند کی تاریخ بڑی عریض و برہمی سے مسٹر
 من موہن صاحب ایم۔ اے نے ۱۹۱۵ء میں مرتب کی اور پھر عرصہ بعد یہ صاحبان اڑٹے
 اصلی مصنف کا نام اڑا دیا ان ہی الفاظ میں یہ عبارت اس میں بھی درج ہے غلام حسین خان
 طباطبائی یہ راز اس طرح کھولتا ہے۔

بعد از وہ سال محرران تاریخ راز تحریر سوانح ایام دولت خود منع داشت کہ کسی احوال اُدرانہ
 نگاشت بعض فقرات باشم علی غانی خاں اشعارے باں دارد فقیر بنابر استنباد فقرات مذکور را لینے کی نگا
 دی ہذا بعد انقصائے وہ سال مورخاں از نظیر احوال پادشاہ عدالت گذر دیں پر درموند گشت ہر چند
 بجز دلیل منع تاریخ نویسی عیوب خود را پوشیدہ کہند کہ ہرم ظاہر نشود فایدہ نہ بخشید فاش تر شد۔
 (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴)
 ایسے ہی اور دیگر اسلامی مورخوں نے اور نہ لکھنے کی اس چال کی کا بھانڈا پھوڑا ہے
 بلند حوصلہ بچارے خانی خاں نے جس پر وہ راز میں ڈر ڈر لکھا اب اسے سب جانتے ہیں
 نعمت خاں عالی نعمت زندگی سے محروم کر دیا جائے اگر قابلیت کا واحد امانت دار نہ ہوتا سیکڑوں
 وقائع نگار حادثات اور نگاہیں کئے اوقات لکھنے کی آرزو رکھتے تھے مگر سب شہید آرزو ہوئے ورنہ
 خود شہید ہوتے ایسا لکھنے والا کون تھا کہ جو لکھتا اور لکھ رہتا مگر اس معلم حقیقی نے اسی ہی کے ربار میں
 اپنا ایک شاگرد رشید برہمن پیدا کر دیا تھا جسے تعلیم دی گئی تھی کہ تو نظم میں سب کچھ لکھ اپنے دیوان
 اور کلام میں سچا بھرے دربار میں سنا مگر کسی کا نام زبان پر نہ لائے تاریخیں یاد کرنے سال سمیٹنے
 غرض رکھتے اوقات کا عطر نکال اور اسے رمز و کنایہ سے عالم میں پھیلا دو گے شمیم کی طرح سب کے
 دماغ مسطر کر دیجئے واسے سمجھ لیں گے اس نکتہ سے واقعہ سخن کی داد دیں گے یہی تاریخ
 نویسی کی علت غائی ہے۔

شہا جہان کے قید ہو جانے کے بعد سلطنت بھر میں جو جو طوفان آئے، مضرانگ انقلابات رونما ہوئے، ہزار رتبے گناہ بند گن خدایتیج کئے گئے، شہزادے اور شہزادیوں نامہروں کے قہقہے میں آئیں، ماروا سلوک روار کھئے گئے، بادشاہ جازکے جیسے جی اُس کی اولاد بے جی سے تلوار کے گھاٹ اُتاری گئی، غرضیکہ جو کچھ ہوتا تھا، وہ ہوا، رائے رایان نے سب کچھ دیکھا، اُن کے دماغ نے عہودِ مذکور کی تاریخ لکھنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا، وہ تاریخ کی بے ضلّ زندگیاں کا باعث تھا، اور تاریخ کی ردِ برج ردا، جو شعرِ صدر کا تاریخ مضمون بنایا گیا، وہ ہمارے استدلال اور دعوے کی کھلے الفاظ میں تائید ہے، رائے رایان اپنے طرزِ خاص میں فرماتے ہیں، کہ میں تو گل ہوں اور یہ کلام بونے گل ہے، جو حقیقی سنگِ گل ہے، اُن کا کلام کچھ معنی رکھتا ہے، میرا کلام ایسا ویسا نہ سمجھو، اس میں بڑے راز بھرے پڑے ہیں، حل کرنے کی کوشش کرو، درحقیقت رائے رایان کے گزرا میں بھولوں کے بُو کی طرح اُس عہد کے واقعات کی بُو نہیں ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں!

رائے رایان کی لائف ہم لکھ چکے، مگر وہ بونے گل ہمارے دماغ میں بسی ہوئی ہے، جو چین رائے رایان کی سیر کرتے وقت ہمارے دماغ میں نہنچی، اس نے ہمارا ایمانِ قلم اس عطرِ بیری پر عبور ہو گیا، ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب ہم نے رائے رایان کی فراق و ارا میں آہ و زاریاں سنیں، تو ہم سے رہا نہ گیا، ضبط کھو بیٹھے!

بہانچہ ”دلِ برہن اور دردِ دارا“ اور ”وزنگِ زریب رائے رایان کی نظر میں“ دو مضمون اسی تراش خیال کے نتائج ہیں!

برہن مابین محشر از ہم جنیم کشائیم
اگر آید شبے آں آفتاب من بواب من
اس صداقتِ صدقہ پر کسی دیگر تصدیق کی ضرورت نہیں کہ برہن دارا تھا، اور دارا
برہن چوتھو رائے رایان اور دارا کی طبیعتِ تصوف کے رنگ برابر تھے، اس لئے تجلیت
مشرقی و دکھاندار اور دونوں کے تعلقات ایسے وابستہ ہو گئے تھے، کہ ایک کو دوسرے سے

دلِ برہن

اور

دردِ دارا

برہن کا دارا سے صدقِ ارادت دیکھتے کہتے ہیں کہ اگر دارا مجھے خواب میں بھی نظر آجائے، قیامت تک آنکھ نہ کھولوں۔
کیونکہ آنکھ کھلنے سے تصورِ بارِ حق ہو جاتی ہے، ”سہا سنائی“

کی جدائی نہایت شاق گذری اور ہونا بھی ایسا چاہئے تھا جب کسی اتفاقیہ حادثہ سے ہمارا قلم ٹوٹ جاتا ہے تو اس معمولی نقصان سے طبیعت معزوم ہو جاتی ہے پس جہاں رائے رایان کا شاہجہان جدیدِ قدردان آقا قید ہو جائے، شہزادہ سامد درج سنگدلی سے قتل کر دیا جائے، اس کی نسل کا جلاوطن کئے ہاتھوں گائیہ خاتمہ ہو جائے تو ایسا کون احسان فراموش سنگین دل ہے کہ جو یہ درد محسوس نہ کرے ان کو کرنا چاہیے تھا اور جو دل انصاف سے متور ہو وہ ضرور کرے گا

دیوان کے ملاحظہ کے بعد ہم اس نتیجہ صحیح پر پہنچے کہ دیوان کا ابتدائی حصہ شہزادہ شہید کی صحبت میں لکھا گیا ہے، اور دوسرا حصہ خاندانِ مغلیہ کی اس عام تباہی و بربادی کے بعد رائے دیوان سے تیز کی جانی ایمانداری کا گلا کاٹنا ہے کہ اس تعریف میں کون کون سا کلام آسکتا ہے، مضمون و تراویح خیالات سے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوان کا آخری حصہ کن کن کئی خدمت ملک و ملازمت، بحالتِ گوشہ نشینی مقامِ کاشی جی لکھا گیا، کیونکہ اس میں خصوصیت کے ساتھ بے ہرئی فلک بے ثباتی دنیا اور گوشہ نشینی و غیرہ مضامین درد کی آہ و زاریاں کی گئی ہیں، اور اس میں تقریباً سب مغزلیات ایسی ہیں کہ جن میں اس تاریخی واقعہ عبرت و بصیرت پر خون کے آنسو گرائے گئے ہیں، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ رائے رایان کی طبیعت عالی کس درجہ نیک اور احسان مند واقع ہوئی تھی، اور وہ شہزادہ دارا کی حالت زار اور واقعاتِ مقتوی سے کیسے موثر ہوتے، اس وقت کی دنیا کی رہا انقلابِ حکومت سے کیا حالت تھی، اور نیک دلوں پر شاہی خاندان کی اس پُر جفا و نریزی کا کیا اثر ہوا، یہ تمام کلام ان جذبات و تاثرات تاریخی پر اس وقت صاف روشنی ڈالتا ہے، جبکہ محاسب وہی گوہرِ دراد شہزادہ شہید بٹھرایا جائے، اور ان کی تباہی و بربادی کا سماں آنکھوں کے سامنے ہو، اور آنکھیں وہ ہوں جو رائے رایان کے دارۂ گریاں کی طرح تر ہوں، وہ پھر دیکھیں گے کہ تابعِ بند کا یہ آہم واقعہ کیسی تسلسلِ بیانی اور رموزِ نہانی سے منکشف کیا گیا ہے، صنعتِ استخراجِ صنعتِ الفاظ کے لئے ہے، اگر اسے مضمون کی طرف لایا جائے تو صنعتِ صنائعِ بخوبی سمجھ میں آجائے۔

من سخن در پردہ سے گفتم سحر بابرین آفتاب من مخاطب کردہ بود آئینہ را

چو کچھ جذباتِ قلبی کی وقت پر صبحِ ترجمانی کی گئی ہے، اور مضمونِ تاریخی ہے، تاریخی انگشت
ملکی خدمت ہے، اس لئے آپ کے کلام سے یہ تاریخی مضمون بقدر ضرورت علیحدہ کیا جاتا ہے، ہر دل
معتصات اور تعلقات سے تعلق نہیں رکھتے، صداقتِ بیان پر ایمان لائیں گے، اور کلام
رائے راجمان سے ایسے ہی اور تاریخی حالات کی واقفیت پیدا کر لیں گے، وہ ان گوہرِ انہانی
کا نشان دیتے ہیں۔

برہنہ ہرگز کے از حالِ ما اگر گشت
اب در دہرے دل کی داستانِ غم دل پہنچاں کر سیکھنے فرماتے ہیں۔
و آرا کی غوزیری کا غنی طوفان چھپا نہیں رہ سکتا، کیونکہ یہ خونِ بے گناہِ علانیہ کیا گیا ہے،
اور ایک دنیا اس سے متاثر ہوئی ہے۔

کچھ نہیں کہم اس گریہ طوفانِ غنی را
کہ گزشتیں گم گرداؤں شو پیدا
برہنہ و آرا کے قتل کئے جانے کے بعد ان کی عنایتیں اور اپنے عیش و عشرت یاد کر کے کہتے
ہیں، کہ اب ان کا تذکرہ جانے دو، صنعتِ لطف و شہر بھی ملاحظہ ہو۔

جوئی و فضلِ عیش و ہمد کا مرانی ہا
کچھ اس مفصل کو اس عیش کے اس شادنیہا
جو لطف و آرا کی صحبت میں نصیب تھے، اب انہیں ہی یاد کر کے اپنی زندگی کے دن کاٹتے
ہیں۔

بردِ افسانہ ہمدِ شباب از دلِ غمِ غم
کہ دل را تازہ سے ساز دیا وایم جوانی ہا
اسے دآرا، تو سبہ رحمی سے ہلاک کر دیا گیا، مگر تو اطمینان رکھ کہ اس ظالم نے قتل سے تیرا تہہ کہیں
سے کہیں پہنچا دیا، کیونکہ تو نے حق کی خاطر اپنا تمام کنبہ شہید کر دیا۔
تیرے زخم تو اب از دمِ خنجر برداشت
نیم لبیل شدہ زخم تو گھر برداشت
کشتہ تیغ ترا و تبہ دیگر، افزود
زخمِ بر زخمِ پئے لذت دیگر برداشت

۷۔ یہ سالم غزل دار کا پُر درد نوہ ہے، اور دوا کے تاریخی حالات مفتولی کا صحیح مقدمہ، ”بہارِ ہنسائی“

اپنے دل محروں کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتے ہیں 'کہ انقلابِ زمانہ کسی کے اختیار میں نہیں'
دارا کی کوئی مدد نہیں کر سکتا 'خاکوش ہو جاوے

جوں روزگار در گرد اختیار نیست از فکر روزگار فراموش غنیمت

اُسے دارا ابتر سے اس ظالمانہ و بیرحمانہ قتل پر اگر تیرا ہمکن دیوانہ ہو گیا کیا تعجب ہے، تیرے
اخلاق و عاداتِ یاد کر کے تیرے ماتم میں ایک دنیا رو رہی ہے

برہنہ کیست کہ دیوانہ پوچھوں نہ شود عالم میرود از بوشِ دہرے نہ گزشت

جاس تار با وفا برہنہ اپنے دل ہی دل میں غم و غصہ سے بل کھاتے ہیں 'کہ ہائے دارا کی کا درانی
کا زمانہ ہی نہ رہا، نہ وہ حکومت کرنے پایا

عاشقِ شوریدہ خون پوچھو در دل بخورد فصل گل بگذشت از بل زمانے بخت

برہنہ کو ان کے بخوار ہر طرح کی تسلی دے کہ صبر کی تلقین کرتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں 'کہ میرا بیاب
دل کسی طرح تیرا نہیں پاسکتا

مرا لب لبابِ عشقِ دغا راں چو نہ صبر بزیرو دے کو بیاب مست

اُن کا وفادار مجروحِ دل دارا کے قتل پر اپنی محبت کے جذبہ سے خون کے آنسو بہاتا ہے لیکن
وہ اپنا پیرا کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتے تھے 'کیونکہ وہ سب تکلیف ان دارا ملک حرام ہو گئے تھے'

چوں زندہ خونِ جگر بوشِ محبتِ دہل محرم رازِ مجروریدہ تر نواں یافت

دارا کے واقعہ قتل کے بعد ہر جگہ اُس کا ذکر لوگوں کی زبان پر تھا، اور اس درد سے دنیا
ترپ رہی تھی

زدیدہ رفتی ذکر تو بر زبان یافت سخی کو دردِ دریں بزمِ محبت یافت

اُسے ظالم جفا جو اور تلکِ زیب تو کیوں کر در فب سے یہ داستانِ ظلم چھپانے کی کوشش کرتا ہے
تیرے ہاتھ اس خونِ بے گناہ سے رنگے ہوئے ہیں، اور تیرا دامن تار تار ہو رہا ہے، دارا کے
فون سے تیرے گری اللہ نہیں ہو سکتا، اس شرمِ قاتلِ گارِ نکو تاریخی حالات لکھنے کی نعمت کا اٹھنا بھی ہے

۱۱ از یاد کار خونِ شہیدان ترا سوزد نقش بر آستین دلخوار سے بہر امت
 بے گناہ دار اگر گنہگار قرار دینے کے طرح طرح کے الزامات لگائے تھے، اور نہایت ہیابی
 سے اُس بے گناہ کا خونِ زمین پر بہایا گیا تھا، برہنہ دار کی پاک روح سے مخاطب ہو کر کہتے
 ہیں کہ اب دارا تو زندہ جاوید ہو گیا، لوگ تاقیام دنیا تیری بے گناہی کا اعتراف کریں گے۔
 ۱۲ نثار دیجہاں از بہمت آلودہ دامانے کہ خون بے گناہاں بر زمین بیاں گئے
 دارا کے قتل پر پھر تک رورہے تھے، لیکن اوزنگ زیب کے دل پر مطلق اثر نہ ہوا،
 اندھیر پڑا تھا، کسی کی کوئی نہ سنتا تھا، اس لئے لوگ خاموش ہو گئے تھے کسی کا کچھ نہیں جانتا تھا۔
 ۱۳ از بسنگ کند برہنہ در دلِ او خوش کرد و ناہائے بے تاثیر
 برہنہ عیش و عشرت ترک کر کے دنیا چھوڑ بیٹھے، اور کچھ بناؤں میں اپنی بے کسی کو یاد کر کے
 روتے ہیں کہ تیری حکومت کے انتقار میں میں اوزنگ زیب کی خدمت کرتا رہا، انجام بُرا ہوا ہے
 در انتقار ز شس تو با من سہیتم در کج بے کسی بعم غیش ساقیتم
 برہنہ اپنے دل کی حالت بیان کرتے ہیں کہ میرا دل دارا کے قتل کے صدمے سے پتھر ہو گیا،
 اور ہمارے علم کے آواز تک نہیں نکلتی، شہر ۱۲ میں فوتے قتل کی طرف اشارہ ہے۔
 ۱۴ یک قطرہ خون بردن نہ چک از درونِ ما مانند طفل غنچہ بعد ریش ساطیم
 برہنہ بے قرار کا دھیان ہر وقت دارا کی تصویر کیٹن تھا اور ہر لحظہ اس گیسوؤں والے شہزادہ
 کو یاد کرتے تھے، اس کے سوا دوسرا کوئی خیال نہ تھا، دارا کے گیسو شہرِ خولہ بھونی کا جزو تھے۔
 ۱۵ در سجنہم نظر جانبِ روئے دارم مو بوشون رنج سلسلہ موسے دارم
 برہنہ کا دل دارا کے واقعہ قتل سے چاک چاک ہو گیا تھا، اب اُس کی یاد ہی آسائشِ دل
 سمجھتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اب میں سلطنتِ مغلیہ کا دیہان کروں یا عیش و عشرت کا خیالِ دل
 میں لاؤں، تو دوزخ میں پڑوں، کیسا جاننا زانہ خیال ہے، واہ واہ
 چاک در مینہ عاشق بود آسائشِ دل کاظم کو بوس تار فوسے دارم

برہنہ دل و جان سے دارا کے درو میں خون کے آنسو بہاتے تھے، حکم شہر کا ذکر کر کے
روتے ہیں ۛ

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دیدہ زود یار کوئے گذری بربر کوئے دارم
برہنہ کہتے ہیں کہ اسے اورنگ زیب میں تیری اور تیری دولت کی پردا نہیں کرتا، کیونکہ میرے دل
میں تو اس گیسوؤں والے شہزادہ (دارا) کی ہر باتوں نے گھر کر رکھا ہے ۛ
نشوم ہیروہ مخمور توئے باد شمس کی ہوا در سرازاں غایب ہوئے دارم
برہنہ دارا کی یاد میں رونانا دھونا اپنی اپنی حیات ادبی سمجھتے تھے، کیونکہ امن و اطمینان آرام و راحت
مفقود ہو گئے تھے ۛ

شک نگردد چمن غلبر من کہ من از دیدہ ز آب بجوئے دارم
وہ دارا کی یاد میں آہ و زاریاں کرنا ہی زندگی کا لطف سمجھتے تھے، کیونکہ اس کے قتل سے ان کے
عیش حرام ہو گئے تھے ۛ

از خون دیدہ بد و شرابے کہ داشتیم دزلخت سینہ بود کبابے کہ داشتیم
شد مجزنا وسیلہ عذر گستاخا شستم ز آب دیدہ جابے کہ داشتیم
برہنہ اپنا ویران خانہ دل اس وقت شاؤ آباد دیکھتے تھے، کہ جب اس میں دارا کی یاد ہو، لفظ
”دارو“ کیا خوب واقعہ ہوا ہے ۛ

دارو بیا در دئے تو آباد برہنہ دیران دل شکستہ خرابے کہ داشتیم
وہ اپنی کسی ریزی آرزو میں کاشی جی نہ چھوڑنے کی قسم کھا چکے تھے، کہتے ہیں کہ میں یہاں ہی
بیٹھ کر دارا کی منظوم کی داستانیں سنوں گا، اور اسی کی یاد میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزاروں گا
برگز ارخانہ پئے کسب است ز دم میر عالم کم و کثرت دم آذجا ز دم
کہتے ہیں کہ دارا کی یاد میری روح کے لئے ایک خاص خوراک ہے، اس سے میں اسے ہی یاد
کروں گا، اورنگ زیب کی بادشاہت کی مجھے پردا نہیں ۛ

صحبت اہل جنوں نشا دیگر دارد یا بچوں گشم داز پئے دانا تر دم
جو آنسو اُس کی یادیں گراؤں گا، وہی میرے لئے بے بہا موتی ہیں، دنیوی دولت کے لئے
اور دنگ زیب کے دربار میں ہرگز ہرگز نہ جاؤں گا۔

در ناسفہ بزرگان من ارزانی باد از پئے گئے گوہر تائب دریا ز دم
فراستے ہیں کہ اسے جو خالو گو میرے دل میں تو دوارا کی یاد گھر کئے ہوئے ہے، میں کسی دنیوی
خواہش کے لئے تمہاری طرح سے آدنگ زیب کا درباری نہ ہوں گا۔

برہنہ برہنہ من در دل من جسا دارد من ببارا طلبہ بچو چنسا ز دم
برہنہ اُن غدار لکھام امرا کو کہ جو ذرا سے لالچ میں آدنگ زیب سے مل گئے تھے، مخاطب کر کے
کہتے ہیں کہ اگر میرے ٹھوسے ٹھوسے کر دیئے جائیں، تب بھی میں دآرا کا کوئی راز ظاہر نہ کر دوں گا۔
گرجا دی سینہ ام حرفے لئے آید بروں از زبان تادل رو اضافہ را گم کردہ ام
برہنہ دآرا کے بے گناہ اور نادر اقل پراس کے غم میں اپنے جسم کے ٹھوسے ٹھوسے کرنا رو اسچہ تائے
وہ سخت سہہ قرار ہے، کیونکہ وارا سا شہزادہ اُس سے علیحدہ ہو گیا، یہ شعر سراسر تاریک رخ سے ملتا ہے اور اظہار
حقیقت ہے۔

داندہ داندہ شک اگر از دیدہ ام ریزد آست بقرام گوہر بیکہ اند را گم کردہ ام
جب نامہ اور آہ وزاری سے دل بھر گیا، تو اپنی بہت کو حوصلہ دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں، تو
میرے شامل حال رہ، مجھے تو ابھی دآرا کی یاد میں ہلاک ہونا ہے، اب میں ہرگز ہرگز زندہ نہ رہوں گا،
اں بہن بہتے ہر ای من کن کہ من در خم زلفش دل دیوانہ را گم کردہ ام
اغلب ہے کہ دآرا کے سلسلہ میں برہنہ بھی قید کر دیئے گئے ہوں، اور بوقت ہلاکت اُس سے دور
ہوں، زلفش دیوار، اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے، جب واقعہ قتل کی تفصیل سنی ہوگی، پیچ و تاب کھایا
ہوگا، جب ہی فرماتے ہیں کہ میں خود افتادہ غم و غصہ میں مر جاتا ہوں۔

دور از تو بچو نقش بدیوار ماندہ ایم در پیچ و تاب ز عجب گرفتار ماندہ ایم

اس خیال کی شہر ذیل سے پوری پوری تائید ہوتی ہے، انہیں امید ہوگی کہ مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا، اور اسی سلسلہ میں دارا کا دیدار نصیب ہوگا، اور ممکن ہے کہ قول و قرار بھی ہوئے ہوں، ان کو تو دیدار ہی نصیب نہ ہوا،

ادھر ہون کے بجائے جگہ بیکند منتظرِ رحمت دیدار ماندہ ایم

دارا کی مقتولی سے جو میرے عیش و عشرت پر جو ردِ ظلم ہوا ہے، اس سے میری سیاسی آئینہ کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا، اور میں ہرگز نہ ہرگز اور نگذیب سے کسی خواہش کا متعلق ہو کر نہیں خوار نہ ہوں گا۔

عیش خود جو زلفِ کم نے گنیم، بیہودہ پشتِ بہت خود غمِ نیکیم

انتہائی مایوسی اور درد سے لا پر دہو کر فرماتے ہیں، کہ میری آرزو میں عین موسمِ مراد میں پال ہو گئیں، اب میں دنیا کی کسی معمولی سے معمولی چیز کی تمنا نہ کروں گا۔

آں مشکِ ہمزہ ایک در موسمِ بہار، یادِ نیم و خواہشِ شبنم نے گنیم

اس خوفی حادثہ میں اپنا ہی خون چکے ہوئے گا، اور اسی پر اپنی زندگی گزاروں گا، پادشاہ اگر وزارت دے، جب بھی قبول نہ کروں گا۔

چوں غلِ غنچہ غنچے خوریم دس، لبِ واد آبِ کوثر د زمزم نے گنیم

دارا کی یاد میں رہنا ہی ابدی زندگی ہے۔

ادھر گزشتن است تختِ دریں طریق، خود را براہِ عشق تو ختم نے گنیم

گو میر سب دنیوی مال و متاعِ غارت کر دیا گیا، لیکن میرا دل و دماغ وہی ہے۔

از بس زما ز عشہ یا یم، بچو خوشید دماہ تا باں نیم

گو میں قادرِ الکلام ہوں، اور بڑا زندہ دل ہوں، مگر دارا کے قتل سے پریشان ہوں، دلی کیفیت کا کیسا نقشہ کھینچا ہے۔

بس کہ طبعِ تنگستہ داریم، لاجمِ ہر گل پرینا نیم

عناں شاہی سے دنیا کا پ رہی ہے، اسلئے میں بھی خاموش ہوں اور خاموشی بہتر ہے کہ
رنگ لائے گئی ہے

بجوشی پو غنہ ساختہ..... ایم سرِ نجیم دیا بد امانیسم
دن رات دآر کی یاد میں خون کے آنسو بہا کر اپنی زندگی ختم کر رہا ہوں، اور اسی طرح سے اپنی
جان دے دوں گا۔

ہر شب از موج گرہِ خونین قرن دریا دو قصب طوفانیم
دآر کے سب رفیق دہوا خواہ قتل کر دیئے گئے، ایک میں ہی خون کے آنسو بہانے کے لئے بچا ہوں
کس قدر حقیقی بیان ہے۔

یادگار بہارِ ناکاوی فسرہ خون بدوش خزانیم
میرا تمام بدن خون سے گناہ کے صدمے سے خون بہا رہا ہے، کاشی جی کے ایک گوشے میں
دنیا چھوڑے پڑا ہوں۔

محبس تن گشت نظرِ فونی ماندہ در گوشہ گریبانیم
دآر کے قتل سے میرا دل مغموم ہے، میں بڑا سنگین دل اور سخت جان ہوں کہ دم نہیں نکلتا۔
شب بھراں بعبہ ہر بُر دیم طوفانِ سنگین دل دگراں جانیم
میری آرزو میں عین موسمِ مراد میں برباد ہو گئیں،

عاشقِ مجتہد صفت پائے بہارِ دارم چوں گل تازہ ام و حال پریشاں دارم
شہرِ زین سے کبھی اس امر کی تائید ہوتی ہے، کہ آؤ رنگِ زیب ہانے دآر کے راز آپ سے دریافت
کئے، احب ہی آپ فرماتے ہیں کہ اسے آؤ رنگِ زیب مجھے تیرے قتل کی پردا نہیں، میں کہتا ہوں کہ میں
دآر کے راز سے واقف ہوں، مگر میں بچے ہرگز نہیں بتاؤں گا۔

گزرائی کہ دآر باتو چوڑیستہ چہ پاک کمن این راز بخود دارم و پیاں دارم
سے آؤ رنگِ زیب کو مجھے قتل کی کیا دیکھی دیتا ہے؟ اب میرے پاس کیا پڑا ہے، یہ جان باقی ہے،

وہ بھی سسے میں نے تو مرنا ہی ہے، آج مرا کل مرا ہے
 علمِ بہمانی من آمدہ و منفعلم
 دوسرے محنتِ زحمتِ گدازم کو جہاں دارم
 برہمنِ دآرا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اُسے دارا اطمینان رکھ، میں تیرے رازِ جلیا کہ دوسروں نے
 ظاہر کر دیئے، اگر ہرگز ہرگز ظاہر نہ کر دوں گا، میں تو تیرا ہندہ احسان ہوں، احسانِ فراموش نہیں ہے
 مرغِ دل کے رُودِ اُزدام ہوا ہے تو بڑا
 فوٹنِ رالیتہ بیک رشتہ اسماں دارم
 مجھے بھی ایک دورِ وزمیں قتل کر دیا جائے گا، ادھر میں قتل ہونے کے لئے تیار بیٹھا ہوں، کیونکہ
 دآرا شکوہ کے قتل ہو جانے سے اب مجھے بھی کسی دنیوی شے کی ہوس نہیں رہی، سب کچھ تیرے
 ساتھ جاتا رہا، صنعتِ اعدا بھی ملاحظہ ہو۔

نازِ بزمِ توجہ ایک دُور سے روزے بھڑ
 نہ ہوا ہے گل و زمیں گشتن دارم
 جب شہزادہ دآرا شکوہ کو گرفتار کیا جا کر زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، تو برہمن کی رُوحِ تعسیرِ غمیری
 میں ملیں لو گرفتار کی طرح تڑپنی برہمن کا وہ نالہ سنئے ہے

بچو آں بسلیں شوریدہ، آم از گشتن دُور
 کہ دلِ سوختہ و دیدہ گریاں دارم
 دارا کے قتل کے بعد برہمن کی جو حالت تھی، وہ خود بیان فرماتے ہیں ہے
 بر سرِ زریہ، دلِ آئندہ، دماغِ افسردہ
 من زابابِ جہاں، ایں سرِ دماں دارم
 دآرا کے راز چھپانے کا پھر اشارہ فرماتے ہیں، کہ اگر میری آنکھیں بھی نکال دی جائیں، جب بھی
 یہ راز افشا نہیں ہو سکتے ہے۔

رازِ دلِ ناخند، ناخنگ ز چشمِ بیروں
 دُور سے خاکستہ، فرو تر دیدہ، گنجبان دارم
 کہتے ہیں کہ اسے دآرا میری زندگی تیرے احسانات کے بدلے میں تیرے ہاتھ فروخت، اپنی ہے
 اب وہ تیری ہے، اگر میری ہوتی تو تیرے ساتھ ہی قتل ہو جاتا ہے
 پتہ قدرت من در گردِ دامنِ گشت
 درخِ چوں گل، ہوی چاک گریاں دارم
 برہمن رورور کہتے ہیں کہ گو میں دآرا کی یاد میں مفل رہا ہوں، لیکن اس جلنے میں مجھے لطف آتا ہے

کیوں نہ آئے یہ بھی تو ایک جاں نثاری ہے نہ
 برہن در غم تو کم نواں بود ز شمع
 شعلہ در دہم تائب خداں دارم
 حادثہ دینی دیکھ کر جان دیدنی ہی مناسب معلوم ہوتا ہے نہ
 سے تو اس بدن ز آشوب حادثہ بزرگ
 کشتی امید بر ساحل دریا خوش است
 میں اپنی محبت کا راز کیونچھپا سکتا ہوں، کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور آنکھوں سے خون کے
 آنسو جاری ہیں، اے رنگ زیبائیے اس ظلم کی داستان حقیقہ نہیں رہ سکتی نہ
 چکو نہ خالصیت عشق را ہنساں دارم
 مرا کہ خون دل دیدہ تا کمر است
 اُس کی صحبت کے جوش میں نار نکل جاتا ہے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کی بھڑی بندھتی ہے
 ہمیشہ موج محبت ز سینہ میچو شد
 ز دامن گہر افشاں چشم تریداست
 لئے برہن اس رخ و غم میں گسل گسل کر جان دیدے، کیونچھپ بھی خوشی کا باعث ہے، اور گہرا رات
 در خست محبت کا بھی پھسل ہے نہ

ہر دہش برہن ہما ز خون شدل ہش
 کہ از ہنال محبت ہمیں تریداست
 جدہر جانا ہوں، یہاں بیٹھتا ہوں، اُسے راز تیرا ہی ذکر کرتا ہوں، خواہ میں کہیں چلا جاؤں، میرا
 دل تیری طرف لگا ہوا ہے نہ

از خیالت نیست خالی چاروں سوئے درد کا
 من بہر جا سے کہ با شمع رستم کئے تو ام
 حب دارا کی یاد دل میں اٹھتی ہے، آگ لگ جاتی ہے، اور سینہ جل کر کباب ہو جاتا ہے نہ
 عشق آمد آتے ہر از دخت
 ماسینہ خود کباب کر دیم
 دارا کی یاد میں آنسو بہانے کافی نہیں، بہتر ہے کہ دریا میں گود مروں نہ
 قطرہ ہشک کو دارا ہم کافی کے بد
 دامن آلودہ خود را بدیا سیریم
 اجمال بیان کا حیل رکھتے ہوئے، پھر بھی ار، اشعار درج ہو گئے، اسی طرح سے اگر اور
 اشعار انتخاب کئے جائیں، تو تقریباً نصف دیوان یاد آرا سے بھرا نکلتے، ہم خاتمہ پر اس قدر ادا اضافہ

کرنا چاہتے ہیں کہ قتلِ دارا شکوہ سے قبل جس قدر آپ کا کلام ہے، وہ چہار چمن میں موصول و قریح اکثر درج ہے، ان غزلیات میں سے ایک غزل بھی اُس مجروحہ میں نہیں، کیونکہ اُس وقت ترقیبِ دیوان کا خیال نہ تھا، بلکہ میں طبع نے موزونی دکھائی، وہ بحرِ گہوارِ ربانی، یا جو طرح ہوئی، اس پر خام فرسائی فرمائی، ہم نے بہن کے موٹے موٹے سے اور بچے درج کر دیئے، اہل نظر اگر اس نظر سے دیوان کا ملاحظہ فرمائیں گے، تو جو کلام اس درد میں مبتلا ہے، خود بول آئیں گے،

اورنگ زیب اور اس کی حکومت
اسبابِ نشاد و کادائی ہمہ بیچ
تیرم کشندی گنجِ معانی ہمہ بیچ
جو مرتبہ اورنگ زیب اور اس کی طرزِ حکومت پر رائے رایان

نے پڑا ہے، وہ بھی ان کی تاریخی زبان سے سننے کے قابل ہے، پس مندرجہ بالا رباعی پر غور کیجئے،
فرماتے ہیں کہ اسے اورنگ زیب تیرا اور تیرے ہم شرب لوگوں کا اسبابِ عیش مرنے کے بعد خاک میں مل جائے گا، یہ مانا کہ سچو کو سب کچھ مل گیا، لیکن یہ سب بیچ ہے، تو محض نادان ہے، جو لوگ دنیا کے مال و دولت کی خاطر سب کچھ کر گزرتے ہیں، وہ سخت گمراہ ہیں، اس پر اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں، (دیباچی)

لے خواجہ نہ نام و نشان خواہد
حرے دوسرے زبان خواہد بود
ہر چیز کہست از میاں خواہد رفت
جو نامِ خدا کہ در میان خواہد بود
لے اورنگ زیب تیرا نام و نشان مٹ جائے گا، اور لوگ تیرے نام اور کام پر لعنت بھیجیں گے، دولتِ دنیا ساتھ نہیں جاتی، محض اعمالِ نیک یادگار رہتے ہیں، اورنگ زیب کا طولانی عہدِ حکومت اور اس کا انجام چار سطروں میں ختم کر دیا ہے، معجزہ ہے،

اس طرح رائے رایان نے اورنگ زیب کی حکومت کا بڑے موثر و محققانہ اور نامحاذ پر اپنی فکر کھینچ دیا ہے، ہم نہیں چاہتے تھے کہ یہ کلام اپنے دعوے کے اثبات میں لکھے، مگر معترضوں کی نظر میں یہ دعوے بلا دلیل سمجھا جاتا، اگر اس تاریخی کلام سے استفادہ نہ اٹھایا جاتا، اور میں اس سے کام نہ لیتا،

مکتبہ برہمن کے ادبی نکتے، نکتہ دان ہی سمجھ سکتے ہیں، اس میں جو عالمگیر کو جس صفت سے متصف کیا گیا ہے، وہ اُس کے عہد کی جہل پالیسی کا جامع بیان ہے، اور جب رابعی مندرجہ بالا کے بعد اس صفت کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے، جیسا کہ محقق کا فرض ہے کہ نقادی سے کام لے تو یہ اُس کی صفت نہیں سمجھی جاسکتی ہے، بلکہ جو تلخ ہے، کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ دنیا میں جو ہے، سب جاتا رہے گا، محض خدا کا نام باقی رہے گا، تیری آفاق ستانی کا اسے بادشاہ (خواجہ) بھی انجام ہوگا۔

برہمن کا راکھ حب الوطنی
اپنے وطنی بھائیوں کیلئے صحیح تعلیم دے

در سینہ جو دہرائے وطن نیست برہمن
ہر چند دل بزم زمکا آہن آستنا است
آریہ ورت سری بہار جہ پر پختی راج کی سلطنت
چھوڑنے کے بعد آریہ ورت نہ رہا تھا، مذہب، حکومت، قومیت، اعتقادات، رسم و رواج، بہادری و جرات و غیرت و خود داری، خور و نوش، طرز لباس، بول چال اور نشست و برخاست پر اسلامی حکومت کا پہرہ تھا، اس کا اثر آریہ ورت کے طوں و عرض میں یکساں پیمانے پر تھا، جو پہرہ دار کی بے خبری سے ذرا بھی خبردار ہوا، ہاتھ پاؤں پھیلاتے ہی سرتن سے جدا ہوا، اور لگے مینا رہنا۔

سینکڑوں نہیں، کروڑوں دید پانٹھی، پکاری، برہمن مرغیان، ناسنج کی طرح اپنے آشیانوں سے صبرِ دام کئے جا کر قبضہ کابل میں ڈال دیئے گئے تھے، جس طرح آج کل ہر ہندی دوسلمان کا خیال ”ولایت“ کی ضمیر آتے ہی لندن کی سیر کرنے لگ جاتا ہے، اُس زمانہ میں ”ولایت“ کابل سمجھا جاتا تھا، اور اگر وہاں کسی کا سرکاری خدمت کے لئے جانے کا اتفاق ہو جاتا تھا، تو بڑا فخر سمجھا جاتا تھا، اسی بنا پر فاتح کا مذہب بھی بعض بے غیرت خود غرض حلقوں میں اپنی کامیابی کا خیال سمجھا جاتا تھا، جو یہ افتخار ناپسند کرتا تھا، وہ آج کل کی طرح اُس کے خلاف زبان تک نہ بلا سکتا تھا۔

مگر پرہیت و جلال و دربارِ مغلیہ میں جو صاحبِ کمال اپنے ذاتی مذہبی رعب و دواب دھغائی بالکل

لباسِ فاخرہ پہنے مسندِ سلطنت ہو انگریز و خود داری پر جلوس فرما نظر آتے تھے 'وہ برہنہ تھے' کہ جس کاظم آہنی اپنے عقاید و فرائض مذہبی کی زور پر بے دریغ شمشیر بکھٹ تھا

وہ ان اختلافاتِ عقائد و خیالات کی زدِ نگاہ میں شمال

خدا را ہندی اور مسلمان سمجھیں

سے جذبہ اور مشرق سے عرب تک اپنی طاقتِ ضمیر کے بھر دہم پر مذہبی دلی تلوار چکاتا، محلے آوروں کے غلط اعتقادات کے گئے کاٹا نظر آتا ہے، نہ تلوار کی گردش میں قن آتا ہے نہ سلی کھانی میں بل، وہ قلبِ شکر میں کھڑا ہو کر فاتحانہ الفاظ میں اعلان کرتا ہے 'اُس تختی کے بھر دہم پر جو خدا نے عالم نے اُسے بخشا تھا، کہ ہم ہی حقیقتِ شعار ہیں، وہ اُس بیشہ اعتقاد میں سید سپہر ہو کر شہر کی طرح گرجتا ہے، اُس کی صفائی اتنی سب دیکھتے ہیں، وہ یگانہ دیکھنے سے جدا ہو کر خیرہ الفاظ میں استا بنے کہ

گو میں اسلامی مذہب و دین کا ہر کامل ہوں، مگر میرے سینہ میں تو سوائے آریہ دت کے اور کسی کا خیال
نہیں۔"

کوئی عتاب، کوئی نرا، کوئی خوف اور کوئی ہراس اُسے مرعوب نہیں کر سکتا، یہی وہ جذبہ ہے کہ جو ہر مذہب و ملت کے انسان کو انسان بناتا ہے، اور ہندوستان میں آج کل اسی کی ضرورت ہے بے دینی کے زور پر آپس میں لڑتے رہتے ہیں، مگر دینداری عقائد نے شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایسے ایسے خیالات و اعتقادات کے علانیہ اظہارات اسلامی حکومت کے نام نہاد مذہبی عالمگیر جو روجہر کی قلعی کھولتے ہیں، خواہ مردہ و زندہ اسلامی مورخ ان مظالم کے اقرار ہی کریں، خواہ دیگر مذاہب کے غیر تعلق سوانح نگاران کی تفصیلات جھاپیں، مگر جس طرح رائے دایان اظہارِ حق سے باز نہیں رہے، وہ تاریخی نگہ خیال جو دیوانِ شریف پڑھ کر قائم ہوا ہے، اُسی طرح سے ہمارا قلم حقیقتِ رقمِ قلمبند کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اس فلاں جگہ نے اس مسئلہ حقیقت کا بڑی دیانتداری کے ساتھ پوسٹ مارٹم کیا ہے، مقررہ نصوص کو سمجھنا چاہئے، کہ اہل اسلام دنیا پر سب کچھ قربان کر ڈالتے ہیں، اگر وفا کی ان کے کسی دربار میں ناقہ درانی نہ تھی تو وہ مذہبی پاسداری کا دربار تھا، دایان رائے نے

یہ نکتہ اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا، اور ان کی طبیعت واقعی ایک سچی ہندی کی سی طبیعت واقع ہوئی تھی، انہوں نے ایک حقیقی ہندی کے طرح مسلمانوں سے محبت کی، اپنے مذہب کے عقیدے پر پڑے، لیکن ان کے مذہب کی تحقیر و ذمہ نہ کی، یہی وہ راز ہے کہ جو عہد اسلام کے بعض اراستے ہندی کے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا، جس بد تمیز نے اپنے مذہب پر عامل نہ ہو کر مسلمانوں کے مذہب پر حملہ کیا، طوفان چلایا، اس کا برادر نظر آیا، مذہب کے دعویدار متعصب مسلمانوں نے اُسے جہاد سنا یا خدمت دین سمجھ لیا، انگریزوں نے یہ مضمون ان کی تحریرات سے اڑایا، شہرت کے پرگاہ کرکٹوں میں پھیلا یا، یاروں کو یہ مضمون پسند آیا، دراصل اس کے سوا اور کچھ نہیں، حقیقت سے سب دور ہیں، ہمارے بد خیال ہندی بھائی ہمیں واقعات کا تابعدار سمجھ کر اس اظہار حقیقت کے لئے معاف فرمائیں گے،

رائے رابیان کا مذہبی و فخریہ کلام

کہ ہر جا درمیاں آید سخن 'خوفائے بابا شد' ہم نے یہ عنوان خصوصیت سے منتخب کیا ہے تاکہ شاہجہان

اور اورنگ زیبی دربار دینی مذہبی و علمی آزادی پر قطعی بحث ہو سکے، کیونکہ متعصب و مفسد ہندو یہ عہود ہر طرح سے نالائق ٹھہراتے ہیں، ہمارے اسلامی بھائی واقفیت پیدا کریں، اور ہندی اپنی غلطی کا ازالہ، تشکی طہائے کا خیال اگر اس روشن پہلو سے کا فورہ ہو، تو انہیں اس ہمتیہ کے بعد ہر دوسرے ذہن نشین کرنا چاہئیں، ہم یہاں خصوصیت سے ان ہر دو رنگوں کے دو دو اشارے سننا چاہتے ہیں، جسے مزید شوق تحقیق ہو، دیوان اور دیگر کلام دیکھ لے، اول مذہبی رنگ ملاحظہ ہو

مرا بچال و خط او خیال سودا نیست کہ من معاملہ باز دلف پر شکن دارم

دیگر

برہنہ از ہر دوش مناسرت ز صاف دلی دے کے بر صفائی برہنہاں زرسد

یہ رنگ ایسا نہیں جو بد رنگ حضرات کی نکتہ چینی سے پاک ہو، فخریہ کلام اس سے بھی زیادہ بیباکی

سے لکھا گیا ہے 'میں سے'

برہمن لب فرو بہم درگنہ در سخن گوئی ادا سے تازہ و طرز سخن از من شود پیدا

یک نفقہ ز مطلع دیوانم آفتاب دیگر
یک پر تو سے ز شیخ شبت نام آفتاب دیگر

گفتی ست از گی غزل تازہ برہمن
ابن طسرح تازہ طرز کلام دکلام کیست

مصیح سخن ز عالم بالا دگر فرد آمد

اُس دربار میں کہ جس میں ایرانِ توران کے منتخب علماء تشریف رکھتے ہوں، محمد جان قدسی، ملا میرزا ہروی، افضل خان شیرازہ، طائب، کلیم، عبد اللطیف، ابوسعید وغیرہ، زبیر محفل ہوں، برہمن کا ہونا یہ مخفیہ کلام پر ہونا زمانہ مذکور کی علمی آزادی پر جو روشنی ڈالتا ہے، اُس کے دیکھنے کے لئے آئینہ آتش یا خور دین کی ضرورت نہیں، بلکہ ٹیکہ دلی کی ضرورت ہے

رائے رابان کے کلام سے
اسلامی حکومت پر روشنی

مغربی مورخ ہی نہیں بلکہ اسلامی مورخ اسلامی بادشاہوں کے ہندیوں پر جو رد و جبر کے بڑے سخت الزام لگاتے ہیں، اور آج تک ہم سب اسی خیال کے پیرو ہیں، تعلیم میں جو تباہییں پڑھائی جاتی ہیں، بچپن میں اُن کلک فولاد کے الفاظ ہمارے لوحِ دل پر منقش ہو جاتے ہیں، اور پھر اگر ایک ہندو شیطان بد زبان سے کوئی شریف مسلمان ملتا ہے، تو اُس کی گفتگو سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندو قوم شیطان ہے، اور اگر ایک متعصب مسلمان سے ایک شریف دل بند و کا داسطلہ پڑتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ تمام مسلمان ہی ایسے متعصب ہیں، دراصل دنیا کا کلن ہر مذہب و ملت کے نفس پر در شیطان منس، کمینہ لوگوں نے بگاڑ دیا، اور مذہبی خاصیت پیدا کرادی، اور نہ ہمیں ہی نہیں بلکہ اقوامِ عالم کے ہر شریف مزاج کو یہ تسلیم کر لینا پڑے گا کہ شرافت و عدالت، بیافت و حماقت، نیک دلی و شرارت، کسی خاص قوم کا حصہ نہیں، بلکہ یہ تو اُن نامراد افراد کا حصہ ہے جو ہر قوم

ملت میں کثرت پائے جاتے ہیں، مغربی مورخ جونا رکنین لکھتے ہیں، ایک خاص پالیسی کی پوری نظر ہوتی ہے، مگر افسوس ہے اُن اسلامی مورخین پر کہ جنہوں نے سیاست پسند شاہانِ زمانہ اسلامی حکمرانوں کے سیاسی کانٹے اپنے مذہبی رنگ میں رنگ کر انہیں درود و مطعون کیا، یہ ملانے شاہانِ اسلام کی پالیسی کیا سمجھ سکتے تھے، اگر کسی وجہ سے کسی ہندو کو دار پر کھینچا گیا، یا کوئی مندر گرایا گیا، اس حقیقت کی اصلی وجہ نہ سمجھ کر یا دانستہ چھپا کر استحصال کا کارنامہ بنا دیا، ورنہ اگر اسلامی حکومت ہند میں کے جان و مال کی ایسی دشمن ہوتی، تو تو قیام صدی تک ہندی آباد و زندہ رہتے، نہ اسلامی حکومت قائم و بحال رہتی۔

مہیں ابتداء سے ایسی تحقیق و تدقیق کا شوق ہے، ہم نے اس ضروری سوال کے حل کرنے کیلئے اپنی کوششیں ابتداء سے جاری رکھیں، لیکن ہم کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکے، جب ہم نے کلامِ برہمن پڑھا، اور اس کی مذہبی پاسداری، بیباکی اور فخرِ کلام پر غور کیا، تو وہ نصف صدی کی الجھن آج ایک منٹ میں حل ہو گئی، خواہ متعصب ہندو مسلمانوں کا طرفدار سمجھیں، خواہ اسلامی ہم نشین کا ہم پر الزام لگائیں، خواہ مشرقی اتحاد کا دیوانہ سمجھیں، مگر ہم سچی بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

برہمن ذات سے برہمن تھے، اور ان کے قول و فعل نچتر خیال ہندیوں کی قدیم روایات کے علین مطابق تھے، وہ راجہ لاؤ ڈول کی طرح دہرم کرم کے پورے پابند تھے، یعنی ہون کی آگ روشن کر کے پوجا پاٹ کرتے تھے، پھر مندر لگاتے تھے، زنا نہ پہنتے تھے، صبح و شام کی پوجا اکثر اوقات اندروں میں کی جاتی تھی، اور یہ ہندوستان کی تاریخ میں اُس متعصب حکمران کا عہد تھا جسے اورنگ زیب کہا جاتا ہے، وہ اُس دربارِ اعظم کا میر منشی تھا، اپنی قابلیت کی روانی جب سرکاری ذرائع سے ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھتا تھا، تو اپنے ہندی قلم سے مندروں کے ناتوں کی طرح ایسی سریر کاٹتا تھا کہ جس کی آج کل کی عہدِ حکومت دگورنٹ قیصر یہ کہے متعصب مسلمان

بات نہیں لاسکتے 'اُس زمانہ کا ذکر ہی کیا ہے'

یہ جدید خیال قلمبند کرنے کے بعد ضرورت نہ تھی 'کہ اسلامی حکومت کی عام طور سے ہندویوں پر جبر و جور کی روایتیں پُر اذمبائے قرار دی جاتیں' خواہ وہ زبان زد خاص و عام ہیں 'اور مغربی و اسلامی مورخوں نے لکھی ہیں 'مگر ہمارے ہندی بھائیوں کی اس اشارے سے تسلی نہ ہوگی' اس لئے ہم تو صحیح تحریر کے طور پر لکھتے ہیں 'کہ اگر اسلامی سلطنت کے عام طور پر ایسے ہی جبر و جور لئے تو برہمن سا پختہ خیال ہندی نہ کبھی ایسے عروج پہنچتا' نہ کاشی جی میں جا کر اپنے آخری ایام زندگی اسن و آسانٹن سے گزارتا بلکہ وہ ایک معمولی ہندی اور اُس کا سردار پرچہ نظر آتا'

اس باکمال بھڑان مصائبات نے اپنے قلم سے ایسا کام لیا 'کہ آج کل بھی کوئی ہندی کام میں لانے کی جرات نہیں کر سکتا' اس کا خفقہ دیوانِ فخریہ شاعری اور مذہبی دنگ سے بھرا ہوا ہے 'اور لطف یہ ہے کہ جب وہ کوئی غزل یا رباعی یا گزلی اور تخریر کر لیتا تھا تو ہندوستان کے طول و عرض سے نکل کر نقل و دفع آریان و کابل تک پہنچ جاتی تھی' چنانچہ وہ اس پر جائز فخر کرتے تھے ۛ

بایراں سے بردافنا ہندستان بسبب برہمن را شکوافنا فی اربابہ ہمیں باشد

اور جملہ محافل و مجالس میں اُن کی تخریر بڑے شوق و ادب سے پڑھی جاتی تھی 'اگر اُس زمانہ کے اہل اسلام اس قدر متعصب اور تکدل ہوتے تو اُن کا کلام آج ہمیں نہ ملتا' نہ ملک سخن میں ان کی اس قدر شہرت ہوتی 'پس یہ ماننا چاہئے 'کہ اسلامی حکومت عام طور پر ہندویوں کیلئے باعثِ زحمت نہ تھی' بلکہ خالص طور پر قابلِ رحمت تھی'

مسلمان بلج اوصاف آج کل یہ ہر جگہ دیکھا جاتا ہے 'کہ مسلمان ہندویوں کے ننگسار ہیں' اور ہندی مسلمانوں کے یار و فادار' چونکہ ہندی قوم کی فضیلت و برتری اُن کی خود غرضی اور نفس پروری نے تباہ کر دی تھی 'اس لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں کہ جو ایک نئی روح لے کر کھلے تھے' زیر ہو گئے' اب بھی مسلمانوں میں ایسی خوبیاں باقی جاتی ہیں 'جو مجموعی طور پر ہندی کھو بیٹھے'

اُمرا کی مدح

لب تشہ در پئے شراب اندمہ
برائش آرزو کباب اندمہ
ارباب جہاں نمود بے بودمہ
دوبند زیاں در پئے سودمہ
قصیدہ یا مدح کے باب میں ہم موقع پر ذکر کریں گے، یہاں موقع ہے، اس بحث کا کہ۔

قصیدہ خوانی

آہ کیا بہترین نے دزدائے عہد کی شان میں قصیدے کہے؟
ب۔ اگر کوئی قصیدہ کہا تو کیا دراصل یہ وہی قصیدہ ہے، جسے شرائے فارسی نے محض دین
ایمان فردوسی کا محض بنایا، اور اسے اپنے اندر دیا و مال و جاہ کا ذریعہ ٹھہرایا،
عمری سانفونگو، جدت طراز فضا کے عالم میں ایل بھڑے کی طرح بڑا اچھلا کودا اور
شاعری کا خاتمہ محض قصائد پر کیا، وہ خوشاند کے لئے ایسا بے قرار تھا کہ لعلت پر دو قصائد لکھ کر
جسٹ خانخانان کی مدح سرائی شروع کر دی، اکبر اعظم یاد آئے امیر المومنین، پھر لعلت
لکھی اور پھر پے در پے خانخانان ابوالفتح کی قصیدہ خوانی شروع ہو گئی، اکبر اور سلیم کی مدح
ہے قصائد میں اس طرح ختم کی نہ اصلیت کا شائبہ، نہ حقیقت کا پرتو ایک وصف ہاؤم مہدوین کی ذات
میں پائ نہیں جاتے، کلیات میں یہ قصائد ہیں، جن میں سے ہا طرانی قصائد امرائے با اختیار و دوزار
ذی اقتدار کی مدح میں لکھ کر اپنی نفسی و فنی اور بوالہوسی کا نشان چھوڑا،

برہنہ ایک غریب بکس ہندی تھا، اور دربار کا جو رنگ تھا وہ ظاہر ہے، اگر وہ دولت وال
کی خاطر اپنی ضمیر اسی طرح گندہ کرتا، مضافاً نہ تھا، مگر وہ تو اصلیت کا شید تھا، اسے ناجائز خوشامد
اور بے جا جو سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا، شاہجہان کی شان میں جو تین قصائد لکھے، وہ آپ پڑھیں گے،
مگر ان قصائد کے سوا اس تمام کلام میں کسی ایڑ و زیکے آگے ایک معمولی نظریے سے بھی نہ جھکا،
مولامی افضل خان شیرازی کی فضیلت کے آگے، اور اُنسی قدر کہ جس قدر فضیلت اجازت دیتی
تھی، شہر کی تجربہ شہر سے کی جاتی ہے، خیالات کا محرک کہ شاعر کا مقصد ہے، صدا کی اس کا زیور ہے،
خیالات اس کی رنگینی، انحصار اس کا حسن، صداقت اس کی روح، اب آپ دیکھیے کہ فاضل فاضل

سے کس طرح مخاطب ہوتا ہے

رباعی

علامہ روزگار دانا ہے جہاں دان میر ذوقِ اربابِ کمالات جہاں

دستورِ روزِ اعظم ہند و ستاں عنوانِ صحیفہ خودِ افضلِ خاں

ہم اس کی تشریح لکھ کر طاقت کم کرنا نہیں چاہتے

بلکہ وہ بالعموم اپنا تازہ کلام اربابِ فہم و فراست کے پاس نہر کا بھیجا کرتے تھے اور لکھا کرتے تھے کہ آپ اسے اپنے بیاض میں بطریقِ یادگار درج کیجئے

ما دے بے عیش نگہِ ازیم حالِ خوشی را

ساعزے گز نہ باشد بزمِ روحانی کُنیم

شاہجہانی مجالسِ مشاعرہ

جب ہم مغلیہ سلطنت کے عروج کی داستانیں پڑھتے ہیں تو دل ملیں اچھل پڑتا ہے شاہی ہاؤس اور شاہی تقریبوں پر علم و فضل کے دریا بہتے تھے اور ان پر موتی بچھا درہوتے تھے ہر مکنِ سلطنت کے آستانہ پر مجلس ہائے دکن منعقد ہوتی تھیں افضل اور اہل علم نو وارد و اصنیٰ ان محفلوں میں علی قدر مراتبِ عزت و توقیر ہاتھتے تھے شاہجہانی صنف کے اُلتے ہی زمانہ اُٹ گیا نہ وہ اہل علم رہے نہ وہ مجلسیں اس زمانہ کی یادیں برہنہ کا روزِ نابرق ہئے اور حالات پڑھ کر ہمیں بھی رونا آتا ہے

ہو اسے گلشنِ وصلِ توچوں سبِ آید چو طغیٰ غنچہ نواں چاکِ صدِ قبا کوں

رائے راجا یاں مجلسِ مشاعرہ منعقد فرماتے ہیں ادب سے داخل ہوئے اور لطف لیجئے۔

”دراہم کہ کترین برہنہ عقیدتِ کیش در خدمتِ بکرید اللہ دران علامہ روزگار“ فہم و لامقدار

افضل خان کسبِ سعادت سے خود دروارِ خلافت اکبر آباد مجلسِ دکن و صحبتِ دلشیں درخشاں معرفت

آگاہ خواجہ محمد صادق منعقد سے شد و یا راجا صاحبِ سخن از ہر طرف جمع آمدہ ہنگامہ سخن را گرم میداد

مضامینِ بلاغت و تربیت نکاتِ سیداکر از متواتر شہور روزگار بود و ملا تھمید و ملا جلالی و ملا دہلوی و ملا علی

۱۔ غزلِ نہر مرے داشتہ باشد برے داشتہ باشد میرزا بدیع الزمان کو لکھ کر بھیجی تھی

دیر تر ان دلا حسی و کا عبد اللطیف منشی از اجماعِ اہل مجلس بودند و در ہفتہ دومینہ این عزیزان صاحب
 سخن، مجرم گشتہ گزینی ہنگامِ سخن یکو زندہ و گاہے کہ این نیازمند از اشغالِ فرصتِ یافتِ پیرویِ ہمچنین
 طبع و لاکشیدہ اشعار و در بیانِ می آرد و اس نصیحتِ پُر آگاہی کا مرقعِ ملاحظہ، آجکل کی خود بخائی
خان و الاشان ملتفت خان کی بزمِ مشاعرہ کا ذکر رائے رایان
 سے کیے۔

دریائے کس نتیجہ و دمان دولت و اقبال و در کتب خانہ مشغول کسب کمال بودند و در غزلوں
 شہاب ہنگامِ سخن دانی را گرم داشتہ مغزلے کی طرح سے کر دہ، کترین بندگان در ہفتہ یکم بہ اتفاق
 دوست و پذیرِ قریع چند اہل بزمِ نگین پیشہ
 تحقیقات سے پتہ لگتا ہے کہ غزلیات از نمبر ۳۱ لغایت ۴۹ رائے رایان
 کی طرح ”پکھی ہوئی ہیں“
 بادِ صبارا، دریا نمود، ہمیں داد، صحر اگر فتنہ است، برسے برداشتہ باشد، حجاب سے باید
 سر نوشت، ہمیں سود کی روایت کی غزلیات ملاحظہ ہوں

دستِ خوانِ برہن پر ظرافت و ہجو
 کے چٹارے حرام سمجھے گئے
 زانگو نہ توانی بیت برہن کہ غیب سے
 بر آئینہ خاطر مہماں نہ نشیند
 شعرائے قدیم و جدید فارسی و اردو ملکِ ظرافت و چاشنی
 ہجو حلال سمجھے ہوئے تھے، سخندان، سخن فہم اگر ان ہر دو بہتوں سے کسی شاعر کا کلام پاک پاتے ہیں
 تو کہتے ہیں کہ کلام بے مزہ ہے، زبان چٹارے نہیں بھرتی، بلکہ ایسے بڑے بڑے تذکرہ نگار شاعری کا
 ایک وصف قرار دیتے ہیں، زاہد و عابد، شیخ و ناصح، فارسی و اردو کے شاعرانِ رند و مشرب نے
 کچھ ہیں، کہ ہر مجلس میں اُن سے ہمت و پیرا ہوتے ہیں، بڑے بڑے ہاں کے
 اپنے اپنے دیوانوں میں ان سے دست و گریبان ہیں، اور ایسے کہ علیحدہ

مگر اس صاحبِ کمال 'نیک سیرت'، خوشحصال کے دستِ خوانِ زبانِ دکلام پر، نہ نظرِ افت اور بلابلِ اوجھو حرام کچے گئے ہیں، وہ ان حلالی و حرامی مجالس میں گرم صحبت ہوتے ہوتے بھی اپنا دامنِ شاعری ان زہر آلود کانٹوں سے بچاتے رہے، ورباری تعلقات 'مذہبی' خصوصیات و جذبات، اور گچھا مہب کی تالیفات و تصنیفات اور دعوے 'سخن' نے سنیکڑوں رنج و ملال پہنچا کر آمادہ پیکر کیا گیا اور روزِ فکر و واہِ روی مستقل مزاجی اور مسلکِ برہنہ کی کوآپ کی طبیعت نے تمام عمر میں ایک شعر بھی ایسا موزون نہ کیا۔

ہم اُس زمانہ کی صحبتوں کا نمونہ ادب و تہذیب اس لئے دکھانا چاہتے ہیں کہ شاعری کے پاک دامن سے یہ غلیظ و بہہ ہمیشہ کے لئے دُہل جائے،

ہم نے ہر چند رائے رایان کے کلامِ نظم و نثر پر تنقیدی فطریاری، مگر اُن کا جوہرِ اہلیت کہیں بھی ماند نہ پایا، ایک موقعہ اس اظہارِ خیال کے لئے انہیں ملا، اپنی صفائی باطن و سلوکِ ظاہر کا اس طرح سے جلوہ دکھاتے ہیں، اکھل کے نہیں دینا بس لیں۔

”ایں برہنہ و فاکیش حقیقت اندیش کہ در دوستانِ محبت بن گرفتہ و فدا و اخلاص“
مطالعہ نمودہ، حاصل و دو چراغ و غیوہ صحبتِ بزرگان را منحصر در صفائی باطن و سلوکِ ظاہر
والنتہ، بہ آشنا و بگجانہ، دو دوست و دشمن، طرح مارا انداختہ، عالم کثرت را بحکم وحدت
مشابہ نمودہ، غیرے را در میاں ندیدہ، و غیر از حق ندانستہ، با وجود بتائن و تحالفِ اطوار
اہلِ روزگار با ہر فرد سے اذ افرادِ انسانی از راہِ یکجائی در آمدہ تفاوت و اختلاف نمودہ، ہر فرد
کہ اظہارِ ایں مراتبِ خالی از خود فرد یعنی نیست، لیکن چوں مقامِ نفسِ الامریست، بے اختیار
آہنچہ در دل است، بر زبانِ قلم سے آید، بگویش محبتِ یوشِ افتادہ، کہ جو صفوِ خاطر آن
و متورقہ و اہلیتِ از جانبِ دیالِ داس برہنہ پر سرور سے عیار ملے نشستہ، انظر بر
محبت و انتقائے کہ اُن قاعدہ دینِ حق فہم را با دُودہ و قوع و طغیانِ غایتِ عبید و بدیع
نمودہ، و اندیشہ ناک گشت، کہ خلافِ توقع از عرفین چوں ظہور آمد اگر در عالم معنی

اُردو آئے کے تحقیق عدمِ وفا منسوب باشد، بطورِ آمدہ، ہمیں دوستانِ دیگر را اردو چو آمدید و
چہ توقعِ داگرد، عالمِ صورتِ کہ خواب و خیال پیش نیست، اُردو سفاقتے یا خلافتِ قاعدہ، لفظِ
آمدہ، آلِ خود کیست کہ غلامی طینت نکارد، نادانِ مستحقِ نصیحت و تربیت است، یہ مستوجبِ عتاب
و مہرِ زشت، چون فقیرِ اُردو را دوستانِ کیرنگ می دانست، 'ایں ہمارا دوسرے دوستیہائے بغیرِ وفا
مضولی نمود، یقین کہ بعد ازین با نزارع ہر مانی با و قدر دانی با، جو ہر اہمیت و قوتِ خود را،
بد دوست و دشمن ظاہر نہ سازد، ساخت، و راضی برین بخوابد، نہ کہ شکستہ کہیں و کہ درت سر بریا لگند
و دود آں بدماغ اہلِ محبت رسد، ایامِ دوستی بکام باد،'

جو نقشِ ایسے رنگِ کجی میں رنگا ہوا ہو، اُس کی زبان سے کلماتِ غلط و شرذاد نکلتے

مصری سے نمک کا ذائقہ پیدا ہوتا ہے

مگر بخلاتِ اس کے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، شاعرانِ اردو و فارسی
کے لئے روزِ پیدائشِ شاعری ہی سے جو دہمت، لطافت و چشمت

غذائے دلپذیر ہی، فردوسی کہ جس نے، ۷۰ سال کی عمر تک، اُمیدِ نجاتِ شاہنامہ لکھا، اپنی ناکامی
اور محمودی و وعدہ غلامی پر ایسا بجز، کہ زمین سے آسمان تک آگ لگا دی، اور ستم یہ
کہ وہی نظارہ سب کے لئے باعثِ تقلید ہو گیا، وہ جہاں آغازِ شاہنامہ میں وعدہِ انعام لینے
کے بعد محمودی نسبت یہ لکھا ہے۔

- | | | |
|-----|---------------------------------------|---|
| (۱) | جہاں آفریں تاہم ہاں آفرید | چون شہر یار سے سیارہ پدید |
| | خدا نے جیساے دُنیا پیدا کی ہے | ایسا کوئی بادشاہ نہیں پسید ہوا |
| (۲) | بیاراست رُوئے زمین را بہ داد | ہر پرداختِ نازِ نازِ بر سرِ نہاد |
| | اُسے زمین کو انعام کے ساتھ آراستہ کیا | اور جیسا اُس کا ہرے نازِ نازِ ہوا تو سرِ تاج رکھا |
| (۳) | جہاں دارِ محمود شاہ و بزرگ | ہر آتشخوارِ روہیے میں و گرگ |
| | شاہ محمود بڑا بادشاہ | بھیرا درِ بیڑے کو ایک گھاٹ پانی پلاتا ہے |

- (۴) زکشمیر پیش دریا سے چلین
بزد شہر پاراں گند آفرین
کشمیر سے دریائے چلین تک
سب بادشاہ اس کی تعظیم کرتے ہیں
- (۵) یہ بزم اندروں آسمانِ وفاست
بزم اندرونِ تیسرہ دم اثرِ دہاست
وہ مجلس میں دین کا آسمان ہے
اور لڑائی میں غورِ دارِ اژدہا ہے
- (۶) سرِ بخت بدخواہ با ختم او
چو دینِ آوارِ خوار است بر حشم او
اُس کے عقد کے سامنے دشمن کا سر
ایسا غاربے کہ عیاں کی نظر میں نیا دیکھ ہے
- محمود کی بے ہمدلی سے ایسا بگڑا کہ مندرجہ بالا تاریخی سطور خشک نہ ہونے پائی تھیں،
حسب ذیل مزید اختلافی واقعہ لکھنے پر آمادہ ہو گیا اور طالعِ طبعیتوں نے اسے شاہنامہ کے شروع میں لگا دیا
- (۱) ہر آن شہ کہ در بند دینار بود
بنزدیک اہلِ خود خوار بود
جو بادشاہ کہ روپیہ جمع کر سکی نکلیں
عقل مند کے نزدیک معیشت ہوتا ہے
- (۲) کہ سقلا خند و نہ ہستی مباد
جواں مرد راتِ سنگدستی مباد
ہذا کرے کہ مکینہ دولت مند نہ ہو
اور سچی کو سنگدستی نہ ہو
- (۳) اگر شاہ راستہ ہو دے پدر
بسر برہنہ دے راتِ بچ زر
اگر بادشاہ کا باکپئی بادشاہ ہوتا
تو میرے سر پر سونے کا تاج رکھتا
- (۴) اگر مادرِ محنت شاہ با تو بدے
مرا سیم و زر تا بھرا تو بدے
اگر بادشاہ کی ماں سگیم ہوتی
تو میرے پاس دیوارِ شرفیاں بٹھار ہوتی

۱۔ دریائے چلین کی خوب کئی جغرافیائی واقفیت کے اظہار میں کمال کر دیا کشمیر اور تہمت کے درمیانی کوئی چوڑا
چھوٹے درازوں کی تعریف کرنا بھی واقعی بڑی بات ہے، جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی، اور اس قابلِ قدر
برآب کی قادر رکابی کی بھی داد دینی چاہیے، اس کی شاعری الہی ہی مزاخات سے بھری ہوئی ہے،
سنگدے - عیارِ خوشنودی نے آسمان پر تو تہمت چڑھا یا اور قول و قرار پر قائم رہنے کے لئے اسے وفا کا تپاں بایا
گر کہ اگرچہ ہر جہی جھوٹا نکلا، مگر کسی کے لئے عداوت، عداوت، عداوت، شہرِ خصوصیت سے لفظی ہیں،
۲۔ یہ شعر محض اپنی مطلب براری کے لئے لکھا تھا، تاکہ ایک شریفی فی شعر جو دیتے کار نہ لکھتا ہے وہ دیر سے در نہ ہدایت
۳۔ یہ کچھ قافی ہے، اور محض مبالغہ، درجہ ہرمانی

- (۵) چاند ربتا ریش بزرگی جو د
چونکو اُس کے خاندان میں بزرگی نہ تھی
- (۶) پستار زادہ نیاید بکار
لوٹھی کا بچہ کام نہیں آتا
- (۷) درخت کے تلخت ویرا سرشت
وہ درخت کہ اس کی پیدائش کڑی ہے
- (۸) دراز جوئی غلہ میں بہنگام آب
پانی کے وقت بہشت کی مٹی سے
- (۹) سراخچام گوہر بکار آورد
آونوی کام دیگا (آخر اہلی اپنا کام کرے گا)
- (۱۰) اگر تو سوئی زندان گشت گر
اگر تو اُس کی انگلی کے پاس جائے گا
- (۱۱) زبگوہراں بدینا شد عجب
پہلوں سے برائی تعجب کی بات نہیں
- (۱۲) بنا پاک زادہ مدارید اُمید
بداصل سے مت امید رکھو
- (۱۳) زبداصل چشم بھی داشتن
بداصل سے بہتری کی امید رکھنی
- (۱۴) جہاندارا گر پاک نامی بد سے
بادشاہ (نمود) اگر پاک اور نامی ہوتا
- (۱۵) بسا لم بدرگاہ یزدان پاک
من (زدی) پاک خدا کی درگاہ میں
- یسا راست نام بزرگان شوند
بزرگوں کی تاریخ نہ سن سکا
- اگر چہند وار و پدر شہر یار
اگر چہ باپ بدشاہ ہو
- گوش در نشانے بباغ بہشت
گرو اُس کو باغ بہشت میں بوئے گا
- بیخ آہنگین ریزی و شہد ناب
اُسکی بڑی شہد فاضل کو گراؤ گا
- ہماں میوہ تلخ بار آورد
کڑوا میوہ وہی پھل لاوے گا
- از و جز سیاه بھی نیابی دگر
اُس سے سوائے سیاہی کے اور کچھ نہ پاؤ گا
- نشاید متردس سیاہی از شب
رات سے سیاہی دور نہیں کر سکتے
- کہ زنجی بشتن نگر و سفید
کیونکہ زنجی صاف کرنے سے سفید نہ ہوگا
- بود خاک در دیدہ اُبنا شتن
آنکھوں میں مٹی ڈالنا ہے
- دریں راہ دانش گرامی بد سے
اس عقل کے راستے میں بزرگ ہوتا
- فتانہ بر سر پرگندہ خاک
سر پر رکھ ڈالت ہوا دونوں کا

(۱۶) کہ یارب روانش بآتش بسوز دل بندہ مستحق برنمود
 کہ اسے خدا کی روح کو دوزخ کی آگ میں جلا دے
 یہ وہ الزامات ہیں کہ جو دنیا میں ایک گنہگار سے گنہگار پر بھی نہیں لگ سکتی، آخر یہ کردہ ہو کے
 ۱۰۵ اشعار ہیں کہ جو اس خوشامدی کے منہ میں خاک چھونکتے ہیں، اگر طبیعت نیک پائی ہوئی، تو نہ
 ایسی مدح ہی ہوتی نہ ایسی ہجو، اگر ہوتی جائز محمود کے افعال کی نسبت لکھنا ہمارا کام نہیں،
 وہ ایسی ایسی تعلیقات سے میر نہ ہو کر ایک مسلمان ہوتا ہوا، اُس شاہ کی نسبت کہ جسے
 خلیفہ بغداد نے ائین الکتب میں الدولہ کا لقب دے کر مذہبِ اسلام کا امانتدار و پاسدار
 اور اُمتِ محمدی کی توانائی و قوت، منزلت و شرف کا حقدار قرار دیا تھا، غاتمہ، جو میں اپنی تہذیب
 و اخلاق کا ایسا فاختہ پرہتا ہے، کہ جس پر مسلمانوں ہی کو نہیں، بلکہ اقوامِ عالم کو اُس کے نوچر
 رونا چاہیئے۔

بنام بدرگاہِ یزدان پاک —————
 میں پاک خدا کی درگاہ میں
 سر پر رکھ ڈالتا ہوا روؤں گا
 کہ یارب روانش بآتش بسوز دل بندہ مستحق برنمود
 کہ اسے خدا اس کی مدح کو دوزخ میں جلا دے
 جس سے مستحق بندہ کا دل خوش ہو جائے
 کون نہیں سمجھتا اور کون نہیں جانتا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ انسان کو اس دُنیا سے عذاب میں
 بڑے بڑے بے شکوک و ظالموں، جابرین، شیطانوں، بد باطنوں، ایذا رسانوں، دغا بازوں،
 بد مہمدوں، نالائقوں اور مشربوں جو روزِ واسطہ پڑتا ہے، مگر انسان سب کچھ دیکھتا اور سمجھتا ہے
 اسی اصولِ عامہ کی بنا پر یہ یقین کر لینا پڑے گا کہ رائے صاحب کو شاہجہانی اور اورنگزیبی
 عہد میں اپنے مذہب و طبع اور ہم شرف کے خلاف کیا کیا دھڑاںش و مسوز اشتغال آمیز
 منظر دیکھنے پڑتے ہوں گے، مگر ان کی متین عناصر مستقل و متحل قلم کے فرقِ مبارک پر ایک شکن
 تک نہیں آیا، جب کہ یہ صبر و یکنوعی خانِ نعمت خان اور حضرت مجدد الف ثانی

بھی زیادہ عرصہ تک اختیار کر کے

دھرم آسمان تحت اشتعال پر بھی
انقسام پر آمادہ نہیں ہوتا

موانی رُقیۃ انتقام انتخاب کرتا ہے جو طبائع تہذیب و اخلاق کے صقل سے بنی ہوئی ہوتی ہیں
اُن کا طریقہ انتقام اصلاح کا موجب ہوتا ہے اور جو غیر تہذیب و اخلاق کا تربیت یافتہ ہوتے
ہیں اُن سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں کہ جن سے فارسی وارو کے دیوان بھرے
پڑے ہیں

اس سیدنگ کے سلسلہ میں ”برہنہ کے عقائد مذہبی“ کی عمرخی پڑ ہی جانی مرید تکلف
کا باعث ہو سکتی ہے

مدح اور ذم سے بدتر ایک شیطان تعصب ہے وہ ہر دو
شیطانوں کا تعصب

اعراض ذاتی سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ جذبہ شیطیت سے
جن کے سرچرہ مانعہ اکا شیطان بنا کر چھوڑا اُن سے کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا عامل لغت
و نفسدین کے گڑبے میں گرتا ہے جس پر تائید نام امنت و لغزین کے پتھر پڑتے رہتے
ہیں اس بغضِ قلبی سے خدا سب کو بچائے مگر جو انہیں بچے اُن کی حالت دیکھئے تاکہ سب
خبردار رہیں امیر دام تعصب امیر کھنسی خدا پر الزام لگاتا ہے اور اس ذیل کی ذلت ملاحظہ ہو

خان کو بھی خوش آئی اپنے غلہ کی ذلت صدقہ کا رزق لکھا تھا تقدیر برہنہ میں
اگر اپنی خانقاہوں مسجدوں و نیکیوں اور مزاروں کے صدقہ خواروں پر نظر ہوتی ایسا
برگزیر نہ کرتا خاک پش تراب علی شاہ کا کوری کی خاک اُترتی دیکھئے
گائے کو بوجہ تو چھوڑا باندھ کر
یہ سب رہے برہنہ کی ذلت میں

جراثیمِ بھیا کی بھیا کی ملاحظہ فرمائیے

بھلا کر اس گھسٹری رام وکرشن کو لگا بس یاد کرنے بچستن کو
اگر اس شیطان کا دل شیفتہ سے خالی ہوتا تو یہ کچھ سمجھتا تھا کہ رام وکرشن کا
بچاؤ ہی بچتن کی تعظیم کرنا تھا، اور یہ واجبِ تعظیم ہیں، ہم ہندو ہوتے ہوئے ان بزرگوں
کی دل سے تعظیم کرتے ہیں اور جو انہیں نظر حقارت سے دیکھتا ہے وہ خود حقیقتاً برہمن
ایسے خیالات شیطان سے دور رہنے کے لئے انہوں اور بیروں کو سمجھاتے ہیں۔

برہمن شیشہ دل سخت زاکت دارد

چونکہ تند و گربار سے آید راست

ہندیوں کے قدیم لٹریچر میں مدح
ہندوؤں، چارویوں سے جو اور مذمت کے مترادف
اور ذم کے لفظ عامی نہیں

کے ہم معنی الفاظ بتلانے سے معذ رہئے، ہمارے ہاں ایسا کوئی لفظ نہیں کہ ان کے
اردو فارسی کے محل استعمال کا حق ادا کر سکے،

نتیجہ نکلا کہ ہندیوں کا لٹریچر خیر ایجاد الفاظ مذمت و تہو، 'حال یہ مردِ عجم تارخ کی
طرح محروم ہے' اس کی وجہ محض یہ ہے کہ بانیاں و مصلحان نے جسے ادھر سمجھا کہ کسی فائدہ
و نقصان ذاتی کی بنا پر کسی کی مدح و مذمت کی جائے، اسی لئے یہ الفاظ سنسکرت میں
نہیں کیا اچھی تعلیم ہے، گو یہ نہ سمجھا جاسکے کہ بد نفس بندوں کی برائی، اور نیک نفس لوگوں
کی موصلا افزائی نہ ہوتی تھی،

اس دھرم کی رُردے نیک بندے تعزیت و ستائش کے مستحق سمجھے جاتے تھے، اور بد
اصلاح و تربیت کے 'پنیہ آن کے عام چال چلن' برتوارہ، عادات و فضائل سے افذ کیا جاتا تھا،
فرقہ اور مل کی تمیز نہ تھی، نہ غرض ذاتی کا دخل

ہر مذہب کا یہی حقیقی اصول ہونا چاہئے کہ نیکوں کی تعریف کی جا کر ان کے حوصلے بڑھائے جائیں، اور بدوں کو بدی سے ہٹا کر نیک کے راستہ پر لایا جائے، چنانچہ اس اصول کی پیروی میں ہندی گرتھ بھرے پڑے ہیں، ہندوستان کے آخری ریشی دور اسلامی کے گوہر آباد مرہٹوں کی تلمیسی داس جی ہیں، آپ نے اصلاحی شان میں بدوں کی مذمت کی ہے، یہ نصیحت عام ہے، اور اوصاف و افعال انسانی کی شرح ہے، مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی خاص شخص کی جو لکھی ہے، ہم رائے رایان کے قدیم عمل کی پیروی پر ریشی ڈالتے ہوئے یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں، کہ گو سوامی جی کا یہ پہلو ہی کیسا شاندار ہے۔

بہتر بند کھل گئے ست بہارے جے بھو کارج داسے ہنے اوبان ارے

اب پھر میں نیک دلی کے ساتھ بذات فرقہ کی تعظیم کرتا ہوں، جو بلادہ بھلائی کے بدے برائی کرتے ہیں، جو طرح ایسی کا نام ہے

پرست مان لایو جن کیرے آجہرے کہہ کج دلمیرے

یہ فرقہ عزیز کی تھیک کو اپنی عزت سمجھتا ہے، دوسرے کے گھر برباد ہونے میں اپنی خوشی اور آباد ہونے میں رنج محسوس کرتا ہے، یعنی یہ غیر کس نفع کو اپنا نقصان، اور پرانے نقصان کو اپنا فائدہ تصور کرتے ہیں

ہری ہریش راکیش را ہوئے پراکارج بہت سہس با ہوئے

جہاں کہیں حدوفا کے گیت گائے جائیں، اگر وہاں ان میں سے کوئی بیچ جائے تو غل ڈالتے ہیں، اور دوسروں کا کام بگاڑنے کے لئے سہرا بھرتے ہیں

جی پردو کھ کہہ کہہ کھین سہا کھی پرست گہرت جلی من نا کھی

یہ فرقہ غیروں کی خطا ہزار آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور دوسری کے صفات بگاڑنے کے لئے کھی کی کھی کر کھی گئی ناپاک کر کے آپ پر جاتی ہے، اسی طرح یہ فرقہ دوسروں کے کام بگاڑنے میں مرنے سے بھی نہیں ڈرتا، تن من دھن سب قربان کر دیتا ہے

بیچ کر شاد و خوش بھی شیشا اُگھ اُگھ دُہن دُہنی دُہنیشا
اس فرد کی تیزی اُگھ غصہ افغی کی مانند ہے بدسل و سرے کام بگاڑے میں انتہائی طاقت رکھتے ہیں

اُدے کیتو تم بہت سب ہی کے کنبھ کرن سَم سو دت نیکی
اس فرد کی طاقتات کیتو کے طور پر ہونے کی مانند ہے، تاکہ وہ کنبھ کرن کی طرح
سوئے ہی رہیں

پراکاج لگتن پری ہین جی ہم اُپ کر کھی دل گرہین
دوسروں کا کام بگاڑنے کے لئے یہ شریر اپنا بشری بی دان کر دیتے ہیں جس طرح
سے سردی اور لاکھیتی کو برباد کر کے فوج بھی گل جاتے ہیں

بُندون کھل حص شیش سر دھکسا سہن بدن بر نہیں پر دُشا
میں ان لوگوں کو شیش کی مانند جان کر ان کی تعظیم کرتا ہوں، جو دوسروں کے عیوب پر
مزہ سے بیان کرتے ہیں (شیش جی ہزار مزہ سے رام گن گاتے ہیں، یہ اُن کے خلاف دوسروں
کے عیب ہزار زبان سے بیان کرتے ہیں)

پُچی پرتوں پر تھو راج سمانا پراگھ سہین شہس دشا کانا
میں انہیں پر تھو راج مان کر ان کی اس لئے تعظیم کرتا ہوں کہ وہ دوسرے
کے عیب دس ہزار کانوں سے سنتے ہیں اور ادھر پر تھو کی طرف اشارہ ہے
کہ جس نے حمد و ثناء سننے کا بردش ہزار کانوں سے مانگا تھا، یعنی دوسرے
کے عیب بڑے غور سے سنتے ہیں

پہور شکر سم بنوں یہی سنت ہمرانیک بہت چہی
پھر میں انہیں اندر کے برابر مان کر شکر کرتا ہوں، دیوتاؤں کو اچھی فوج ہمیشہ
پیاری ہے اور انہیں اچھی شراب

بچن بچر بھی سدا پیارا سہس نین پر دوش نہارا
جیسے اندر کو بچر پیار ہے ایسے ہی ان لوگوں کو اپنی زبان کا بچر عزیز ہے اندر
دیر تا دل کا بچا رہنے اور یہ لوگ عزیزوں کے طیب دس ہزار آنکھوں سے دیکھتے
رہتے ہیں

اُداسین گریست ریت شنت خبر ہیں کھل ریت
جانو پانی گیٹ جو ریش بھتی کروں تلیو ست
یہ فرقہ سب سے الگ رہتا ہے، اگر سب کا دشمن ہے، میں پاؤں اور دونوں ہاتھ جوڑ کر
انہیں تسلیم کرتا ہوں

میں اپنی دیشی کہیں نہوڑا تے بچ اور نہ لا دہن بھوڑا
میں نے اپنی طرف سے اس فرقہ سے الگ عرض کی ہے، لیکن وہ بھول کر کبھی اس پر زور
نہ کریں گے، یعنی وہ یہ عرض سن کر بھی اپنی بڑائیوں سے باز نہ آئیں گے، اور دوسروں کو
ہفتان پہنچانے سے نہ کریں گے، جس طرح ہے

پائیس پائیہ آتی آنو راکا ہوئی زرا کیکہ کہنوں کے لگا کا
گو کیکہ کھلا کر بڑی محبت سے بالا جانے تو کبھی غلاکت کھانا نہ چھوڑے گا
مستون شنت اسجن چرنا دکھ پر دا دہلے بیچ کچھ نہرنا
میں نیک اور بہ انشخاص کے ذریعوں میں جھک کر کہتا ہوں کہ یہ دونوں تکلیف دہ ہیں
لیکن کچھ فرق بھی ہے

بچرست ایک پر ان ہر لہین طیت ایک دامن دکھ دینہین
نیک الگ ہوتے وقت جان نکال لیتے ہیں اور بہ ملاقات کے وقت انفصال پہنچاتے ہیں
اُو بچن ایک رنگ یک نامیں جیل جوک جی گن بنگا ہیں
نیک اور بہ دونوں کو بلی مر جوک کی طرح دنیا میں ایک ساتھ جہنم لیتے ہیں، لیکن دونوں

کے خواص الگ الگ ہیں
گن ادا گن جانت سب کوئی جو بھی بہاؤ نیک ہتی موئی
حاصل کلام یہ کہ بچی اور بڑی کو سب کوئی جانتا ہے، لیکن جو کام ہے اچھا معلوم
ہوتا ہے، وہی وہ کام کرتا ہے

برہمن اور علمائے وقت
زمینہ ان سخن گوئی سخن بُرد
برہمن زادہ از ہردو برہمن

شاہجہانی دور، اکبری فضل و کمال کے ہر طرح سے خاتمہ کا تھا، اُس وقت بھی اکبری سلطنت
کے نام پر ارباب فصاحت و بلاغت، شعرائے فصیح بیان مہند کی لکھیوں کی طرح ہندوستان کے
دارالخلافہ کی طرف کھینچے جاتے تھے، محمد جان قدسی شہدی، طالب کلیم، میرا لہی، ملا امی، میر بخش،
شیخ عبد المجید لاہوری، شاگرد ابراہیم افضل، ملا شہید، ملا نصیر، ملا جلالی، عبدالرحیم، ملا حسینی،
ملا عبد اللطیف، میر زمان، وغیرہ وغیرہ کا طنطنہ اُستادی بلند تھا، اور ہر ذات بذات خود مسلم
و فضل کی حسان بھٹی، کوئی ایرانی تھا، اور کوئی ہندی، مگر فضیلتِ علمی میں سب نے نظیر و
بے عدیل

برہمن اپنی خدا داد ذہانت و لیاقت کی روشنی میں آسمانِ شہرت پر آفتاب کی طرح
چمکتا تھا، گو علامہ آغا افضل خان شیرازی دُرِ اعظم شاہجہانِ علمیت و فضیلت کا آفتاب تھا،
مگر برہمن کی قابلیت کا قائل تھا، ایسے دربار میں ایک ہندی نژاد خصوصاً برہمن ذات کا
اپنے فضیلت کے پرکوں سے اُڑنا اُن کی بے نظیر قابلیت کی ناقابلِ تردید ثبوت ہے، برہمن
اگر حساب و ہندسہ، کارگزاری و ایمان داری کے زور پر اس دربار کا رکن ہوتا، تو کچھ مضائقہ
نہ تھا، چیز زبان میں زبان دانوں کا ناطقہ بند کر دینا، اس کی مزاح ترقی کا باعث ہوا،
ہم نے ”برہمن کی شاعری“ کی نمائش گاہ میں برہمن کے فخریہ کلام کے کچھ نمونے بھی سجائے

میں 'ان کے چروں نے انصاف پسند آستانہ کے قلوب پر گو گہرے زخم لگائے، گو ان سے خون بہنیں نکلا، بلکہ اس کے بجائے صدائے واہنگی، اگر آستانہ زمان برہمن کی فضیلت علمی و ملی کے قائل نہ ہوتے، تو اس کا کلام آگ کی نذر ہوتا، اور وہ دار کی، آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا، کہ حبِ درباری مشاعرے میں شاہجہان، برہمن کی گرمی کلام سے آتش زیر پا ہو کر اس کے قتل کے لئے حکم دیا چاہتا تھا، تو علامی مرحوم کے دل میں برہمن کی فضیلت نے اسی وقت جوش مارا، اور وہ میرائے قتل سے محفوظ رہ گیا،

برہمن مغلیہ سلطنت کے دار الخلافہ کے منیارِ فضیلت پر کھڑا ہو کر اپنی صحبت زبانِ افوی کلام اور فضیلت کے زور پر دنیا بھر کے فاضلوں کو حیلج دیتا ہے، دعوے ملاحظہ ہو، کہ جس کا کوئی جواب نہیں دے سکا،

جزو رہنے خوش سخنے تازہ ادائے طبع کہ گنہ سیر درہن تازہ زینے
برہمن اپنی نگہ دانی پر ناز کرتا ہوا، بڑے بڑے عالی وقار شرائے نامہ دار کی مقدراظم سخن کی قدر و قیمت کا حسب ذیل الفاظ میں اندازہ کرتا ہے،
برہمن از سخن پنداشت، مقدرا بخند نامان گواہ حال من کا نصیب طبع نکتہ دان من
رائے ران کی شعرائے مشاہیر آپ کی تصانیف سے آپ کی طبیعت کی معرفت اور ملاقاتوں کا حال بخوبی روشن ہے، مصرع
گنہ ہم جنس با ہم جنس پرواز سے ملاقاتیں

وہ جہاں جاتے ہیں، اور جس سے ملے دیکھے جاتے ہیں، وہاں سخن فہم دنگتہ دان در دہن آتے ہیں، چند مشہور ملاقاتوں کا تاریخی حال تاریخ کی جان ہے، لہذا اسے بھی اسی قالب میں ڈالا جاتا ہے،

آٹھری سرسندی سے ملاقات کا حال تحفۃ الصفا میں ظاہر فرماتے ہیں :-

”قرن صد سال باقدائے اوایل عہدِ حضرت صاحبزادانی در قید حیات بود، برہمن عقیقہ

کیش جریسے سخن است، در صحرای بلالقات اور سیدہ، صحبت زنگین داشت، یا صحبتہا قدیم
مجلس فاختان نمود، اشتہار خود را بمیاں آورد، و از طبقہ آمرائے حضرت عرش منزست
برہم خال طبع رساد فطرت بلند داشت
ملا تمسیر لاہوری کے پاس بھی کہن کی انشا مشہور ہے، 'حالت نزع میں ملاقات کے لئے
گئے فرماتے ہیں:-

”از حوادثِ روزگار و در عین جوانی ازیں سرائے فانی بہ عالم جاد و دانی شتافت اور بہ کام
نزع آن مسافر بقایا میں خوشہ چیں نرین اور باپ سخن بر فاق ملا محمد صالح لکھنوی بہرقت
آں عذیب نگین فصاحت رسیدہ بود، بہرزد دلایا حرف بزد، بعد از لحظہ از خویش
رفت“

زمانے گوش کن بقول سعدی چہ سعدی بلبل فرخندہ منقار
برہمن سعدی اسلامی بزرگوں کے نام اور کام صحیح مذاق فارسی خوان طبقہ
سے پرشیدہ نہیں، شیخ سعدی کا وجود انسانی ظلال دہسود کا منبع تھا، جو گفتگو ادب
و اخلاق سے مملو، جو بات جام آب حیات دنیا میں لیے ہی تفسنوں کا پیدا ہونا چاہئے
مندرجہ بالا شعر برہمن برہمن کی عقیدت سعدی کا پتہ دیتا ہے، اُس وقت کی نظر
میں فارسی وغیرہ کے ہزار علماء و فضلا رکھتے، مگر اُس نکتہ رس نگاہ نے ایک سعدی ہی انتخاب
کیا، یہ انتخاب بھی برہمن کے ادب و اخلاق اور ان کے رجحان طبع کا پتہ دیتا ہے
صوفی برہمن در محبت ہوس جام دہنو توں کرد تا بود و خوں جگر نے بگو توں کرد
عمر خیام کی شہرت زندگی، اُس وقت تک برابر دراز ہوتی چلی جائیگی
اور خوب تک کہ محفلوں میں دُخت رزرقص گناں رہے گی، جہاں اُس کا
شرابی عمر خیام دور، وہیں عمر خیام موجود، مغرب کا ہر شخص بغل میں بوتل رکھتا ہے، پھر
وہ عمر خیام کا سا بادہ نوش کو نکو فراموش کرتا، کیونکہ اس نے تو اپنی عادات کے تقاضے پر اُس

یہ جانا میں دین و دنیا فر دخت کر کے اپنی دستار و تباہی سب کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، اور اس نیکام
عام کی شہرت و سادھی کا پورا پورا انتظام کر دیا تھا، کیونکہ اس نے اپنا چھانہ ران دنگا دنگ کی بوتلوں
سے ایسا سجا بامتا کہ یہ سلیقہ آج تک اہل مغرب بھی نہیں پاسکے،

حسرت موہانی دعوے کرتے ہیں کہ ”برہمن کی رُباعیات میں عمر خیام کا رنگ ہے
مگر میں حسرت سے ساتی تھا و پر سخت تعجب ہے کہ اس نے زہم اور شراب کو ایک ہی پیالہ میں
کس طرح بھرا، اور کس پیمانہ سے، سمجھ میں نہیں آتا کہ برہمن کی رُباعیات عمر خیام کی رُباعیات
سے کیوں تشبیہ دی گئی، جبکہ ایک کا فردا نمئی اور دوسری کا فانی ہے، ہمارے حسیاں میں
عمر خیام کی محض شہرت ہی تشبیہ نامنص و بیان مستضا دے باعث ہوئی“

ہم نے محاکمہ شاعری برہمن کی دور میں ”شعراے فارسی دُرود کی ثرا بات نشینی اور برہمن
کا ہیکٹ“ کا بورڈ لگا کر شاعروں کی شراب نوشی اور صوفیانہ حالتوں کا بڑے ہوش و حواس
سے معائنہ طبع کیا ہے، اُس بزم میں اپنی ہم مشرب جماعت کے ہاتھ عمر خیام بھی جو شغل ہیں، وہ
محض ملاحظہ کرنے کے قابل ہے، کیونکہ دل کھول کر مزہ چکھایا ہے، ایسے یہاں ضروری نہیں،
کہ ان ہر دے کے جام پیش کئے جائیں، سرور کا اندازہ طبعیتیں خود کر لیں گی، اگر کوئی صاحب
اپنی ہم نہ ہی کے جوش میں کشیدہ خاطر ہوں تو انہیں ہماری لیٹ جانی کے آبِ خشک کے دو گھونٹ
سے اپنی مٹھی دود کرنا چاہئے، اور کہ ورت نفع“

زبانِ برہمن و رائے رایان کی نغمہ سرائی کے بعد فارسی دُرود کے جس قدر شہو شعرا
ہوئے تقریباً اُن سب کے گوش آشنا ہوئے، سب ہی نے آپ کے کلام
کلام شعراے اُرود و زبان سے مزایا اور اپنا کلام آپ کی ایجادات سے گرایا، ایسا مضمون
ہے کہ جس پر جبہ اگانہ مضمون کی ضرورت ہے، مگر چند تراکیب مضامین برہمن دل پر لکھی گئیں
کہ لکھے بغیر باہنیں جاتا، الفصاف اہل الفصاف کے ہاتھ ہی بہن فرماتے ہیں۔

۱۔ نہ صاحبِ زرو نے اہل دولت و جاہم کمالِ عزتِ من اس کے بندہ شاہم

غالب نے ایسا سر کیا کہ فوٹے مضمون رونے لگی، آپ اپنا رونا اس طرح روئے

ہیں۔

(۱) یہ کیا شرف ہے کم کہ ظفر کا غلام ہوں مانا کہ جاہ و حشمت و ثروت نہیں مجھے

(۲) بقدر حاجت خود ہر کیے طلبگار راست (برہمن) جہانیاں ہمہ ما شندہ در جہاں محتاج

غالب اپنی حاجت برادری مضمون 'مضمون برہمن' سے کرتے ہیں۔

(۳) کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند کس کی حاجت رو اگر سے کوئی

(۴) چشم تو تیغِ عنسہرہ چو یہ یکہ گر زندہ ہیں) اندل بروں زندہ میان جگر زندہ

غالب برہمن کا تیر اپنے ترکش سے چلاتے ہیں

(۵) دل سے تری نگاہ جھجک اڑ گئی و دوز کو ایک ادا میں رہنا مندر کر گئی

ہر ایک شاعر نے برہمن کے کلام سے سرقہ کیا ہے، یہ موازنہ باعث طرائف ہے اور انصاف

کا خواہاں ہے سرقہ کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) تودادی خط آزدادی برے سر دوسن ہم (برہمن) گرفتہ خط عہد بندگی از قمری من ہم

(۲) سر و چہن بھی بندہ آزاد اسی کا ہے (زندہ بھنوی) جس رشک گل کا لالہ دانی غلام ہے

(۳) چنہ سے باید بخت زلف پریشان دیدن (برہمن) صورت کفر و آئینہ امیاں دیدن

(۴) دیکھا میں کے منہ پر زلف سیاہ نام شکر (خوشوقت) کیا زیب دی ہے کفرے اسلام کے تین

(۵) جو ہر چہ نیست محبت نکاح تاجہ سود (برہمن) چو رنگ ہم ترازدے گوہر نشہ

(۶) اہل کو صحبت نا اہل سے نقصان نہیں (راہ بولان) یعنی ہم پلہ ترازد میں ہے نہ پتھر کا

(۷) گل رویش چو یاد میکرویم (برہمن) انٹیک خود را گلاب سیدیم

(۸) گوشتی ہے گلاب کی صورت (آخر) او گل تیر سے بنانے سے

(۹) آتشکدہ، بنیدہ بر سر جوش است (برہمن) تار مرہ برودیدہ ماضی فروش است

(۱۰) سچہ کے تازہ گرفتار گرم جوش مجھے (داعلم) بلارہی ہے نگاہ آہل فروش مجھے

(۹) ہرگز نسیم طبع صبح نے رسد (دہن) گونئی ہیر تیرہ دلاں آفتاب نیست

(۹) تیرہ دل کی بزم میں جام شراب آتا نہیں (نسیم) جانبِ ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

(۱۰) با عشق زود رس چہ کنت غفل دورین (دہن) بافتاب حاجت زود چراغ نیست

آگے اُن کے فُورغ پانا نسیم سورج کو چراغ ہے دکھانا

(۱۱) تاب بھراں کے لئے آرد (دہن) مگر اُن کس کو آہنیں جگر است

پتھر کی اگر کہوتوں ہوں نسیم فلا وجگر کہوتوں میں ہوں

(۱۲) کجا درین کندیماں ز من چو ہلال (دہن) کسے کو قرض تمامی بافتاب وہ

قرض خود کو دیکھ کر نکھیں رکھ ہمان صبح نسیم تا دہان شام پہنچتا ہے رازقِ مانِ صبح

ہر چند بے بگ خار ہ سازم (دہن) با سنگ دلاں چہ چارم سازم

ہر چند جو اگلے اہل فن تھے الٰہِ نسیم

ہنڈت دیا شکر صاحبِ گل ازیم نظم اردو کے بادشاہ ہیں کیونکہ نظم اردو میں گلزارِ نسیم

سے بہتر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی آپ کا حق تھا کہ اپنے بھائی (دہن) کی جدت آمیز ترکیبیں

خوبی کے ساتھ استعمال میں لائیں اور انہیں زبانِ اردو کی بحصال میں ڈال کر ملکِ باندانی

میں رائج و مروج کریں چند دلچسپ مثالیں اس لئے یہیں کی مثالیں دی گئی ہیں

فارسی زبان کے اشعار کا مقابلہ ایک طولِ عمل ہے اور ہر ایک کی سمجھ سے باہر اس لئے

محض ایک ہی شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے برہنہ اپنا حساب دل ساتھ میں ہے

(۱۳) نادان اگر ذلِ دی در حساب نیست تو دل شکستہ نہ کہ گوشتِ شکستہ

ابو سنہ جردلم موجب ہر درجوش است کجا بخاطر من بگذر دغبار کے

برہنہ کا کیر کمر

حقیقی شاعر کے لئے یہ از بس ضروری ہے کہ اُس کی زندگی و چال چلن

دنیوی آلودگیوں سے قطعاً پاک ہے کیونکہ شاعر حقیقہً ایک ریفاہِ مرے ہے اگر اُس کی ذات خود

ریفاہ سے خالی ویران ہو تو اُس کے کام کا اثر انسانی مراحلِ زندگی کی رہبری سے بے اثر ہوگا

انسان کے لئے نہ روپیہ نہ اختیار نہ ہوشیاری نہ شہرت نہ آزادی بلکہ نہ لیاقت علی ایسی ضروری
 ہے جیسی کہ نیک چلنی، اُس نے دنیا داروں کو بچا آزادی حصولِ زر سے بیزاد کرنا ہے، اختیارات
 کا جائز استعمال سکھانا ہے، ہوشیاری سے نیک کام بتلانے میں، وہ آزادی کے شریفانہ راستہ پر
 چلاتا ہے، مذاقِ سلیم پیدا کرتا ہے، یہ نفسِ اُسی وقت تعویذِ جان بن سکتی ہیں کہ اُن پر نیک چلنی
 کا مزہ کچھ کھا جائے، ورنہ اپنے ناقص چلن کے خلاف ایسے اچھے خیالات کی تلقین کرنا، سودائے
 پریشانی ہے، وہ شاعر جو غرورِ شراب پیتا ہے، دوسروں کو ٹھپس کا مشرب نہیں پلا سکتا، اور کھل
 یہی شاعری ہے، رائے ایلان کی لائف اور شاعری لکھنے کے بعد، یہ ضروری نہ تھا، کہ آپ کے
 جال چلن کا کوئی خاص ہیڈنگ قائم کیا جاتا، مگر میں اس میں دکھانا ہے کہ برہنہ کے کلام
 کی قبولیت اور اُس کے اثر کا کیا راز ہے،

اس کی زبانِ مسلم سے ایک لفظ ادا ہوتا ہے، دماغِ رفتہ نشگفتہ ہو جاتا ہے جس طرح
 آفتاب کے طلوع ہوتے ہی تاریکی دُور ہو جاتی ہے، اُسی طرح اس کا شرپرستہ ہی لذتِ نھانی
 حاصل ہوتی ہے، طبیعتِ کثافت سے پاک ہو جاتی ہے،

اُس کے کام اور کلام سے پایا جاتا ہے کہ وہ قانع اور صابر تھا، دنیا کی ہر طرح کی برائیوں
 سے اُس کا امن پاک تھا، لذتِ روحانی سے اُس کا ذائقہ کام و دہاں متلذذ تھا، جامہٴ دین
 چاک کرنے پر تڑپا ہوا تھا، کیونکہ خود داری اور غیرت نے اُس کے دل و دماغ پر بڑی شجاعت
 کے ساتھ قبضہ پار کھا تھا، دماغی فیض اور کردارِ زاد کے اجتماع نے اُس کے دلِ صافی پر
 خاص اثر کیا، اور شہزادہ داراشکوہ کے واقعہٴ قتل کے بعد اس گردشِ گردوں کی ہرزہ گردی
 نے راجگی کے شٹھ کاٹھ کی ہنڈیا سمجھائے اور اُس کا انجام وہی ہے کہ جو ہر دانشمند نیک چلن
 کے ہاتھ میں ہے، وہ تارکِ لُدنیا ہو کر کاشی جی چلے گئے، اور اپنی بقیہ عمر عبادت و ریاضات
 میں صرف کی کہ جو اُن کے لئے موزوں تھی،

لکھا ہے کہ وہ جب کاشی جی قیام رکھتے تھے تو منہی کرن گھاٹ کے کنارہ ایک

خض کی گئیاں میں رہتے تھے صبح اُٹھ کر کے جب بھجن پاٹ سے فارغ ہو جاتے تھے تو قلم و محنت سے کر دریا کے پار چلے جاتے تھے اور آدھی رات کے بعد واپس آکر کچھ کندھوں لکھا کر پھر عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے دہلی میں شاہجہان بادشاہ کی بادشاہت میں بادشاہی کے درے لہتے تھے وہاں کنوڑیوں کے بادشاہ بن کر دونوں جہانوں کی بادشاہت فرماتے تھے انہی کو سلام نہ پیام نہ آؤ ہو کالین نہ آؤ ہو کادین چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ

تراز گردیش گردوں ہرزہ گرد چہ پاک اگر کنوڑیوں اور مسیدہ بنیشینی
یہ شعر عہدِ مذکور کی ہرزہ گردی اور اپنی گوشہ نشینی کی سچی تاریخ بیان کرتا ہے

خاکسار بہارِ سماوی

کلیاتِ برہمن

نقادِ نفستِ سخنِ برہمن

(ہبسا ریزم نثر)

جو اہم تر رائے راہن | گو ہم اپنی بے بضاعتی علم سے رائے راہن کے اقسامِ مخدومی پر
مفصل و جامع مضمون نہیں لکھ سکے، مگر تاہم جس قدر لکھا جانا ضروری

تھا، لکھا گیا، اگر کوئی صاحبِ ہمت ہو گا یہ کی وہ پوری کرے گا،
عطیہ الہی کا یہ قاعدہ لکھتے ہیں، مگر اگر کسی کو کسی خاص علم کا ماہر بنانا ہے، تو دوسرے
علوم سے بے بہرہ، مگر مستثنیات ہر جگہ ہیں، صدیوں بعدِ دنیا میں ایک ایسا شخص بھی پیدا کیا جاتا ہے
کہ تہ دان ہو، اسی طرح سے جو صاحبِ قلم، نظم لکھ سکتا ہے، نثر کے میدان میں رہ جاتا ہے، اور جو
نثر کا شہسوار ہے، وہ عرصہٴ نظم میں آجائے، نثرانی کی اقلیمِ اول قلم و نظم ہے، اور اقلیمِ دوم نثر،
وہ باغ ہے، اور یہ صحرا، دونوں میں جو فرق ہے، ظاہر ہے، جس قدر شعر اگزرے ہیں، اُن کی نثر کا پتہ
نہیں، اور کس طرح ہو، جبکہ وہ لکھ ہی نہیں سکے، دنیا نے ایک سعدی پیدا کیا، جو نظم و نثر دونوں
لکھ سکتا تھا،

برہمن دراصل قلم و نثر کے شہنشاہ تھے، مگر طبیعت کی موزونی اور صحبتوں کی یکجائی نے
نظم لکھنے کے لئے آمادہ کیا، اس پر ایسا لکھا کہ جیسا حق تھا، اور اس قدر لکھا کہ دوسرا لکھ نہیں
سکا، گو آپ کی تمام تصانیف نثر ہیں، مگر جس قدر ملیں، اُن کا تقاضا ہے، کہ مجموعہ
کلامِ نثر یعنی ہبسا ریزم نثر کا انتظار نہ کرتے ہوئے، یہاں آپ کے کلامِ نثر کے بھی چند

غونے پیش کئے جائیں اور دکھلایا جائے کہ اگر اہل سخن کچھ لکھتے ہیں تو اس طرح لکھتے ہیں، ورنہ خاموش رہتے ہیں، بہرہنہ نقیض معنی کج تو اذدید، دیدہ آنکے کہ بے لہر است

رائے ایاں کے کام و کلام کی خوبی

آئیں اہل سخن میں ادا کست

انکے تفہیم و ضبطِ مراتب سخن پر ہے دنیا میں ہر شخص سخن کا دعوے دار ہے، مگر انہوں

نے اگر اس کی ہر جہت زبان سے نکلتے ہی ادنیٰ دالوں پر بازاروں میں فروخت ہو کر پوڑیاں باندھ کے کام آتی ہے یا زبان کو نکلتی ہے تو اس میں اڑ جاتی ہے، اگر بازارِ نقادوں میں آتی ہے ناقص سمجھی جاتی ہے، اور کچھ قدرِ وقت نہیں پڑتی، درحقیقت ”کلام“ وہی ہے کہ جس میں کلام نہ ہو، اور مقبول عام ہو، مگر بیعت حکیم عفا رکھتی ہے

ضبطِ مراتب سخن پر اہل سخن و رکنار ادنیٰ عطار و دو کا مذاک بھی لکھنے سے نہیں چوکے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مغلطہ اور دقیق مضمون پر کوئی بھی حاوی نہ ہوا، باقی جو کچھ ہے، لاف و گداز سے زیادہ وقت نہیں رکھتا

میر حسین نے بھی اپنی مثنوی میں جیسے اُس کے مددِ رح سحر البیان لبت دیتے ہیں، اور جو ادب اور دوس بے مثل بیان کی جاتی ہے، ”تو لبت سخن“ کی شرحی سے ”سخن“ کی تعریف کرنا چاہی ہے، ملاحظہ ہو:-

در تعریفِ سخن

- (۱) چٹا چھ کو ساقی شراب سخن کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
- (۲) سخن کی مجھے سکونِ رات ہے سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
- (۳) سخن کے طلب گار میں عقل مند سخن سے ہے نام نکویاں بلند
- (۴) سخن کی کریں متدردِ دینِ کار سخن نام اُن کا رکھے بر سرِ کار
- (۵) سخن سے وہی شخص رکھے تین کام جنہیں چاہے ساتھ نیکی کے نام

- (۶) سخن سے سلف کی سبھائی رہے زبانِ سلم سے بڑائی رہے
(۷) کہاں رستم دگیو دافر اسباب سخن سے رہی یادین نقلِ خواب
(۸) سخن کا مسلہ یاد دیتے رہے جو امر سدا مول لیتے رہے
(۹) سخن کا سدا گرم بازار ہے سخنِ سخن اس کا خریدار ہے
(۱۰) رہے جب تلک داستانِ سخن الہی رہیں متدروانِ سخن
- سُخوڑ اور سُخندانِ انصاف پسند اصحاب بھی میر صاحب کے بدلتی اشعار پڑھنے کے بعد نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتے کہ میر صاحب نے دنیا کی معلومات میں کوئی اضافہ کیا اور شخص سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے سخن کی کیا تعریف کی؟

تہہ ہراسنا دعا ہے، سوائے شراب اور باب کی قافیہ پیمائی کے کوئی مطلب نہیں، دوسرا شعر اپنی معروضات و مشاغل پر لکھا ہے، اور کیا بات ہے، "کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا،" ہاں "رات" کا قافیہ درست ہے، زبانِ بازار ہے، ایسا ہی یہ نیک کلام، تہہ ہراسنا، ادنیٰ خیالات کا مرجع ہے، کیونکہ عقلمند "سخن" تو کیا، "دنیا" فانی کی کسی شے کے طلبگار نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو دنیا کی ہر شے کے ترک کرنے میں عقلمندی ظاہر فرماتے ہیں، دوسرا مصرع اصولِ عام کے خلاف واقعہ ہوا ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ سُخوڑ نیک ہو، کیونکہ نیک اور چرچہ ہے، اور سُخوڑی اور چیز اس میں سلیکٹوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، چوتھا شعر، میر صاحب کی غرض و غائت ہے، اور حکمرانِ دقت کی خوشا بد ہے جا، برائے حصولِ زر، اور یہی خواہشِ شہر کو ذلیل و رسوا کرتی ہے،

پانچویں شعر، کا مفہوم تہہ ہراسنا میں آچکا، محض تکرار بیان ہے، اور وہ بھی بے لطفی کا، چھٹا شعر بھی اصولِ سخن کے تحت خلاف واقعہ ہوا ہے، کیونکہ سخن سے سبھائی ہی قائم نہیں رہتی، بلکہ بڑائی بھی قائم رہتی ہے، جیسا کہ فردوسی کی سُخوڑی کی بدولت رستم کی سبھائی کے ساتھ شہزاد کی بڑائی کی یاد قائم ہو گئی، یا حسن حسین کی نیکی کے ساتھ

شہر اہل بی بی بدی دلوں پر نقش پا لگی تیر صاحب فردوسی خیال میں رکھ کر لکھتے ہیں کہ فردوسی کی وجہ سے سلف (گزشتہ) کی بھلائی رہی، کس قدر ناقص و نامکمل بیان ہے وہ اپنا مہنوم اپنی کمزوری زبان سے ادا نہیں کر سکے، محض لفظ ”سلف“ بمعنی انسان یا زمانہ کہیں نہیں آیا، تاہم فیکہ سلف کے ساتھ ”بزرگان“ یا ”زمانہ“ کے الفاظ ایذا دہنے کے جائیں یہ معنی پیدا نہیں ہو سکتے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر سخن کی تعریف میں شمار ہو سکتا ہے یہ تو مکرر سخن ہے نہ کہ سخن کی تعریف بہتر ہوتا کہ اس شعر کے اعتبار پر سہری معنوں ”تعریف سخن“ کی بجائے ”مکرر سخن“ لکھتے۔

ساتواں شعر چھٹے شعر کی شرح ہے اور فردوسی کے تاریخی بیان کی زبردست تردید، اس شعر کا بھی جو سہری معنوں سے تعلق ہے وہ محتاج بیان نہیں۔
آٹھویں شعر میں لفظ ”یار“ کی تہونڈی کھپت میر صاحب ہی کا حصہ ہے، اس شعر کے ہر دو مصرعے اُن کے غلط دعوے کی صیح شہادت ہے، دراصل وہ ایسی تعریف سخن لکھ کر حکمران وقت کو اپنی مالی امداد پر ابھارنا چاہتے تھے، فردوسی کی سخنوری کا مقیدہ پڑے جانے کے بعد آپ کے اگلے شعر میں واقعات کے خلاف ستر یا غلط دعوے باندھنا کہ ”سخن کی ہمیشہ قدر ہوئی ہے“ اور سخنوروں کو مال مال کیا گیا، دروغگوارا حافظہ ناسخ کا مضمون ہے، لیکن ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ حافظہ کا قصور نہیں تیر صاحب خوب جانتے تھے کہ پیارہ فردوسی تیس سالہ محنت و مشق کے بعد مایوس و نام کام رہا، اُن قدر دانی و بد عہدی کا شکار ہوا، سخن کا صلہ ملنا اور عموماً کا جواہر سخن مول لینا تو درست اور قول و قرار سے بھی انکار کیا گیا میر صاحب اگر سخنور ہوتے تو ایسی فاش غلطی نہ کھاتے۔

ہر روز طبع دیدہ ہوشمند برآہ طبع مرغ ناپا بہ بند
لڑاں شعر سخن کی بدترین مٹی پلید کئے جانے کی شہادت دیتا ہے کہ جس کی بنیاد

اور نگ زیب کی خوابی کے بعد نام نہاد مخموروں نے ڈالی، یہ شرواقتات کے خلاف لکھا گیا ہے، اور غرض وہی ہے، آٹھویں شعر کا پہلا مصرع اور اُس کے دوسرے مصرعہ میں اجتماعِ صندین ہے، اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں، کہ کیا یہ تعریفِ سخن میں داخل ہو سکتا ہے؟

دوسرا شعر بھی وہی اپنی خواہش زر کا اظہار ہے، اور کچھ نہیں، دوسرے مصرعہ میں ”حب تلک“ کا جواب نہ آنے سے آپ کی کزوری بیان ظاہر ہے، اور محض لفظ ”دہیں“ لکھے جانے سے آپ کا مفہوم ظاہر نہیں ہوتا، تا وقتیکہ اس میں الفاظ ”موجود“ یا ”قائم“ یا ”پیدا“ اضافہ نہ کئے جائیں، آپ کا تعریفِ سخن پر نہیں، بلکہ قرعہ سخن پر دشا اشار کا یہ مقصد پڑھنے کے بعد اگلی سطروں میں مشاہدہ وقت کی توفیق کر کے وزیر کی سخاوت کا مبالغہ آمیز ذکر کرنا آپ کی غرضِ غایت کا پتہ دیتا ہے، ایسے ہی آپ کی تثنوی ہزار ضروری الفاظ ایزاد کئے جانے کی ضرورت رکھتی ہے اب ہم میر صاحب کے ”تولیفِ سخن“ کے موازنہ کے لئے رائے رابیان کے کلامِ نثر سے چند سطروں کی تعریف میں اقتباس کرتے ہیں، اس کا فیصلہ اہل انصاف کے ہاتھ ہے۔

ضبطِ مراتبِ سخن بہمن

اگرچہ سخن از بہر جن در میان است، اما سنجے کہ در آن سخن نیامد، بسیار کیاب و کمتر بر زبان است، سخن جہاں است کہ اہل عرفان

گوئند، اقلی سخن این طائفہ است کہ سخن نگوید اگر گوئی چنان گو کہ از باب حال گفتہ اند، اگرچہ غرض اصلی سلوک و درنہین است و کیفیت آن اقل و قال و قال و در آخر حال واضح دیگر دو، اما تا وصول بہ آن مقام عروج باں درجہ، پاس مراتبِ سخن از شرائط است و ضبطِ سخن از واجبات و عالم از سخن پرست و سخن و در عالم فرادان سخورں ہر یک سنجے بقدر حالی خود گفتہ کہ شہ اند و کہ نہ وقت را بمخوری و سخنانی گرم داشتہ، و بہر طرف چارخ و دانش افزودہ، و سخن ہم گفتگو تمام نشود، سخن در سخن بسیار است، نہ بہر سخن داخل سخن است، و نہ بہر زبان آرد، تنگوا شدہ، خالی از منور، علم با دین و لاف از حقیقت زدند، از دانش بود، علم خاص را علامت، دیگر و این نشا کہ بخی بلند تر باطن آن را کہ از حقا نہ حقیقت جامِ محبت دانند، بہ نشاء ابدی مرفوش گردانند، و ہوشیار آید، ساخنہ، وہ کہ نہ نافرہ ہے کہ جود مراتبِ سخن کے اظہار سے خالی ہے

علم و عمل پر فلسفیانہ بحث علم و عمل پر ابتدا سے بحث ہوتی چلی آئی ہے اور انجام کار سب نے یہی کہا ہے جو ہمہوں نے کہا ہے

”گلوبے رشتہ زنا رکے آید راست“ ”کار کن کار کہ گفتار نے آید راست“

رائے راجان نے اس مضمون پر ایسی جامع فلسفیانہ بحث کی ہے کہ سننے سمجھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے، اگر اہل دنیا یہ راہ سمجھ لیں، دنیا کمالیں اور دین کی راہ لیں، اس لئے ہم اپنے گمراہ بھائیوں کی خاطر رائے راجان کی عملی مشعل روشن کرتے ہیں، اسے رہروان راہ عمل و علم موڑ کی رفتار سے نہیں، بلکہ میل گاڑی کی رفتار سے یہ منزل کھٹن طے کیجئے، اور سفر کی بہار کے لطف لئے بغیر منزل پر پہنچنے کا نام نہ لیجئے

”فرد براں رفتہ اند کہ طے عمل گرایہ“ ”ہماں علم بکار آید“ ”وظائف میگزین کہ مالت علم خواجہ کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد ہر دور و رات نظر و مطلب است“ ”اما آنچه از باب سلوک گوئند این است کہ اول علم بعد از اول عمل و پس از عمل عرض حال و استق و علم مطلوب ہر سائیدن است“ ”من خودی آن مسلم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد“ ”جمع دیگر گوئند کہ عمل باد“ ”گو علم مباد“ ”و بعضی براں اند کہ علم بے عمل حاصل نشود، مباد کہ سادہ زندگی بعض مہبت خاص بے نصیب کسب از کتاب ریاضت ہے مطلب برود“ ”دراز مقامے برآورد“ ”اگر ہم کرم اور اسباب ذکر کا ریت، آما بقصد سائے علم ذاتش درست اسی را در حصول مطالب دخل تمام است“

رائے راجان کی عمر شریف و گرامی جو دانشمند اپنی عمر گرامی کی قدر پہچانتا ہے اور کوئی لفظ بجا نہیں کھوتا، اس کی عمر ”عمر گرامی“ کہلاتی

ہے، ”ورنہ دنیا کے بھکار دے مثل دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں، کہ کسی طرح دن تمام ہوا اور رات ختم ہو، کیونکہ ان سے دن رات انہیں کٹتے، رائے راجان ان کے مثل بھکاری کے لئے یہ نکتہ ذہن نشین کرتے ہیں۔“

”آدی اگر بداند کہ ہر روز چمچ می کند و چہ خرج نمایا، بھرت فرد و فرد و دیر نہامت در ماند، نفست

بے عرصہ دے بدل عمر شریف است کہ روئیاں صرف مینود، و حرم دلاؤ کی چڑیاں است کہ
در تجارت روزگار سراپا خود را پیدا دہد و ملاح کا سوار بہ بازار آورد

دیگر

”بحکم عقل و دراندیش آنت کہ پیرتہ نظر پامصل کیفیت حال داشتہ و خلاصہ اوقات را معروف
پنجیں کسب کمال باید نمود“ دیگر گرامی را عزیز دانستہ ہر نشتے کہ بہت در پاس رات بوقت آنت
برہمن جو وقت کا قدر دان تھا اُس کی زبان سے نطق آنت
مذمتِ تضييع اوقات کی مذمت بھی ضرور کرنا چاہئے۔

آئے عزیز عمر عزیز بیکر کو تاہ لبر آہ درہ بجائے بزد، و غیر از مذمت و تخریب تا مسخ حاصل گشت
حریف از تضييع وقت کہ مہین وجود عین یافتہ است، ہر کہ دریں یافت یافت، ہر کہ نیافت نیافت
و ہاں عظمیٰ است، بر آجوی زاد، خدا غریب بچہ رشت بچہ کند، فواب جنت کاب قدر دان علامۃ العصر
والکہ دران افضل خان را اگر حرفے از مقام نادانی بگوشت حقیقت فروش بدیشاں میرید، آن
مقتضائے اس دو مصرع کہ از طبقہ ناقص اس نیاز مند سرزد و عمل سے فرمودند

بیت

صغیر سے غنہ لیب از جا بردا ہل محبت را کہ حرفے گفت نادانی بدل و نا زندان
روز سے اس ضعیف شکستہ دل در خدمت آن مرحوم دانش رہنگار سخن را گرم داشتہ، اس معنی را
در میاں داشت، کہ تضييع اوقات شدید تر است، از مفارقت روح، زیرا کہ اس بریدن است،
از خالق و اس بریدن است، از خالق

بیت

گجست از میر باز بچہ حرفے کز دہندے نگیر و صاحب ہوش
لذات غفران پناہ را بچہ دستماری اس سخن کہ ناخن بردہا ہے آشنا میند، حالی و گر گوس شد و باقی
اشکب نہ است کہ تخریب قریب طبع و حاصل صفائی باطن است، و تخریب از حواسے بجا سے شغل گردید، از

انہیں اپنا چند درجوں اولیہ کہ دفتر با سیاہ و عمر با کتناہ شد سخن بجائے ز سید مصحح

ہزار سنہ نوشتہ پیش از اس با قیست

طریق اعتدال پر موثر تقریر | اعتدال کے سب گیت گاتے ہیں، لیکن حبیب علی کا دقت آتے ہے 'افراط و تفریط کے گڑھے میں گر جاتے

ہیں' رائے رایان اس غار سے اس طرح نکلتے ہیں 'وہ اپنے بھائی آدھے بھائی عقل پیٹے ہیں'

"دل و دانا و گوش شنوا، چشم بنیاد تن از آنا نصیب باد، کمال دانی آنت کہ در نیب و فراز

وحدہ روزگار و مقتضائے عقل و در بین راہ باید رفت، و با وجود خود درست معرفت بجز تصور و

نادانی خود باید بود، و بنیادی چشم عبارت از آنت است کہ نزد سبہ بود روزگار را بدید،

یقین طوطی نموده، الغریب اس مگر دوس پر نقش و نگار از جانبہ شد و گوش شنوا مراد از آنت

کہ مراد غلبہ بر گنوں و پند اسباب خود را بگوش ہوش جادادہ، از طریق اعتدال تجاوز

نہاید نمود، و تن توانا محض از برائے اس مطلوب است کہ خطے در ادکان و جود و لہو نیا بد

سلاحی طبع و در شئی مزاج و تازگی و مبالغہ باعث ظهور کارائے خگون گردد"

اس میں از منہ با وجود عدم خود آگاہی محض میں محبت بزرگانین پاس اس میں رابطہ دانستہ

برداشتہ اعتدال را از دست نیندہد باشد کہ برود پر ایام سر از مقامے بر آورد"

رائے رایان کی ترک آندو | رائے رایان کی تحریر کا اثر محض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آپ جو لکھتے ہیں، اپنے عمل اور تجربہ سے

لکھتے ہیں، وہ محض لکچر انہیں، بلکہ عامل ہیں، اور سخی کے ساتھ 'وہ دنیا داروں کو دیکھ کر اس طرح بچاتے ہیں۔

"خوشا شاہبا زان بیدار مغر کہ گھبت گھتان قنہا بشام استغنائش ز سیدہ، و نسیم

بوستان تعلق بر حدائق امالی شان نور زیدہ، ہمیشہ در گھن کیونگی و بہارستان،

کیک جیتی با تنہا ش جاد و دانی زندگانی کنند و چو مرگ بر بیان دیا بدامن کشیدہ، و رعالم

کرت متا شائے جلوه و حدت نماید، چوں رہوئے وادئے اخصاص قدم براؤ گزارد، کو عزم دست
وصفا فی عقیقت یعنی طریق اودشود، و نقش پائے رہمائے ادرود، چراغ شب تار و دہر رودگار
چشم دورین آنت، و آفتاب صبح دولت و کاروائی، دل خرد گزین مراب و چشم بپشتگان غلطین
جلوه آب و ہر آب و درک یہ کوتاہ نظراں مراب نماید

رائے رایان کی تدبیر و تقدیر اگر آدمی تدبیر میں رہ کر تقدیر پر شاکر ہو، تو آدمی بن جائے اور دیوبندی تشککات و آلام سے نجات پا جائے یہ طریقہ کیا

رائے رایان سے سنئے :-

”چوں تہرہ اختیار و رششد بر تقدیر است، پس ہر نقشے کہ بر ترحال بنفید، بر حق بود“
رائے رایان کا معراج دینی و دنیوی صورت و معنی ان کے عجز اور فردتی کا ثمرہ ہے، کہ جو ان کی ہر ایک گفتگو اور تقریر

کا طرہ امتیاز ہے، آپ کی کل لسانی و کھیلجے، نمود و نمائش، نقلی و دینی، عز و درخوش، کاشائے تک نہیں، دین و دنیا کے فتح کرنے کے لئے وہ یہی وعظ فرماتے ہیں، ذرا وہ الفاظ سنئے کہ جو ان کی تحریرات کا جزو اعظم ہیں :-

”ترجم شکستہ رقم گردانید، باصلاح ہر راند، کتب سادات سے نمود، ایسے نیاز مند کہ از بند ہائے
زینت کہ وہ، ایسے ذرہ بے مقدار، قلم شکستہ رقم، نظریہ بہت بیشتر بریں، مرصعین بود، باصلاح صفات
مجلس سامی و دایہ، استعداد اصلاح نماید، غزل کو در لیل از بلع ناقص سرزدہ بودہ، ایسے
باصلاح منت بریں، نیاز مند گزارند، رقم پذیر ملک نیاد گشت، ایسے حیر، و غیرہ و غیرہ“

دور حکومت غربی، شاہ شری کی ذرہ نادر لیل سے رائے رایان کا نظارہ گلشن صبح

دولت بیدار کا دیدار وہی بیدار بخت دیکھتا ہے، جو صبح صبح وقت پیدا ہوتا ہے، لے نصف بخت ہندو لیا، اٹھو! دیکھو رائے رایان تمہیں کن مینے سروں سے جگاتے ہیں، اٹھ کر نظارہ گلشن صبح

کی بہار لکھو!۔

پیش آتا کچھ شہنشاہِ بزرگِ زمین و زمان لا دیکرد، و ذر ذرِ مرغِ بحر بہار سے ادبِ خالِ نالِ خند
بہیم دکھائے دراطلِ عطرِ آفتابِ گلشنِ صبحِ سرازیرِ خوابِ برداشتِ نفاذِ گی، این گشتِ این پُر رنگ
و بویا بدیشد، فوٹا حالِ کسے کہ سرشتِ وقتِ داد و دستِ داشتہ، پاسِ این دولتِ یادِ یادِ داد و دہر

دمِ حالِ رانا پانڈا رازِ ماضی و اسے دمِ داپسِ شمار د

شبِ ماہِ رائے رایان | شبِ ماہِ دنیا میں اگر کسی کو پیاری نہیں، تو وہ چور میں، مگر ہمارا
اُن سیاہِ دلوں سے خطاب نہیں، مخاطب کرتے ہیں، ہم اُن روشن
دلوں کو جو نوزانی رات کا لطف اُنھانا جانتے ہیں رائے رایان سے بڑھ کر ان راتوں کے لطف کا
مزہ لوگوں نے کم لیا ہوگا، اس کی کیفیت رائے رایان سے سنئے :-

”شبِ چار دمِ ماہِ است، او این شبِ را در بلیایِ و ایامِ منزلی دیکھا است اما عالمِ افروز
دیکھا کہ اب دریں شبِ بہار ماہِ دو دمِ مساواتِ صبحِ نوزانی نامِ میزند، بازارِ چراغِ کہ رونی
معمور و دگر است، در پیشِ روشنیِ این شبِ کاسر است، و آفتابِ تیر کہ ظلمتِ زوایِ آئینہ
جہاں است، فردیغِ جادوئیِ شبِ دامِ بے گیر و جمعی بشارتِ ہلالِ ابو و دلسبران
ماہِ رستِ بگردشِ جامِ گردشِ فلکِ را بکامِ خود میداند، و جمعِ بغورِ خاطرِ نوزانی صحبت
روحانی داشت، مطالباتِ صوری و معنی را در آئینہ ضمیرِ مشاہدِ جمعیلید، کہ باتفاقِ یکدگر
در حرمِ یک رنگی تماشا سے این شبِ نوزانی نماید و دیدہ برچہ، معصومِ کشتاید، یقین کہ قدم
در راہِ خواہند گذاشت، و نظرِ براہِ خواہند داشت“

رائے رایان کی شبِ باران | ہند یوں کے پشورہ دل اب اس قابل بھی نہیں ہے
کہ کیفیاتِ قدرت سے خطا اٹھا سکیں، جو نظارے

جذباتِ انسانی کو حرکت میں لاتے تھے، اب وہی نظارے، بہتیں پریشان اور بے چین
کئے ڈالتے ہیں، یہ ضرورت کی دُور کرنے کے لئے نسخہ رائے رایان قابلِ استعمال ہے اور

نثر ابویں کے لئے مخصوصیت ہے

”شبے از شبہائے شہر یزداد الہی کہ چشمِ فلک چوں دیدہ مشتاقانِ گہر ویزد زخشاں بود و صدائے
 رعد و صاعقہ فروزش ابر و باران، دوزائے ترخانِ حین دلہائے افروزہ را بکیش در سے آورد
 از غایتِ ظلمت و نہایتِ تیرگی آفتابِ جہاں افروز را و صبحِ را گم کردہ، در کوچِ شب
 بیکشت، بیا و محبتِ گرامی آں آفتابِ صبحِ محبت و نورِ شید خاور و مودتِ صبحِ آسا پاک
 گریباں زد“

کلماتِ پیریں

تقادی تقدیریں برہن

برعن کی شاعری پر ایک منصفانہ برداشت محکمہ

۵ اشعار آید از پرتمن و گوهر است

پُرکرم از خواهر معنی هفتین را

از منہ قدیم و جدید کی شاعری

فاسکد بہار عام شاعروں کی طرح شاعری پر کوئی مزار داستان یا گلدستہ لکھنا نہیں چاہتا، مگر اس قدر ضرور لکھنا چاہتا ہے کہ حقیقی شاعری وہی ہے، جو انسان اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر کھجے، بلبلان بہن چھپاتے ہیں، کہ وہ چند الفاظ ہیں، کہ جن سے بے حس ہستی بھی محرکات ہو جائے، یا لفظوں کی قریب ہی ایسی ہو، کہ صفحے بھی آن کی تشریح نہ کر سکیں، شاعری ایک اڑنے کی قفسِ طلسمی، کہ جو فلاد، جگر پر بھی اپنا سکھ جما دیتی ہے، بلبلانِ عرب اطلاع دیتے ہیں، اشعار کا مزارِ جن شرفِ گاردِ خدا، اندھا فاصلِ فارسی

کار لائل لکھتا ہے، کہ ”شاعری ایک موسیقائی خیال ہے“ جاسن کے نزدیک قوتِ تخیل کے توسل سے انبساط اور حقیقت کو ملا دینا ہی شاعری ہے، ”سینٹ گیسٹ لکھتا ہے کہ ”اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ شاعری کیا چیز ہے؟ میں کہوں گا کہ میں نہیں جانتا، اگر مجھ سے پوچھو تو مجھے معلوم ہے“ شیلی شہرے کرتا ہے کہ ”شاعری میں قوتِ تخیل کا انکشاف ہے“ مگر سبکین کا بیان دل پر چڑھا رہا ہے، وہ پتہ دیتا ہے کہ ”شاعری انسانی قلوب کے لئے ان امور میں تسکین دہ ہوئی ہے جن کا فطرت نے کوئی امداد نہیں کیا“

دراصل حقیقی شاعری ہماری نگاہوں میں وہ تجلی پیدا کرتی ہے کہ جس سے ہم حقیقی حسن کی جلوہ افروز یوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں، اور روحانی انکشافات کے دروازے ہمارے آگے کھل جاتے ہیں، وہی حقیقی شاعر ہے کہ جس کے قلم میں مشاہدات کے اندر اک کی قوت ہو، اور ایسی طاقت رکھتا ہو کہ اپنے مشاہدات اور محسوسات جذبات اور کیفیات ایسی دل آویزی سے بیان کرے کہ ہمارے دل و دماغ میں تصویر کھینچ جائے، اور ہمارے جذبات مشتعل ہو جائیں شاعری دراصل جذبات کے مشتعل کرنے کے لئے دشمنوں نے وضع کی تھی، اور اس کی ابتدا وہیں سے ہوئی ہے کہ کلامِ ربّانی طہارتِ انسانی جلد از جلد قبول کر لیں، اور اپنے حافظہ میں محفوظ رکھیں، کیسا پاکیزہ خیال تھا!

شاعری دراصل ایک آگ تھی، کہ جس سے ہوتوں کی آگ سلگائی جاتی تھی، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جس سے مجرب صحت تباہ کن جراثیم تباہ دیا مال کئے جا کر پاک و صاف مطلع پیدا ہو جاتا تھا، اگر رحمتِ نزل فرماتا تھا، دل و دماغ تازہ کئے جاتے تھے، اور بجھے ہوئے دل شگفتہ کئے جاتے تھے، اس روحانیت کی دلی پذیر غذا کچائی جاتی تھی، گلاب وہی آگ انگریزی تہذیب یافتہ شہروں کی طرح غلاطت جلائے جانے کے کام آتی ہے، جس سے فوفاک جراثیم پیدا ہوتے ہیں، مطلع زہر آلود ہو جاتا ہے، بارش رک جاتی ہے، دل و دماغ پراگندہ ہو جاتے ہیں، اور نگہنی پڑ مردگی میں تبدیل ہو کر ایک عام غرابی اتری بھسپتی ہے، ابتدا یہ

اور انتہا پر سے غریبہ اس شاعری سے بڑھ کر اب اور کوئی مخریبا خلاق نسخہ نہیں
 سے طوطی شکر فروش دکان زبان من
 مکتب نیک چش نکو افتائی منست

خصوصیات کلام برہمن

برہمن کی شاعری پر تنقیدی نظر دالنا حقیقتہً کچھ آسان کام نہیں، اُن کا الوکٹ
 طرز بیان، مثنوی شقف، خوبی سخن، رموز الہی، السراخنی و جلی، جدت طرازی، بلند پروازی،
 جہم رسا، رصبت فکر، عظمت تخیل، معلومات، پتہ کی باتیں اور معنای و چیزیں ہیں، کہ جن کا معصفت
 کی منشا کے موافق سمجھنا، اور اپنے الفاظ کے ذریعہ بیان کرنا، ہماری استعداد سے بالا رہے،
 غالب اسلامی حکومت کے چراغ گل ہو جانے پر بھی کہا کرتا تھا، کہ ”ہندوستان
 کی دہائی کتابیں دھو میں دھوپ مقدس، دیوان غالب، لیکن حقیقت کے مقابل میں شربی
 کی یہ ایک کج اس ہے، وید مقدس کی ایک رچا بھی اس کے خاندان نے نہ سنی ہوگی، اس کے
 یہ دعوے ایک حماقت کا مزہ چکھا دیتے، اگر وہ اپنے دیوان کو قرآن شریف کا ہم پل ٹھہراتا،
 فتویٰ کا فرقرار دے کر حماقت کا مزہ چکھا دیتے، اس نے دعویٰ دراصل یہی کیا ہے، مگر کیا یہ
 میں وید مقدس کون کہا سکتا ہے، اور کون سمجھ سکتا ہے“

لیکن ہم کلام برہمن کی نسبت کہ وہ فارسی زبان میں ہندوؤں کا ایک شاعر ہے
 کہہ سکتے ہیں، اور اس میں وہ سب براؤ نکات پہناں ہیں کہ جو اُن کے شاعروں میں قطعاً
 کئے گئے ہیں، پھر تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان شخص ہے کہ جو برہمن کے کلام کے مطالعہ کے
 وقت محسوس نہ کرے کہ ان خیالات کے قلب بند کرنے والا حقیقی ماہر ہر من نہیں، جسے شاعری
 پر پیشہ کی طرف سے خصوصیت سے مطلق کی گئی تھی، اور اس لئے کہ وہ ہندی فلسفہ فارسی
 زبان میں وقت کے تقاضے پر بیان کرے، جیسے کہ سنسکرت کا چرچا کم ہو جانے پر طبیعت اس جی
 نے سبھا میں رامائن رچی

برہمن کی شریں بیانی مذاق سلیم، درمضا باجئے نے ایسی دلا دینا دی تھی کہ تعلیم سخن کی

یہ سادات اُسے ہی نصیب ہو سکتی ہیں، کہ جو ہر طرح کے علوم و فنون پر قادر ہو، اور خدا کی جناب سے یہ سادات عطا ہوئی ہو، اور ان کی زندگی ہر طرح کی دنیوی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو،

برہمن جن حقیقت کا پجاری ہے، اور دراصل زندگی کا مٹنی وہ نظریۃ انسانی کے دقیق اور تفتیق ترین مسائل کا اس طرح انکشاف کرتا ہے، کہ کوئی دوسرا کہہ ہی نہیں سکتا، آپ بزمِ سخن میں اُس وقت نغمہ زار ہوئے، جبکہ اسلامی بلکہ فارسی کے عروج کا آفتاب نصفِ اظہار پر تھا، ہندوؤں کا مذہب و علم تباہ و برباد ہو چکا تھا، ملک میں ہر طرف اور ہر طرح پریشانی کا راج تھا، سخت ضرورت تھی کہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں ظاہر کیا جاتا،

ان کی شاعری کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر ایک شخص کو ایہ احساس ہوتا ہے کہ برہمن اُس کے جذبات سے بڑھ کر اُس کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے، آپ کی طبیعت میں بے ثباتی و متزلزلت کا دعاء، جمہوری، مزدوری اور تسلیم و رضا کے جذبات عالی قدر شہزادہ و آرا کے ظالمانہ قتل کے بعد پیدا ہوئے، انسانی رنج و غمی کا احساس، ہمدردی و محبت کا سینا عجیب پر مٹنی و دل کش الفاظ میں اظہار کرنا، ارد گرد کے واقعات سے سکھایا، درحقیقت وہ ایسا تصور ہے کہ جس کی قلم کی ایک گردش ایک خاص معنی و اثر رکھتی ہے،

عربی و طالبِ غزلیات کے انوری و خاقانی قصائد کے دورِ ابوالفضل و ظہوری نثر کے بادشاہ شمار کئے جا رہے ہیں، مگر کلیاتِ برہمن کے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ان کے اصنافِ سخن کا نور ایسا درخشان ہوگا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھر کے مٹی کے چراغ گل کر دیں گے،

حسرتِ ہومانئی تسلیم کرتے ہیں کہ :-

”ان کی زبان ہمایہ شہسود معلوم ہوتی ہے، اور بندشِ صامت، مطلبِ باطل عام فہم، ترکیبِ

درست ہوتی ہے، اور لہجہ بعض مقامات پر نہایت خوب“

میرزا سلطان احمد جو نہ ہی رنگ میں بُری طرح سے رنگے ہوئے ہیں، بڑی حیرت

سے لکھے ہیں کہ :-

”ہم چاہتے ہیں کہ بدلت چنڈ بھان نے سلسلہ رفات جو غزل لکھی ہیں، وہ بھی ہدیہ ناطقین کریں، ناکہ پرگ کے، کہ مسلمانوں کی حکومت میں بھی ہونے فارسی اور عربی کے پڑھنے میں کس قدر مت اور شوق دکھایا، ناظرین یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ کون عہد کے ہندو شاعری میں کتنا شوق اور مذاق رکھتے تھے، اور ان کا ذہن بھی ہر زمانہ میں کیسے کیسے پاکیزہ اور لطیف ہونے دکھاتا رہا“ (ماہ ذی القعدہ سال ۱۳۸۰ھ)

برہمن ازلیب ہندی نزاواں نگہ مسیگر
خصوصیات، کلام برہمن میں کیوں تھیں؟ زبان فارسی و تازی و ترکی نے دانہ

سکوت کے جس فی مشہور کیشور گدڑے یا غیر معروف ہیں، وہ جب کوئی کبت یا دو یا نظم کرتے تھے، تو اپنا مطلب فنی بیان، طاقت زبان، لطافت محاورہ، اور اصول لسان کے زور پر بیان کرتے تھے، یہ نہ تھا کہ محاورہ کے استعمال کے لئے مطلب ضبط ہو گیا، ہندش الفاظ سے معنی کی روح قبض ہو گئی، شوکت الفاظ مضمون ہی دبا بیٹھا، تقریباً تمام شاعر فارسی و اردو اسی ضبط سے خطی دیکھے جاتے ہیں، پس برہمن کی خصوصیت محض ان کی اس سکوت کی تعلیم کے تقاضے پر تھی، یا خاندان پاک کے ورثہ تعلیم تربیت پر اور یہی ان کی خصوصیات کا راز ہے اور اس کا کاشف آپ کا مندرجہ بالا شعر ذرا اُسے اس بھر پڑھے

اگر ان کی شاعری میں کوئی وصف نہ ہوتا، تو ایسا کون
شعراے اسلامی اور ہندی انصاف پسند تھا کہ جو ہندیوں کی شاعری کو مسلمانوں

کی شاعری کے برابر تسلیم کرتا، ان کا یہ حقیقت قبول کر لینا بڑا عنایت ہے، امید تو یہ تھی کہ فنی اعتراضوں سے خاک میں ملائے، اب کلیات کے اس شان سے چھپنے کے بعد یہ تسید قائم رکھنی چاہئے، حسرت موہانی کن دے الفاظ میں ہندیوں کی شاعری کی برتری کا

۱۔ ہندیوں کے عربی پڑھنے کے ٹوک کا یہ ان غزلیات سے تو پایا نہیں جاتا، آپ دیکھنا خیال نتائج بخانے کے
 برہمن شاعر ہیں، مگر انھیں کس کا جانی نہیں ہوتا، ”بہا سنی“

اقبال کرتے ہیں۔

”مختصر سیاحی“ دیوانہ فتنہ کے علاوہ ہیبت رائے، بیغم، بیکاری، شرار و اس جیاکبر آبادی

پچھلی زبانیں مغرب، ممالکِ اسلامیہ کے لیے فارسی کلامِ شعریٰ ہند میں یعنی مسلمانوں کے مقابل میں آئی

کے کلام سے کم نہیں، اور سچ و برہن کے تو اکثر اشعار، تنغہ، فحش، تعلیم کے اشعار کے ساتھ

بابی کا دعویٰ کرتے ہیں ”رماخوذا زارد سے رسولی“

قادر الکلامی نظر بنا پر مبنی بحشم دل دارم عجب علیک بحشم است مرد بینا را
 سب شوائے خار سے و آرد و نہ ای نادان قنیت اور سقوتوں رزقا دان فن کے

اعترافات حائزے، قرآن کو زبان میں اپنی قادراً لکھی کا دباؤ سے کہہ کر دی گئیں، مگر درحقیقت

یہ قادر الکلامی نہیں، بلکہ خامی زبان ہے، یہ ہندی شاعر جو درحقیقت اصل شاعری اپنی

ماں کے پیٹ سے بے کر نکلا تھا، قادر الکلامی اسے سمجھتا ہے، کہ وہ معنا میں جنہیں پہلے شعرا،

ہلاک کر رکھے تھے، اپنی قادر الکلامی کے جادو سے اُن میں جان پیدا کرے اور عبادتِ دل میں

ہے، تحریریں لاکر اس کاٹف دو بالا کر دے، ان کا دیوان موجود ہے، ہر غزل آپ کی

قادر الکلامی کی شاہد ہے

ہے۔ | برہمن لب فروہستم، وگرنہ درہن گونی | اداسے تازہ و طرز سخن آزمین شود ویدیا

طرزِ سخن شاعری کا ہر شخص نے دعوے کیا، اور زبان جانے رہنے پر بھی شخص و عوامی کر گیا۔

مگر منوہ کلام اُن کی زبان کی دھجیاں اڑا دیتا، اور جو ہی ایک سچا نقاد بے نقبھی سے کلام

کہہ رہے تھے تو فوراً کہہ دیتا ہے کہ زبان خرابی کی ہے۔

دنیائے شاعری میں ایک طرزِ سخن ہی ایسی چہرے، کہ جس نے کلامِ ہر حلقہ میں مقبول

خدا یہ قبول عام ہر ایک کو بخشتے، اور برہمن سے بڑھ کر غیر بھی طریقیہ کی داد دیں،

مہکتے ہوئے ان کی کھالیں اور ہڈیاں
 پہلے مرد بودیز پر آسمان محتاج

بہنِ عقیقتِ بدین کی عقیقتِ کالی | بشہرِ بدِ عادت بایں دآں محتاج

شاعری کا ہر انسان دعوے کرتا ہے، مگر سخن گفتن دیکر جاس سفتن است، کاما مل ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت نگاری بھی شاعری کا ایک جوہر ہے، برہمن کے نقد سخن میں یہ جوہر جگہ چمکائے، ایک چمک سے یہاں بھی آنکھیں روشن کیجئے۔
زندگانی خود ماندہ آدمی عمر بسر بفرمایدہ در سود و زیان مستان

چر نبست است و ابا تو در خندانی
ہمیں تدر کر کا داہم نکہتے تو ام

برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع

فلسفہ اور شاعری برابر کا درجہ رکھتے ہیں، اور حقیقت حقیقی شاعر وہی ہے، کہ جو شاعری کا مینار فلسفہ کے مینار کے برابر کھڑا کر دے، شاعری دو اجزا پر منقسم ہے۔

الف۔ مادہ یعنی کیا کہنا چاہئے؟

ب۔ صورت یعنی کیونکر کہنا چاہئے؟

جذبات کا صحیح طور پر ادراک نا شاعری کا طرہ امتیاز ہے، یہ ضروری ہے کہ جو کچھ کہنا چاہو، ایسے اڑ میں ڈوبا ہوا ہو کہ سننے والوں پر خاص اثر پیدا کرے،

صنائع و بدائع شاعری کی توجہ رواں ہے، جس شاعر کے کلام میں یہ نہیں وہ بیان کام ہے، اس سے نہ کہنے والا لطف اٹھا سکتا ہے، نہ سننے والا، اور آج کل بوجہ بے علمی ایسی ہی شاعری صورت پکڑ رہی ہے،

بدائع سے کلام میں غریبی پیدا ہوتی ہے، اور یہ اس وقت ہوگی کہ زبان، علم بیان یعنی علم تشبیہ، استعارہ مجاز کے صفات سے آراستہ ہو، ایسی علم کا نام صنائع اور بدائع ہے، اس کی دو اقسام ہیں:-

اول:- صنائع معنوی

دوم:- صنائع لفظی، اگر یہ ہر دو اقسام، شاعری میں غریبی کے ساتھ کام میں آئیں تو کلام میں ایسا حسن پیدا ہوتا ہے، کہ ہر کس و نا کس کی زبان سے آہ اور آواہ کا خارج نہیں

میت ہے 'صنائع و بدائع کا نوحہ حالی نے پڑا کہ خود خالی تھا' جس زمانہ سے برہمن کی شاعری گزر رہی تھی 'وہ صنائع و بدائع کا عبرتناک انجام تھا' دراصل اہل علم سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ شاعری اور انشا پڑوسی کا رشتہ پھوڑ رہے تھے 'مہاندہ ایہام اور مرآۃ النظر وغیرہ مستحسن کا جو شاعری کی جان سمجھی جاتی ہیں 'بیدری کے استعمال نے گلا گھونٹ دیا تھا' رعایا تہ لفظی اور صنائع و بدائع کے غلط استعمال کے بدنامہ داغ جو نظم و نثر کے دامنوں پر لگائے گئے تھے وہ اس دور کی مابہ الامتیا زخوبیاں تھیں 'شاعر و انشا پر داز اسے ہی سمجھا جاتا تھا' کہ جو اس طرح میں اپنے قلم سے ان ہر دو کا نوحہ لکھے

صنائع و بدائع برہمن کی زبان کی روانی نے تھکنی 'اور خوبی بیان کے تابع فرمان تھے 'حبیب اس کا قلم ایک شعر لکھتا تھا 'صنائع و بدائع خود بخود جمع ہو جاتے تھے 'ان صنعتوں نے زیر فرمان ہو کر صنعت شاعری کا ایک عالم ایجاد پیدا کر دیا 'کلام کا ہر نمونہ ایک ایسا مریض زبور ہے کہ اس کے رُوبرو دوسرے کا تمام تنجیہ بھی کوئی وقت نہیں رکھتا' چٹن شاعری اس نے نہیں چمکا یا گیا کہ وہ قلمی رزم میں اپنے حریفوں سے بازی لیا نہیں یا کہیں پیچھے رہ جائیں 'ان کی شاعری میں ان صنعتوں نے اس طرح سے حصہ لیا ہے کہ وہ ان کی زبان کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہیں 'ہر شعر صنائع و بدائع کی ایک محکم تصویر ہے 'ساگی صفائی اور چستگی میں جان پڑ گئی 'جس سے ان کی شاعری مہرت جان بن کر باقیہیں مذہب 'بے جانوں کے قلوب تڑپا رہی ہے 'برہمن کی شاعری کے اصلی جواہر ان ہی پیچ و پیچ صنعتوں کو چمکاتے 'اُنہیں ایسے مقام پر لے جاتے ہیں کہ جہاں وہ موجود فن کی حیثیت سے بیٹھے نظر آتے ہیں 'ہم بعض چند ضروری صنعتوں کی مثالیں 'چرباغ راہ بنانا چاہتے ہیں 'تا کہ رو رواں راہ شاعری فارسی واروہاں سے اپنی آنکھیں روشن کر سکیں 'اور اپنے دل و دماغ میں نور پہنچائیں'

برہنہ کا ایک ایک شعر صنائع و بدائع کا تختہ الٹوں مجسم ہے
 جن میں سے بعض بیت ایسے ہیں کہ صنائع و بدائع کا جامع ہیں

اگر اس کا ایک شعر چند صنائع و بدائع کے ثبوت میں لکھا جاتا کافی تھا، مگر اس حالت میں طرز
 کلام کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا، مگر میں جو جو شعر جس جس صنف کی مثال میں دیا گیا ہے، اگر صاحب
 نظر غور فرمائیں گے، تو اس صنف کے علاوہ کلام کی اور خوبیاں بھی پائیں گے۔

اس محاکے میں جو جو اشعار بطور نظیر تھیں، وہ برخلاف عام رواج آپ کے
 گل دیوان سے انتخاب نہیں کیے گئے، کیونکہ محنت زیادہ تھی، اور نتیجہ بحث، نہ ہمیں اپنے طرز
 انتخاب سے برہنہ کے تراش خیال کا محض منتخب شاندار پہلو دکھانا منظور تھا، بلکہ انتخاب
 اس طرح کیا گیا ہے کہ دیوان سامنے رکھ لیا، اور جو شعر جس جس معنوم کا پایا، اسے
 چن لیا، کہ اس سے بہتر طرز کلام کا اندازہ اور بیان کا نمونہ اور کسی طرح نہ ہو سکتا تھا،
 اور یہ خاص التزام رکھا گیا ہے کہ کلیات میں کسی دیگر شاعر کے کلام سے کوئی مد و مضمون
 نہیں لی گئی، اس طرح سے برہنہ کے کلام شریف کا بہت سا حیف اس قرعہ اندازی کے
 انتخاب میں آگیا اور یہ ٹھیک ایسا ہی ہوا ہے

من ز قرآن مغز را برداشتم اسخاں میں لکھاں انداختم

صنعت طباق یا تضاد سب سے اہل صنعت ہے اس کے فرع صفت
 طباق ہے یہ دو لفظ جیسے معنی مختلف ہوں ایک جگہ

جیسے ہونے سے بن جاتی ہے، برہنہ کے ہاں دیوان بھرا ہوا ہے، ایک دوسرے سے۔

عیب کم گیر، اگر اہل خطا بسیار اند، این ہمہ قابل عفو نہ جو بخشہ و کیست
 ہرگز بجا کہ پاسنے نگارے میرسد آن سرکہ خاکسار از نقش پائنت
 پریشاں کا کھٹ جھپٹ لہائے نا باشد پریشانی بہر جائے کہ باشد چاہا باشد
 تبسش تنگ آفتاب شود بجانب غیر دے تنگ بدل خستہ و کباب دہ

تو در طریقی محبت کج آمدی صمدبار و گزشتہ راشی راہ زہن با باشد
صفت طباق سلیبی | یہ صفت 'صفت طباق' کی دوسری قسم ہے جہاں دخول
 ایک مصدر کے آجائیں پہلا مثبت ہو، دوسرا منفی، تو یہ

صفت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے۔
 چوں آفتاب چہاں گشتی گشتی سیر فراغ اگر طلبی سایہ کھاہ طلب
صفت مقابلہ | تو معنی باز یادہ جو مستفاد نہ ہوں، ایک جگہ ہوں، اُس کے بعد دو
 ایسے لفظ ہوں، کہ وہ علی المرتب پہلے دونوں الفاظ کی ضد ہوں
 دیہ مقابلہ متین اور چار معنوں میں بھی ہو سکتا ہے ہونے سے کلام میں صفت مقابلہ پیدا ہو جاتی
 ہے، برہن کے کلام کی یہ صفت دیکھنے کے قابل ہے جس سے دیوان بہر اہل و عوام دیکھے اور
 لطف اُڑائے۔

صفت مراعات النظر | یہ صفت ایسے الفاظ کے جمع ہو جانے سے کہ جو اس میں
 بہم نہایت رکھتے ہوں، پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ وہی
 صفت ہے کہ جس سے نااہلوں نے فارسی وار و مد شاعری کے نازک کل و پکڑے توڑ دیئے
 قدمائے فارس نے اس صفت کا استعمال نہایت غریبی کے ساتھ کیا، جب ضرورت نے
 دیوانہ بنایا، جھٹکھو کر کھائی، شوائے متاخرین کے سر پر اس صفت کا بھوت ہوا ہو گیا
 کیونکہ انہوں نے اسے سرمایہ کمالات سمجھا، میرزا امانت لکھنوی نے یہ پیانی صفت ایسی دلیل
 کی کہ کلام سے نفرت ہو گئی، اس پر بھی اس صفت کے یہ پیغمبر سمجھے جاتے ہیں، دراصل
 شاعری کی صنعتیں آمد میں لطیف دیتی ہیں، جہاں آدروئے زور مارا آسمان سے
 زمین پر آن گرا، مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کی زبان نے یہ صفت عالم بالا سے
 پائی تھی، اُن کے کلام کا قبول عام اسی راز میں نہیں ہے، نظم میں بیڈت و بیکار
 گلزارِ نسیم نے اس صفت کا آگے کے لئے خاکہ کر دیا، اب اتہزال ہی ابتداء ہے

اس صنعت کا جلوس ایران سے چلا، اور لکھنؤ کی سرزمین میں آکر دفن ہو گیا،
 چونکہ رائے صاحب آمد سخن کے سرمایہ دار تھے، اس لئے اُن کا خزانہ اس دولتِ
 مالِ مال ہے، نقادی نے اُن کا نقد سخن محکِ خالص پر رکھا، اس لئے کوئی کھوٹ یا مشتبہ نہ رہا
 اُن کے خزانے میں داخل نہ ہونے پایا، ہم اس خزانے کے کلید بردار ہیں، آپ کو اس کا
 نظارہ دکھانا چاہتے ہیں۔

زُلفِ مشکینش پریشان کرد بگلِ راجھاگ	ظہرِ اوصد گرہِ بصرۃِ منشا و لبست
زبس کہ دو ختم و پارہ ساختم صدار	ز چاک سینہ من در دلِ رفوگرہ است
بر دلِ مجروح ناحق زن کہ در بزمِ فراق	اعتیاج ساز جنگِ نالہ و مرقاب نیست
بر تہنِ این غزلِ تازہ را دیگر گئیے است	مگر خیالِ لبش بر دلِ کسبِ گزشت
عاشقِ بسینہ زخم خورد و چو بر گئیے	چوں لالہ روشناسِ محبتِ بداع نیست
قابلِ صید نہ در نہ پیر سو کہ نہ وی	داند و دام دریں مہلا نذاختہ اند
دلِ من و آغِ ازاں لالہ خدائے دارد	وز گلِ دایخ دریں باغ بہار سے دارد
خلوتِ آں باشد کہ در کثرتِ بدست آید ترا	مردِ دانا در میانِ عالیشان نہاں نیست
دلِ صاحبِ دلان آئینہ من باشد	در آں آئینہ سپید صورتِ ہر دم باشد
کے دار و از بہارِ عشقِ سامانے کہ من دام	شو گلِ دایخ آزیں چاکِ گریبانے کہ من دام
میں بعد از تہنہائے خدو خواہ گنیم	بلذتِ گرمش رغبتِ گناہ گنیم
مُریعِ دل کے رَوَد از دام ہوائے تو بر دل	غیشِ راستہ بیک رشتہ احسانِ دام
با صد زبانِ بختِ منی نکو بود	با بیچِ تائبِ لبت تو چوں شاد ساختم

کلام کا اس طرح سے دوسری شے کے ساتھ تمام کرنا ہے
صنعتِ تشابُّہِ لاطراف کہ جو ابتدا کے ساتھ نسبت رکھتی ہو، ایسے ہی کلام کا نام صنعت

ہے، برہمن کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے۔

رنگ سرخ تو آب وہ چہرہ گل است زلف کج تو آب وہ شاربِ سفیل است

مارازِ فیض گر یہ بہار سے بد امنست و ز آتشِ ہفتہ شرار سے بد امنست

مرا زلفِ دل و زبیرِ ماکو کا فیت جسے ز لبِ یارِ مستند خاکِ فیت

صنعتِ جمع | اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ کلامِ اول کو کسی فائدہ کی خاطر رد اور باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف متوجہ ہوں :-

بُرفِ عشق کے تادمِ دل نسبتِ جہدِ سفیل را کو اینچا پیچ دیگر باید دتا ہے دگر باید

صنعتِ ایہام | یہ ایک لفظ کے دو معنی ہونے سے پیدا ہوتی ہے 'ایک معنی مراد ہوں اور دوسرے نہ ہوں' لیکن مقدم اور موخر الفاظ سے راسبت ہوا کہتے

میں کہ قدم کے کلام میں یہ صنعت نہیں پائی جاتی 'سلمانِ ساؤجی' اس صنعت کا آدم ہے لیکن غلو کی زیادتی سے اولادِ بد صورت پیدا ہوتی 'خواجہ حافظ' نے اسے ہیبت کم کرتا ہے 'مگر اچھا برتا لیکن حق یہ ہے کہ برہمن نے اس صنعت کے دم سے اپنے کلام کے ایسے پر لگائے کہ وہ زمین سے عالم بالا پر چاٹنچا 'برہمن' کا کلام بے ساختگی اور بے تکلفی کا مرہونِ احسان ہے 'اس لئے اُن کی زبان سراپا حسن ہے یہ صنعتِ مضمون بندی کی اعلیٰ صنعت خیال کی جاتی ہے' بیانِ برہمن کی خوبصورتی دیکھتے :-

ہرگز کلام کس مذہب جو منہ مراد | اس دورِ روزگارِ تمام کلامِ کلیت

در میانِ شکرشِ بدلاں اُفتادہ اند | ز لبِ خود را تابِ کمزورہ کہارا تا نسبت

عالمِ تمام گشتِ دشتِ علمِ اوستام | حریفِ گفت و صحبت دانا تمام شد

فروغِ صبحِ سعادت بودِ غیبِ کسے | کہ تا حقیقہً شبہا ہے تار سے بندد

جزاں قدر کہ کُندِ مائل پریشانی | بُرفِ نسبتِ بادِ صبا لہبِ دم

صنعتِ جمع و تفریق | یہ صنعت جمع اور تفریق کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے 'برہمن' اس حساب سے سب سے بازی لیتے

پر طرئی صلی سمجھنے کے قابل ہے

ماہیم و سرمایہ دیوار برہمن کچھ الم و مسکن ماکس نگرخت
عن چو پست و بلند است برہمن چو عجب کہ خام و پختہ دیدن نخل نور سید ہما
بارخ و زلف نام خوش محمد شائے است بھائے خوش آغازے آجائے مست

صنعت عکس و تبدیل | حب الفاظ مقدم آجانے کے بعد خوش آئیں تو صنعت کلام میں
پیدا ہو جاتی ہے چند عکس آثار سے ہوتے ہیں۔

سرکشہ نگاہ و تعاقب پسند است چیتے کہ آشنائے ادائے تعاقب است
شکست زلف تو در ہنک بخش و تاب دل شکستہ و لالہ ہزار بار شکست
دل کے تلخ بجائے خود مینہ کم کجا است انقدر دھام کہ از بجائے بجائے رفت است
کسے کہ دل بہ خیم تار زلف او چھپید دریں خیال چو گوشت و مومبو چھپید
آہوئے چشم تو چشم آہوئے راخسیرہ کرد آہوئے قید تو من قید آہوئے توام
شاید میں نفس نفس و اسیر ہو د غفلت را احتیاطا نفس نفس مکن
گر از تو جھارت نیاید گہ از من آئین جیف از تو خوش و وصل از من
گہدہ عاز سہر کہ بخت طلبست چو مدعا مست بہ از ترک مدعا کردن
ز روئے خود و آئینہ بیند ز روئے آئینہ پیش روئے او کجا باشد و جو آئینہ

مقبولہ | کسی بات کے ناممکن درجہ پر پہنچ جانے سے کلام میں جو خوبی پیدا
صنعت عکس و تبدیل ہوتی ہے، وہ یہی صنعت ہے، اس کا کمال صاحب خیال ہی خیال
میں لاسکتے ہیں، برہمن کے تخیلات پر غور کیجئے۔

شے خیال سر زلف او گذشت بدن تمام عمر چو زلفم بیچ و تاب گذشت
کسے کہ دل بکم تار زلف او چھپید دریں خیال چو گوشت و مومبو چھپید
زلف بھائے شیریں آنچہ بفر باد می آید لہجائے اگر آہنہ گوئم سنگ در فریاد می آید

تاپائے نہادیم برہنہ برہنہ عشق کو نین با ندادہ یک گام گرفتیم
صنعتِ مذہبِ الکلامی | یہ صنعت سمجھنے کے لئے علمِ منطق کا جاننا ضروری ہے جو
 یہ بطور دس کے نتیجہ مطلوب حاصل ہو جانے سے

بن جاتی ہے برہنہ کا دیوان بھرا پڑا ہے

صنعتِ حسنِ تغلیب | اس کی اصلیت یہ ہے کہ ایک چیز کسی چیز کی علت فرض کر لیں
 جو حقیقتاً اُس کی علت نہ ہو، یہ صنعت تغیل کی مبتدی پر داندی
 سے پیدا ہوتی ہے، شاعر دہی ہے کہ جس کی قوتِ تغیل ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ جہاں تک
 کسی اور کا خیال نہ پہنچ سکے، اس صنعت میں اُس وقت ایک خاص لطافت پیدا ہو جاتی
 ہے جب وہ وصف بھی جس کی علت بیان کرنی ہے تغیل پہنچی ہو، یہ صفت کلامِ برہنہ
 کی ماہرِ حسن ہے۔

بنیادِ درست طلب کن کر آفتاب آفاق را بدیدہ بنیا گرفتہ است
صنعتِ لف و نشر مرتب | (لٹیا اور پھیلانا) یہ صنعت پہلے چند چیزیں (لف کہلاتی ہیں)
 مذکور ہونے، بعد اُس کے منوبات (نشر) بیان ہونے سے

پیدا ہو جاتی ہے، اعلیٰ قسم وہ ہے کہ ایک کلام میں کئی لف اور نشر جمع ہوں
 نقادانِ سخن نے فردوسی کے کلام میں ”لف و نشر“ کی صنعت میں اشعارِ سندرہ
 ذیل بنے بطور بیان کئے ہیں۔

بروز برز آں یلاں ارجمند پشیر و خجستہ برگزد دست
 دریدہ بر تپہ نکست و بخت یلاں را شروینہ و پاد دست
 گر جب ان اشعار پر غور کیا جاتا ہے، تو لف و نشر کا اس سے بہتر استعمال اور
 کہیں نہیں پایا جاتا اگر اسے صنعت سمجھا جائے، تو کوئی کچھ بھلا جائے
 اول، تو یہ لف و نشر غیر مرتب ہے، اور یہ صنعت ادنیٰ ہے، اور یہ بھی غلط ہے

دوسرے، صنفوں کے شوق استعمال نے مصنفوں کی غریبی زائل کر دی کہ صریح بناوٹ پائی جاتی ہے، کیونکہ جب ایک جسم پر شمشیر، خنجر اور گرز اپنا کام تمام کر چکے، تو پھر کند کی کہاں دست درازی ہو سکتی ہے؟ اور ضرورت بھی کیا ہے؟

میسرے، شکاریں گوتیوں شعروں میں چار چار چیزیں شمار کر دی گئیں، مگر شمشیر، خنجر، گرز، نہیں سمجھا، کیونکہ ”گرز“ کی چوٹ ہمیں پڑی ہی نہیں تھیں، خالی پڑا رہا کندہ گوار ”پا“ دست ”پڑا ایک لف“ کے لئے ”دولتر“ سے پخت لفظ ہے

چوتھے، اگر یہ تاویل کی جائے کہ ”لف“ ”سوم یعنی گرز“ ”دولتر“ ”پا“ پر پڑتا ہے، اور لف چہارم ”کند“ لشہر چہارم ”دست“ کو قابو میں لاتا ہے، تو ہمیں اس نہایت مذموم و غلط تاویل کے لئے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ گرز کا جائے استعمال ”سر“ ہے، یہ کہ ”پا“ اور اگر کوئی یہ تاویل کرے، کہ یہ ایک ایک چیز ایک ایک انسان کے لئے استعمال کی گئی تھی، تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ گرز بلا ضرورت کیوں سمجایا گیا؟

پانچویں، جب گرز کا استعمال ہوا ہی نہیں، تو ”شکست“ بھی غیر متوجہ رہا، اور صبا کی خبر گم ہو گئی، دنیا کی سب سے اُدل شہور کردہ لف و دولتر کی یہ حالت ہے:

جذبات اور اثرات سے مالا مال ہے، اور جس قدر تہم اور وسیع
بھاشا کی شاعری اس زبان میں ہے، کسی دوسری زبان کو میر نہیں، اور اس کی

وجہ یہ ہے کہ جیسا عاشق اس زبان کو شاعری کا ملا، وہ کسی اور زبان کو مصیب نہیں ہوا، کیونکہ جس قوی کو ہلاک کرنے کے لئے اس سے زیادہ سرلیج اڑ کوئی چیز نہیں، کہ جس لطیف کی طرف سے اظہارِ تشنق ہو۔

”جن طرح اردو میں شاعروں کی بھربھار ہے، اُس سے کچھ کم بھاشیں بھی ہیں، لیکن مستند اور مشہور صرف چند ہیں، کیسی داس، سورداس، کالیہ داس کو شخص جانتا

۱۔ جذبات بھاشا نیا دھرم خان نیاز، فقہوری صفحہ ۲۳۲ (کہ جو اپنے مصنف قوی کے لئے ملک بھر میں بہ نام ہے)

ہے اور واقعی امر یہ ہے کہ یہ لوگ جذبات الوہیت کے اظہار میں بے مثل گذرے ہیں۔
..... بہ لحاظ انداز بیان، تشبیہات و استعارات، خیالات و جذبات بہ زبان کسب قدر
عمیق ہے، 'لیسے سخت متعصب کی زبان سے بھاش کی شاعری کی داد اصلیت کا زد ہے'

دنیا سے شاعری میں جس خوبی و عمدگی کے ساتھ صنعتوں کا استعمال بھاشا کی
شاعری میں کیا گیا ہے، وہ ہر زبان کے ہر مخدان کو دیکھنا اور سیکھنا چاہئے، صنعت
لفظ و لٹری کے استعمال کا بے نظیر و لا جواب وہاں اس زبان کی خوبی کا پتہ دیتا ہے۔
ای ہا ہی نہ بھرے سویت، شام نہ تار، جیوت ارت، جھک جھک پرت جیوت، پرت اکبا
ترتیب کی خوبی کے ساتھ اثر دیکھئے، حقیقت کا آئینہ ایسا ہوتا ہے، چند لفظ ہیں،

یہی جذبات حقیقی اور حیات و جدائی طرز بیان اور جدت کلام کلام برہمن میں
پائے جاتے ہیں، آپ کے اشعار کی خوبی بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے
اُس کا نصف و لٹری دیکھئے۔

در پہاڑ سے کہ خزاں دست و گریبان باشد لب خندہ چکند دیدہ گریبان یا یہ
دگر یہ چشم برہمن سیاہ گشت و سفید کہ داشت پیش نظر شام تا سحر کا غنہ
پیش تاب زلف و روتے او کا باشد قرار شاد در ہمیشہ آئینہ سے آئینہ گ

یہ کلام کی ان صنعتوں کی خوبی کا نام ہے، جو ترتیب الفاظ سے نکلتی
صنائع لفظی ہیں، برہمن کا کلام صنائع لفظی کا عزن ہے، اور ایسا دلادیر ہے
کہ خیال کی پرداز جوں جوں بلند ہوئی پٹی جاتی ہے، یہ خوبیاں نمایاں نظر آتی ہیں دیکھئے
اور لطف لیجئے، چند بھی جاتی ہیں

تجنیس خطی وہ ہے کہ دونوں لفظ لکھنے میں ہم شکل ہوں کلام برہمن
کی یہ صورت دیدہ بینا سے دیکھئے۔
صنعت تجنیس خطی

تو دادی خطِ آزادی برائے سردوسن ہم گرفتاری خطِ عہدہ بندی از قمریٰ من ہم
عاشقِ مشوکِ شہسہ ایا ہم سے شوی بدنامِ خاص و عام بایں نامِ مینوبی
صنعتِ سیاقِ الاعداد اپنی اس صنعت کے استعمال پر اپنا کمالِ قابلیت ظاہر کیا

کرتے تھے اور یہ شعر میں پڑھا کرتے تھے
ایک دو تین چار پنج چھ سات نو دس ہوئے بس انشائیں
اگر اس صنعت کی یہی خوبی ہے کہ جو اس شعر میں مکمل نمایاں ہے تو ہمیں لامحالہ
ماننا پڑے گا کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے شاعروں کا تمام دقت بیکار کھو دیا یہ اس بات
کا ثبوت ہے کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے بیان اور زبان کی دھجیاں اڑائیں
حالی اس صنعت کے متعلق یہ رائے قائم کرتا ہے کہ تمام دوا میں دیکھنے کے بعد
حسب ذیل ایک شعر انتخاب کیا ہے

یہ جو چشمِ بڑا کب ہیں دو نو ایک خانہ خراب ہیں دو نو
یہ شعر حالی کے عشقِ مجازی کے رچاؤ کا پتہ دیتا ہے اور یہ آنکھیں تو گریہ و زاری کا
عمل کر کے بٹے بٹے حالوں کو نجات دلا دیتی ہیں پھر یہ خانہ خراب کس طرح ہوئیں یہ خانہ آباد میں
اور جبکہ پہلے مصرع میں لفظ "دو نو" آگیا تھا دوسرے مصرع میں ٹکراؤ کو مکرر ملاحظہ
اعداد کا ذکر جس خوبی کے ساتھ تسلیم کھنوی نے کیا ہے اور وہ شاعری میں کم ہوتا ملاحظہ ہو
دو دہاتھ میں چاروں لمبے لٹے پتے میں پھنسنے تو چھپنے کے چھوٹے
برہنہ کو ان شعرا کی طرح صنعتوں کے استعمال کا جنوں نہ تھا وہ مطلب اور آواز
تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بالکل خود بخود پیدا ہوتی چلی جاتی تھیں اور ایسی
کہ جواب نہیں یہ مذکور سینے آئے
تاہم توجہ ایک دو تہ روزہ بفرور نہ ہوائے گل و نے شوقِ گلستانِ دارم

ہاں دام کن از بادِ صبا کیست دُور سے کاے در کوئے طلبِ فکر تاملِ بندِ راہ
دو عالمِ را کتابِ قدرتِ او یک ورق پیدا بود آں کیست قیاسِ یک نقطہ عشقِ تنہا بہ من
یہ کمال اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، فقط سنئے :-

فی البدیہ در دے غشی چہ بھان بہنِ منشی پھاگ مل سبگل در کوچہ لاہور
سے گزشتہ ناگاہ ایک عشقہ پری رخسار کہ در لطافتِ حسن بے نظیر بود، روئے از غرہِ محجوب پاستنا
غورِ شیدہ در خشتانِ بدراورد، و نظرِ غشی پھاگ مل بر آفتابِ بدیگفت :-

پھاگ مل :- ماہِ روئے دیدم اندر غرہ
رائے چہ رہبان :- شوخِ چشمتے در بائے طرہ
پھاگ مل :- مروجے باشد کہ زود باکستہ
رائے چہ بھان :- عطشِ یا خندہ یا کسرتہ

منقول از بیاضِ منشی پھاگ مل مقبوضہ سابلۃ لکھپت رائے ولد ملک روشن رائے
پس جادو رائے قوم سبگل قانونگو اشکر پور و سورود والہ بندہ بادشاہی مقبوضہ حال مولوی
سراج الدین صاحب آفرایم رائے، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

حذف حرفِ عطف شاعریِ حروفِ عطف کے بغیر ناممکن ہے جس کی زبان ایسے
کلام لکھنے پر قادر ہے، اُس کی اہل زبان بھی قدر فرماتے ہیں
صاحبِ گلِ اربابِ رسم اس صفت کے بادشاہ ہیں :-

خاقانی نے دیئے تھے چار سرزد وانا عالمِ ذکی 'خرد منہ
گھوڑا، جوڑا، الفت، 'خویلی جو جوئے چاہے بھتی سے لی
پتا، پتھن، گوند، 'چھال، لکڑی اُس پیڑ سے کے راہ پوڑی

نواب میرزا شوق لکھنوی نے اپنی زبان اپنے مخصوص گند و مذاق سے ایسی پلید
بنادی ہے کہ اُس کا ذکر کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے اُس کی معرِ فیت عشق و محبت کے

مُحَرَّبِ اخلاق جیہ سوز لڑ پچھک محمود رہی، زباناں کا ناجائز استعمال اس بُڑھ کو شاید ہی کئی مگر
شاعری میں ملے، اہم اس کے محش اور گندہ بازاروں سے بچ بچ کر اس کے دُشخو درج
کرتے ہیں، زبان کی خوبی اور معنوں کا ذمہ دونوں معلوم ہو جائیں گے۔

ناک میں نیم کا فقط تیکا شوخی چالاک کی مقتضائیں کا

سین پر دونوں چھاتیان لٹول اونچی پھلکی کر کی بکڑی گول

اس کا کلام ایسا محش تھا کہ دربارِ اجد علی شاہ بھی وجد میں آتا تھا، مگر مہذب گور
نے ملک تہذیب پر بڑا احسان کیا، کہ اس کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی، اردو شاعری کا نام
بدنام ہے، برہنہ برخلاف معمول دیگر شعرا ایسے حسن و زنا پرستے، رشے گھبراتے ہیں، انہیں جب
بی لطف آتا ہے، جبکہ وہ ایسے سخت ستم سے اپنا کلام پاک پاتے ہیں، یہ لطف دیکھئے۔

بر شو ریدہ، دل آژردہ، دماغ آژردہ من از اسباب جہاں ایں مرساں اُرم

ز صدر می در آید تا برد از دہ دل عاشق نگارے چلا کے شوئے بتِ ماہربانِ من

بہر کس گرہ تو اس دافساں جاں شیریں! بیادِ گلزارِ شند خوئے لے ڈالِ دادن

دیدم مٹنے ماہِ رُخسب شکو مینے کا فر بچِ عشوہ فرو شے مینے

زبانِ فارسی میں اصناف ہی ایک ایسی چیز ہے، کہ جو طوالتِ معنیوں
کی دشمن ہے، اس کا استعمال جائز اگر شکل نہیں، تو آسان بھی

نہیں، یہ غریب برہنہ کے کلام کا خاص جوہر ہے، جو ہری کلام دیکھ کر اس لطافت سے پورا لطف
اٹھائیں گے، نمونہ بیان یہاں بھی دیا جاتا ہے،

لبِ عسلِ بیان، اصلِ عسلِ در دما باشد سے رنگیں نشاط افزا، بود طبعِ خزینے را

تجربتِ صافی بہا، داںِ راضی دگر است صیقیلِ زنگِ ہوا سے نفسِ شیطانی در دست

دماغِ صفتِ پر مغناں مناسد را کہ جسامِ سخنِ بگر لہ سنتِ دگر دارد

کلام کی صنعتوں کی کثرت
برہمن در دکانِ مکتہ سنجوں کے بہا دارد

متابع راگیاں و جنس ارزانے کمن دارم
مزید تشریح کے احتراز کا باہوئی

معنوی و لفظی کی ہر صنعت کے متعلق بسبیل اجمال کچھ لکھیں اور کلام برہمن سے اسکی توضیح کریں اپنا پچھنے والا کلام کے وقت جا بجا نشانات کر دیئے تھے، اور علم بدیع کی تقریباً جملہ صنعتوں کے متعلق بے شمار اشعار شمار میں آگئے تھے،

اب جب ہم نے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے وہ اشعار جمع کئے تو ایک ہزار اشعار اپنی داد کے خواہاں تھے، طوالت نے ارادہ پست کیا، پھر یہ مشورہ دیا کہ اگر ہر صنعت کے متعلق محض دو دو اشعار لکھ دیئے جائیں، کام ہلکا ہو جائے، ہم نے علم صنائع معنوی کی کل صنعتیں شمار کیں، ۳۵ بڑی صنعتیں نکلیں، جن میں سے بعض بعض کی تین تین چار چار صنعتیں ہیں، گویا تنوع کے قریب صنعتیں ہیں، ایسی ہی صنائع لفظی کی ۱۰ کے قریب صنعتیں ہیں، بقول برہمن کہنا پڑتا ہے۔
برہمن در دکانِ مکتہ سنجوں کے بہا دارد متابع راگیاں و جنس ارزانے کمن دارم

پس صنائع معنوی اور لفظی کی معمولی صنعتیں ۱۰ کے قریب ہیں، اگر ان کی مثال میں دو دو اشعار درج کئے جائیں، تو ۴۰ اشعار بچ رہیں، انتخاب کرنا پڑے گی، یہ صورت بھی باعث طوالت دیکھی، ہمدردوں نے مشورہ دیا، کہ جب آپ تمام کلام چھاپ رہے ہیں، تو محاکر میں اگر اس طرح صنعتوں پر بحث کی گئی، تمام کلام ادھر آجائے گا، چند ضروری ضروری صنعتوں کے متعلق روشنی ڈالئے اور دیگر تمام کام اہل سخن کے لئے وقف کیجئے، جسے شوق ہو گا، خود دیکھ لے گا، یہ مشورہ کو محض سنا، مگر طوالت کا دشمن چونکہ زندگی اور محاکر کی طوالت نے اس مشورہ کی تائید کی، اس لئے ہم نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، مگر جس قدر لکھا جا چکا تھا اسے رہنے دیا،

برہمن کا کلام حد سے زیادہ مختصر ہے، اور وہ عادتاً مختصر تحریر کے عاشق ہیں، اس لئے انکی طبیعت کے موافق یہ کام ہوا،

گر ہم یہاں اس قدر ضرور عرض کریں گے، کہ ممالک ایران و توران اور بالخصوص ہندوستان میں ان کے کلام کے صنائع و بدائع پر ضرور غور کیا جائے تاکہ زبانِ فارسی دائرہ میں صنائع و بدائع کے صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، اور ان صنعتوں سے وہیں تک کام لیں جہاں تک کہ مطلب میں طوالت نہ ہو، اور مضمون میں پیچ نہ پڑے، اگر وقت نے مساعدت کی تو علمِ صنائع و بدائع پر جو مضمون تیار ہیں، ان میں ارادہ پورا کیا جائیگا۔

تشبیہات و استعارات
اور
فارسی کا اندازِ تسلیم

دیندار آچاریوں اور گوروں کی تعلیم تربیت حاصل کی یہ ہر دو سعادت مندرجہ اشارہ و کنایہ پر کام کرتے تھے، اور تشبیہ پر جان دیتے تھے، وہ ان پر ہر بان، یہ ان پر قربان، ان کا فرض تھا کہ گھیرے گھیرے، ادنیٰ سے ادنیٰ اور خشک سے خشک مضامین معمولی اور ادنیٰ فہم و فراست کے دماغوں میں ایسے اثر سے پہنچائیں، کہ دنیا بھر کی جہالت و طاقت اگر مقابلہ میں آئے پیچھے دکھائے، چنانچہ گوروں برس تک یہ اس کے نتیجے سے فیض اٹھاتے رہے خوب پھولے اور بڑھے۔ شعرائے فارسی ابتداً اسی عقیدے کے مقلد تھے ”وہاں چھوٹے چھوٹے فقرے اصل مطلب ادا کرتے ہیں، سادہ عبارتیں، استعارہ تشبیہ اور مبالغہ کی رنگ آمیزی سے پاک ہیں، مراد و فقرہ یا مراد و لفظ کا نام نہیں، جو ہیں مطلب کی بابتیں ہیں، رو کی نے زیادہ ہاتھ نہ لگایا، سنہ ۱۱۰۰ھ

”سنہ ۱۱۰۰ھ سنہ ۱۱۰۰ھ اصل فارسی زندہ اس کی زبانِ ایران کے شہرے ایک داد کی دلا وہیں“... اب ایرانی بہن کی داستان سنو... کتب مذکورہ دونوں زبانوں کا لفظی اتفاق ہی نہیں ثابت کرتی، بلکہ ان کے اتحاد و اعتقاد بھی سہادت دیتی ہیں، جو چار ہون ہندوؤں میں ہیں، وہی ایران میں تھے، اہرام آسمانی کی عظمت و اوج بھی، حیوانات بے آزار کا مارنا، و عظیم تھا، شائع کا مسئلہ دونوں میں کیساں تھا، آتش، آب، خاک، باد، ابر، بجلی، گرج، ہوا، وغیرہ واسطہ کے نے ایک ایک نے پڑا، نامہ اہم تھا، اس کے آگے کوہی آزاد و موم کو جو ایک تھا قابلِ مہی تھی، اپنی سخنانی پارس میں اس طرح اترتا فرماتے ہیں، دیکھو صفحہ ۲۲۸

سنہ ۱۱۰۰ھ سنہ ۱۱۰۰ھ فارسی کا زندہ کوہی

میں بہت سی اصلیت سے ہمارا اپنی طرف اٹھایا، سنہ ۱۳۵۵ھ میں قاضی حمید الدین نے مقامات حمیدی اس عہد کی یادگار چھوڑی، متواتر مترادف الفاظ، مثل لغات، اس برصافوں کی آٹھ پھر، محاورہ مفقود ہو گیا، زبان کو فارسی سے واسطہ نہ رہا، عربی لفظوں کی یہ بہتات ہے گویا کھیتان عرب سے آئی ہے، اٹھی سنہ ۱۳۵۵ھ میں علاء الدین نے اس عہد کی فارسی کی یاد دہانچہاں کشتا میں چھوڑی، عبارتوں کو پڑھو، الفاظ بہت آگے ہیں مگر یہ حالت ہے، گویا پلاؤ میں نمک کوٹ کر ڈالا ہے، کسی نوالہ میں ٹھیک کسی میں نلکڑا، سنہ میں آگیا، اور کوئی باطل پھیکا، فقروں کی اشعار بندی ہے، سنہ ۱۳۵۵ھ میں استعارہ اور تشبیہ کی نگاری اور خیالات بہاری، گل ابلبل، الغمہ چین، گلشن، سبز، شبنم، نئے، اجام، مزاجی، دینہ و غیرہ سے کاغذی شے نظر آتے ہیں، مگر.... اندر کچھ نہیں اور حقیقت میں لفظوں کی بہار تھی، اور معنوں کی خزاں سنہ ۱۳۵۹ھ میں عبداللہ و قسٹ نے بڑا زور مارا، مگر فقط لفظی اور لغت بازی ہے، عربی، فارسی، ترکی لفظوں کا شہرہ پاپ ہے، استعارہ اور تشبیہ کی اس قدر بہتات کہ مطلب گم ہو گیا، عبارت کو متعقی کیا، اور ہر فقرہ پر اس کا ہم معنی فقرہ اور سوار کیا، افسوس بھی یہیں سے شروع ہوتا ہے، کہ فقرے طولانی ہو گئے، مطلب ضائع و بدائع، تشبیہ و استعارہ میں الجھکر پیچ و پریچ ہو گئے، لغات کی بہتات لفظوں کے بہانے اصلیت حال پر پردہ ہو گئے، زبان و واقعیت میں اپنا پیچ ہو گئی، وہ چھوٹے چھوٹے فقرے کلام کا اختصار، بے تکلفی، سادگی اور حقیقت نگاری کا وصف ایسا گیا، کہ آج تک ملک کی زبان اس تصور سے نکلنے میں بدنام ہے، امیر خسرو دہلوی کے صفحے کے صفحہ دیکھو، فقط لفظوں کی چٹاں نہیں ہے، اسے مرکا دو تو کچھ بھی نہیں، اس کے بعد اعجاز خسروی پڑے، اول سے آخر تک ایہام، مراعات

لفظیہ: جس کے الفاہار کے لئے خاص خاص طریقے تھے، یا دہلی کے درخت تھے، جس کو دہلی، اصطلاح میں گاتھا کہتے تھے، یہ دہلی لفظ ہے جس کے ہم یہاں گیتا آجی، کتابت، کیونکہ اس میں یاد دہلی کے گیت ہیں، اور یہی اس پر ایران میں پہلے اسلام کے ہاتھ سے وہ صدر گذر رہا تھا، جو کہ یہاں دہلی سروسر جہ گزرا، اور اس سے اس کی حیثیت بالکل بدل گئی تھی، بہ حال یہاں جیسی حالت کے ساتھ پہنچی، کہ عربی اور ترکی الفاظ اور بہت سی لفظی اور ترکیبی تہہ میوں کے سبب سے اس کی صورت پہچانی جاتی تھی،

(دیکھتے آزاد مرحوم)

طبقات، تضاد و غیرہ وغیرہ صنائع و بدائع میں گفت بازی اور جگت بازی کا مہینہ برس رہا ہے اس دہواں دہار میں تاریکی آگاہی، اخلاقی تاثر، علمی مسائل، مذہبی ہدایت کچھ نظر نہیں آتی لفظوں ہی لفظوں میں ساری دنیا تمام ہے، خزانہ این السبائے میں بھی ہی سمجھنے سے چلے جاتے ہیں، صفو صفو ڈوڈو صفو جگت بازی کر کے آدھی سطرہ کم کی گئی ہے، روضۃ الصفیر
 اخوند شاہ نے سنہ ۹۳۰ھ کے اندر لکھی، وہ بھی اسی انداز میں ہے، حبیب السیر، مرغبات الدین نے اُن ہی دونوں مرتب کی، طول کلام اس قدر ہے کہ اکثر جگہ صفحہ کی خاک چھان کر طلب کی دود باتیں نکلتی ہیں، پھر قلم کتاب الہی کی سنگت میں آتی، ہر صفحہ ایک لمبا چوڑا خط، عاشق کی طرف معشوق کے نام ہے، معنوں مطلب کچھ نہیں، طول کلام اور فطرت استعاروں کے پیچ در پیچ ہیں، باقی خرد و عاقبت، بے سہارے مجسمے، ہوا پر رنگ چڑھائے ہیں، انداز نہ کوڑے ایسا ذوق و شوق پھیلا یا کہ تمام تحریریں تشبیہ اور استعارہ میں مسلسل ہو گئیں، کوئی ماجرا، کوئی معاملہ، کوئی راست نہ رہی، کہ اس سے خالی ہو، اسے رنگیں بیا بی، نازک خیالی، معنی آفرین کہنے لگے،
 زلفہ زلفہ سا وہ نویسی اور سلاست عبارت زبان سے گم ہو گئی، بلکہ اصلیت نگاری اور مطلب نویسی کی طاقت اس میں نہ رہی، اور زبان پر یہ دل لگ گیا، کہ مبالغہ اور بناوٹ فارسی زبان کا جوہر ہے، ان بیچاروں کی زبانیں مکتور رہی، معنی، صغیف، بلکہ اپنا بچ ہو گئیں،
 ہم کہاں تک فارسی زبان کی تدبیرچی خرابی کا بیان کریں، جوں جوں یہ اپنوں سے نکلتی گئی، دور ہوتی چلی گئی، غرضیکہ بجائے مدح، ذم کا پہلو نکل آیا، بقصد تکلف، غرابت، اور غیر معتدل مذمت پیدا کی، جنہوں نے شاعری کے اصلی جوہر کو خاک میں ملا دیا، یہ بھی اپنا دامن شرافت و اصلیت چاک کر کے تبدیل اور بازاری بن گئے، اور لطف یہ کہ آج کل کے اہل سخن اپنی بد مذائق سے اسے کمال سمجھتے ہیں۔

سخن چو طوطی شکر زبان توں گفتن و گر نہ بہت بے دروازیاں پڑنہن
 برہنہ کی مادری زبان اپنی کھچڑی ہوئی بہن سے مغلیہ دربار میں ملی غرابت و اجنبیت

اس ملاقات کے وقت ڈوب ہوئے، دلوں کے پردے کھل گئے، اور دل سے نکل کر ہوئے،
دو دنوں نے بل کر اپنا اصلی رنگ روپ، بول چال، اختیار کیا، آپ کے دماغ میں رشیان
حقیقت نگار، قدسیانِ اصلیت کھٹا ڈا در پر ہمنانِ فرخندہ شمار کے اشتادہ حقیقتہ آفتابِ علم کے نور سے
نور پہنچا آتے تھے ان کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا، نہ ضرورت کہ اپنا ہی گھر اُس دولت سے لانا
تھا، جو معنوں کھا اُس کی نوعیت کے لحاظ سے اُسی زیور سے آراستہ کیا، کہ جو اُس کے جسم پر
موزوں تھا، یہ کہہ سکتے تھے کہ اور وہ بے ضرورت تھی، نہ کہ ضرورتاً، ہمارے نادانِ عقلدار کے
نزدیک کو یہ استعارات و تشبیہات جو ہر زبان کے نام سے پکڑے جائیں گی، مگر یہ دراصل
اس کا طرہ امتیاز ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ پچھل شاعری ہے، اور اس انداز میں کسی کا رنگ
جنا اگر ناممکن نہیں تو دُشوار ضرور ہے، پس اس جادو دگری اور جربانی کے چند طلسمات و
شہداتِ ملاحظہ ہوں، اور پھر ان کا کلام بھی اسی نظر سے دیکھا جائے۔

مہرۂ خاک نشینم کہ در راہ نیاز	برائید نفس باد صبا کہ نہ شنیدم
جو ہر جویت محبت نکال ترا جہ نود	چونک ہم ترا زدے گوہر نشستہ
چشم دل با صورتِ معنی مقابلِ مسکینم	در پس دیوارِ گرامند جو سودا میں در
دارم دل شکستہ کہ بر آتشِ فدا	چوں توبروئے شعله بعدِ پنج و تابخت
سرش بگنبدِ گردوں فروئے آید	کے کرا ز خض خاشاک را وہ بہر اوجت
نوبہار آمد بھی گشتاں خواہم نشست	ہو گل شاداب بر آبِ داں خواہم نشست
عبارتِ تعلقِ گردِ دشاں زسد	شک جو بادِ نسیم اندمروم آزاد
کسیک خونِ گلِ چو غنچہ نوش گند	کشیدہ سرِ گریباں زباں خوش گند
چو لالہ داغِ غمِ عشقِ تیریں دارم	چو گل ز لختِ گلِ غمِ در آستیں دارم
از لباسِ زمانہ عریانیسم	بچہ غورِ شید و ماہ تابانیسم
در خیالِ باہر کے ایشہائے فراق	بچہ ابرو پرہ بادِ چشمِ گریباں دانشن

بچم اہل خسرو مرد از ہنر خالی بود چو شارخ خزاں دینہ از نثر خالی

ہذا سخن کی جدت آمیز ترکیبیں

برہن کی نازک خیالی، خوبصورت استعارے، نئی نئی تشبیہیں، خوشنما و جدید ترکیبیں، لفظوں کی عمدہ تراشیں، جواب نہیں رکھیں، اُس وقت کے علماء نے اُن کی نثر کو ظہوری کے نثر سے تشبیہ دی تھی۔ یہ ظہوری سب نے پڑھی ہوگی، مگر جدت کا جو لطف آپ نے نظم میں پیدا کیا، وہ اُن کے کلام میں دیکھنے کو کیا مجال یہ جدت طرازی، طبع نازک پر سخت گزرتے چند حدیقہ طبعیتوں کو ابھارنے کے لئے دکھائی جاتی ہیں۔

عجب نہاشد اگر بائند رافتد کار کہ بہت درجن شغل آشیانہ ما
 سر برزند ز جیب خزاں ز ہبہ رما آخر شد دنگلنگہ گل انظارِ ما
 فروغ دل ز نفیس بادہ روشن شود پیدا دماغِ رقصہ از سیرِ گلِ دگلشن شود پیدا
 ہوائے فصلِ گلِ دوسم بہار آفت گل نشاط بہارمان میگسار آفت
 آنشکہ مینہ ما بر سر جوش است تارِ مرثیہ بردیدہ ما شعلہ فردش است
 حاصل ایامِ عمر باستانی بس است عذرِ خواہم جرم ما تقیر نادانی بس است
 ساتی بزمِ محبت بسکہ سستی ناز نقدِ پوشِ ازلِ ما بر دو ساعہ چاشت
 کدام دل کہ زباں دیدہ تما نیست کدام دیدہ کہ سخنِ گشتہ تما نیست
 سوئے ما حاجتِ شیرِ شکر مری نیست بغافلِ نگاہِ مصلحتِ آمیز بس است
 بگر فانیِ ما سلسلہ در سلسلہ نیست تارِ سوئے زمرِ زینلِ آدیز بس است
 آگس کہ سیرِ چشمِ تہمتی دعا است اول درِ قبولِ بروئے اثرِ زند

در میانِ عامہ دیبا کجا آید بدست

اں فراغتہاے کہ در دلی گدازند ہمیدہ ایم

تازگی خیالات

برہن نظم تو از عالم بالا آید گہر افشاں در و عصمتِ ثریا اورد
جب ہم برہن کے کلام کا لہو نہ اس شری پر دیتے ہیں تو قریب البہم
صفت کی تشریح بے سود بھی جائے گی یہ تازگی ایسی نہیں کہ دماغ تروتازہ نہ کر دے تازہ
دل ہو کر سرور لیجے پہلے دلوں سے لیجے سے

گفتی تہا زگی غزل تازہ برہن ایں طرح تازہ طرز کہ ام کلام کلیت

نکشا چو در صحن جن بندہ را بوسے دگر افزودیم باد صبا را

جو عیار خط کہ بر آئینہ رویش نشست ہمنفس کے میوہ اند بود و دود آئینہ را

خیال مودے کے جلوہ کر دچوں غور شد غرورِ طلیح شہائے انتظار شکست

عجب کم گیر اگر اہل خطا بسیار اند ایں ہمہ قابلِ عفو نہ جو بخشہ یکیت

منم کہ با ترہہ یا بستم اشکِ آہگر زہر و گرنہ شعلہ بایں تارستان آساں نیست

بر سر آدگاں ماند گلِ نواہد شگفت خارِ صحرائے محبت نہ نواہد گدشت

تا در بکج خود کشد سنبلِ خفتش مارا بد در در گس مستی ایام نیست

نئے دایم نواہد آوازے دلف کیست در شانہ کد میفرم اورد بوسے شانہ ذواحن

فنیں سے بار و ازیں بزم برہن کز شوق ہر ہم ہر موناظن دگیا با شد

دل چو خواست بحبیت آشنا گردو ہوا کھایتِ نفث تو در میاں آورد

برہن دار سخن نازکست از طبعِ مہتاب
این ہمہ نازک ادائی از کجا دانستہ است

مینظر نازک ادائی اور نگہ دانی

شاعر دس کے دیوانوں میں عامیانه مذاق یا عشق مجازی کی ادب شانہ بے پکار کے سوا دیگر مضامین
کم ہوتے ہیں اور کچھ دسے جو تاریخی وقت رکھتے ہیں ان کے خیال ہی میں نہیں آتے انہیں معلوم
ہوتا ہے کہ اورنگ زیب حکومت نے یہ درس نکتہ نگاری غیب سکھایا، وقائعِ نعمت خان علی
ایسے ہی نکتوں سے بھرا پڑا ہے اس سے زیادہ کلام برہن وہ رکھتے ہیں اور خوش جو رہے ہیں

جو کہتا ہے 'اود دیتا ہے' خدا معلوم اُس وقت اس نکتہ نگاری پر کیا رائے قائم ہوئی ہوگی، مگر اب قریہ تاریخی نکات مستند و متجربہ کشافات سمجھے جاتے ہیں، نکتہ دان اصحاب اُن کے ہر کلام پر غور کریں،

ترکیب کی خوبی پر جستہ بندش —————
رشتہ نظم مسلسل تا قریب سے برہنہ

پہلے اور برگد کا بیج سب نے دیکھا ہوگا، مگر اُس کی کیا شکل ہے، اور کیا مقدار، مگر اُس بے حقیقت بیج میں کر دہوں میں پانی، لاکھوں میں کوئی، ہزاروں میں پتے، اور سینکڑوں میں ٹہریں نہیں ہوتے، بلکہ اُن سب کے کامل خط و خال اور خواص بھی یکساں ہوتے ہیں، وہ کسی کو نظر نہیں آتے لیکن عمر پانے اور اپنی مزا حاصل کرنے پر وہ دانہ کہ جو دنیا میں کم سے کم شخصیت رکھتا ہے، ایکڑوں زمین گھیر لیتا ہے، اور اُس کی اولاد مقصور فطرت کے ہاتھوں وہی نقش و نگار حاصل کرتی ہے کہ جو اُس کے دانہ دانہ میں نہیں بھٹی،

ٹھیک اسی طرح شاعری نہیں بلکہ ہر حیوان و انسان اپنی ماں کے پیٹے لینے اپنے عادات و خواص سے کر پیدا ہوتا ہے، جن کا خون شاعری کی صنائع و بدائع اور علوم بیان و معنی میں گردش کرتا ہے، اُس شاعر کے کلام میں سب محاسن شاعری پائے جاتے ہیں، حافظ شیرازی شیخ سعدی اور ظہیر و مکی استاد نے نہ سکھائے نہ پڑھائے نہ بنائے، وہ ایسے ہی نظم تھے، انہوں نے سرسبز و شاداب ہونے پر دنیا بھر میں ادب و اعلیٰ کے گلزار کھیلانے، معائب شاعری کی غزاں نہ دیکھی،

برہنہ بھی شاعر پیدا ہوا تھا، تو پھر اُس کی شاعری کس طرح مریض نظر نہ آئی، اُس کی یہ خوبی جب استادوں کی سمجھ میں آئی، اُسٹا و شکیم کیا،

شاعری کی جان بلکہ روح رواں ترکیب کی خوبی، بندش کی چستی ہی ہے، اور یہ ایسی فردی ہے، کہ جیسے کسی انسان کے لئے خوبصورتی یا کسی بھول کے لئے دل آویزی، اگر نہیں کچھ نہیں، آپ کا کلام، چھٹی ترکیب، شوکت الفاظ، بلند پروازی، نازک خیالی اور تاثیر کا ایک

سحر ہے احسرت موبانی اپنے قابلا دلجو میں تسلیم کرتے ہیں کہ "دوستی اور چشتی ترکیب نہایت خوب ہے" آپ نے کل دیوان سے دس شعر منتخب کر کے یہ عام نتیجہ پیدا کیا ہے "میرزا صاحب ان کی تحریر کو "فارسی زبان کا پاکیزہ و لطیف نمونہ" قرار دیتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ قرار داد "بدش" الفاظ کے تفسیر پر مبنی، ان کی زبان ایک ایسی مشین ہے کہ جس میں صنعت شاعری کے تمام کل دھڑسے گھڑسے گھڑائے جلا پائے جئے تکلف دبے تڑو نکلتے چلے آ رہے ہیں، جو ایک خاص صورت پیدا کر رہے ہیں، اور اس ترتیب سے کہ اگر ایک پڑھ اور ہر ادھر ادھر کر دیں، صنعت بیکار ہو جائے، گو یہ خدا داد صفت دیوان کے ہر شعر میں موجود ہے، مگر ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمارے علم برہمن میں ان کی سب اشیائے مصنوعات سجائی جائیں، آپ میرے کچھ سے ذہن لب تو تک ریز در شکر باری شکر زلف تازہ نگار گرفتاری

پرواز خیال کے دلچسپ مقابلے

ہزار و صد باہنگ یک اصول کسٹم

برہمن کی زبان و قلم کی قادر الکلامی اور تخیلات گونا گوں کی خیال آفرینی کے سحر نے اپنے دلکش فنوں کے زور پر راگ راگینوں کے رنگ میں ایک مضمون بیسیوں طرح سے اپنے سامعین کو سنایا جس کی ہر گت اور تان ایک نئی آن دیان کھتی ہے، ان کا منظر اب قلم جس مضمون کی جس تار پر پڑتا ہے، حال سے قال میں سے آتا ہے، اور انسان بے خود ہو کر اس وقت تک ہوش میں نہیں آتا، جب تک کہ ان کا کوئی دوسرا نمونہ کام نہ کرے

برہمن نے علیحدہ علیحدہ "میر گرامی"، "سراسر فانی"، "گوشت نشینی"، "خاموشی"، "حقائق و معارف"، "فلسفہ و تصوف"، "حکمت و اخلاق"، "صفائی باطن و عاقل و جاہل"، "راستی"، "خاموشی"، "صدقت" وغیرہ وغیرہ موضوعات خاص پر نئی ترکیب نئے الفاظ اور نئے انداز سے مضامین لکھ کر ہمارے حافظہ نے محفوظ رکھے، ہمارے خط وافر کا باعث ہوئے، ہم چاہتے ہیں کہ ان سے اہل سخن بھی محفوظ ہوں :-

ہاں ہی تو ہے ہر روز اس کے شکر و کلمات جو

ہر نفس بُوئے محبت آید اگر گفت بہا
میتوان فہمید از گفتار ہا مقدار ہا
ما بر بہن صحیفہ نہیں محبت ہم
بکجا نہایت کلک محبت نگاہ ہا
ہمیشہ آب گہر با گہر بود و مہ ساز
نشد زویدہ ما در در آب دیدہ ما
ہر شب گہر افشاں شود از گوشہ مرثکاں
بر دہا بن مسد پارہ ما چہیم رتر ہا
آئینہ گشت سینہ ما از فروغ عشق
شد جلوہ گاہ صورت معنی ہنساں ہا
از آب و تاب عشق چوں آئینہ صاف شد
آن کہ نہ دنگ نہ سفاکے کہ داشتیم
انسانی ہستی دانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور زمانہ بھی ہے یہ مضمون مختلف پر داؤد دن
میں اس طرح سے ضبط نظر میں لایا گیا ہے

چوں دانہ عاقبت بحر از حال خود نیافت
ہر کس کہ خانہ در ہزاریں آسیا گرفت
زیر گردش ہائے گرد مہر کردار آشتیان
خوشی تن را داؤد این آسیا دانستہ است
بیچ کس از گردش گردوں سے آید بر دہاں
ہر یکے چوں دانہ زیر آسیا خواہد گذشت
بغفلت زیر گردش طے گردوں آمدی گزیدہ
بائنے کہ غافل دانہ زیر آسیا باشد
چوں دانہ ہر کرد در دہاں شد بروں طے آید
عرض کہ گردش این آسیا فہمیدیم
آسیا سے چرخ میگردید و در دہاں شب
خوشی تن را داؤد این آسیا فہمیدہ ام
بلا و عشق قدم نہ بر بہن از سر صدق
کہ ہر دہاں روہ عشق را ریا گوار است
ز دہاں صدق بر بہن قدم براہ ہنر
کہ ہر دہاں روہ عاشقی ریا گوار است
ما سر زلف آویدہ است آرد
دل پریشاں تر از صبا شدہ است
دل در پئے ہر نسیم گردد
تا برے تو از دم صبا یافت
گر گن ہے تو ہمیں کیسی دیکھنی است
بر بہن قابل عفو است گن ہے کہ تراست
نادانی ما گنہ ما بود
در دستبر خود حساب کردیم

۱۔ یہ تہ تیغ گیری نے دی ہے، چلی چلی دیکھ کے دہے کیرا دو تو دواؤں میں کن کے ثابت رہا نہ کہ
(بہارِ سنائی)

- (۸) کرم ہے خیال تو در دیدہ ہماں ریزو بجائے اشک ہر نام آفتاب
تا بیچ دتاب زلف تو داریم در خیال صد جہاز ہم گشتہ ہو گفت گشتہ ما
- (۹) خیال زلف تو تا در دل پرہمن ماند ز سبب تا بزباں را گوشتگو گرہ است
بہ خیال سر زلف او گشت بدلی تمام عمر میں زلفم پہ بیچ دتاب گشت
- (۱۰) گچا پہاں کھم این گریہ طوفان خویش را کہ گرد آستیں گم گرد از دامن شو پیرا
چگونہ گریہ خویش نہاں توں کر دن کہ ریزد از ترہ و از ہستیں ہر دہن آید
- (۱۱) تا گند تاب دہ مندل پیشانی خویش برہمن خاک سر کونے تو ہر سر و داشت
برہر زین کہ سنے گرم سجدہ سے کسم خاک بنیاد مندل پیشانی من است
- (۱۲) آں آتش نہفتہ کہ در سببہ داشتیم (۱) چندان بلند شد کہ دل آفتاب سوخت
اگر ز سببہ کسم آہ آسماں سو زو (۲) نہفتہ آتش ویرینہ زیر آہ من است
- (۱۳) زموج حادثہ تیر دل سیافیتم کنار (۱) بر مئے آب رداں عمر چوں جہان گشت
ایمن شوزیل حادثہ بردگار (۲) لے آنکہ خانہ بسبب ویرا گرفتہ
- (۱۴) سے توں بودن ز آشوب حادثہ بر کنار (۳) کشتی اُمید بار ساحل حیا خوش است
(۳) منزل عشق دراز است پر از خواب بار (۱) کار بے دیدہ بیدار مئے آید راست
ز نمودر صبح قیامت مگر شود بیدار (۲) گوش ہر کہ صدائے جس نے آید
صبح محشر گر از پردہ بر آید ہر دہن (۳) ہورن زین خواب گراں گیت کہ بیدار شود
- (۱۵) از محبت دل شود معمور چوں گرد خواب (۱) اسے دل شود دیدہ دیراں کہ کبادی دیراں
قرار عاشق مسکین بود در اضطراب دل (۲) بایں شوید ہرگز داندی ایمن نے سازد
- (۱۶) برہمن ز گنہاں من زین پسند (۱) بگریہ برد رحمت جواب خواہم کرد
چو درویشتر برہمن حساب پیش آرند (۲) باپ دیدہ بشویم نامہ اعمال

- (۱۷) کسے برآپ رواں برہنہ فشاہین (۱) اساس بر سر آست قصر دین را
بر سر آب رواں افگند طرح خاندرا (۲) اسے برہنہ ہر دل درم ہرے بنیادست
(۱۸) بدتہما غمرہ اش پرہیزہ فرنا ز دناخن (۱) اشارتہائے ابرو پر دلی دیوانہ دناخن
دنتہما غمرہ اش در دیدہ بنیاد دناخن (۲) با بردہ او من ابراہ تو صد جلد دناخن
(۱۹) ہزار حدیث گنہ نامہ سیاہ منست (۱) گنہ زہر کہ بود داخل گناہ منست
صفائی سخن بل منست در جریۃ ما (۲) گر عین گنہ نامہ را سیاہ کنیم
(۲۰) بدہ ز خون جگر خون بہائے بل را کہ گل گوشتہ و تار سین آساں بیت
تحقیق خوں بہائے طبلساں دہ پس آنگہ سیر کن در صحن گلزار
(۲۱) بس کہ طبع شکستہ داریم (۱) لاجرم بچو گل پریشانیسم
بخوشی چو غنچہ ساختہ ایم (۲) سر عینیم و پا بد امانیسم
عاشقم چو صفت بائے بدماں دارم چوں گل تازہ ام و جان پریشان دارم

جو صورت معاملہ پیش آئے الفاظ کے ذریعہ صریح قلب بند کر دینا معاملہ
معاملہ بندی کہلاتا ہے گو یہ بات ظاہر آسان معلوم ہوتی ہے مگر اس سے
زیادہ شکل کام کوئی نہیں دیدہ بنیا اور دل بیدار ہی اس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے کیونکہ قوتِ سخن
اُن ہی کے قبضہ میں آئی ہے برہنہ کی صورت ملاحظہ ہو۔

دارم دل شکستہ کہ بر آتش فراق چو موبوئے شعلہ بصدیج و تاب بوخت
گر معشوقہ ترا در رسم یادم از دمسائے آید
لقاب بار رخ جو ہر از دگر گاہ آفتاب من نظر ز بجائش خیر گرد و حجاب من
شاعری، مصوری سے زیادہ شکل ہے، مقصود بات
احساسات یا انسانی جذبات اور محسوسات ظاہری کی تصویر کھینچنا ہے، شاعر غیر
مادی اشیا اور غیر محسوسات کا نقشہ اُتارتا ہے، مصور کا کمال مصوری یہ ہے کہ ہر چیز کا مکمل

عکس آتا رہے، شاعر کا کمال یہ ہے کہ انسانی جذبات و احساسات کا نقشہ کھینچ دے، مقصود آنکھ کے احساسات سے کمال پیدا کرتا ہے، شاعر دلی احساس سے اپنا کمال فن دکھاتا ہے یہی حقیقی شاعری ہے، اور جس کی زبان و قلم میں پائزہ ہے، وہی شاعر ہے، جس طرح سے دنیا میں گانا اور رونا جلنے کا سبب دھڑکی کرتے ہیں، اُسی طرح سے ہر انسان چار لفظ پڑھ کر شاعری کا مدعی بن جاتا ہے، اور بعض اُن پڑھ بھی شاعر کہلاتے ہیں، جو شاعر نہیں ہوتا، اُس کا کلام اُس کی قلم و زبان سے نکلتے ہی اُن کے نام و نشان کی طرح صفحہ دنیا سے محو ہو جاتا ہے، مگر جو انسان انسانی جذبات بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اُسے دستِ اہلِ قدرت بھی محو نہیں کر سکتا،

برہن کی زبان، شاعری کے جذبات و احساسات بیان کرنے کے لئے متعارف ہزار داستان رکھتی ہے، اُس کا طائر خیال جذبات و احساسات کے ناقابلِ گزر جگہوں، گھاٹیوں، بلند یوں، نشیبوں اور پھول بھلیاں میں بے تردد داخل ہو کر اور گلی حوادے کو اس طرح سے واپس آ جاتا ہے کہ دوسرا جنوں میں بھی بہنیں آسکتا وہ جب بلند اڑتا ہے تو فلکِ مغتہب کی خبر لاتا ہے، اور جب نیچے ٹکر میں غوطہ کھاتا ہے، تو تختِ لثری سے گوہرِ شاہِ ہوا زکال لاتا ہے، اُس کی فہم و ادراک اور قوت پر دانے زمین و آسمان ایک کر کے ہیں، وہ ایسی طاقت رکھتا ہے کہ ایک خیال آ جانے کے بلکہ چہرہ پر آ کر تا ہے، تو پہلے سے زیادہ کر دک اور دمک ہوتی ہے، جس سے زمین و آسمان گرج اُٹھتے ہیں، اور سکون و فطوحِ قلب پھر ٹک اُٹھتے ہیں، بلند خیال طبائع سوچنے کے سوجھنے رہ جاتے ہیں، کہ کہاں سے کہاں جا پہنچا، اُس کی ہر پرواز نیا لطف رکھتی ہے، اور نئی خوشبو نکھاتی ہے، اس پرواز خیال کے چند مناظر ہم نے بھی دیکھے ہیں، آپ بھی اپنا جذبہ دل پورا کیجئے۔

(۱) آرائشِ ہنگامِ ایامِ جنونِ ست آنِ داغِ کہ چوں لالہ بود در جگے ما

(۲) صورتِ حُرینِ عبادِ عزمِ از دلِ بدوں برد مارا ہمیشہ گوشِ برآوازِ طبلِ است

چہ آتش است کہ در دیدہ تر افتاد دست کہ جائے اشک انام نگو افتاد دست
بر آتش غم تو دلم چون کباب سوخت و ز اشک گرم مردم چشم در تاب سوخت
گر ترا از دم تنگ نکر دانے هست لخت لخت جسگر سوختہ بر پائے هست
من و مودائے خیال خطہ دانے کہ تراست من و دیوانگی حسن و جانے کہ تراست
بگذشت عمر و گرم تنگ نفس ہنوز این مرغ پر تنگت تپاں در قفس ہنوز

نقشِ اعلیٰ التوبِ مضامین چند باید بخش زلف پریشاں دیدن
صورتِ کفر در آئینہ ایساں دیدن

ان صلت و بدلت پر لکھنے کے بعد اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ برہمن کا علم اخلاق و ادب کس قدر ہے! اور ان اسباق میں وہ کیا کیسے دیتے ہیں؟ آیا اس دیوان میں کل قبیل کا رونا رو دیا ہے؟ یا کوئی جو اہر اخلاق پر دیا ہے یا محض وقت ہی کھو یا ہے؟ یا اسے سگارت لگا ہے؟ ہمارے سامنے اس دنیائے خدار کے لئے جس قدر نیکی کا نیک سرمایہ ہے، اور جس کا ہمیں علم ہے، ہم اسے اس ترازو میں تولی سکتے ہیں، صاحب اخلاق و ادب اپنی وسعتِ عقل کے تقاضے پر اس میں سے بہت کچھ پاسکتے ہیں، اگر چہ ان کے گونا گون مضامین کی صحیح منطقی تقسیم کا کام ناممکن ہے، تاہم جو اشارے جس جس صنفوں پر دیکھے گئے، تقسیم منطقی کے سپرد ہوتے اور وہ ہمارے ارادہ کی تمکیل کے لئے کافی ہیں، ہم نے داغ میں ڈال دی، اس نظر مکمل فرمالیں گے،

برہمن کا بیان و کلام رمز و آدا برہم زبان بر مزدادا بگذر و سخنی
ایساں اہل سخن اس ادا گست برہمن
اور معر سے پر ہے رمز و آدا اور معر گواہی صنفیں ہیں، جو کلام کا لطف بڑا ہوتا

ہیں، مگر حقیقتاً یہ بڑی کار آمد ہیں، جو بیان کے صاف ہو، وہ بالعموم نقصان دہ ہوتا ہے، مگر جو لفظ رمز ادا کہنا یہ اور معر میں بیان کیا جائے، وہ یہ فقط آفات سے محفوظ رکھتا ہے، بلکہ کلام میں

خوبی پیدا کرتا ہے، برہمن اپنے ایمان و اعتماد سے جس راستہ سے گذر رہا تھا، وہ ظاہر ہے، اُس کی زبان صدقہ بیان کے لئے ضروری ہو کہ وہ اپنا کلام رز، اوا، اکیا، اور معر کے پڑوں میں بیان کرے، چنانچہ ہم اپنے ناظرین اور شائقین کلام برہمن کی خدمت میں بادب التماس کرتے ہیں، کہ وہ تحریر برہمن ذرا سمجھ کر پڑھیں، اور خوب بخود کریں، طرح طرح کے معنوم کا اکتفا ہوگا، وہ غریب و اذ ظاہر نہاتے ہیں، کُتب لوگ شاعری کا دم بھرتے ہیں، اور یہی شاعر رز و اد کے ٹھیکے بنے پھرتے ہیں، لیکن بادب اس سخی حکومت میں سب کچھ کھ گیا، اور کسی نے کچھ نہ سمجھا، ملاحظہ ہو مکالمہ ترغوش و ناصر علی سرسندی و ماہر برہمن خود ایسا فرماتے ہیں۔

جئے کہ لعل لبین شہرہ سجا داشت ہزار طرز سخن در سخن بایما داشت

و مباد ما فیہا از گنگوئے جہاں لب بند و فارغ باش کہ کار ما تو در عمل این معر نیست

سب کہتے ہیں کہ دُنیا ناپائیدار ہے، اور دولت دُنیا سے زیادہ فانی، سب مانتے ہیں، مگر سب پائیداری کے سامان بناتے ہیں، سب معنوم ہوتا ہے، کہ کہنے کے لئے دُنیا ناپائیدار ہے، مگر عمل کرنے کے لئے نہیں، اس میں دیر کوئی لگتا ہے، دُنیا میں جو پیدا ہوا، وہ تمام ازل کی تقسیم کے موافق اپنا حصہ ضرور پائے گا، خواہ بُرا مانے، خواہ خوش ہو،

اگر یہ خیال دُنیا میں ذہن نشین ہو جائے، کہ دُنیا اور اس کی دولت دونوں ناپائیدار ہیں، تو ایسے ہر انسان کو فرصتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، اور وہ دُنیا کے تمام مصائب و کالیات سے نجات پالیتا ہے، پس دُنیا میں رہ کر اُسے فانی بھجنا ہی معراجِ کمال ہے، ورنہ تعلقات کی کثرت، بوجہ حسرت و اندوس ہوتی ہے، انسان کھل کھل کر اپنی جان و دنیا ہے، اور دوسرے کی سے لیتا ہے،

برہمن شروع سے قدیم تقسیم زندگی کے منازل اور مراحل پر کمر بستہ تھے، اور آخرش سب مراحل زندگی بڑی بڑی خوبی و عمدگی سے طے کئے، کیونکہ ایسی قدیم طرز تقسیم زندگی میں

دُنیا وادیا بھی لطف دیتے ہیں، برہمن کا آپدیش ہماری رہبری کا باعث ہو سکتا ہے، کہ
عالم با عمل تھا ہے

ہر کہ اسباب نفسانی را فراہم سے کند را اور پیش است تدبیر خطا دانست
کاروان گزشتہ بانگے از دوائے برنجاست عالمی کم گزشتہ و از جائے سد آمد بر کجاست
ہرگز کام کس نزدیک جبر سے فراد ایں و در و در و گار نہ نام کام کیست
با دایع عشق سازد برہمن کی چند گاہ الفب بیان پہن و دوائے غنیمت است
بجز دنیا رست در ذیل عادت بسیار تکیہ بر گزشتہ راسب رواں نتوان کرد
ز بے شبانی قہر زمانہ دانستم کہ نقش بھیدہ بردے آب غوام کرد
دُنیا چہ بود کہ نہ سزلے و خرابے خواہے و خیاہے و جلابے و سراہے

چہاالت | برہمن ہر کہ ہونے یافت از مغز دل انا لبیک خارہ سازد لبیک با کون میناسازد
تھا کہ ہم یاق سب کو بچنے، اور چہاالت کا وجود اس دُنیا سے نابود کر دے، ورنہ
کم از کم ہندوستان پر تو یہ ہر بانی ضرور فرمائے، گو اس فضل و کرم کی تقسیم اعلیٰ سے یہاں کی
آبادی ایک فیصد ہی بھی نہ رہے گی، مگر وہ ایک لاکھ پر بھاری ہوگا، برہمن کا آئینہ دل ان پتھروں
سے چمکا چور ہے، اور برہمن ہی پر کیا موقوف ہے، ہر عقلمند کا دل صافی ان سے نفور ہے، اس سلسلہ
میں اول سری بھرتزی ہری سے کچھ سن لیجئے۔

”پہاڑوں اور نگوں میں نگلی جانوروں کے ہر امار سے، اسے بھڑا اچھا مگر جاہل کے ساتھ پیش میں
بھی رہنا ہوتا ہے“

ہر چند ہنگ خارہ سازم بانگ دلاں چہ چارہ سازم
باناکسان سنگلاں جن احتلاط باشد بر دے سنگ دون آگینہ را

علم بے عمل | بروز حشر گراؤ برہمن سوال کند ز علم بے عمل جو تیشین جواب دہد
برہمن کی یہ پوچھا ہے کہ بے عمل علم کوئی چیز نہیں، اس مسئلہ پر سب کا اتفاق

ہے مگر اس سے اتنا قلبی کوئی نہیں کرتا، عملِ علم کے ہاتھوں اس نے نالائقی ہے، کہ وہ جان بوجھ غفلت کرتا ہے، برہمن سمجھتا ہے :-

دلم ز نخبہ علم و عمل ادب آموخت چہ باشد ابد و اند کے زبان گستاخ

پرستہ دل آزادہ را کہستہ رباط کہ ز اوجہ سن عمل میرسد براہِ صراط

دلآزاری | باز اسے سرحد سے ملتا ہے کہے را ایک سرحد سے نیا زار
”بہات“، کثیر لاولاد ہے، اور دنیا کے چھتے پرتعاض ہے، دل آزاری بھی اسی

نسل سے ہے، روحانیت ابنِ جانداروں کی دشمنِ جان ہے، جہاں یہ بڑی ان کی اولاد بھی ہے
پس جہاں روحانیت کا دور ہوگا، وہاں بہات کا خاندان کا ذہ ہوگا، اس کا گناہ بھی گناہ ہے
ہے، مگر جذبہ انتقام اس شرارت سے باز نہیں رہتا، مسلمانوں کے قدیم بزرگ شعلی جیسے خدائی بند

اگر دنیا میں پھر پیدا ہو جائیں، تو ایک کثیر حصہ اس دوسرے نسل جائے، جہاں پہلے ہندی، ساپ
بچھو وغیرہ موزی جانوروں کو مارنا بھی پاب مجھے تھے، اب اپنے بھائیوں کی دلآزاری میں لطف
پاتے ہیں، اے گاندھی تو اپنی جیو آہنسا کی لودنی میں پھیلا، کہ اس میں سب کا بھلا ہے، آپ نے

دیکھ کر برہمن کس درد سے بیداروں کو بیداروں سے روکتے ہیں؟

اَلْوَالِغَرَمٰی یٰ اَلْبَلَدَ وَصَلٰی | مابہمن مشکلات روڈ کار آسان کُشم
ہر چشک ز بود آثار آسانی در دست

دنیا میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے، کہ جو اپنے حوصلہ کے پردوں سے اڑ کر دشمنوں سے بچ کر ملکِ لاکھ
پر پہنچ جائے، شیر مقابل میں آئے، اس پر بھی جھپٹ پڑے، اگر دریائے بے پایاں راستے میں حائل
ہو، فرشِ قالمین سمجھ کر عبور کر جائے، غرضیکہ جو خیالات بہت نیچالی سے پیدا ہوں ان کا دشمن ہو،

مصلحانِ قوم، رفیاءِ مران ملک، شعرائے زماں اور بادیاںِ دین، ارادے کے پورے
اور حوصلہ کے بادشاہ ہونے، ایک نے لاکھ کے قلوب پر فتح پائی، برہمن نے بھی اپنے حوصلہ کے زور

۱۔ دی شہر سے مراد ہے یہاں خاتمی

سے اپنا یہ سن باحسن الوجہ پورا کیا اس کے کلام میں ایسی شجاعت، بلند خیالی، عالی ظرفی اور بلند وصلی بھری ہے کہ جو فائنٹن ملک میں بھی نہیں پائی جاتی اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے دل و دماغ کی ملک سے دنیوی فائنٹن اعظم کے قلب پر فتح پائی تھی

ہم نہیں چاہتے کہ ایسے عالی خیالات ادب پاک جذبات اس کے دیوان میں ہوتے ہیں ہم نے اپنے ملک کے نوجوانوں کے قلوب میں یہ جذبہ ٹھونکنے کے لیے چند نمونے پیش کیے ہیں، اور اس کے ساتھ یہ بھی اُن کا دھڑکنے کے انسان کو ہمیشہ شگفتہ رہنا چاہیے، شگفتہ کی غنچہ دل پر درود کر دینی ہے۔

وجودِ مردم و انا بود ہمیشہ بہار	چو غنچہ تنگ لباسش زندہ میں شگفتہ ریاض
عاقبت از نزلِ مقصود سے یاد نشان	ہر کہ در را بہجت، بگو نقشِ پائنت
در را عشق کی قدم از خوش پیش باش	مژدہ را عددائے جس احتیاج نیست
بلان نشان حذر کر گنہ از ہرچ پیش آید	کہ خوں اندر مذاقِ تھکماں شیر مسیگرود
در موعود عشق در آید جو برہن	ہر کس کہ لبیدل جگر سے داشتہ باشد
خدا اگر دل شکنیں تو در اچ زبانی	کہ من مقابل آں جان آہنیں دارم
ز چو پرداد بیک شملہ زپردا زانستم	گر برآند ز آتشِ روم دبا زانستم

جس میں کوہنق فوٹیش و پافرا زندہ ہیں، اگر بال ہمت پردان میرسد بکراغ
دُنیا میں جو کامل اور مست بنادہ پتیاں ہیں، ناکام ہیں، کیونکہ کام سے بکھرتی

ہیں، وہ اپنی مستی اور کمالی سے تود اور جسٹو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی معترض ہوتا ہے تو ایسے زہنی خدا بندے کہہ دیتے ہیں، کہ جو خدا کی مرضی ہوگی، تمہارے تود اور جسٹو سے کیا ہو سکتا ہے، اس اعتقاد کے پرچار آغازِ آفرینش سے چلے آتے ہیں، دید مقدس نے ایسے نئے کردہ کو تشبیہِ کامل سے سمجھا یا کہ اسے غلط عقیدہ کے لوگوں نے ہمیں یہ نہیں سمجھا یا کہ تم اپنے حواسِ خمسہ سے بھی کام لینا چھوڑ دو، ایسی حالت میں تم عواموں سے بدتر ہو جاؤ گے، تم دیکھو

کہ تلوں میں تیل ہے، اگر جب تک اسے تیرا اور جسے سے کالانہ جائے، کل نہیں سکتا، نہیں ہو کام نہیں
تیرا دو جاری رکھو اور نتیجہ میرے ہاتھ میں سمجھو، شرحِ برہن سے سن لو۔

ماہرینِ محسنِ بزمِ بسوزیم بشکفتِ نسیم مرقف یک شرارہ آتشِ چرخِ نسیم

برہن گزرنے کا دم دل بدستِ یہ تغافل کن خجالی ناامیدی نیز ہے بخشہِ شریانیہ

کارِ امر و زبردِ امر | کارِ امر و زبردِ سنگِ حسابِ بیدار نواں غور و غم و وعدہ فردِ امر و زبردِ امر
ہندی، آوازِ محرم اور ماہرِ علمِ سیاسیات نے زور دیا ہے، اگرچہ کام کرنا

ہے، غرا کر لینا چاہئے، یہ پھیپھڑی دینی کا روبرو ہے، کل کہ مذہبی فرائض میں داخل ہو چکی تھی،
صبح اٹھنے کا وقت، اجکل دشا جانے کا وقت، سندھیا آپنا سا کا وقت، کار و بار کا وقت، کھانے

کا وقت، غرضیکہ سب دروازے چھوڑ دیے گئے، 'انسانی ضروریات کے پردہ گرام کی زنجیروں سے
ایسے مضبوط بندھے ہوئے تھے، کہ انہیں شاہ سے گدایک توڑنے کی کوئی کوشش و جرأت

نہ کرتا تھا، نادانوں نے بسببِ انہیں توڑا، تو خود بھی انکے ہو کر تباہی کے خار میں جا پڑے۔
اب وقت کی قدر کا وقت گیا، صبح کی سندھیا توں تو خوابِ شیریں کی نذر ہو گئی، اگر کرتے

کبھی میں تو دشمنِ بچے کے بعد، غرضیکہ نہ کوئی پراچین ضابطہ رہا، نہ آئین، پھر وقت پر کام
کون کرے؟

برہن ایک بچہ برہن تھے، 'اُن کا نیم آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت کی طرح بے ضل
تھا، رُہ وقت پر کام کرنے کے لئے بڑا زور دیتے ہیں،

دے خوابِ گراں لٹواں شدنِ بیدار دگر نہ تازہ چشمِ آفتاب گزشت

برہن امر و زبردِ حسنِ عملِ رازی بسیار کشتہِ امر و زبردِ حاصلِ فردِ او شست

نظرِ امر و زبردِ دانشِ برِ حاصلِ فردِ او علمِ امر و زبردِ علمِ فردِ او ماباشد

تمام عشرِ بائید وعدہ باشم شاد اگر اعتمادِ بہرِ دیگر تو اس کر دین
یاسِ انسان کی دشمن اور امید دوست ہے، یاسِ دین نے دشمن ہے بچنے

اور دوست سے لئے رہنے کی ہدایات کی ہیں اگر کوئی ہفت اقلیم کا بادشاہ ہے، مالی جنگی طاقتوں کا مالک ہے، دانشمند اور دوزخ اصلاح کار ہیں، امتیاط اور احتیاط و تکبر پر ہیں، اگر یمن آتش ہو جائے، دم بھریں کام تمام ہو جائے، امیرِ ادنیٰ غلام کو بادشاہ بناتی ہے، گدڑی کے سر پر تاج شہنشاہی کا سایہ کرتی ہے، مہنا زل و دیوی کے طے کرنے کے لئے بھی، ایک زائرِ راہ ہے، یہ جس کے پاس ہے، وہی بادشاہ ہے، برحق کی نفرت و غبت درجہ اعتدال پر ہے، اور ہر کس و نا کس کے کار آمد سے

گر شاخِ محبتِ مرے داشتہ باشد نخلِ دلِ من نیز برے داشتہ باشد

بجز مصیبتِ خاموش اگر با شتم روا باشد ز کہ پیرِ امیشو از بے زبانی انفعالیں

و دنیا میں مذہب کا ظہور ازل سے ہے اور اب تک رہے گا، اگر جب ان

میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے، طوفانِ بے تیزی کے بادل اٹھتے ہیں

صدورِ شک کی بکلیاں گرتی ہیں، ناکامی اور مایوسی گلا گھونٹتی ہے

شکوہِ فلک

اور

شکایتِ زمانہ

اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، اشخاص نامراد و ناکام اپنی فانی مذہب سے اپنی اصلیت پر

اڑا کھتے ہیں، ان پر آپ آتش سوزاں اپنا غولی اثر ڈالتی ہے، چونکہ یہ بلا آسمان سے آئی

ہے، اور زمانہ اس کی تعمیل کرتا ہے، اس لئے ایسے مبتلائے بلا، آسمان و زمین ہی

کے درپے ہو جاتے ہیں، اور اپنی ضعیف الامتقادی کی خوب خاک اڑا کھاتے ہیں، اہل

زمانہ اپنا شامیانہ زیرِ فلک تانے لگی کی آڑ میں ہٹکا کھیلے ہیں، ایسا ہٹکا کھیلے کا کچھ

بگڑ نہیں سکتا، لیکن اپنے مجنوںوں سے مخاطب ہو کر وہ وہ بے لفظ سنا تا ہے، جیسے کوئی

دوسرا زبان پر نہیں لے سکتا اپنے گناہوں کا کفارہ کرنے کے لئے بکائے زبانِ پاک الامش

شکوہِ شکایت سے آودہ کرتے ہیں

بد مذاق اور متعصب حضرات، حیب اپنے مددِ روح کی زبان سے اپنے مذہب کے

خلاف کوئی ایسا کلمہ کفر سنتے ہیں، تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ "شاعری قیدِ مذہب سے آزاد

ہے، اس نالائق طرزِ حمایت نے شاعروں کو مذہب کی مٹی پیدا کرنے کی اجازت عام دی،
جب علمائے مذہب ایسے یادہ گوئے دین لوگوں کی پیٹھ ٹھوکیں، تو وہ کیوں دن رات
ایسا دلچسپ کھیل کھیلیں، جب اپنی ہی گڑی اتار دی، تو دوسرے کی دستِ فضیلت پر ہاتھ
دراڑ کرتے ہوئے کوئی شرم مانے کبھی، کیا کوئی سعدی، حافظ، عطار و م کے کلام سے
ایسے بے دینی کے کلمے نکال سکتا ہے، معاذ اللہ ذرا عمر خیام کا تشکوہ ملاحظہ ہو کہ جس پر نسب
علماء، عمر خیام کی شاعری کی داؤد ختم کر دینا چاہتے ہیں،

ابرین سے مرا شکستی رتی برہن و عیش را پسیتی رتی

بر خاک بچتی تے ناسب ارا خاکم بدہن مگر تو مستی رتی

مولوی ولی اللہ نے اپنی بیجا تاویلات سے کام لیتے ہوئے، عمر خیام کی رباعیت
کے معنی کچھ کے کچھ کر دیئے، مندرجہ بالا رباعی کا ترجمہ بھی تبدیل کر دیا، اور رباعی کا مخاطب
مکتب قرار دیا، مگر ان کا ایمان اس تحریف سے کانپ اٹھا، خوفِ خدا غالب آیا، حالت
ملاحظہ ہو۔

”لیکن ترجمہ کو تو سے بچنے کے لئے کیا گیا ہے، عام طور پر اس رباعی میں خطاب خدا کی طرف

ہی سمجھا جاتا ہے، اور خاکم بدہن سے اس خیال کا دلیل کا خیال نفس کو تو سے بچنے کے لئے اب تک

ہیں چھوڑا، بجائے صداقت خیال اسی لئے استعمال کیا گیا ہے، اکی اور بھی تائید ہوتی ہے، یوں

بھی دودو دراز کی تاویل نہ کی جاوے، تو رباعی کے الفاظ اور ترکیب اسی خیال کی مرہ ہیں“

ایمانداری کا نمونہ ملاحظہ ہو، انوس گنا ہے لذت اسی کا نام ہے، جو لعقب سے پیدا
ہوتا ہے، اور اسکی ان کے ہاں کمی نہیں،

عمر خیام کی بدربانی نے جو کلمہ کھرا دیا، کیا اس سے بڑھ کر کسی ہے دین کی زبان
سے کلمہ کفر نکل سکتا ہے، برہن ایسے بڑیوں کو سمجھاتا ہے،

لئے مرغ پر شکستہ نغاس و قفس کن

برہن جس دیوتا کے اعتقاد مذہب کا بچاری ہے، اُس کے دہرم میں ایسی بے ہمتی کے کلمات کہاں مل سکتے ہیں، دوستوں نے کہا کہ کسی شاعر کی شاعری کا محاکمہ اُس وقت تک چرچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس شاعر کے طرزِ شکوہ و شکایتِ زمانہ کے رنگ نہ دکھائے جائیں، ہم نے اپنی پہچان سے کہ ایسے ہی حالات کے زیرِ شاگردی تعلیم تربیت پائی تھی، تعلیم و تربیت برہن پر نظرِ تجسس شروع سے آخر تک ماری، مگر وہاں ایک کلمہ بھی اُن کے ظلم کا نہ پایا، اپنی محنت و محرومی اُن سے بیان کی، وہ خاموش رہے، جب کلام پر دوسری نظر پڑی، تو یہ راز کھلا کہ پختہ اعتقاد، خوش بنیاد، صابر و عابد کی زبان پر یہ کلمات آ ہی نہیں سکتے، وہ ترکِ خواہشات کا دلدادہ، مددِ عاتے دینی کا محروم، انقست تھا جس کو کوئی ناجائز خواہش ہی پیدا نہیں ہوتی، شکوہ، فلک، اور ”شکایتِ زمانہ“ کی آلائش سے اُس کی زبان پاک ہو گئی، طوطا ہوتی، اب بد مذاق خواہ اُن کی کمزوری بیان سمجھیں، یا خوش مذاق خوبی کلام، ہم یہ نونہ کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

منصفِ خود بدون از آشوب ارد گردگار در درامطلوب الفاف دست انا کمر است

اس کے برخلاف اُن کا کلام کا میخانہ ”انسانی معذوری“ ”تقدیر و تدبیر کی لٹھی“ ”اقبالِ معصیت“ ”مجر و نیاز“ ”گریہ و زاری“ ”تسلیم و رضا“ کی مختلف قسم کی شرابوں سے بھرا ہوا ہے، اب ہم ہر ایک کا مزہ چکھاتے ہیں، اور ساتھ ہی اپنے گزشتہ دور زندگی کے الفاظِ شکوہ و شکایتِ مذمت کے ساتھ واپس لیتے ہیں، کہ جو اس لکھنوار قلم نے کبھی لکھے، برہن خوب لکھتا ہے۔

فلک کند گنجی، اہل روزگار درست کہ جو طفلِ ضعیف و آسمان استاد

برہن حاصل تدبیر تو باشد معلوم
کرم اوست کہ تدبیرِ خطا آرد درست

تدبیرِ تقدیر کی قسموں کا فیصلہ

”تدبیر کرد اور تقدیر پرشاکر ہو،“ ٹھیک ہے، اور فتح کی نشانی ”تدبیر پرشاکر ہو اور

تہ میر کرد، بد فیسی اور ناکامی کی دلیل ہے، برہمن نے یہ سکہ خوب چل گیا ہے، شعر مند بھٹوان
کا لطف لینے کے بعد اشعار ذیل پڑھے۔

ہتی ز نقد خردش ہمیشہ باشد درست کسے کہ دیدہ چو سنہ امید باز گسند

چو باشد کار باد پر دہ تقدیروں دانا بچے آرائش دکا بچہ تدبیر سگرود

کجا عالم تقدیر ہے تو انے بڑو کہ ماندہ بخل در گنجہ تدبیر

انہ فکر شیخ زندہ سیر برہمن ماند کہ اصل مصلحت کار در ارادہ اوست

انسانی معذوری

جب شاہجہان سادھی شان بادشاہ ایک آن کی آن میں اپنے بیٹے

کے ہاتھوں زندان بلا میں ڈال دیا گیا، شاہی نعل گھر کے مالکوں و محافظوں نے تہ تیغ کر دی

تو جو اصحاب مغلیہ سلطنت کے جاہ جلال سے واقف تھے، انسانی معذوری و مجبوری کے قائل ہو گئے

برہمن نے سب کچھ دیکھا، اور ہم نے سنا، ہواڑ سننے سے ہو سکتا ہے، تو ظاہر ہے، مگر جو اثر

دیکھنے کا ہو سکتا ہے، اُسے برہمن سادھی ہوش تو کیا، ادنیٰ و اعلیٰ دماغ محسوس کرتا ہوگا، عجیب

برہمن کا محبوب و مدد و ییعد خدا، سلطنت شہزادہ داراشکوہ برہنہ ہاتھی پر دراز اٹھتا

کے بازاروں میں تہہ پر کیا گیا، اور جلا وطنی نے مسور کی دال بھی کھانے کی جہلت نہ دی، تو کیا

سوائے اور رنگ زیب کے دل کے کوئی ایسا دل ہے، کہ جو انسانی مجبوری کا تماشا دیکھ کر نہ

کاتال نہ ہو جائے، برہمن نے اس سلسلہ فرد یہ میں تہہ کی باتیں کھچی ہیں، آپ ایک دوسرے

دور پہنچے۔

دل چو خورشید ہم عمر جہاں گروی کرد جائے محفوظ تر از سایہ دیوار یافت

دل بے رفت پئے کام بجائے رسید لعل بسیادے لعل شکر باریافت

خود براہ تو بس یافت کار ساخت کہ ایں معاذ را اختیار دانا نیست

صحبت جمع ہم چرخ کجا کرد راست

کار ما بر سر زلف تو خدا آورد راست

صبر استقلال

عیش از ہنوشیوں ماکس نگرہ است گل گر بنو گلشن ماکس نگرہ است
صبر و استقلال آفات کے دشمن اور قلب کی راحت ہیں، جو چاہئے، آزما
دیکھے، ان کے بغیر گزارہ نہیں، جہاں یہ نہیں، اطمینان و سکون نہیں، جہاں اطمینان و سکون نہیں،
وہاں زندگی نہیں، یہ سائنس کی حققت میں پانے کے قابل ہیں، برہن سچ پڑھاتے ہیں سہ
ماہند نسیم از دور و دلا در آیم در راہ طلب امن ماکس نگرہ است
گنج زر گر بنو ہمست باقی باد دامن پر گھر و چشم گر ریز بس است

سلامت دی

قدم دلیرینہ در سراسر بے ثباتی و کہ استقامت خس مشکل است در روبرو
مطالعہ فطرت اس امر کا تحقیق ہے، کہ جو کام ہماری سمجھ میں آئے، ہم اُس
سبق حاصل کریں، آفتاب کی ترازو اعتدال پر ہے، ماہتاب کی درخشانی معتدل ہے، صوبہ ہماری
غلطیوں سے نظام فلکی میں فرق پڑ جاتا ہے، تبارشیں اعتدال چھوڑ دیتی ہیں، نقطہ دو با نمودار
ہوتے ہیں، اور تمام عالم میں عالمگیر تباہی و بربادی کا منظر نظر آتا ہے، سائنس سے جو انسان اعتدال
سے تجاوز کرتا ہے، اُس کا شمار ہوتا ہے، اُس کی خرابی اثر لاسے بغیر نہیں رہتی، برہن نے
ترازو نے اعتدال صبح رکھنے کے لئے بڑا در دیا ہے۔

قدم زاندا زہ بیرون از بے طلبی آفتہ کہ دامن تحمل آشتائے پائے ما باشد

گرفتہ پر پرخاں جام ہی بکف تکلیف کہ اس قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

راستی

راستی نیست از بیک و ارد نمود راست گویم کہ راستی دیگر است
"راستی" ہر قوم و ملت میں تعلیق کی گئی ہے، اور ایسے پارسانی کے درجہ تک
پہنچا دیا گیا ہے، مگر دروغ بیانی کے حملوں نے اس کا دامن تار تار کر رکھا ہے، کون ہے کہ جو
راستی کا دعویٰ کرے، یہ جنس ایمان کی جاں ہے، اور مادی ترقیات کی آنکھوں میں خاد کی
طرح کھسکتی ہے، یہ منزل سخت کشن ہے، اور ایسی بے ڈھنگی کہ قدم پر ٹھوکر ہے، مگر پھر بھی
آفات کی دشمن اور ذولی تقویت کی دوست ہے، اور اس کا انجام فتح ہے،

برہمن نے اس کی بدولت پر جہاں درباروں میں فتح پائی اگارا نام فتح من لیجے۔
 سرگرمیوں پر وہ اسے سرور آزادی کرناست راستی را جملہ شاگردان آزادی کرناست
 ما برہمن ہرچہ بد کہ دیکھ بدالستہ ایم عذر می خواہیم اگر از اخطائے رفتہ است

د وفا ہر چند یاد در سپے چور و حبسا رود عاشق ہمیشہ در رو ہر دو فارود
 جنس "دفا" اگر اداں ہے نگر نایاب ہر دنیوی بندہ اس کا مومن ہو سکتا ہے
 مگر ہر شخص اس کا دعویدار ہوتا ہوا اس سے ہمیدست ہے اس کا آغاز ظلم اور انجام فتح
 ہے دفا عزت و آبرو کی نگہبان ہی نہیں بلکہ اس کی نمائش باعث افزائش آسائش دل ہے
 بے دفائی سے سلطنت ملک تو میں تباہ ہو جاتی ہیں برہمن نے نام ہما دھوا کے دعوت
 داروں کی سیوفائیاں ہی نہیں دیکھیں بلکہ انکی گھڑیاں نکھیں اور بھرے دربار میں اپنے کلمہ گو اپنے ہم قوم
 اپنے آقا اپنے ولی نعمت اپنے نقل سجانی کے خلاف ان لوگوں نے بے دفائی کی اگرچہ شیشوں
 سے لک کھا رہے تھے اور بعض وہ کم ظرف تھے کہ جو بگڑیاں چراتے ہواتے سلطنت کے ستون
 بنے ہوئے تھے

برہمن نے اپنے نقہ سخن میں اس جنس کی دکان داری پر براہ در دیا ہے جو کہ یہ
 گرائی جنس زمانے سے مفقود ہو رہی ہے اس نے برہمن دسیا بھکر کو اشعار ذیل سکھ ڈالیہ
 اس کی خریداری پر مائل کرتا ہے کہ مایہ انسانیت ہے وہ

دفا ہے ہمدرد نواز و اہوس کے آید کہ حفظ شغل ز داماں جنس نے آید

دنا ہمارے دسیا گزر کن کہ آسان بگڑا دھ مرد ہمارا

سخاوت آنکس کہ بدادہ گشت جو رسد کو وقت تو خوش کہ کیسی یافت
 خیرات اور سخاوت ایک ہی بات ہے سچی مٹی یہ صفت سخاوت کی پلائی ہے
 اور ہر سطحی سخی کہا جاتا ہے سخاوت کا فیضیاب عطیہ بخشش اور خیرات کے نامزد کرتا ہے
 سخاوت اور خیرات کی وہی تعریف کر سکتا ہے کہ جو اس عطیہ کا بی کا شفی ہو تا ہے برہمن

مخودات کے برہنہ تھے، مگر حقیقتہً وہ اصلی برہنہ تھے، کہ جن خدمات سے زیادہ معاوضہ کے روادار نہیں، اس لئے ان کے تمام کلام میں باوصف تلاش اس کی متعلق ہمیں ایک شعر بلا جو پیشانی پر درج کر دیا گیا،

صالحی | تو دہر جاوے ہر کس بجا خوش ہوید، تو کو جبہ جوید شیخ و درخانہ برہنہ ہم
اس فضیلت کی دستا فضیلت ان بندگان خاص کے سر مبارک پر بند ہوتی ہے کہ جو دربار و عایت میں داخل ہو کر سب جگہ اُسی کا جلوہ دیکھتے ہیں، اپنے کو اچھا دوسرے کو بُرا نہیں سمجھتے، اور یہ جب ہی سمجھا جائے گا، جب خدا ایک سمجھا جائے گا، وحدت و جوہر کے قائم جب اس در پر چوڑ کر لیں گے، تو یہ دُور زنگی چھوڑ کر، وحدت کی معنوی رنگت میں لگے جائیں گے، پھر ان کے بیان و کلام سے لگا کر اور زخروں کے چٹے پھوٹ نکلیں گے، خدا اس حجتِ عام کو سب کے کشتِ قلب سیراب کرے، خصوصاً ہندوستان کے جہاں مسلمانوں میں مسلمان، کافر سمجھے جاتے ہیں، اور ہندوؤں میں ہندو ٹیچہ اور اچھوت

برہنہ تین سو برس پہلے نسلِ آدم کے جھگڑا لوازمو کو سمجھاتے ہیں۔

در حقیقت نیست چوں بگیاگی در روزگار | مابود بگیا بنگاں را آشا ہنمیدہ ایم

ایں جانور کس کس سبجہ و زناں | عشق است گذشتن ز سر نہ ہبٹ شینہ

حدیث عشق از گفتار و فکر است مستثنیٰ | برہنہ در محبت کفر است و حقہ خرافی ہا

مخود داری | بچشم ہست من نشانہ و خدا کیست | دریں چمن بجز اس نسبت بہا یکیت

آج کل دُنیا میں اگر کوئی رحمت باعثِ رحمت ہے، تو دیانت داری اور راستی کی طرح ایک خود داری بھی ہے، زمانہ سلف میں یہ بھی ایک جوہر انسانی سمجھا جاتا تھا، آج کل باعثِ تنگ ہے، خود داری کے معنی یہ نہیں، کہ کسی کی توہین و تمسخر کی جائے، دل آزادی و لغت ظاہر ہو، خود داری دوسری شکل میں صبر کا دیوتا ہے، کہ جس پر سب عزتیں جمعیت ہو جاتی ہیں، خود بوسے پر پڑا، ہنہ بھوکا بھوکا، نامک پر نامک رکھے، دولت و عروج عاجزی و لحاجت

پر لات مارتا ہے، دُنیا کے ادبِ غرض و نغوی خواہشاتِ فانی کے لئے تڑپو، تجھ کو کہتے ہیں
اگر وہ ایسی جستجو کریں گے جو ان کی آبرو دہری کا باعثِ بولام ہے، پس اس سے بچے کیلئے
جو شخص بے قرار رہتا ہے، وہ ”خود دار“ کہلاتا ہے، اور اُس کی عادتِ صفتِ ”خوداری“
سے متصف ہوتی ہے

اِس کی ماضیت اولادِ تہا اور مدعا ہے، جب وہ اُنہیں علاج کر دیتی ہے تو پھر برہن
خود دار ہو کر بڑے لطف سے دن کا فنی ہے، خود داری کا درجہ منازلِ انسانی میں بڑا
بلند ہے، اِسی وجہ سے بہت کم دسائی ہوتی ہے، برہن چوٹی پر پہنچ کر خواہشاتِ دنیاترک کر کے
اپنی جنس کے جھوٹے بھیسے افراد کو نزدیک اور آواز میں دے دیکر صحیح راستہ بتاتے ہیں، اگر ایک اہل دُنیا
ہیں کہ کان پر آواز نہیں دہرتے، بلکہ اُن سے بے غیرتی وجہ شری کے وہ وہ افعال سرزد
ہوتے ہیں، خود داری اِس ملک سے رخصت ہو کر ادھر کا دھیان نہیں کرتی، اسے سوائے
فانی کے فانی تر بندہ اور برہن کی آواز پر کان لگاؤ

اندھیراں دآں کشمِ منت کے	آپ من آب دیدہ پس دناںم آفتاب
دلِ مجاہد روزانہ پستِ جہاں	کہ زو اہل خود مدخلِ رو کاو گئے است
پو مردِ آزاد و باہتہ سستی	بزر و ور فلکِ پست را دوتا کند
نازمِ لہیرِ چشمی بہت کہ چشمِ من	ہرگز بروئے شاید اُمیدِ مازند
آبے کہ آید ویر و در گلو مرین	آباز دو دیدہ پر دے آبر و مرز
ماریزہ چینِ خوانِ کساں چوں گس نیم	منتِ پدیرِ مایہ وینچ کس نیم

چوں غبارِ را و مقیدِ ہم در عالمِ ولیک
زنگ از آئینہ تاریکِ ہا میریم

برہن اندھوس پہنچ بکچی داری
زمن و دحرفِ قناعتِ شیدہ نشینی

قناعت

خواہش کہو یا آرزو نہ کاہو یا تمنا غرضیکہ اِس خاندان کے سب افراد انسان کے
دشمنِ مادرِ امیں، دشمنوں سے ترکِ تعلقات ہی حفظِ آبرو کا باعث ہو سکتا، اِس محکوم خاندان کے

جو نہ لگتا ہے، نہ کی کھاتا ہے، یہ مرج کی طرح چور ہے میں، مگر جان لیوا اور عزت کے گاہک،
جاہلوں نے ان سے ناتہ جوڑا، انہوں نے یہ سعادۂ مندی دکھائی کہ انہیں ہی ہلاک کیا، اور
خود بھی قعرِ سخاوت میں جا پڑے، دانشمند بھوکے مرتے ہیں، مگر ان سے بات نہیں کرتے، آنکھ نمک
نہیں ملائے، اپنے تفرید کے احاطہ میں گھسنے نہیں دیتے، خود داری، طامع، چڑھیوں
کی طرح دیکے دے دے کہ ہر خیال سے دُور کر دیتی ہے، اور محض اس لئے کہ کہیں انکی
صحبت سے قلبِ صافی داغدار نہ ہو جائے، ان کے چھوٹے سے بچے دل چھوئی موسیٰ کی طرح
پڑھ رہے نہ ہو جائے، جو موجود ہے، اُسی پر صبر ہے، دست درازی ان کے مذہب میں روا نہیں
اسی عمل کا نام قناعت ہے، یہ دولت ہر ایک کے حصہ میں نہیں آتی، جو اس کے دشمن ہوتے
ہیں، وہ سخت جان کنی کے بعد ان کی جان لیتی ہے، پھر خدا روں میں گل کھلاتی ہے، یہ وہ
آفتنازی ہے کہ صدیوں کا سراپا پروں میں باور کی طرح بھٹک سے اڑ جاتا ہے، آتشبار بھی
نفقہ ان اٹھاتا ہے، قماشیں بھی خالی نہیں رہتے، مگر جو قانع مزاج اپنے گھر میں بے نیل کو اس
خطناک آفتنازی کا تماشا نہ دیکھتا ہے، وہ ہر حالت میں نفع میں رہتا ہے، بہن اس منافع
کا واحد مالک ہے، اور اس کا مال خانہ اسبابِ ترکب، نقل و قناعت سے بھر پڑا ہے، سیر
سے دل محفوظ کیجئے

کیا ست قناعت کہ چو آید بے عمل	آنچہ زین فلک نواں یافت ز زینواں یافت
من عاشقم عزا، ہوسِ احتیاج نیست	مربعِ رمیدہ را بقضی احتیاج نیست
ز اسباب قناعت کارِ خویش آسان کن	کہ چوں مشکل شود آسانے آساند
براہِ آرزو کامِ دلم ہرگز نہ شد حاصل	ز اسباب قناعت فکرِ سامانے دگر باید
بدستِ فقر قیاد آرد بر باد	کسے کہ پائے بر امان آرد و چسبید
آن طبل شکستہ ز باغِ کمر در چمن	آسودہ ام بلبزِ بشتِ گن و خوشی
از جانی و دلی آسودہ خاطر آن	ایں ملک را بختِ قتل گرفتہ است

ترک تہنا

مدعا ہر یکے در حاصل ہر دعاست و ما برہن ترک آں امدعا ہنیدہ ام
یہ عالی خاندان 'خاندان قناعت سے انتساب رکھتا ہے، مگر درجہ میں
بڑا ہے، کیونکہ اس سے نسبت ہو جانے پر فخری و روانہ آپ سے آپ کھل جائے ہیں، جہاں
مصائب مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور انسان گن ہو کر اُس کی لذت سے متلذذ ہو جاتا ہے
برہن نے یہ لذت اٹھائی اُس کا طعنت بیان کئے۔

کوین را بخلوت دل رہے دہ آزادہ کو ترک تہنا گرفتہ است

باہن از مدعا گو کہ مرا مدعا ترک مدعا شدہ است

اہل دانش بر مرکب مدعا پیچیدہ اند ہر کہ داننا تر بود از مدعا فراہنگ شد

دل حاصل مدعا سے یافت صد چیز ترک مدعا یافت

فارغ نشست لی زالم ہائے روزگار تا یک دو گام دور تر اند دعا شد

مقام عشق بلند است برہن از شوق براہ ترک تعلق یا بر مقام رسید

ما زہرسان ہیچ مداسیم، یکس دہن ہر کس قلم گرفت، اما خوبتر نوشت

کسفری

کون ہے کہ جو فنا ہونے والے دنیوی سرمایہ پر ناز نہیں کرتا، یہ سرمایہ خواہ

لیاقت کا ہو، خواہ جہالت کا، ناز سب کے حصے میں آیا ہے، مگر یہ خود فخری انسان کو مردود

ہنا دیتی ہے، کیونکہ درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں، قربان جائیں اُن اعلیٰ اسمیتوں کے، کہ

جو کامل و اکمل، فاضل اہل، بے عیقل و بے نظیر ہو کر کبھی اپنے آپ کو حقیقت ہیچ سمجھے ہوئے

ہیں، اسی صفت کا نام "کسفری" ہے۔

برہن منجہ سی پر جلال سلطنت کا دیوان، نظم اور بیہوشی تھا، ایوں کا مالک نقد سخن کا محافظ

اور قلم کا دہنی تھا، مناشیر قضا، شاعر کا محرز و مجرہ ہندوستان سے نکل کر ایران، توران کا بن

اور دیگو وایتوں میں اُس کی لیاقت کا سک جابری تھا، حب ایرانی خصوصاً شیرازی زبان

فارسی کے لئے برہن کی زبان سے سنیتے تھے، استاذ ملتے تھے، مگر اللہ سے فاکساری اور

واہ رے کس فہمی کہ ہر ادنیٰ کو اعلیٰ سمجھ کر مخاطب کیا، اسی انکسار نے ہفتِ اقلیم کا شاہِ سخن بنایا
چہا چہیں کلبے نظیر گزار کھلا کر اپنی اس عادت کا کس طرح اعادہ فرماتے ہیں۔
"ایں مندر رقم قلم نہ کہتے دم گردید کہ سپندار باب سخن گرد و با صلاح ملت بریں بناد مند
گزارند"

یہ وہ وصف ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دیتا ہے، اس سخن دانِ کامل کا یہ کمال دیکھنے اور
عمل کرنے کے قابل ہے۔

لاف از ہر خود	بہمنی نواں زد	جز بے بہمنی	حبیبیت بہمن ہنر ما
سخن چو پسند بلند است	بہمن چو عجب	کہ خام و پختہ و بختل	نور سیدہ ما
سربینا ز فرد و کن	بنا کساری عشق	میں قدر سلب	احترام خواہ شد

اخفا سے راز | بحفظ راز محبت، محنت میں شرط است، راز کہ ہرچہ در دلت افتاد و زبان نرود
راز کا چھپانا، ہر مذہب و ملل میں ضروری ہی نہیں، بلکہ جائز قرار دیا گیا

ہے، اسی لئے ہندی رشیوں نے اپنے مذہبی مسائل، ششیر آباد کی طرح پردہ اخفا میں رکھے،
اور محض اس خیال سے بیان کیے، غرضی سے قہری کام سے کہ جو اس کا اہل ہے، نا اہل اگر دیکھنے
کے لئے بھی مانتہ لگاتا ہے، تو قلم کر لیتا ہے، نادانوں نے یہ غرضی بھی ہر مذہب و تہذیب میں جہالت
بنائی، حالانکہ فطرت میں دیچی ہے، کہ ہر قسمی چیز پر دے کے اندر چاہئے، آنکھ کا دل اور
دماغ کیسے کیسے پر دوس کے اندر محفوظ ہیں، راز کے پلانے دل و دماغ ہیں، مانتہ پاؤں
کئے، سرور سے جدا ہونے، آنکھیں کاسے جانے اور حیم کا قیمہ قیمہ جانے پر بھی یہ پلانے
مسما نہیں ہوتے، لوحِ دل ایسے خطا میں لکھی گئی ہے، کہ جو آنکھ پر وہ راز میں ہے، جسے
کوئی پڑے سے برا فیصلہ جو پڑھ نہیں سکتا، پس جب فطرت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے، کہ راز
چھپانے چاہئیں، تو پھر ہر حالت میں ان کا چھپانا ہی جائز ہے، انکشاف راز دشمنوں کو تو دل
خوڑ بیڑوں اور تباہیوں کا راز دار ہے، پس ہر عقلمند کے لئے یہ ضروری ہے، کہ وہ راز

چھپائے، برہن کے مشورے خاموشی سے سنتے تھے

باہر گر از دل گفتیم عیب مانگن در میان آشنائی، ماجرائے رفتہ است

ادبِ عشق چو آموزگار ما گردد تختِ شرطِ محبت، بھفظِ راز کند

عاشقِ آنست کہ یونینہ بود از دلش تنگِ شفقت اگر چاک گریاں داری

رازِ عشق است کہ دینِ نہاں یاد داشت باکسے مصلحتِ رازِ نہاں نواں کرد

خاموشی اکسیدہ سرگریاں پائے درد امن چو طفلِ پنجہ خوشند مردم دانا
برہن نے خاموشی پر بڑا زور دیا ہے، اور بار بار یہ بھیجا ہے، کہ کوئی کہنے

بجائے والا نہیں، نہ کوئی فریاد رس ہے، نہ ہمیں اختیار ہے، پنجہ کی طرح خاموش رہ

یہ فہمائش ہر مذکور کے واقعات اور حالات کے بھی عین مطابق تھی، اور یہی وہ راز

ہے، کہ جس سے ہر انسان شر سے محفوظ رہ سکتا ہے، برہن نے زمانہ کی منتہائے استعداد

قابلیت دیکھ کر ان حقائق و معارف اور حالات و واقعات کا انکشاف مناسب نہ سمجھا،

جہنیں ان کی چشم بصیرت نے دیکھا عقائدِ متین راز سمجھاتے ہیں

زہرِ چہ هست زبانِ عرب فصیح تر است بحرِ آں خاموشی کہ انفع از عجب است

سخنِ ز عشقِ گوردنہ اول از سرِ پوش بھبطِ رازِ محبت بیار حوصلہ را

چو در دیش رسد تو ہمیش دو اکفر است دریں محالہ الظہار و مدعا کفر است

بگفتے کہ چو سوسنِ خوشن باید بود نہ عندلیبِ دانی پُر از نوا کفر است

رازِ دہل چوں ہیں آزادہ تو ان کو قاتل چو بگ لالہ و در دلِ مرغِ نہانی بس است

دینِ خود، رازِ عشقِ برہن چوں پنجہ بھسد پردہ، ہفتیم و تکفیتیم

رہبرِ کامل لفظِ نقش پائے رہرواں، اہمی بندم، کہ شاید رفتہ رفتہ نقش پائے رہنوں

زمانہ قدیم میں سالک درہبر کی ہر کام میں ضرورت پڑتی تھی، حب ہی

کا مابانی ہوتی تھی، آج کل خود درہبری رہبری نہیں کر سکتے ہیں، رہبر کے بغیر منزل

مقصود پر پہنچنا ناممکن ہے اور ہر کہا 'اُس سے بھی زیادہ ناممکن'، 'آدیت کی دلق میں اُس سے ہر بزمِ خالی پڑی ہے'۔

بزمِ بے شمع است در نہ باہر از ان لال شوق	برہن میں ہر سرِ مو گترا از پردانِ نیست
نمراغِ راہِ حقیقت ز مردِ عارف کن	چو پے برہنِ آشنائے راہِ طلب
برہن از ہر سو سے دزدِ نسیمِ شہاں	خوش آن کے کہ نسیمِ شمالِ بہرِ دست
علیٰ جِ تیرگی طبعِ برافصولِ گنم	ہر گچہ مُرشدِ کامل دھندلِ گنم
برہن از اثرِ محبتِ خدا طلباں	پے عیشِ ہا کر نہ در گوشہِ خوںِ گنم
راہِ راہِ رواں گامِ ہنسایم	گائے دیرِ کو پیشِ بودِ قافلِ ازمن
قدمِ کشیدہ گدشتند بچکانِ طسیر	ز ظریفِ امِ برہنِ ہنوز ماندہ راہ

چستانِ حیات | حدیثِ عشقِ برہنِ مہر نے آید ہزار نسخہ نوشتہ پیشِ اس باقیست ہم کہاں سے آئے کیوں آئے کیا کرنا ہے کیا جانا ہے کہاں جانا

ہے اور کیا انجام ہے یہ وہ لائیلِ سوالات ہیں کہ جن کے حل کرنے میں دیدِ نژد و استفا
انجیل اور قرآن بھی بے زبان ہیں یہ فلاسفہ دنیا بھر کے فلاسفہ زبیرِ مرمل نہ کر سکے جب
قدیم و جدید سائنس اپنی برقی روشنی اس طرف لے گئی 'آدیت' کے اندھیر میں غائب ہو گئی
عقلیں بے عقل ہو گئیں اور آخر میں سب نے لاعلمی ظاہر کی

عفتِ آبِ سلسلہ حقیقتِ ازلی مستورہ کو کون بے ستر کر سکتا ہے جو اُس کا برقع
آٹارنے کی کوشش کرے خود وہ بد زمار مارا مارا پھرے جو ہم اسرارِ کاحرم کون چاک کرے
اور اسِ مہر کے حرمِ رازِ ہونیکا کون ٹوٹے کرے اس پر وہ کے اندر ایک ایسا معشوقِ رنگبری
اداسے خاص سے جو تما شہ ہے کدوڑہ سے آفتاب کو حرکت دیتا ہے شاہ کو گداسے قد کو
میں جھکا تا ہے چو نیکی کو باحق پر سوار کرتا ہے کز درد کو طاقتورِ برفِ دلتا ہے مگر نہ خود نظر
آتا ہے نہ کوئی دیکھ سکتا ہے وہ انسان کہ جو اپنی خوش قسمتی، بد قسمتی، کسوف و خوفِ بادِ ش

شنگ سالی نقطہ و دبا کے اسباب و علل، علم طبیعیات و سائنس کی مدد سے جان گیا، تیر کی ایک
 زد سے تمام پتے چھپنی کر دیئے، تر کش چلا کر تیر واپس بلایا، 'زمین و آسمان پر راستے بنائے،'
 روشنی، قدر پر بڑا، اس دریائے حقیقت کا ایک قطرہ بھی حاصل نہ کر سکا، ہر چند علم و فضل سکادیب
 کشف و کرامات کے کاشف، راز و رسانی کے رازدار، اپنی اپنی فہم و دانش کے شع جلاستے
 رہے، مگر اس ظلمات کا راستہ نہ پایا، جنہوں نے کچھ سراغ چلایا، پہلے اپنے آپ کو کھو یا، تب
 کچھ پایا، اور پھر ان کا پتہ نہ پایا، معرعہ آں را کہ خیر شد، خیرش باز نیامد
 برہمن کا تن بدن، برہمنہ مذہب کی اس عالم ایجاد کی کھٹی میں گھٹلا تھا، ہر خصوصیت
 سے اس کے نے تیار کی گئی تھی، اس نے مہر کی نکات بیان کئے، کہ پوچھوں و علوم نے نذر آتش
 خود مٹائی کر دیئے تھے، برہمن نے پراچین گرتھ اسی نظر سے دیکھے، کہ جس نیت و غرض سے وہ
 کچھ کئے تھے، رشی دہن منی آ رہے ورت کے عالمان آفتاب صفت میں ذرہ سے زیادہ حقیقت
 نہ رکھتے تھے، وہ چلتاں اس طرح حل فرماتے ہیں :-

”اے انسان تو کمزور و ناقص ہے، اے فز و ذرہ خاک، ازوقی اختیار کر، مہیا کر تجھے ہونا
 چاہئے، کیا تو اپنے خیالات کا و سطلی تک بلند کرنے کا خواہشمند ہے، کیا تو اپنے سامنے ہر جگہ حاضر
 و ناظر ہستی دیکھنا چاہتا ہے، اپنی حالت پر غور کر، سب پتہ لگ جائیگا“

قدیم رشیوں کے چوچی خیالات ہیں، کہ جو برہمن نے اپنے گیتوں میں گائے ہیں، اور
 جن سے اپنے کلام گرامے ہیں، آریہ آریہ سمجھتے ہیں، عیسائی عیسائی، اور مسلمان مسلمان، کیونکہ
 آپ نے مودت کی مناسبت کے لحاظ سے انہیں ایسے رنگ میں رنگا، کہ سفیدی میں سفیدی نظر
 آئے، اور تاریکی میں تاریکی، برہمن نے اس طرح اور رنگ کا نسخہ مختلف اجزا کی ترکیب سے اپنے
 تجربہ و تخیل کا مظاہر فرمایا ہے، جو ایک سے ایک بڑھ کر تیر بہد ہوتے، چند نئے امانت و اطمنان
 کے پیروں کے جاتے ہیں، جو استعمال کرنے کے قابل ہے :-

”فاج قلب سکندرا عظم“ و بہار سنائی

ز آبِ رنگِ جہاںِ حیاتِ بدینِ حاصل بماند نشہ لبِ آئینس کہ بر گلاب نشست
 بنائے قصرِ جہاںِ اثباتِ محکمِ نیست بجز اساسِ محبت کہ در پیاوست
 در میانِ چار دیواریں نفسِ مرغِ نفس چیرے دارم کہ چوں سے آید و چوں میرود
 حاصلِ عمرِ گرامیِ جلدِ خوابِ غفلتِ است ہر چہ با اماناں سے آید بالسنوں میرود
 فغان کہ عمرِ بسر رفت دمانہ ہمیشہ یلم زہمت بود و جہاں مدعا ہمیشہ یلم
 گذشت عمرِ دول از آرزو شد فغانی سخن نماند و لب از گفتگو شد فغانی
 ہزار دستہ از گشتن جہاں بردند ہنوز ایمین از رنگِ برون شد فغانی
 ہمیشہ گری بخسانہ جہاں باقیست ہزار جہاں شکست و سبب شد فغانی

سے را و سخت و شیشہ عمرِ گرامی نازک است

صحبتِ یسار و دھارہ تا کجا خواہد گذشت

از منہ قدیم و جدید کے شعرائے فارسی دار و دوا لعموم فکر میں
 اور کئی متاد کے ہاتھوں زندگی سے بڑا اور ہے ہیں اور یہ

بدین کی عمرِ گرامی

دیگر شعرا کی عمرِ پائدار

ہزار ی تو بنوی تعلق داری اور اس کی ناکامیابی کی وجہ سے یعنی سخت و مزدور و غر و جاہ کا
 دشمن تھا، اُن کا رفیقِ حال تھا، اس نے انہوں نے اپنے کلام میں عام طور پر انسانی عمر کی قیمت
 خاک میں ملائی، اور اُسے حجاب و دہال بلکہ سرحد و طال پھیرا یا بنے جو اُن کے حالاتِ زندگی
 کے عین مطابق تھا، ان میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں سے

فکرِ معاش، عشقِ بے تاں، یادِ فلک، اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کجا کرے

زندگی سے بڑا سرمد کہتے ہیں سے

سر قبا کر دازتم شوئے کہ با یا د بود نقدِ کوتاہ گشت و در دہر بسیار بود

گوہرِ بدین ہندی فلسفہ کا قائل و عامل تھا، وہ جانتا تھا کہ انسانی سچے پیری ریاضتوں
 اور عبادتوں سے ملتا ہے، اُس کے ہر نفس کی قدر کی جانی چاہئے، وہ انسانی عمر کی بڑی گریہ

اور اس کو بڑی منزلت دیتا ہے، اسی وجہ سے اُس کا قلم جیسے ٹکر کھنا چاہتا ہے، ”عمر گرامی“
 یا ”عمر گرامیہ“ یا ”عمر عزیز“ یا ”نقدِ عمر“ وغیرہ سے اُسے عزت دیتا ہے، آپ دیوان شریف میں اکیلا
 لفظ ”عمر“ شاید ہی پائیں گے، عمر کی یہ فضیلت ملاحظہ ہو، ”خدا کرے کہ آپ بھی اس کی قدر
 ایسی ہی کریں، جو لفظ کا قدر دان آپ کو سمجھاتا ہے۔“

حسابِ عمر بدیر تا صواب گذشت فغانِ عمر گر گمانِ بے حساب گذشت
 بیکرِ مہدہ خافلِ مشو و عسیر دراز کہ اس حسابِ عمر دوزبے تمام خواہند
 ہزار سید گو شتم و سببہ مباض کہ نقدِ عمر ز کف میر دو گن اثمان
 برہن در شبادِ عمرِ سنیر اکثر بے حسابِ سیدیم

انگریزِ نامح از کہ تو بے برہن میر سے ناصح از کہ حسابِ کئی بے حساب ہے آید
 فارسی وار و غرابتِ اسے عابد و زاہدِ ناصح و مکتبِ شیخ و برہن کے دشمن

جان رہے ہیں، اور ایسے سخت کہ دینِ پاک کے لباسِ فاخرہ کی بھی دھجیاں اڑا دیں، اور
 ایسی مقرر اعلیٰ سخن سے کہ جس کا تراش تراش سب کو بھایا، اور ہر ایک بے دریغ استقبال
 میں لایا، اس دیوانِ پن سے نہ تو عابد کا بال نیکیا ہوا نہ زاہد کا، مگر اپنی نفسِ تباہ و برباد
 کر لیں، یہ علتِ اپنا کلام گمانے اور جدتِ بیان دکھانے کے لئے کی گئی تھی، بد مذاق اہل
 سخن ان کے دم میں آئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام اڑ گیا، استادوں
 کا اعزاز و اقتدار جاتا رہا، بے ادبی، بد نصیبی کے مترادف بنے، دراصل ملکی ادب و زبان
 پر ہر وہاں راہ بے ادبی کے اشتغالِ انکار کا نتیجہ ہے، ان پر مہے لکھوں نے اپنے ترکہ اور
 وراثت کے زور پر اپنی بد نصیبی کے جوکارنا سے لکھے ہیں، آئندہ نسلوں کو خبردار کرنے کیلئے
 انہیں یہاں نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں، نقلِ کفر کفر بنائے۔“

سعدی سب سے زیادہ دانشمندی کے دشمن ہیں۔

گنجی اسے کہ لعنت گئی و لعنت شنی تو برکنا رہے ماؤ فادہ و دروغِ قاب

واعظ بطن گفت کہ دوستے تمہاں نہیں (اعلم) اے بے قیودیدہ بنیاد برائے محبت
عمر خیام واعظ کو اندہا بناتے ہیں

آسے خواجہ کیے کام روا کن مارا دم در گل و در کار خدا کن مارا
مارا ست رویم ایک تو کج سے بنی رو چارہ دیدہ کن رہا کن مارا

از سر بالین من برخیز ای نادان طبیب (اعلم) درد مند سے شن ادا در و خرد دیدار نیست
زادہ شراب پینے سے کافر ہوا میں کس؟ دلا علم کیا ڈیڑھ چکر پانی میں ایمان پڑ گیا

حضرت ناصح گز آئیں دیدہ دل فروش راہ دلتا کوئی تجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھا میں گئے کیا
حالی بیمار سے ناصح کو داترہ انسانیت سے کبھی خارج کرتے ہیں

ہم نہ تھے آگاہ واعظ رشتہ خوئی محو تری آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم
دندہ خراب حال کو زادہ بھیس تو دلا علم تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی بیڑ تو

زادہ شکر کہ ہے سوزہ طبی میں ہشتال اقبال خشک ہے اس کو غریق یم مہیا کر دیں
گر برہمن کی جدت طبع نے ان بے ادب بے نصیبوں سے دن رات شہت رسکتے

ہوئے بھی اس کا حقیقی واسطی رات دریافت کیا اور اسی پر سزا اختیار کیا فارسی شاعری
مفتی شہر خیال میں لپچنے کے لئے یہ نیازا ست ہے کہ جس کا آغاز شاعری سے ۳۵۰ سال تک کسی

نے خیال بھی نہ کیا تھا نہ سراغ چھلایا تھا یہ جدید روحانی رات دیکھنے کے قابل ہے چوند نازل
ہمارے ہمارے چلتے فراد دیکھنے کی زحمت فرمائے اور جدت بیان کا ذرا آنا سے

دوش نیگفت بمن پیر نطاں از سر لطف کایں نہ آن مست خراب ست کہ شیار بود
پیر ناصح کند در دل عاشق اوشے مست راضحت ہنشا دے آیدار ست

زید ناصح اگر سرگراں شوم چو مجب کہ کار من بھر فیان دیگر آندا دست
کوہ روز دنا صبح با جانہ صد قاقاب یادگار چاک ناک کا می فرسے پست

ملک فارسی نظم کا آغاز سہ سے کیا جاتا ہے مجھ اقل اقل مدد کی شعرا غ چلا اور اسی شان میں
فرمایا اور تغیر سے آگے نہیں لے سکتا اور یہاں تک کہ "بہار شاعری"

جمعیتِ خاطر رُزگارِ گردش گردِ دین ہرزہ گردِ پہ باک اگر کبشورِ دل آرمیدہ شیشینی
دل کا قائم رکھنا یہی ہے کہ جمیع خواہشات ترک کر دی جائیں، جہاں
جمعیتِ خاطر کی شگرافتی ہے، دنیا کی سبائشیا اُس کے تابع فرمان ہیں، اور تو اُدرا حکم الحاکمین
بھی اُس سے مانوس ہے، ہر طرح کی جمعیتِ خاطر انسانی فرحت و انبساط کا پیام لاتی ہے
مگر جمعیتِ قلبِ خدائی، دردِ داسے کھول دیتی ہے، برہن کے آگے، دردِ داسے کھلے جو دکھا
وہ سُساتے ہیں۔

در گوشہٴ خوں چو عتقاقتِ ادہ ام دیگر مرا بصحت کس احتیاج نیست
ہر شکوہ کو زوی سنگِ تعلق برہ آید رُزگارِ ہم کس درکشِ دیگر دُشدہٴ تیشیں
شاید کہ بیابی اڑے تو نے میانیں دم درکشِ دبارِ کیرِ زادِ موندہٴ بنشین
خواہی کہ گئی از روشنِ سمرقند یک لحظہ برہنِ سیرِ چوشتِ بنشین

برہن بے صفائی دل انگوہِ دکامِ دل حاصل

صفائی باطن

دعا گر صدقِ باطن نیست بے تاثیر ہوگا

برہن کا کلام اگر کہیں مبالغہ سے ملو تو اسے 'تزوہ' صفائی باطن' کا خیال ہے، اور سچ تو یہ
ہے کہ اس مرکب کے بغیر فلک کی سیر بھی نہیں ہو سکتی، نہ عالمِ بالا کی زبان بھی جاسکتی ہے، یہ
رُزگارِ سمجھانے کے لئے مبالغہ سے جس قدر کام لیا جاتا تھا، اگر ہم کسی معمولی کپڑے پر بھی کوئی صوفیانہ
رنگ چڑھانا چاہیں، وہ اس وقت تک نہیں چڑھ سکتا، جب تک کہ متفرق مصالحت سے اسکی
ظاہری و باطنی کشمکشیں دور نہ کر لیں، پھر انسان کے باطن پر جب تک اسے پاک و صاف نہ
کریں، روحانی رنگ کیونکر چڑھ سکتا ہے؟

برہن نے اپنا ظاہر و باطن نیک افعال و اعمال سے پاک و منزہ بنا لیا تھا، اُس پر
آسانی سے رنگ چڑھا، اور اُسے لطف آگیا، وہ دوسروں کو بھی محروم رکھنا نہیں چاہتا

۱۔ یہ نام نزلِ جمعیتِ خاطر پر ہے، اور قطعاً نے تو برہن کی جمعیتِ خاطر کا لفظ اختیار کیا ہے

اس لئے وہ ایسے نئے نئے موجدیات نکھاتے کہ جس سے ہر وہ جہاں ایک نظر آتے ہیں پسند
 نئے یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں کہ آج کل باطن کی صفائی کی سخت ضرورت ہے۔
 درنگنئے سببہ را و کینہ را از نقش کینہ سادہ بچراک سببہ را
 گر نشو در پئے تدبیر صفائی باطن بچراک کینہ شود صاف صفائی کینہ کڑا
 محبت صافی نہاں صافی و گراست صیقل زنگ ہائے نقش شیطانی در دست
 صفائی سببہ طلب برہنہ کہ در و محبت روند براثر ہر دو ان صاف ہند و
 سببہ بے کینہ چوں آئینہ وارم پڑ زہر گر رسد دروے خیال کینہ سے آئینہ نگ
 حشر عمل از ترہ و لہیا نتواں یافت باید دل صافی و صفائی سببہ

شب بیداری

نہ نہ کن بل و غیرہ مضامین سے دیوان کے دیوان بھرے پڑے ہیں اور بھرے پڑے رہنے
 چاہئے تھے کیونکہ جو ظرافت میں ہوتا ہے وہی غریب میں آتا ہے اُن کے ممدوح دُور از خیال
 تا دیلات سے اُن کے دوسرے معنی پہنانے کی سعی نہ کام کرتے ہیں

گر جو پیر مغان اپنے سیکہ میں رُوحانیت کے خم بھر کر رکھتے ہیں اُس کے ہاں ہاں ہاں
 کیوں عوام بھی جاتیں اُس عشرت کہہ کا ساقی رُوحانیت کے پیگ بلا اخذ قیمت و بلا خطر و آواز
 ہر وقت ہر ایک پلانے کے لئے بے قرار رہتا ہے برہنہ کا مخانا اس کا کلام ہے دیوان اُس کا
 ساقی ہے اب وہ ”شب بیداری“ کا جام سببہ کرتا ہے کہ جس سے معراج رُوحانی کا راستہ
 ملتا ہے آپ بھی اوتوں کو جاگ کر اس راستہ کی راہ لیجئے کہ انسانی منزل مقصد یہی ہے

سرازد در پئے صبح الشب کہ در برون کسے کہ دامن شہبائے انتظار گرفت
 برہنہ زندہ و لاں شب بھری آوند ایک پس بیج بجز دیدہ بیدار نیافت
 فردین صبح سعادت بود نصیب کسے کہ نہ چشم بیدار نہ تار سے سببہ

عجز و نیاز

ز روئے عجز بہ بر زمیں جبین نیاز کہ مانگتے دلا نسیم اور شکستہ نواز
عجز اور نیاز کے کون معنی نہیں سمجھتا، اور کون نہیں جانتا کہ بام ترقی پہ پہنچنے
کے لئے زیادہ بے خطر ہے، مگر عجز اور خود نمائی، عاجزی کب کئے جیتے ہیں، صاحب غضب گوہ
ہستیاں ہیں، جو اپنے عروج و جاہ میں عجز و نیاز اور فروتنی کو اپنا دستور حاصل بنائے ہوئے
ہیں، اسلامی نماز غضب کے عجز و نیاز کی تقویٰ ہے، حضرت محمد صاحب نے اس خود پسند
انسان پر اسے فرعن قرار دیا تھا اگر آپ بھی کسی نہ کسی طرح سے یہ عجز و نیاز اپنا فرض قرار دیں
تو پھر زندگی کا ٹلف دکھیں، برہمن نے جو کچھ پایا، اسی عمل سے پایا، اس کا عمل پسند
سہن ہے، یاد کیجئے، درنہ اس پیشانی کا کوئی علاج نہ ہو گا۔

در گنہ ذات رو بہر عقل دورین جو عجز و جہت تحقیر در گاہ کبریا
بجائے خواب ہمیں بیدار بنے کہ عجز و جہت ہے حالت درگاہ دارد
علاج رنگ گنہہ عقل پیشانیست ذکر دہائے خطا بعد از این پیشیاں باطن
حاصل عمر از جہاں نقد گناہ آورد ایم نامہ اعمال سرتا پاسیہ آورد ایم
شد عجز و تسلیم عدد رنگاہ ما شستیم ز آب دیدہ حسابے کہ داشتیم
اسے خطا پوشش مازما بگذر کرد ما حسرت و خطائے آید

۱۔ صرت ہوائی، الفاظ کی لطافت اور بہانہ کی روانی، کے ثبوت میں، اس غزل کے کہ جس کے، اشعار
ہیں، اپنی سخن پروری کے جذب میں، شعر صرف کر کے لکھے ہیں۔

دہائے انگریزی مذاق یا انہی کے بقول مذاق مذاق کے لوگ اس بیان عشق و محبت کو فضول خیال کر چکے، اور کہتے کہ ہم
مفید شاعری کے دلدادہ ہیں، ہم تو صرف کو آجنگ لکھ لکھ کر بیٹھے تھے، اس بیان سے ہم غیب بھی کھینچا ہے، کام
ظن حقیقی عشق میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ اپنی سخن جنہی سے عشق و محبت عجز و نیاز کی طرف سے گئے، ہمیں تو آپ صرت
کی سخن جنہی بھی شہ پہ لکھائے، یہ شعر و نثر ملا حظہ، اور صرت کی کامل سنی جنہی کو معلوم ہو، کہ کسی شعر میں الفاظ عشق و محبت
آجائے سے وہ تمام شہرہ تو عشق و محبت کا فساد ہو سکتا ہے، اور مذاق مذاق کے گرا ہوا قرار دیا جاسکتا ہے، یہ جام
عشق و محبت، عجز و نیاز کے عشق کا جام نہیں، بلکہ یہ تو برہمن صافی باطن اور زاہد و عابد کے عشق حقیقی کے جام ہیں، اگر
اوج ناز و آزار و خود شہرہ کر رہے ہیں،

گوشت نیست کہ بے زمرہ عشق بود ہر طرف صبر کہ دوسر کر آرائی بہت

گر یہ زاری
از سبب زنگ بردگر یہ کہ صفت آید
دار از گہر اشک چشم تر خالی
شاستر میں لکھا ہے کہ :-

”رونا نہایت، دھوم مفل ہے، کسی وقت خواہ کیسا ہی رنج و ملال ہو آنکھوں میں آنسو اور دل پہ غبار نہ آنا پائے، مگر وہ گھر رونا اگر نہ دیا جائے، تو انسانیت قائم نہیں رہتی، وہ مقامات اول دنیا دو ملوین بیان کئے گئے ہیں، انہوں ہی امورات میں اُس وقت رونا چاہئے کہ جب کوئی عزیز محبوب گھر مر جائے، اور یہ دم سے مرے ہو چھو کہ کیوں، رونا چاہئے وہ حد جس کے اجار یوں کے پاس جاؤ، اور اُن سے پوچھو، دوسرا مقام پریشور کی حضور میں پراستھا کے بعد دونوں وقت گزر گئے کہ اپنے اور دل کے جو ان پر ہر مقامات پر اپنے آنسو گرائے گا، جو اہر جائے گا“

برہمن بھی اس شاستر کا دل سے عامل ہے، اُس نے قتل و داراشکوہ پر خون کے آنسو گرائے ہیں، خدا کی درگاہ میں ادرودہ تو ذریعہ نکات یہ آنسو ہی تراد دیتا ہے، ہنسک جب دُشیا میں نکت و عز و ظلم و دلدلی خود سری و خود دمانی پیدا ہو جاتی ہے، تو ایسے موقع پر عالم حقیقی کی نگاہ میں رو نہایت جگہ و بنوی اصلح کا موجب ہو سکتا ہے، برہمن کا دیوان اس گریہ زاری سے بھر چکا ہے، اور اُس کے نتائج ایسے ایسے آویز بیان فرماتے ہیں، کہ ہر شخص کا روتنے کو دل چاہتا ہے، ضرورت تھی کہ برہمن اس عہد میں شاستر کے اس حکم کی تعمیل میں نہ تھے، پر رور دیتا، برہمن کی گریہ و زاری سننے لگا، دل ایک گریہ ملا، روم کے فلسفہ پر غور کیجئے :-

تا نابار و ابر کے حسن و چین (ملوک) تا نگریہ طفل کے جوشد لین	چشم ہزار چشمہ تر شاں دیداروں
بایں مرا تاپ و اں احتیاج نیست	ہمیشہ در مسند دیدہ قضاہ اشکم
برد و شب گہر آبدار سے بند	چور و جھڑپ برہمن حساب پیش آزند
باب دیدہ و بشوئم نہ اے سماں	عبارت معصیت آئینہ دل تیرہ سپ دارد
مگر اشک نہ امت قضا ساز و زنگہ عیسا	سینہ بریاں دیدہ گریاں حاصل باودوں
مگر نہ اسباب عقلن خشک زرمیخو استم	

حاصل گرہائے نسیم شبہ
تاکسود فتح باب مسدیم
گرنیہ اری سے صالائی نامک ہے

برہمن کا فلسفہ ”گریہ و زاری“ کو محض گناہ کا کفارہ سمجھتا ہے، اور اس میں یہ اثر مطلق نہیں پاتا، کہ وہاں باری نصیب ہو، اس کا سنتہ اودھ ہے جو دیوان میں ہر جگہ موجود ہے

عیش و مصاف اگر اشک است یزداد ہر کہ بر آئینہ عینہ عیار سے دارد
انسان کی یہ عادت چلی ہے، کہ وہ اپنے عیوب و درگناہوں سے واقف ہونے

پر بھی دوسروں کو واقف ہونے سے روکتا ہے، بلکہ حتی الوسع ان کی واقفیت پر بھی پردہ ڈالتا جاتا ہے، یہ پردے سنیکٹوں طرح سے ڈالے جاتے ہیں، کہیں دہر سالہ دسرانے بنائی جاتی ہیں، کہیں مسجد و مندر استھاپن کیا جاتا ہے، کہیں تحریر و تقریر سے اپنے دہشہ دہوئے جاتے ہیں، کہیں دستوں آشناؤں سے، امداد لی جاتی ہے، کہیں بے طرح دولت بر باؤ کی جاتی ہے، غرضیکہ ان لمیزوں میں وہ دولت حرام منافع کی جاتی ہے، کہ جس کیسے یہ سب فریب رہے جاتے ہیں، یہ پردہ انسانوں ہی سے نہیں کیا جاتا، بلکہ حقیقی محرم زاد کو بھی دھوکا دیا جاتا ہے، غدر گناہ بدتر از گناہ کہی نہیں رکھتا ہے

گر یہ گنہ نہیں، جہاں سیاہی میں معیدی، دن کے بعد رات سردی کے بعد گرمی، سختی کے بعد نرمی لازمی ہے، وہاں دُنیا میں جھوٹے بڑے سب طرح کے پائے جاتے ہیں، اور ایسے دل بھی ہیں، کہ جو عالم گل ہی کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے التجا نہیں کرتے، بلکہ بھین دہنگی نماز و سلام میں بھی اقبالِ معصیت کے مقبل نظر آتے ہیں، اور عام دُنیا داروں کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کر کے اپنی اوصالت کا ثبوت دیتے ہیں، ایسا انسان ایسے ہی صفات کی وجہ سے عام انسانوں میں امتیاز کیا جاتا ہے

دُنیا میں وہ کون انسان ہے، کہ جس نے کبھی آئین دین و دُنیا کی خلاف ورزی نہ کی ہو اور

تھپانکی کوشش میں غلطی و پچال نہ رہا ہو اگر انسان اُسے ہی کہا جاسکتا ہے کہ جو اپنے گناہ کا
کفارہ کرے اور آئندہ مجتنب رہے، برہنہ بادِ صفت بے عیب و بے خطا ہونے کے اقبال
معصیت پر خاص زور دیتے ہیں، مطلب یہ کہ خود مافیٰ جو اُس زمانہ کا طرہ امتیاز تھا وہ ہر وہی طریقہ بھر و نیاز
کی تفصیل کہہ رہے، یہ اقبال کندن بنائے کیلئے اکبر چاہتی ہی اس سحر کا اثر ڈالنا چاہتا ہوں کہ سب

بھائی مل کر اپنی زندگی اس دھن سے گزاریں، برہنہ کا پیش سب بھائی نہیں سہ

پڑا زہدِ پیش گناہ نامِ سیاہِ نیست گنہ زہر کہ بود داخل گناہ نیست

مارا نظرِ بد زہرِ تلخِ عیبت از کردہ گر حساب بخوای جوابِ نیست

جہیں روشن است داغِ گناہ بندہ روشناس عصیانِ نیست

حاصلِ عراز جہاں لغتِ گناہ آوردیم نامِ اعمال سترِ سیاہ آوردیم

بُعدِ معصیتِ فاموش گر با شمر دبا باشد کہ پیدا می شود از بے زبانی انفعالِ نیست

از نیک و بد و بر و خیر برہنہ کہ در ہماں دانا کے کہ در بے اہلِ رضا رُو
تسلیم و رضا انسان خواہ اُس کی دینوی و جاہلیتِ شاہ سے گزر کر پیغمبرِ اوقاتِ کمپا

جائے ہر حالت میں مجبور و معذور ہے، جوانی اور نادانی اکثر غلوئے کر دیتی ہے کہ جو کچھ ہوں اس

ہی ہوں، مگر جب انسان حوادثِ زمانہ کی زد میں آکر حفاظت سے ناامید ہو جاتا ہے تو جست

پٹ تسلیم و رضا پر اعتقاد سے آتا ہے، جو فکرتِ پیچ اس سرائے فانی کی مہمانی کی وقعت سمجھ

ہوئے میں عروج میں بھی "تسلیم و رضا" کے قائل رہ کر بے جا ترددات سے باز

رہتے ہیں، شکست پر صبر فرماتے ہیں

برہنہ ابتدا سے "تسلیم و رضا" کا قائل تھا، اُس کا تسلیم و رضا کے دیوتا کے قدموں

پر ہمیشہ چھکارہتا تھا، یہ اہانت کا پھل تھا، مگر وہ اس طرح سے دینوی عروج و دہو طیں کیاں

برسجود نظر آیا، یہ سجدہ دیکھنے کے قابل ہے سہ

تمام شکرم از احسان ہے نہایت مست کجا گزارد بود بر زبان من گلہ را

برہمن سے شود آساں برہما و تسلیم
ایں ہمدرد و تدبیر مجھے کہ تراست

سرمایہ مائیت بعینہ از دم تسلیم
گر را بہت خطر سے داشتہ باشد

اے برہمن درہن پیش از سر باید رسید را بہار است صبح از پیش از وہاں گذشت
صبح خیزی

ہندوؤں نے آغاز آفرینش ہی سے حقانی و معارف کے پردے اٹھانے
کی کوشش کی، ظلمت کا پہلا پردہ خواب صبح تھا جس کی تاریکی فکروں نے روز میں صبح کے
نہیجے تک ظلمت پھیلاتی تھی اور قلوب تیرہ و تار کر دیتی تھی، ریشیوں نے یہ پردہ اٹھایا اور صبح کے
چار بجے تک اسکی زندگی محدود کر دی

صبح خیزی را ایا آہی سے فیضیاب کرتی ہے، برہمن ریشیوں کی تسلیم سے عملی طور پر اپنا
آئینہ دل منور کر چکے تھے، دیکھنا کس انداز سے اہل دنیا کو اس خواب گراں سے سبیدار
کرتے ہیں۔

شد آفتاب بلوہ فروزاں و ما خواب
ہر روز ما نمونہ روز قیامت است

اے سب خواب، خواب کن در زبان صبح
یک صبح کن بہ بدتر از احتسان صبح

ما صبح را ز کف ہر دو عالم نمیدہ ایم
باشد جهان طفین و گردہ جہان صبح

کشند از ہر آن طلب چنان شب گرد
کہ یہ ملک بھر پیش از آفتاب کشند

بیداری ما درستہ نہ دور کر صبح
ما دامن صبحی از ہر شام گرفتیم

امر ذرہ در ہوا سے تو دار و پیریاں
بر مرغ در جہاں تو دلفنستہ خوا
توصیف سنا

کی جو امید ہو سکتی ہے، برہمن اُن سب سے باز رہا ہے، کیا مصنون عام ہے، کوئی پیچیدہ خصوصیت
نہیں، مگر برہمن کی نظم نے جو طرز اختیار کیا ہے، وہ خاص ہے، یہ لطیف و لیزان سے نظائری ہے، جہاں

۱۔ برہمن صبح کی کیا قدرت بیان کرتا ہے، بیک وقت بہ شرمناک صورت عام سمجھی طلب کرتے ہیں کہ رات کا
خاندان اس سے صبح است دے برے کرنگ ز نیم
دست از اہل دراز خود باز کشیم
وین غیت نام درنگ برسنگ ز نیم
دور زلف دراز دامن چنگ ز نیم

ہوگا اگر توصیفِ دشا سے ہم کیوں خالی رہیں، آپ صورتِ تصویر بن کر دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف منہ کر کے آنکھیں بند کرتے ہیں اور یہ بڑھتے ہیں سہ

اُسے عقلِ پیشین پر تو ذاتِ تو جوں سہا دے چشمِ بر کمالِ صفاتِ تو نسبتِ

در حضرتِ جلالِ تو کس را مجالِ غیبتِ باشد گدا لے کوئے تو ہم شاہِ دہم گدا

دربارِ گاہِ لطافتِ تو جہاں سوالِ نیستِ ایں جاہِ اصیتِ ساجِ با ظہارِ مدعا

وصیتِ وجود آتشِ عشقِ چو افروختہ ہم کیسا ندو حسنِ چوں جلوہ کسندہ والدِ فرزانہ کیت وحدتِ وجود کے پرستار کی نظر میں ہندو ملیچہ انسان و چوڑی بیکار و بیکارہ

و خراباتِ مندر و مسجد اگر جاو گور و دارہ، دیر و حرم، دوزخ و بہشت، اُزار و تسلیع اور صلیبِ لہان

سب برابر ہیں، اُس کے نزدیکِ دہان کی امتیازِ نار دہانے، کیر نہ دہا اُس کا جلوہ ہر مقامِ نانا ہے،

اور سب جگہ کیساں دیکھتا ہے، پھر وہ کسے برا کہے، اور کسے اچھا کہے، اُسے تو سب کیساں نظر آتے

ہیں، یہ مذہبِ حقیقی مذہب ہے، اور سب بزرگ اسے ہی پاتے کی کوشش کرتے ہیں،

یہ دُعا ہر قوم میں پایا جاتا ہے، مگر عاملِ شادی کوئی ہو، اگر ہوئے یہ فساد نہ ہوتے، نہ

اگر جیسا ہی جیتے، نہ مستند نہ ہندو ہوتے، نہ مسہرین مست گدھ ہوتیں، نہ بھائی بھائی کو ذلیل سمجھتا، نہ قومیت

کی تلوار و دوسروں کے گلے اُٹارتی، یہ سبق بڑا پیارا سبق ہے، سب نے پڑھا، مگر سب نے بھلا دیا،

صوفیاء سلام اس کے شفیق ہیں، اور اس کے بیان میں بڑا سہاؤ کیا ہے،

یکم نظر نوی اس قومی دلی آزارِ تفریق کے مٹانے کے لئے لکھتے ہیں، -

سب دریا ہم گزراست دریا جملہ دیندار کی، لیکن گوہر سے یاد رہے آں ایں باشد

خواجہ حافظ یہ تفریق اس شعر میں دور کرتے ہیں سہ

دو عشقِ خالقِ خدایہ و خراباتِ فرقِ نیست ہر جا کہ ہست پر توئے دے حبیبِ ہست

آتشِ کاکہ کارِ صومعہ را جلورہ سے دہند نا توں دیر در رہب نامِ صلیبِ ہست

مشہد ہی بھی مسجد و مندر ایک ہی بتلاتے ہیں، مگر ڈر ڈر کر سہ

چراغِ بت کدہ و شمعِ خانقاہ کیے ست اگرچہ دیدہ و دُعا دے گاہ کیست

امیرِ خسرو کا طرزِ بیان بھی ملاحظہ ہو:-

کاغذِ شمع مسکاتی را در کار نیست ہر رگِ من ناکشہ حاجتِ زمانِ نیست
عُرفی اس مندر کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں :-

حرمِ پویاں ادے راسے پرستند فقیہاں و فترے را پرستند

ادان و عویٰ بیشخ و برہمن ماند کہ ہر یک دادے راسے پرستند

برائنگن پر وہ نامعلوم گردو کہ باراس دیگرے راسے پرستند

عمرِ خیام بھی کہتا ہے، مگر وہ تو دن رات، موسمِ بہار، لبِ جو، سبزہ زار، قین چا و شوق

حوری شراد اور جامِ شراب کے بغیر بات نہیں کرتا، جو کچھ کہتا ہے، اُسی خیال میں کہتا ہے :-

فصلِ گلِ وطنِ جو بہار و لبِ کشت باکیست دوشہ تازہ مچلتے حورِ شرشت

پیشِ آفتدم کہ بادہ لوشانِ صُبوح آسودہ نہ مسجد اندو منارِ غ و کشت

برہمن کا مسئلہ وحدتِ وجود :- باقی خانہ دے خانہ وبت خانہ کیست

خانہ بسیار دے صاحبِ ہر خانہ کیست

برہمن نے وحدتِ وجود کے دیوتا پر اپنے گنجینہ صبح سے سوتی کچھا دے کہے ہیں، 'وہ ہر دانہ ادانہ'

یک دانہ ہے، یہ گوہر ہے بہا، اُس کے دیوانِ کیتا کے ہر شعر میں لونیوں کی طرح جڑے ہیں اگر صوفیان

اسلام توحید کے عاشق ہیں، تو برہمن اُس کا والا و شیدائہ ہر برہمنان کے منازل کی آخری منزل

بھی یہی ہے، توحید پر اسلامی شراے بہت کچھ لکھا، وحدتِ وجود کے خوش موضع پوچھنا ہے، برہمن نے اپنے

پیکرِ خیال کی اندادے آسمان سے تارے توڑے، روزمرہ کی باتیں، دن رات کے جھگڑے، جگہ جگہ کے

تھینے، مذہبی تفرقے، اور کشتِ خون اس کا خون جگہ پی رہے تھے، اُس کے قلم نے وہ مینا کاری کی

اور ایسا رنگ و روغن چڑھایا کہ وحدتِ وجود کا دیوتا سانسے نظر آیا، اور وہ سمجھایا کہ دوسرا نہیں

سمجھا سکتا، ایسا نرم لکھا کہ سنگین دلوں پر نقش ہو گیا، ایسا سخت لکھا کہ سنگین دل موم بن گئے،

جو شعراتِ مضمون بنایا گیا ہے، اُس کے غزلی بیان کی رخصتِ مندروں، مسجدوں اور گرجاؤں کے میناروں سے بھی زیادہ بلند ہے، اور ہونا بھی چاہئے تھی، شہزادہ داراشکوہ ان وحدت پرستوں کے عینِ مذکر کے آگے یہ شہرِ پُرتا ہوا نقل کیا گیا ہے

کفرِ اسلام در رہش پریاں حسدِ لاشربک نہ گویاں
یہ فتویٰ قتلِ اس لئے صادر کیا گیا تھا کہ اُس نے کفرِ اسلام، برادرِ توام قرار دیئے تھے
جو شروع سے بعید تھا، اسی گناہ پر درویشِ دلِ ریش، شاہِ سرمد، حقیقتِ کنیت، محمد سچا جا کر دیندار
کے مہرِ بردار نے شہید کرایا، برہنہ کا یہ شعر اُس کے لئے بھی قابلِ دار تھا، مگر اور رنگِ زیب کی
غزلی تو اور برہنہ کی روحانی سیف کے آگے گنبد ہو گئی

وہ وحدتِ وجود کے نشان ہر مکان میں پاتا ہے جس سے شیخِ برہنہ، عابدِ دوسرست
رجہ میں آتا ہے، اس سیکرہ روحانی کے چند جام ہم بھی پلاتے ہیں، طبعیتیں پہلے ہی جام میں
سرور ہو جائیں گی

گل کے غار کے، شادخ کے، تاکِ یکیت نذرِ اربابِ خردِ جسِ وفا شکِ یکیت
دوسرا جام اس کے بھی زیادہ سرور رکھتا ہے

ایں ہمہ عالمِ فانیست در روزِ یکیت نقشِ بسیار دے دیدہ بیندہ یکیت
ہر صدمہ گہرِ بحرِ خود شے وارد پیشِ اربابِ نظر گہرِ تابندہ یکیت
کا فرم گر سر نو سے بفا دہستِ گویم رختہ زلف تو بارشتہ ز نازِ یکیت

تصوف کی پیمائی کہ تہ اندیشاں ہوئے پیشِ کم پیچیدہ اند مردِ عارفِ انظر بر اندکِ بیاضیت
مسلمان شاعروں نے شاعری کی مقرر سے اپنے مذہب کی خوب دھجیاں
اڑائی ہیں، اور صوفی اُن سب سے بڑھ کر ہیں، کیونکہ قابلِ مجہدِ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے
کہ ”سائلِ تصوف فید مذہب سے بالکل آزاد ہیں“

۱۔ دیکھ اس شہر کی کاہجہ ہے۔ ۲۔ دنیا فانی پر سبز کو بچاں۔

چونکہ اسلام میں فرقہ صوفیہ اپنے صوفیانہ کلام و عقاید کی وجہ سے ایک نیک خیال فرقہ سمجھا جاتا ہے، اس لئے ہر زمانہ میں اہل تصوف کی قدر و منزلت ہوئی، مگر شاہانِ وقت ہمیشہ صوفیوں کے دشمن جان رہے، تصوف کے باریک مسائل ایسے دل آویز ہیں کہ ہر شخص جیب منہ لٹا ہے، وجد میں آ جاتا ہے، مگر ان پر عمل کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہندوستان میں بجائے عمل و فعل سراسر زبانی جمع خرچ سے گھر پر کیا جاتا ہے اگر تصوف سے طبیعت رنگی جائے، تو انسانی معارجِ کمال کی انتہا ہو جائے، ہم ان اہل تصوف کا خاکہ اُڑانا نہیں چاہتے، کہ جن کے فعل سراسر کفر و ضلالت کے تھے، جس طرح بے مسلمانانہ در کتاب و مسلمانانہ در گوشت کسی بزرگ نے کہہ کر حقیقت ادا فرمایا ہے، دُنیا کا چلن ٹھیک اس طرح پہن ہے

مگر ایک برہمن تھا کہ جو روزِ پیدائش سے تصوف کے عملی سبق پڑھ رہا تھا، اُس نے دیوی فراغت کے بعد جو ملازمت سے استعفیٰ کی شکل میں نمودار ہوئی، آپ اپنی بنی بنائی ریاست اور سجا سجا یا گھر چھوڑ کر کاشی جی میں قیام فرما کر سعادتِ ابدی حاصل کی، اور بقیہ عمر ریاضات و عبادات میں صرف کی

پس ایسے متعارض شخص کی زندگی بالکل صوفیانہ قرار دی جاسکتی ہے، ایسا عالم باعمل جو کچھ لکھے گا یا کہے گا، وہ پتہ کی بات ہوگی، جس کا نشانہ ٹھیک دل پر بیٹھے گا، احسرتِ بربانی اقرار کرتے ہیں۔

”اس انداز میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اُس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں مطلق تغیر نہیں ہے“

ان کا دیوان ایسے کلام سے مالا مال ہے، ذرا ملاحظہ ہو:-

نواہدِ پرہیزِ جویشِ و برہمن جوید بیکہ تم کہ دریں پردہ میں چاہے را راست
عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند ایں ہمہ قابلِ عفو اند جو بخششِ مہکست

اگر آئی ہنہر عشق سامانے دگر باید ز یونگی میان کھڑا ہمانے دگر باید
 مست عشق کعبہ و تھانہ راگم کردہ ام دد برستی رو میخانہ راگم کردہ ام
 عاشق آں است کہ دسر را ز قدم نشاند بندہ عشق تو دیر و بوم نشاند
 مرا از گنج گوہرے کند ہر خط مستغنی بدست خویش کلک گہرا نشاند کہ من دارم

حقائق و معارف

پہنٹا ہے یہ ہر ایک کا حصہ نہیں برہنہ فرماتے ہیں یہ
 ہر دے رانہ ہوائے مرزغش باشد مربع بسیار دے مربع گرفتار کسیت

قدیم مذہب برہنہ کا آغاز اور انجی اکیالِ دعائیت پر ختم ہو جاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس مذہب کا ادوار ان باریک مسائل کی غلط تفہیم کا نتیجہ ہے ہمارے اس ہندی بھائی ہمیں یہ صداقت بیان کرنے کے لئے معاف فرمائیں گے کہ اگر ہم یہ اصلیت کے تلخ کلمات بیان کریں کہ ہندی فلسفہ مذہب کی سنگین چہار دیواری گھری کے بھیدیوں نے ناہنجی سے شکستہ کر دی، بیخودوں کے اعتراضات جو دینی نہ تھے، جب اپنے ترازوئے عقل کے پیادے سے باہر دیکھے، صحیح سمجھ کر مذہبی مسائل کی تنقید و ترمیم کرنا شروع کر دی، دیدوں سے لگا کر بھاگوت کے آخری گرتھ تک بہ آواز بلند یہی اعلان فرماتے ہیں کہ خدا ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، سب اُسی ایک آفتاب کی شعاعوں سے نور حاصل کر رہے ہیں جس نے اُسے نہ پہچانا، وہ دنیاوی اشیائے منور کا شیدا نظر آیا، جس نے پہچاننا لازمی مشاعروں سے مواجہ روحانی حاصل کر لیا، اس معنی میں برہنہ کا کلام عالم بالا سے اُتر آئے، کوئی سٹرایا نہیں پایا جاتا، کہ جس نے روحانیت کے نور سے فیض نہ پایا ہو، برہنہ نے فلسفہ فارسی میں بیان کیا، اور اس خوبی سے کہ دوسرا کہ نہیں کر سکتا، اُس نے روحانیت کے وہ وہ راز و نکات اس خوبی میں بیان سے ظاہر کیے ہیں، کہ ہندی روحانیت کو چار چاند لگا دینے نہ کسی کے مذہب پر حملہ نہ کسی کے عقیدہ پر اعتراض، جذبہ روحانیت کے زور میں حقائق و معارف کے ایسے دریا بہاے کہ اُس میں سب توہماتِ باطلہ بہتے بہاتے تھوڑوں کی طرح ٹھکراتے

انیست نا بود ہو گئے، برہمن اپنے کلام پر خود نازاں ہے، کیونکہ وہ اُس کی قدر و قیمت جانتا ہے،
کس زور سے کہتا ہے۔

دارد گوش اہل سخن راہ برہمن نظم گہر ز عقد زیا گرفتہ است
پھر کہتے ہیں۔

گرد گرد برہمن از شوق قدسیاں گویا سخن د عالم بالا نوشتہ است
مواہج روحانیت کس طرح سے حاصل ہوتا ہے۔
مقام عشق بلند مت برہمن از شوق براہ ترک تعلیق باں مقام رسید
برہمن جانتا تھا کہ جو کچھ اُس نے پایا ہے، وہ دریا کا ایک قطرہ بھی نہیں، حسب ہی
فرماتے ہیں۔

از نسخہ آسمان برہمن حرفے دوسہ انتخاب کر دیم
وہ اس فقر کا مالک ہو کر یہ امانت بڑی کڑی سمجھتا تھا کہ جو مادہ کو الہیت سے وابستہ
کر دیتی ہے، اپنے اندر خدا کی ذات کا ایک جز و دیکھ کر اپنی شان نہیں مجھولا، جب وہ ایسے حقائق
و معارف اپنی زبان قلم سے ادا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو ناز نہیں کرتا، بلکہ حقیقی مذہب کے صریح
راز کی تعظیم کرتا ہوا، اپنی کم مائیگی ظاہر کر کے اپنا عذر و قرار بڑھاتا ہے۔

برہمن ادھر کس خوشنماست صاف دلی دے کے بھگائے برہمناس زرد
گوشت انسان میں سوچنے کا مادہ نہیں، نہ ہڈیوں میں استدلال کی طاقت، مگر کہاں علم بالا
کے حقائق سے واقف ہونے پر تمام دنیوی بُرائیاں کھلا شجیتا ہے، اور ہر ایک جاندار سے انس
رکھتا ہے، اب برہمن کی زبان سے یہ راز سنئے۔

در جہاں باش دلکن ز جہاں فارغ باش ہر کہ فارغ ز جہاں است جہاں باہوست
بود ز حلقہ متناں بدن چو حلقہ در بدور ز کس مسیت تو ہر کہ بشیا راست
لعل لبش بوسہ شیریں ادا کند آن نسخہ شفا کہ میخا نوشتہ است

ہر طرف جلوہ و ہر خط تماشا فی انست میتواں دید اگر دیدہ عین فی است

یک نفس غافل شدن از خویش آزادی بود ہد بلا در گرد پیش مردم ہست

حکمت و اخلاق حضرت شیخ سعدی ملاروم خواجہ حافظ ایسے بزرگ ہیں کہ جن کے

دامن کلام حکمت و اخلاق کے موتوں سے بھرے پے ہیں یہ انہی بزرگوں کے اخلاق و حکمت کا پرتو ہے کہ جو شعراے اردو و فارسی کے کام پر کہیں کہیں جھوٹے جھٹکے بے جگہ بوجھے پڑا ہئے اگر یہ حکماء و اخلاق

گو کہ آبدار سے ادب و اخلاق کے زیور نہ بناتے تو فارسی اور اردو کا کتنا قطعاً نفس نظر آتا انسان فی طہائے متبذل ملامت بار بار کی مذاق کی فوگر ہیں قریب کامل کے بغیر سیداق قدم نہیں رکھتیں جب ساق

مغرب اخلاق ہو تو کون ضرب لگائے جب سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں تو سفید پیش کہاں نظر آئے حالیہ شاعری بے علموں کے بچے میں چھپن لگی اور خیالات فارسی محو ہو گئے

فارسی شعرا اس کوچ سے ہاں وجہ کم مانوس ہوئے کہ ان کا زواں کے بعد فوراً خاتم ہو گیا اردو شعرا کی حالت نزع مریض تپدق کی طرح برسوں چار پائی سنبھائے پڑی رہی ہنر بان ہو گیا

اور اس حالت میں جوئے سے نکلا وہ اخلاق و حکمت سوز نکلا ان میں سے اکثر ایسے بچے کہ ان کا نام و کلام جزیر نمبر ۱ میں لکھا گیا وہ کون سے شہادت اور الزامات ہیں جو ان پر لگائے گئے اور

جن سے ہمیں بچنا چاہئے وہ فروات قرار داد و جرم ہر سخن فہم اور سخندان کو ملاحظہ کرنا چاہئیں تاکہ دامن حکمت و اخلاق بد اخلاقیوں کے دامن سے داغدار نہ ہو

برہنہ کے علم ادب نے طفولیت سے ادب و اخلاق حکمت و شرافت اندر در و فصلح کے شہنائے سے پرورش پائی ہے اس کا ہر شعر نبات کی ایک ڈلی ہے جو اس دودھ میں گھلی ہے اور ہر

گھونٹ مغرب دل و دماغ ہے اس کی روح کثیف و غلیظ شے کسی روادار نہیں سمجھو کہ مرنا پسند کرتی ہے اور فادہ کش ہے اگر کچھ پیتی ہے تو وہی دودھ کے گھونٹ اسی پر اس کی زندگی کا

دار و دار ہے وہ یہ خیال نہیں کرتی کہ یہ کلام لاغر اندام ہو جائیگا یا پلک کا درخان مجھ سے برگشتہ

ہو جائیگا، مگر اُس نے اپنی جوہرِ طبع کے زور پر حکمت و اخلاق کے موتی اس صفت کے ساتھ اپنے کلام کے زیور بنائے ہیں کہ شریف و اربابِ ادب و بیادب سب اُس کے خریدار ہیں جنہیں سن کر مذاقِ سلیم و جدید آجاتا ہے، ہذا مذاقِ سرمد و مختارہ جاتا ہے، اس کے کلام کی شہرت اور ہر دلعزیزی کا باعث اُس کے حکمت و اخلاق کا وہ دلاویز فلسفہ ہے، کہ جسے سب مذاہب و ملل نے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا، جوہرِ تاجِ مضمون ہم یہاں بجاتے ہیں۔

ہر نوش کہ از غیر بودیش نسیاید ہر نش کہ از ذات تو آید ہمہ نوش است

حدیثِ عشق برہن بمرنے آید ہزار نسخہ نوشتہ پیش زان باقیست

در گریباں چاکہا جوں غنچہ دلازل دل گر بلندت ہائے علم و فکر درہ شامی حلاوت

برہن از ہر سوے و زو نسیم شمال خوش آنکے کہ نسیم شمال رہبر دوست

عشق باید کہ دل بسیا ساند دل بے عشق تشابھ بے غر است

چو سے گذر و مسر از اندیشہ چو حاصل ایں فائدہ از گردش ایام گر فہیم

اندروز و نصائح

تفاوت نگہ مجیدہ و در دش و دوست از برہن ہر جہ خاک آندہ کیساں شد

برہن کی زندگی کا ہر عمل، اندروز و نصائح کے سبق و سے رہا، کیونکہ ہر عمل کوئی

اندروز و نصائح سے خالی نہیں، مگر پھر بھی یہاں چند نصیحتیں درج کی جاتی ہیں۔

ہمیشہ عذر بہائے عذر خواہ طلب ادب زودیدہ و انداز از نگاہ طلب

ہر زہ گو دینی عالم کے عجب از سد بگوشہ زہبیاں، برہن پناہ طلب

میشد و صاف اگر شک نہ امت ریزو ہر کہ بر آئینہ سینہ عیار سے دارد

عزم زمانہ چو عیش زمانہ مسیگزدو دریں رباط کہن برہن مشغولت اک

عزت و بصیرت

بر رنگ من بچم حقارت نظر کن و دار و شکستہ دگر من آبرو درست

جو طبع اہل دنیا کے کہ دفریبِ ظلم و تعدی، اور جوہرِ کاجا ز خواہ ناجائز

ٹھکار ہو جاتی ہیں، اُس وقت اُس گروہ میں ایک حالتِ اضطراب پیدا ہو جاتی ہے، جو نفسِ نیک نفس

ہیں، وہ اُس حالت سے عبرت و بصیرت کے سبق لیتے ہیں جو طوائف و نفسی کاٹھک رہتی ہیں، وہ ایسے ٹھیکار پر چلے رہ جاتی ہیں، مبارکباد و منہ پاتی ہیں، پہلی صف کا آستانہ بہشت میں ہوتا ہے، اور دوسری کا ٹھکانہ جہنم میں، پہلے خود نیک رہ کر دوسروں کو نیکی کی راہ پر ڈالتے ہیں، دوسرے خود غار میں گرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی چاہو ضلالت میں گراتے ہیں۔

برہمن نے اپنے کلام کا راستہ اپنے دیوان کے ذریعہ بہشت بریں تک پہنچا دیا ہے، اور ایسا صاف کہ اُس پر ہر ایک کا چلنے کو جی چاہتا ہے، عقل و درہم کے قذیل روشن ہیں، کہ رہبر کا کوئی قدم سنگ راہ سے نہ ٹکرائے، برہمن کو اپنے سوز زندگی میں ہر طرح کے روشن تاریک راستوں پر چلنا پڑا ہے، اگر ایک دن تمام دنیا روشن راستے چلی، تو اُنسی شام راہ و ظلمات پر گھڑن ہوئی، اہل بصیرت کے لئے یہ شرف قذیل فلک سے زیادہ روشن ہیں۔

برہمن نے اپنی پیانوں کی امداد سے اپنے راستے کی داغ بیل ڈالی ہے، اُس کے اندر عقل ملاحظہ کے قابل ہیں۔

راہِ خشے و شیشے، گر گرامی نازک بہت

صحبتِ خار و دیانا کا خواہد گشت

فغانِ گدگوشِ ندادند رہرواں دہ

بہر طرف ز جوس گوشتال سے یابند

راہِ درِ ماندہ شود تا کہ جس در شود

صبحِ محشر گر از پردہ برآید سیروں

ورنہ این خوابِ گراں کسیت کہ بیدار شود

مصلحانِ ملک اصلاح کے سینکڑوں کے طریقے استعمال میں لاتے ہیں، اُن میں آخری

درجہ ”تنزیہ“ کا ہے، اس طریقِ علاج میں انسان کو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ عمر و درزی چلی جاتی ہے، نیک کام جلدی کرو، تاکہ موت سے پہلے ہم اپنا فرض انجام دے لیں، کیونکہ چھوٹے درجہ کے آدمیوں

کے لئے اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اس لئے برہمن نے اس آخری اصلاح پر اپنا

کمال سخن بڑی نزاکت سے دکھلایا ہے۔

لفظِ گرسبیار باشد برہمن در دل چہ بود

گر نباشد معنی اور اسید چوں و فقر است

قدیم دلیر نہ برہن بودی عشق - ہزار قافلہ گم گشتہ در بیابانش
شرمت ز خویش باد کہ سپین تو پیا - صد بار بستہ و مکر شکستہ

ایک نکتہ میں است | یہ ایک نکتہ از درس محبت خواں فارغ شو از کہ باشد نگہتا سے بچاں در نکتہ و انہما
ہندیوں کے الہامی مقدس گزشتہ نہیں اسرار وحدت وجود اور درازد بانی اس شرح و بط
سے سمجھائے گئے ہیں کہ کوئی دوسرا نہ سمجھا سکے، جب یہ گزشتہ اس ایک نکتہ کی بڑی بڑی ضخیم قدیم ہندیوں میں
لکھ چکے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ جو عربی لفظ و ترجمہ کی شرح میں اور بھی جائیں، دوسرا بھرنے پر اذیتا کیا گیا
اور سب کے قیاس پر یہ لکھ دیا گیا کہ کچھ نکتہ کافی ہے، انسان کی ذہن مختلف درجات رکھتے ہیں، ایک نکتہ دوسری کچھ کتاب
جو یہ سب پڑھتے، پھر ان اور پڑھنے کی ضرورت ہے، نہ سمجھنے کی، برہن بھی تلقین کرتے ہیں۔

حرف اولی از ہر آنے اصل ہمیں لبست - ورنہ ہر دفتر کہ مینی نسخہ تھو ارہست
مرا ز لطف و لذت و ناز و موکا فلیست - چہم گرمیت بود ہرگز نہ گرد و غلط
چشم گرمیت بود ہرگز نہ گرد و غلط - مرد عارف از پے یک نفس اپنے فداست
میر باطن و گرد عالم ظاہر در گشت - سخن از خانہ بسیار مئی آید راست
اگر صد باب طراغ بر دم یک باب بکشايد - اپنے تعظیم ار باب طلب بابے و گر بايد
برہن ناخواندہ می دانہ کہ طراز نامہ چلیست - مرد وانا از پے اور اک مضمون مسود

بے ثباتی دنیا | ہر آہ و رداں انگشتہ طرح خانہ - اسے بہرین ہر کہ دل در در بے بنیادست
جو بہتیاں معراج روحانی کی منزل میں سگڑین ہو جاتی ہیں، انہی نے دنیا خود بخود چھوڑ جاتی جو اس میں
قیام کی آرزو چھوڑ دیتی ہے کہ جب دنیا جابلہ سا ہی نظر آتی ہے، دنیا کی بے ثباتی کے مضمون سے لکھ کر لکھنے والے دنیا
کے مالک سے ہے، غرض اور دولت ایک لحظہ کیلئے بھی دور ہو، ہندی فلسفہ نے بے ثباتی دنیا کا فلسفہ بہرین کے دل پر ڈال
کھینچ رکھا تھا، عظیم انقلاب فلسفہ ہو چکی، انھوں نے دیکھا، شتا جہانی عمارت کے نقش کلیچ اس کے نقش ان کے دل پر بھرے اور
ان کا عکس بے ثباتی دنیا کے خیال کا ایسی فست رنگی کر دیا کہ کسی کے طائر خیال سے پرواز نہ کی مگر وہ خود دنیا سے جدا ہو گئے تھے
اس عمل کیا پھر ایسی قلم سے بے ثباتی دنیا کے خیال کو ایسے کیوں نہ لکھتے کہ سمجھنے والا اتفاقاً چار چاک کر کے فدا کا لباس پہنتا
آج کل دی ترقیات مظلومان اٹھ رہے، برہن ان فضا ہونی والی بہت کچھ عالم بال کا پیغام سننا چاہتا تھا، اور ہم ان کے حال میں

کاررواں بگڑشت ہانگہ زور دے رکھا عالے گشت از جائے صدائے نجات
 رد و بجانب مومرہ عدم روز سے کے دہ روز اگر در دو خواب نشست
 ہمیشہ گرہی ہنگامہ ہاں برخواست جہانیاں ہفت روزہاں باقیست
 دانا چو بکار امتحان کر د عالم ہم نقش سیمیا یافت
 دنیایاں خواب پریشانی من است دیں روز و شب تصور حیرانی من است

زادہ آخرت برہنہ از عمل نیک زادہ باید بسنے ملک عدم بار بستن آسانست
 برہنہ کم کی تہو کی قابل ہو، وہ کہتا ہو کہ جو کوئی جیسا کہ کر گیا، ویسا ہی پا گیا، سزا و جزا کے ساتھ کیا جائیگا
 انسان کو چاہئے کہ یہ خیال مضبوطی کیساتھ اپنے دل میں قائم رکھے، تو ہی اموالے مختلف طریقہ و طریقہ حاصل کیا، ایسی کا انجام نامدارہ سفر
 آخرت ہو، لیکن یاد رہے کہ یہ دنیا میں ہرگز نیک کام کرنا پڑے، مشکل میں، واضح الفاظ میں سمجھا ہے۔
 بروز حشر حق دست رفتن آسان نیست نگہ بست برہنہ نامہ سیاہ گناہ

رحمت حق از اشک بے کسی دریائے رحمت ابھوشام اگر در روز حشر دریاں آید حسابے من
 ہر ایک کے لئے از کوئی کی طرح رحمت حق کے امیدوار ہیں، رہنا بھی چاہئے جیسا کہ نامیدی ہو کر رحمت حق سے اپنا
 دامن امید الٹ کر، ہو، رحمت حق جوش میں آتی ہے اور وہ کہ جاتی ہو، کہ جو میں کی سعادتی اور برکت کے لئے در چلے، حاصل نہیں
 برہنہ کی رحمت حق کی کوششیں اور دعا میں ہر روز کیجئے، اور دل کر کے قابل ہیں چاہئے کہ ہم بھی ایسی ہی کوششیں کریں، شہر قیامت میں
 شہرے فارسی اردو کی خرابا نشینی اور استغفار نادانی، بھولا، گھنڈا، ناان، تو برہنہ روز انا رائے، نابے و گر باید
 استعمال ہو، خصوصاً شہر خراب کی گری بار سے شہرے مستعد
 مقدس تبرک روح برہنہ کے چکر پھرنے اور سچ کہ کلام کا بڑا عظم ہو، ہمیں مست تقلید کیا کہ ہم بھی اپنے خلیفہ

و شہر میں برہنہ کے کلام میں چند قطرات مقدس گیس، تاکہ گشت کلام شہرے مذکورین کی تلخی خیال کا ذائقہ غیر لطیف میں تبدیل
 ہو جائے، ہمارے شہر آئینہ کیلئے ایسی تباہ کن، مخرب اخلاق خرابا نشینی ہو تو یہ حتی کر لیں اور ایسے قسطنطنیہ میں کہ جو اس
 خوابات نشینی کو کیا دوت گزاری کہ لباس پہنانے کی خاطر گناہ و لذت کے ترغیب ہوتے ہیں، آئینہ کے لئے نہایت مل جائے
 شہرانی قندار داری نے بے علم رہا، لیکن ہر مولوی میری اللہ ایشیا، چاہئے کہ سنسن کیلئے شہر انجروی کے حصار کا فنی این الفاظ میں پائے
 دنیا میں بہت طرز ہو، لیکن ہر گز وہی نام کا گھر ہو، انکی خوشی میں ہی ہر شہر کے لئے جو ایسے چاہئیں کہ ہم نے ہر کسی کی چارہ گری سے کیا کیونکہ ہر شہر

شرب اندوہ باور و غم پس کے نہیں تھی نہ سچائی کی کچھیر کیلئے ہاں نہ نکلتا نہ ہائی پاتا جو اور غم مل کو ہم کو پاتا جو "وہ میرا
میر کا چیتنی بیان شربے غامی اُدو کی غلٹے سے کے میں لاتی جو اور غم بھی آپنے اپنے غم سے خوب بیا کی اب اس
بیت طرن کے شربے غامی اُدو کے جا انرا بچے اور غم کے دور کیے ہر بعد کے طریقے ملاحظہ فرما میں دیکھیں کہ جو کس پہا میں

آج کا کہ در رحمت اور ہمد باز است ^{در حق} پاشخ در برین نہ خطائے نہ غنا ہے
تقدیر ^{مستقل} **دقیق شربے غامی** کے بقیہ اول میں شمار کیا جاتا ہے کہ جو شان جم کی تاریخ
پیار خیال لکھے پر کربت ہوا کہت غلام پر عاشق تھا وہ غیرت والا تھا، حضور وانکی دکھ سہ

میں مالک کو مار ڈالا آپ شراب کی تعریف میں فرماتے ہیں

آں مرکب کہ کاسب از نور ^{لیکن} اور ارواں و جہاں از نار
زاں ستارہ کہ مغربش دہن است ^{مشرق} اور ابدیشہ ہر رخسار
پھر آپ کا اس طرح سے دور چلتا ہے

سے صافی بیارے بُت کہ صافیت جہاں از ماہ آنجب کہ ماہیت
بیاتائے خوریم و شاد باشیم کہ حکام سے و آیام شادیت
گر آدمی بادہ گرگ ^{بجز} بانازانے و غم چگ بجز
گر بگ خوری چو سنگ نیشینی ^{بجہاں} چو بگ می خوری سنگ بجز
پائے ناک بیا ساقی شراب خوریم ^{در} بزیں سایہ نیشیم و آفتاب خوریم
از بادہ چو لعل ناب شد گو ہر ^{ادام} آمد بغض از دست اسرار
از بیک ہی خوریم نے بر سر نے ^{مادر} بر سرے شدم دے در سر ما
و اگر غم ٹھو انگر دکھ خون عاشقان ^{روز} دھنقد من و ساقی ہم سازیم وینا دش براندازیم
ہائے بکسار جوئے سے باید بود ^{در} از عرصہ کسار جوئے سے باید بود

۱۔ زہدیت بیان کا بہت سے مرد و کنیز سے کریم ہے اسے اہل غری کہہ سکتے ہیں ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں کے عقائد میں ایسی
خطاں کبھی جائزگی اور ہندوؤں پر عقاب ربی نازل ہوگا کہ غلام عقیدہ کے مستند ہیں، وہ اپنے بیان میں اس عینہ کا استعارہ کرتے
ہیں، مصنف لعل و شربے یمنون اور ورج کرط ^{سخت} سخندان پارس مولوی محمد حسین آزاد

ایں تربیت عمر با جو گل ڈاڑھ دست
خداں لب و تازہ روئے سے باید بود
وقت عز و زلف بیا تا قفس کیم (لام غزل) عمر سے کہ بے حضور مرا جی و جام فت
فردوسی فردوسی تھے، پھر شاہ کے نام پر کیوں جام نہ پیتے
بیا کیجے جام رختاں سے کہ کو شمشیر سپہدار کے
پھر دور اس طرح چلتا ہے

بیا دشت ہنشاہ فردوس جام

پھر ایک جگہ لکھتا ہے

کنوں خورد باید نے خوشگوار کہ بوئے نے آید از جوئے بار
شراب درد دلم و توہم کجاست قدح (ایضاً) کہ دل بشوئم ازاں تو بہ شراب آلود
حکیم انوری حکیم تھے، پھر کس طرح صبح ہی جام طلب نہ کرتے

سایا بادۂ صبور بسیار دانہ دام عسکرتوچ بسیار
یا ہیں کہ طوفان غم جہاں برفت نے عسکرتوچ بسیار
حکیم ثنائی شرابخوری کی ترکیب بتاتے ہیں

برمدار از مستامستی نے سر ہماں جاہد کہ خوردی نے
حافظ اس خیال کے بادشاہ میں سے
چوں نقشہ غم ز دور بہ بینی شراب خواہ
تشخیص کردہ ایم و مداد امقر است

سرا از اطاعت ساقی نے تو ان پیچیدہ بدست او خطا ساعز خطا غلامی ماست
اکنوں کہ ز خوشدلی کب نہ نام نماںد (ایضاً) امر و ز کہ دردست بجز جام مساند
دست طرب از ساعزے باز یگر یک ہمدم بچہ جزوئے جام نماںد
بر ابو ان غفران کے پردہ ہے کہ خشتی حد ساخت از لائے نے

۱۔ ایمان میں شراب لازم نہیں یعنی چنانچہ آزاد و بولی فردوسی کے حال میں کچھ نہیں سڑا کہ اگر کیا لازم نہیں یعنی وہ بھی بولی

دہانت زگسدر یا غیت پاک (غوری) اگر غیت مساک از چوب تناک
 ازیں چوب با خود کلید سے بر " کہ در گور بکشا پدا ز خسلہ در
 ماتہ وقت تو خوش باد دام (ہلالی) کہ ہے چارہ عسم ہا کر دی
 ہما نہ سیر و مبادہ کہ بعد ازیں " دوران ز خاک ما تو ہما نہ ساختہ
 ہے کیا ہے مستی تبیل غم محالست (نورانی) یا ہے حلال فرمایا غم حرام گرداں
 قرب یک ماہ ہمینا نہ اقامت کردم (سینا) اتفاقاً آقا رمضان بردہ منے دانستم
 سے کئے کو زندہ و سال نہ وارد خبر سے " نہ ہمیں روزہ کہ ماہ رمضان اہم خورد
 ہنگام سحر کہ زگس و لاہ نگفت (سینا) مرغ سحری بہ نالہ و آہ بگفت
 بے نوش کہ بے نشہ بے غرابی بود (سینا) ہر خیزند کہ در خاک بے غرابی سخت
 صبر کردم کہ در روز چہاں نیگو بود (پیرانی) مثل خوردیم کہ در عید خجین نیگو تر
 مٹاں کہ واہ اگر آب سے سازد (اسلم) ستارہ سے شکند آفتاب سے سازد
 میر صیدی فصل گل کا اعتبار ہی نہیں کہ گل گو دام ایک ہی فصل میں اُڑا دینا چاہتے ہیں
 درین فصل گل ہرچہ داری ہے وہ مسبا داکہ دیگر ہمارے سیما
 اگر کشد دلی بجز اباست (امجد دم) ہر فارغ دل ہے غم لب خنداں آنجامت
 انجاز بازہ ہیں کہ سچا صبر سیما ز (اسلم) تعلیم تم تم از لب مینا گرفتہ است
 نظامی کنوی ہر داستان کے فائدہ پر ساقی کو ساغر دینا کے ساتھ لاکر خازن بھی کرتے
 ہیں کہ تھکن آڑ جائے اور دماغ تازہ ہو معلوم ہوتا ہے کہ پاستانی پراہنوں میں شراب کا استعمال
 اسی طرح ہوتا تھا اب جہاں ہے فقط شراب بخاری ہے ان کے سکندر زمانہ میں صمد با فضیلت
 ہیں ایک فصل بھی ایسی نہیں جس کے خاتمہ پر وہ ساقی کو نہ بلاتا ہو اور شراب ناب کی
 درخواست نہ کرتا ہو

یار من چرخ شبست شراب آید جو دس (دہائی) زاہد صمد سالہ از مسجد خواب آید ہر دوں

خمار ز گیس جان شادین دہ غش است (لا علم) میں اس نے اچھٹکے کہ نکر راست امان را
مستقم با پیشمردن جسم نشین (نہی) صحبت نہ ان در دشتام را
تا کہ اسیر بکن لے پر میان دیکھا (لا علم) قطرہ نے تا میتوا دشت چا اگر ہر شود
جلال اسیر صریح ہی شرب اس لے مانگے ہیں کہ وہ ان کے تاریک سینہ کا چراغ روشن کئے
صبح شد ساقی بدہ جام نے دیرینہ را تا بر فردنیم زب آتش چراغ سینہ را
فصل گل تا از لب ساغر گیرم کام دل از میان ہفتہ بیرون کش شب آدینہ را
ایک خرابات نشین کی محفل کا نظارہ کیجئے ۔

فرقت اگر دست دہر، معشتم انگار ساقی دھرا می دفعی سرود سے
دیندار و غفلوں کو گدہا کسی نے نہ بنایا تھا، مگر ایک صاحب اپنی تہذیب کے ثبوت میں کائن
پریش دھواس کے ساتھ اپنے بزرگ کو یہ تر بھی دیتے ہیں ۔
واعظ تین گفت حرامت سے محو گفتم کہ گوش ہوش پیر خویشم
حسرت ہو بانی نے برہمن کی رباعیات کو مگر خیام کی رباعیات سے تشبیہ دے کر اپنے گندہ
ذائقہ کا ناقابل تردید ثبوت دیا ہے، میر ولی اللہ کہ جنہوں نے یہ رباعیات بڑے اہتمام اور خاص
شرح سے چھاپی ہیں لکھتے ہیں کہ ۔

”یورپ واسے عریض کو شرابی خائن اور فاجر خیال کرتے ہیں اور اپنے اس خیال کی تائید میں مضامین
سے نیرخ نکال کر ایسی بڑا دیتے ہیں کہ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اور ان کے دماغ کے بعد کے لوگ
بھی ان کو اچھا نہ سمجھتے تھے..... رباعیات بھی اکثر زندہ ہیں“

نا جا رتا و طیات کا دلدادہ میر ولی اللہ صداقت سے جل کر کھپکھپاتے ۔

”یورپ واسے قلم بردہ ہیں کہ ان کے سامنے عریض اپنے اصلی رنگ میں کسی پیش نہیں کیا گیا معلوم
نہیں کہ ہمارے زمانے کے ایک مشہور نا فضل (سلمان) مصنف نے حکیم صاحب کے متعلق یہ سطور لکھ دیا
کہ وہ جس شخص جس بے وقوف جس بے خودی جس بے اختیار ہی جس جوش سے شرب کا نام لیتا ہے اس

صاف ثابت ہوا ہے کہ وہ درحقیقت شراب پیتا تھا، 'انس ہے کہ وہ فلسفی اور حکیم تھا، صوفی نہ تھا، ورنہ حافظ کی طرح یہی شراب، شراب مروت بن جاتی، 'غضب ہو کہ مروتی پسند تھا، مروتی کی جانیں، ناقابل قبول، وراثت کا شیعہائی، الزامات مصدقہ کا مخرن، تحریکات و تحریکات جدیدہ کا دیوانہ اس کی تردید میں آگے نکھتا ہے۔

"یک نشہ دوشہ، قیام کے ساتھ حافظ بھی بدنام ہو گیا، وہ شغف اور ذہن خون جس کیساتھ حکیم صاحب شراب کا نام لیتے ہیں، اگرے نوشی کی دلیل ہے اور دوشہ کے زمانے سے لے کر آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گذرا کہ جس نے ایک شرابی کو زون کیا ہو، اور شراب خوار نہ ہو، دراصل یہ بیجا بیان مولوی صاحب کے قلم سے خود بخود نکل گیا، ہم نہیں سمجھتے کہ اگر یہ لوگ واقعی شراب پیتے تھے تو کیا بُرائی کرتے تھے، یہ مذہبی لیڈر نہ تھے، نہ ولی تھے، عام دنیا دار تھے، یہ سچا الزام دُور کرنے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے، آج کل کی ہوا شبلی نعمانی نے بگاڑی، اور یہ سب اُس ہی تعلیم و تلقین کا نتیجہ ہے، واقعات مصدقہ و سیلوں سے رد کرنا خوب سمجھایا، اکی کھلی طرح سے کوئی مذہب پاک ہو سکتا ہے، اور کسی مذہب کے افراد میں ایسی خرابی ہونے سے مذہب بدنام ہو سکتا ہے"

وہ زمانہ دُور نہیں جبکہ غالب کی شراب بھی حافظ کی شراب کی طرح شراب مروت بنا دیا گئی، **مُرتب** م کی شہرت تو اسی شراب خاں شراب کی بدسیئوں اور مروت و مجر کی زندان آوارگیوں سے نکلتی، اُس کا میکہ، ہر مذہب کی شراب کی طرح شراب بدستی سے پُرس ہے کہ جو کسی شے سے بڑے منفی کے دلائل سے شراب مروت نہیں بن سکتا، اُس کے سرور کے ایسے دل شکن، مُرتب اخلاق و ادب، مذہبی لوہین کے نظار سے ہیں، کہ بدنام سے بدنام ملحد و بیشرابی کی بھی ایسی حرکات نہ ہونگی، معلوم یقینیت حکومت نے کیوں ضبط نہ کی، جبکہ قرآن پاک کی تعلیم اس کے خلاف تھی، چہ حضرت حسرت کی، ایما یہ مروت بنیام کے مجیدہ کامیاب، پیمانہ شراب سے کیا، اسکی ۱۱۲۰ روایات ہیں سے ۵۰۰ سے زائد روایات شراب خاں شراب

حکیم صاحب (رضی اللہ عنہ) کی روایات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے، جنہیں بولنے والے بدستور ہیں، اور بولنے والی اللہ اگر ان کا کلام صرف انسانی پر رکھا جائے، تو حکیم صاحب (رضی اللہ عنہ) کا ساقی نامہ پوری ایک کتاب بن جائے، انگریز ساقی نامہ میں مروت و بی شرابیت درج کی گئی ہیں، ابھی کسی اور باب میں گناہ نش نہیں، ۱۵۔ پورے شراب کے جس کے کس کے ہیں، ان میں جو کاغذات چلے جاتے ہیں، وہ روایات و حکام برہن ہیں، ان روایت کی محض وجہ یہ ہے کہ مروت کا فلسفہ برہن فلسفہ ہے،

سے لوث و مدہوش پائیں اور ایک سے ایک ایسی کہ جیسے شراب و دوا نشہ اس کے ایک گھونٹ سے
اگر اخلاق و تہذیب مذہب و ملت ناچنے نہ لگیں تو ہمارا ذرا من کی تو ہمارے دماغ
میں بھی 'اس سے اُن کا ذکر اس فکر میں فراوان نہیں ہو سکتا' اور خصوص اس لئے کہ وہ عریضاً
کی دہن ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتی

جب شرابی ناسخِ بھرا بیت و طرب اور شراب کے دور میں بدستوں کی مصل دیکھتا ہے، تو
سمجھتا ہے کہ غم دنیا کوئی چیز نہیں، عریضاً کا یہ دعویٰ باطل اس کی زبان سے نکلنے کے قابل
ہے۔

گر باغی

دونا سے قرا غلغلے چرخش است آواز سماع و نالہ نے چرخش است
در بہت دل فریب در سرے ناسخ فانی دغم زانہ ہے ہے چرخش است
شرابی کہ جو شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں شراب کے نشہ کی روش آنتیں اور سرور دیکھتا
ہے، نہ تو قرآن کی آیت میں وہ خط پاتا ہے، نہ وید کے سوتر میں کیونکہ وہ اس سے ہر وقت خطا نکھاتا
ہے، اور کلامِ الہی سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے، عریضاً قرآن کریم کی کس طرح تعظیم کرتا ہے۔

گر باغی

قرآن کہ ہمیں کلامِ خوانندہ اور را کہ گاؤں و برد و دام خوانندہ اور را
در خطِ سپاہ آیتے روشن است کا نذر ہمہ جہاں خوانندہ اور را
عریضاً اس حکمِ شریعت سے واقف تھا کہ شراب حرام ہے، مگر اسکی طبیعت نہ فقط شراب پر
لوٹے، بلکہ وہ تمام حرام چیزیں اچھی سمجھتا ہے، یعنی انہیں اسکی فلسفہ نے حلال کر دیا، خوب
دہن داری ہے۔

گر باغی

نے گرہِ بشرع زشت نامت خوش است چوں در کھن شاہے غلام است خوش است
تخنست در است خوشم سے آید دیر سے کتا ہر حرام مت خوش است
عریضاً کی طبیعت شراب کہن کی تندی و تیزی سے مزایا ہے ہوئے مٹی، شراب خوری

کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی تھی، لوگ اُسے ایسی حالت میں دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ بد مذہب ہے،
 مگر وہ کہتا ہے کہ میرا مذہب ہی شراب ہے، اس جدید مذہب کی شان دیکھئے، رباعی
 ساتی سے کہند یار دیرین من است بے دُختر زرعیش نہ آئین من است
 گوئید کہ بارہ خوار اجینے نیست من بارہ خورم کہ بارہ خود دین من است

عمر حنیف و منطقی اعتراض کرتا ہے کہ قرآن مجید نے جب بہشت میں شراب پلانے کا وعدہ
 کیا ہے، تو اس دُنیا میں شراب کی جو حرام قرار دی جا سکتی ہے، وہ اپنی تاریخی واقعیت کے دعویٰ پر
 تعلیم دیتا ہے کہ لوگ اصلیت سے بے خبر ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ حجرہ نے عرب میں ایک شخص
 کے اونٹ کے پیر کاٹ ڈالے تھے، ان کے طور پر ہمارے پیغمبر نے اُس پر شراب حرام کر دی تھی،
 مسلمان و ایرانی فلاسفر کی فلسفیانہ بحث، اسلامی پیغمبر کی پاکستہ تعلیم کی کس طرح دھجیاں اُڑاتی
 ہے، وہ قرآن شریف کے دیگر احکام سے آنکھیں بند کر کے دینداری کی کٹیختہ تعلیم دیتا ہے، رباعی
 یزدو بہ تہیت و عسدر با ما سنے کرد پس در دُجہاں حرام نے را گئے کرد
 حمزہ بہ سب انتر شحفے پہلے کرد پیغمبر ما حرام مٹے بردے کرد

افیندی کرانین کی ایک گولی، چوسنی کو چوس کا ایک کنٹ اور شرابی کو شراب کا ایک پیالہ
 دُنیا کی دولت کے برابر ہے، مگر خیام کی نگاہ میں بھی شراب کے ایک پیالے کی یہی وقعت ہے،
 کیونکہ بھی دُنیا کی اور کسی چیز کو اس سے بہتر نہیں سمجھتا، مگر خیام کے ایک جام کی قیمت ہی
 اُس کی دُباں سے تھپنے کے قابل ہے، یہ رباعی دینداری و خصوصیت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اُن کی دینداری
 کی قیمت کا تخمینہ لگا لیا ہے، رباعی

یک جہنم ہزار آرد ہا دین آرد بچو گئے بلکست چلن آرد

روئے میں چھپت زیادہ خوشتر تلخے کہ طعنے از حسان شیریں آرد

مثنوی مسلمانوں کے نزدیک وہ لوگ بھی جو شراب کے معادین میں مسلمان نہیں سمجھے جاسکتے،
 مگر مہر خیام یہ کہتے ہیں اگر تاسے، کہ گدو (ایران میں اس سے مراد حق تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے) خدا بنانا ہے

اس سنے وہ شراب پلانے میں معاون کرتا ہے پس وہ گدو کے خدا کی تعریف کرتا ہے، گدو
 کا خدا عمر حیات سنے پچا پنا، آپ بھی سمجھ کر خدا کو کس طرح لازم گردانا جاتا ہے، گدو باغی
 جیتے کہ ہمدست مرد دوسے سازو پیوستہ ہمد کا وعدی سازو
 گویند قراہ گر مسلمان بندو آں را تو شنا گدو کہ گدو می سازو
 عمر حیات کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے بیڑ میں ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتا، میری زبان
 گنگ ہے، یعنی میں قطعاً ناکارہ ہوں، لے لے جو انو خوب شراب پو، آپ بعض شراب پینے پلانے ہی پاکفا
 نہیں کرتے، بلکہ ہندوستان کے درباروں کی طرح اس کا لازمہ راج چڑا بھی قرار دیتے ہیں،
 اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ فتنے کے بیڑ اگر شراب جیاز ہوئی، تو صراحی کے منہ میں شراب تعلق کہیں
 کرتی، ایرانی فلاسفر کی بارکب مینی کے قربان جاتے، اسلامی پیغمبر کی تعلیم کی ایسی تفسیر شاہ کی کسی
 اسلامی مصنف نے کی ہو اسی تعلیم پر وہی اند کو تو گڑ باغی

مے بر کف من نہ ویرا و قلعش بانوہ عند لیب و صورت لبیل
 بے نئے اگر رو ابدے سے طردوں مے در پیر شیشہ ہا نہ گدو سے قلعش
 عمر حیات نہ فقط شب درو شراب پینے کی تلقین کرتا ہے، بلکہ دنیا داروں کو بھی سکھانا ہے،
 کہ وہ فریب سے کام لیں، خوب عیش و عشرت کریں، اور دل بھر کر شراب پیں، لوگ عمر حیات کو شراب خوری
 کی وجہ سے ہدایت کرتے تھے، کہ خدا کچھ توبہ کی توفیق دے، مگر وہ اپنی حالت دیکھ کر خود توبہ کرتا ہے،
 کہ خدا اسے توبہ کی توفیق نہیں دے گا، اگر دے بھی دے تو وہ نہ شراب خوری چھوڑے گا، نہ توبہ کرے گا،
 یہ کوار اور اکابر توبہ بھی اس کی زبان سے سننے کے قابل ہے، گدو باغی

دنب چو فاست من بجر من نہ کشم جز یا دنشاط و مے روشن نہ کشم
 گویند خدا تو ازانے توبہ دھند او خود دھند و گدو دھند نہ کشم
 عمر حیات اہل راز کے لئے شراب کا پینا گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ انہیں اس حلال خوری (شراب خوری)
 کے لئے اپنی مذہبی واقعیت کے بھروسے پر کامل اطمینان دلاتا ہے، اور تمام ذمہ داری اپنے

سر لیتا ہے، اور بڑور کہتا ہے، کہ اُن کے لئے شراب حرام نہیں، یہ فتویٰ حلال بھی سمجھتے ہیں۔
رباعی

دانی کہ چراست، توبہ ناکردن من زیرا کہ حسام نیست نے خوردن من
 بر اہل مجاز است بختن حسام سے خوردن اہل راز بگردن من
 شراب خور، نئی و پُرانی شراب کی پروا نہیں کیا کرتے، بلکہ تھپٹ بھی ہڑپ کر جاتے ہیں،
 اور اُس کے مزے کے مقابلے میں جنت کے شرعی لطف بیچ سمجھتے ہیں، عمر خیام نامح کو جواب
 دیتا ہے، کہ خواہ میں رہنے کے بعد کہیں جاؤں، تو مجھے شراب پلا اور پھر تو جہاں جانا چاہتا ہے
 جا، یعنی تو اپنا علم کر میرا بخور، کیونکہ تو دوزخ میں جا گیکا، اور میں بہشت میں رہ باغی
 ماہم خریدارئے کہنہ و نو دانگاہ فرود شدہ جنت بدو جو
 گفتی دپس دگ کجا خواہی رفت سے پیش من آؤ ہر کجا خواہی رو
 ایرانی زمانہ متوسط میں بہشت روزہ پانزدہ روزہ اور بہشت روزہ جشن منایا کرتے تھے،
 اُن ایام میں عیاشی اور شرابخواری کے سوا کوئی دگر کام نہ کرتے تھے، سب ایک جگہ جمع ہوتے تھے،
 شراب کے دور چلتے تھے، اور نایب جڑے ہوتے تھے، اور دنیا کے سب مزدوری کام ترک کر دیتے
 تھے، عمر خیام کا دور زندگی اُس دور سے گزرا باخفا، وہ بہشت روزہ جشن کا اشارہ کرتا ہے، مگر
 اُس کیساتھ ہی پینت تاکید کرتا ہے، کہ جشن بہشت روزہ مناد، غروب شرابیں پیو، مگر دیکھنا، جہنم اور
 شعلہ کا دن نہ رہ جائے کہ وہ مبارک دن ہیں، یہ مبارک کام دشرابخواری، مبارک سدنوں
 میں ضرور ہو، ہم حیران ہیں کہ یہ کفر کے فتویٰ سے کیونکر محفوظ رہ گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے
 فتوے بعض ہندوستان کے لئے جان بچھ گئے تھے، **رباعی**

یکہفتہ شراب خوردہ باشتی پرست ہاں تا نہ بنی روزہ آدینہ زد دست
 در مذہب ما شبہ آدینہ کیست بجبار پرست باشت نہ روز پرست
 مذہب اسلام میں شعبان، رمضان، جمعہ، ہفتہ، شب قدر، شب برات، روزہ، عید وغیرہ

ایام مبارک سمجھے گئے ہیں، ان ایام میں نیک کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، مگر عمر خیام تعلیم دینا ہے، کہ وہ عید کے دن شراب کے گھر سے بھر کر پئے گا، کیونکہ وہ دنیا میں شراب نوشی سے بہتر کوئی کام نہیں سمجھتا، عمر خیام کی نگاہ میں نیکو کاران اور زاہدان گدھے ہیں، نماز ان کی باگ ہے، اور روزہ پوز بند، شراب ظری سے ان کی نجات ہو جائے گی، جہاں نیکو کاروں کی یہ قدر و منزلت ظاہر کی گئی، پھر اس طعن کو ن قدم رکھے گا رُباعی۔

عید آمد و کار را نکو خواہد کرد / خیتام شراب در سبوغا خواہد کرد

افسار سزا پوز بند روزہ / عید از سر این مژگان زرد خواہد کرد

عمر خیام شراب کا جام ایک لمحہ کے لئے بھی ہاتھ سے اگنہ نہ ہونے کی ہدایت کرتا ہے، وہ اہل دنیا کو سمجھاتا ہے، کہ روزِ دشت کے پویش گھٹنے اور ہمت کے سائوں دن شراب خوری کے لئے وقف کر دینا چاہئیں، شراب خوری ہی روح افزا ہے، ہر دم شراب خوری ہونی چاہئے، عمر خیام کی تعلیم کا یہ گندہ سبق اہل عالم کی عام پسندیدگی کا باعث ہوا، مفتر اپنے مددعوں کی غلط اور غلط تعلیم سے نفرت نہیں کرتے، بلکہ ایسی نادلیلیں کرتے ہیں، کہ جنہیں کلام سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، عمر خیام ۵۰ صفات کہتا ہے، اس کی کیا تاویل ہو سکتی ہے، رُباعی

اسے برہم سرورانِ عالم یزوز / دانی کہ چہ وقت سے بوڑھو روح اذوز

بچشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چار / پنجشنبہ و آدین و شنبہ شب و روز

عمر خیام کا آدمی بننے کا نسخہ یہ ہے، کہ اگر یہ گدھے (پرہیزگار) عید کے دن مرغ شراب پیئیں گے، اور ناچ رنگ منائیں گے، تو حیوان سے انسان بن جائیں گے، اور یہ بھی تعلیم دیتا ہے، کہ شراب محفل میں پینی چاہئے، اور دو تین بڑے بڑے پیالوں سے کم نہ پینی چاہئے۔

رُباعی

عید دست بیا تارے گلگون کشیم / بانہ عود ناز چنگ کشیم

یا پار سبک رُوح و سے پیشیم / رقل دوسر بادہ گراں سنگ کشیم

عمر خیاں شراب نوشی کی آرزو میں مال و دولت گھر بار برہن وسیع کرنے میں بڑا ہی نہیں سمجھتا، بگڑی بھی بیچنے کے لئے تیار ہے، کہ اگر لگی شمع شراب مل جلتے، عمر خیاں وہ شراب کے لئے گھڑی ایک انیٹ بھی بشرطیکہ وہ اس کے پاس ہو فروخت کرنے کے لئے بیکار نہ ہو، خانہ بربادی کے یہ سارا دیکھنے اور اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیجئے **رُباعی**۔

وَر دُوسے زبیں اگر رکھت است آں دہے اوت گرچہ ناسے زشت است

گو نہ زنا دہے سے فردا نیست و زنا دوستار دہیم زشت است

عمر خیاں جذبہ شرابخوری میں مجبور ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میری تعلیم و تہذیب سے تمام دنیا شرابخیز ہو جائیگی، اور اس طرح سے سب آدمی احکام شریعت اسلام کے موافق بہشت میں نہیں بلکہ دوزخ میں داخل ہوں گے، اور بہشت کا کہ جس کی شریعت میں زغیب و لانی گئی ہے، کوئی گناہ بھی نہ دیکھے گا، یعنی وہ غیر آباد اور دیران پڑی رہے گی، کیا اچھی تعلیم ہے، اور کس لاجواب فلسفہ سے بہشت کا دروازہ بند کیا گیا ہے؟ **رُباعی**

مارا گو سینہ دوزخی باشد مست تو لبیت خلاف دل باد فواں لبست

گر عاشق مستم دوزخی خواہد بود فردا مینی بہشت ہمچو کعبہ دست

اس قسم کی تعلیم عمر خیاں کے بیسیوں اشعار میں دی گئی ہے، عیاںشی اور شرابخوری جیسی عادت ثانی ہو گئی تھی، اور ڈھٹائی یہ کہ اپنی ایسی حالت پر مطمئن اسوس نہیں کرتا، تو یہ سے تو پہلے ہی تو یہ گرجا ہے، بلکہ اُن اعلیٰ سے اعلیٰ قابل تعظیم پرہیزگار کو ٹھیکہ کرتا ہے، یہ آخری اخلاقی سن بھی اُن سے سن لیجئے **رُباعی**

سے خردون دیگر دگر خاں گردین بہتر نہزار ز اعلیٰ و ز دین

گر مردم مجزار بہ دوزخ باشند ہیں دوسے بہشت را کہ خواہد دیدن

معتوقوں سے بے فکر ہو جائیں اور شراب خوب پیئیں، میک نامی کو بدنامی پر شاکر گردیں سمجھیں

ملاحظہ فرمائیں عمر خیاں کی ایسی تعلیم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان عادت سخن جام دہم شراب نامی اور جب دوزخ کی تفریق دوزخ سے کہے وقت ہیں، موری ولی اللہ

کو ایک پیالہ شراب کے بدلے بیچ ڈالیں، نام و ناموس کو شراب پر قربان کر دیں، اور پھر بھٹکیں
عمرِ حیات کہتا ہے کہ خواہ کچھ کرنا پڑے، مگر ضرور شراب پیں، اور ضرور بد معاشری کریں، یہ زندگی انسانی
کا جو ہر ہے، اسے پاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے رباعی

در دامن یار بے وفا چنگِ نسیم سے باز خوریم و نام بزرگِ نسیم
سچا وہ بیکِ پیالہ سے بفرشتم ناموس بے ڈسیم و بزرگِ نسیم
عمرِ حیات رات ہی کو شراب دیتا تھا، بھگت تمام دن شراب پیتے پیتے میرے ہو کر دن رات شغل
جاری رکھتا تھا، اس سے سنو رباعی

پر دے گلِ ازابرِ نقاب است ہنوز در طبع دلم میل شراب است ہنوز
در خواب مردچہ وقت خواب است ہنوز جاتے تے وہ کہ آفتاب است ہنوز
عمرِ حیات کی بہت سی رباعیات ایسی ہیں، جو کسی خاص موضوع پر نہیں لکھی گئیں، گویا اس کا
قلم ایسا خود رفتہ ہوا ہے، کہ کوئی مضمون ہی قلمبند نہ کر سکا، ان میں سے ایک رباعی یہ ہے،
رباعی

من در رمضان روزہ اگر می خورم تاظنِ نسیمی کہ بے خبر می خورم
از محنتِ روزہ دہن چوں شب بود پنداشتہ بودم کہ سحری خورم
مولوی ولی اللہ شارح اس کے معنی لکھ کے مضمون کی پیروی پر نوٹ لکھتے ہیں کہ
”روزے نہ رکھنے کا اچھا بہانہ ہے، لیکن جب روزہ رکھا ہی نہ جاسکے، تو پھر ”محنتِ روزہ“
چھ معنی وارد“

پہیمانہ خیالِ متاخرین | آپ نے متقدمین شترائے فارسی کا جامِ علم دل کھول کر پیا، خوب
سرور ہو گیا ہوگا، اگر بوجہ کی استعدادِ فارسی یہ دور آپ کی طبیعت
کے موافق نہیں تو شترائے متاخرین کے ہاتھ سے چند جامِ پیچھے، کہ یہ بھی پیچھے سافٹوں سے پیچھے نہیں
رہتے، بلکہ بے استعدادی کے ساتھ خم کے خم لٹھکے، اگر کوئی خوش انش کے کلام کو وحدت

کی طرف سے جانا تھا تو یہاں اب یہ خوف بھی نہیں اٹھلی شراب فروخت ہو رہی ہے اور سب بڑست
ہیں کیونکہ ہو کہ اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو چکا کہ جو اسے مذہباً حرام سمجھتے تھے اب تو قانوناً حلال
ہوئے اور بازار کھلے ہیں لائنس ملے ہیں

میرزا اسد اللہ غالب اب سب پر غالب ہیں کہ جو شراب پیئے بغیر مشاہدہ حق کے
جلد کا خیال بھی نہ لاسکتے تھے۔

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گمنستگو نئی نہیں ہے یاد وہ ساغر پیئے بغیر

بزرگانِ تسلیم کی شہادت ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں۔

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو جوئے و غم کو اندوہ نہ بامکتہ ہیں

غالب کی بلا نوشی وہیں جام شراب ملاحظہ ہو۔

ہیں شراب اگر غم بھی بکچھ لوں دو چار یہ شیشہ و قدر و کوزہ و شہو کیا ہے

غالب شراب پیئے کے اوقات بتلاتے ہیں۔

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی پتیا ہوں روزِ ابر در شبِ مانتاب میں

ایک صاحبِ شربوں پر رخصت اور تو بہ پر اس طرح بلانا ازل کرتے ہیں۔

شے کسٹور زدہ کہ گھنگور گھنٹا میں آئیں تم پر رخصت ہوئی تو پہ بلا میں آئیں

و ذوقِ زاہ کی توضیح فرماتے ہوئے شرابی کی مردی کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

زاہد شراب پیئے سے کافر ہوا کیوں کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بگبگیا

پیشیاں کے پاس نہ دارِ درج جس ذوقِ نامردِ مردِ مرد جو انسر ہو گیا

سید اکبر حسین آبادی اپنی ادائے خاص سے شیخ صاحب کو جام شراب پیش

فرماتے ہیں۔

اپنے ہاتھوں سے جو دو انہیں جام شراب شیخ صاحب کو ذرا دے بھی دے

اور یہ اسکے دُعا کس شخص میں مقول پسند غالباً حارثوں میں پس بھی نہیں اگر انہو

زادہ دیکھو وہ گنت درگشاں ہیں

سے۔

اقبال کا ہوری ”پاسبانِ عقل“ کا خطاب دے کر اس طرح رغبت دلاتے ہیں۔۔۔
 اچھا ہے دل کیساتھ رہے پاسبانِ عقل لیکن کبھی کبھی اُسے ہنسا بھی چھوڑے
 مے پی تو بھی تو بھی ہو جائیگی ”زاہد“ (دراغ) کم بخت قیامت ابھی آئی نہیں جتنی
 پیرِ عین سے تم کو ملی ہو شرابِ عشق (دراغ) زاہد ہماری خاک کا پیمانہ بن گیا
 نہ چھیر دلاس وقت جھکو دماغ نہیں ہو تو نہ کنگھو کا آغا، سوار جاتا ہے وہ شرابی میں حاضر آگے رہتا ہیں
 ایک شراب کا متوالا اسلامی شرع پر اس طرح پھبتیاں اُڑاتا ہے۔۔۔
 واعظانہ خود پیو نہ کسی کو پلاسکو کیا بات ہے کہ ہماری شرابِ طہور کی
 شرابِ حرام کا ایک دیوانہ بیتِ اطرام میں بیٹھ کر شراب پیئے کافسٹہ ہوا زبان کرتا

زاہد شراب پیئے دسے مسجد میں بیٹھ کر یا وہ جھکنا دے کہ جس جاخُدا نہیں
 ایک شرابی، دینار زاہد کو دوزخ کی آگ میں ڈالتے ہیں، کس قدر ناقص بیان

زاہد پکا دیکھ کے دوزخ کی آگ کو شاید کہ گرم بھٹی ہے کوئی شراب کی
 شرابِ حقیقتہً پیا طور کی حقیقت ایک میخوار ہے دین سے پوچھئے، عاذا اللہ۔۔۔
 الہی نیز سے ساغر میں نہ تیرنی ہے نہ مٹی ہے چلائی ہے پلا دے ہم کو دُنیا سے تو منگو کر
 ذکرِ الہی سے گنہ کا مزہ ملے ہو جاتا ہے، اور ورنہ دو نالاف سے جہنم کا شراب پیئے سے
 مٹے کا مزہ آجاتا ہے (دراغ)

روزِ بیتا نہیں، پی لیتا ہوں گاہے گاہے دُکھی کھڑی سی صورتِ کلید لے کیلئے
 مجلسِ وعظ تو تادیر رہے مٹی قائم (قائم) یہ ہے میخانہ الکبھی سچے چلا آتا ہوں
 مے بہ زیاد کن عرصہ کہ اس جو ہر ناب (ناب) پیش اس قوم بہ ثور بہ زرم زرم
 تو بہ کی مٹی کس طرح پلیدی کی ہے، اگر یہی تو بہ ہے تو اس سے ہزار بار تو بہ

لیکھ شرات کو پی شمع کو تو یہ کرلی
ہند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی
ایک اسلامی شاعر کی پارسائی رُوح کی زیارت کیجئے، کہ جس کی شرابوشی کی تقدیس
اواسے نماز کہیں بڑھ کر ہے۔

پنیا نہیں شراب کو میں بے دھنوں کے
قالب میں میرے رُوح کسی پارسائی ہے
شعر کی این سیارہ کاریوں اور بدھتی کی ستمنا کیوں سے دُور رہنا چاہئے اور چاہئے تو یہ
ابہیں ٹھوسے سند میں نثر قالب کر دیں۔

ایں دفر ہے معنی عزن سے نامساو ارسے

غالب آئیں ہیں لاوا سے تھر تھر دھڑک، بادہ ناب میں بلا کے گلاب
حالی نشا و نعمت سے ڈھونڈتے ہو اب (حالی) آئے ہو وقت صبح سے رات بھر کہا
آئے سپریمیاں مجھ کو نہ بیہوش سمجھا اور کلا قطرہ لڑ جب تک خم و ساعز میں رہیگا
مُنذرات میں رندوں سے چھپا کیا شیخ دُک، نشہ میں دامن تیز و برائٹ جاتا ہے
ساقی اب ہر تود کچھ کہہ کر دست ہیں (ساقی) کچھ مٹی نگاہ بھی ملاوے شراب میں
ساقی بدست آتا ہے لہجہ جام و سبب، شعلہ آتش بھوکہ مغل میں شراب کی بھوک
سبب بادہ شوقی وصل حیات یا نہ جائیگا (ساقی) بے چنگ و نہیہ قہر ستایا نہ جائیگا
تھے ہلائی اگر نہیں سنطور دے، ابر کیوں بار بار آتا ہے
سجیت سپریمیاں طرفہ مزادیتی ہے (سجیت) سلسلہ کوڑ سے بلا دیتی ہے
ہم ہیں سیاہ کار تو جو جتنا ہے پرچہ پور (ہم) تھے پتے میں توسایا ایر سیاہ میں
تھے کی طلب ہمیں کو نہیں دیکھ سنا، طین بکھ بول بھی دیکھ سے پر تھے چھاتے ہیں
حسرت دیکھ کبھی ہے یہ مجھ سے کہہ لی، دل سے شیشہ کو لگا اکھ سے پیمانہ کو

میر ولی اللہ کوئل امیٹ آیا واپچی وسیع معلومات و واقفیت کے اعتبار پر اپنے مولو
کے خلاف صداقت کا یہ فتویٰ دینے شرم محسوس نہیں کرتے۔

”مشرقی شاعری کا بہت سادہ مشراب کی تعریف کے لئے وقف رہا ہے، کوئی ایسا نظر نہیں آتا، جس نے اپنے کلام کو بادہ لال سے رنگین کر دیا ہو، ادبیاتِ مشرقی اخلاق کے متعلق نہیں یا حسن و عشق کے متعلق، حقیقت و معرفت کی گفتگو ہو، یا شریعت و طریقت کی، رزمیہ ہو یا بزمیہ، طبعیات ہوں یا اُلیات کرئی، ایسا معنوں نہیں، ہمیں شراب کا ذکر نہ ہو، آپ اسے شراب ٹھہرتے سمجھ لیں، یا بادہ موت (ایسی ایسی غلطیوں و باتوں سے بچ کر) ذائقہ شاعری کا مستی مانس کر دیا، شرابی ہمیں یاد ہے، اگر اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا، کہ کوئی کتنا ہی ہمتی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، اگر کھنکھاتی ہے تو بادہ چلتا بھی ضرور دھکا، حکیم صاحب کی ترابیات کی ایک کثیر تعداد ایسی ہی ہے، ہمیں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں فرماتے؟“

ایسے ایسے منتقدوں نے کارخانہ دنیا ابتر کر دیا، جہاں ایسی ایسی تاویلیں اور تفسیلات ہوں، وہاں اس امر اور رنگین ہائی؟ سے کون محروم و محنت ہو سکتا ہے؟

سردار خٹمانہ عمر حیات

برہمن یہ۔ ہر سیکھ در صحن گلشن برسگے دار و نافر
ما نطر بر جلوہ آں گلزار سے دہشت

ہم نے اس خراباتِ تعینی کے تقاضے پر برہمن کی بھی توجہ دے کر دیکھا اور خوب معائنہ کیا، بلکہ سب چھان مارا کہ آیا وہ اس نالائق و مردود و طرزِ بیان سے اپنا دامن پاک رکھتا ہے، یا ناپاک کرتا ہے، کیا اس نے ”مشرقی شاعری“ ہوتے ہوئے اسے غنہ لگایا، یا توڑ ڈالا، اب ہم میر و فی الداد کو دیکھتے ہیں کہ سنیں ”سنج“ اور ”بادہ پرستی“ کا کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے، تو شرا بیوں یا بدہمتوں کا، اس کیجہ اخلاق و ادب، عقابیت و معارف میں سے حصہ نہ ہو، شاعرانہ، گویاں کا سردار خٹمانہ برہمن ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، مگر یہاں ہم نے دیگر شعرائے فارسی اور اردو اور بالخصوص عمر حیات کے معائنہ سے چند جام پلائے ہیں، اب یہاں یہ ضروری ہے کہ عشرت کہہ برہمن کے بھی چہرہ پلائے جائیں، کیونکہ ان کی شاعری کا خاکہ اس

خمیر کے بغیر خام رہ جائے گا، برہمن اپنا پیالہ پیش فرماتے ہیں سہ
 میوہ سہ پر مٹھاں جام نے دیگندہ باؤب بائش کہ پیمانہ دہمیانے نیست
 اس کا مطلب مرتجح ظاہر ہے، اور کو لازم نہیں آتا، اگر میر ولی اللہ یاد دیگر شاعران کی طرح
 اس کا مفہوم ادا کیا جائے تو یہ مطلب ہے کہ یہ انسان راز و بان کے راز و بان میں
 دخل بر جائے، تو اس کو پہلے ہی دروازہ پاسینے پر سرمد کی طرح مدہوش نہ ہو جانا چاہئے، بلکہ
 ضبط و عقل سے کام لینا چاہئے، کہ اس منزل کے لئے یہی حکم ہے، غیر برہمن کا پر مٹھاں شراب کا پیمانہ
 بالکل میں سے کہہ سکتا ہے، کہ میر سے پاس پیمانہ ہے، اور میر ایترا عہد و پیمان بھی ہو چکا ہے، ادب سے
 رہو، اگر سرستی یا بے ادبی کہہ سکا، یا اور مانگے گا تو چمیان نکلی کا مجرم ہوگا، تمہارا برہمن کا پر مٹھاں
 شراب نوشوں کے لئے ایسی سخت گڑی شرائط مقرر کرتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی پر اسے
 مجرم ٹھہراتا ہے، وہاں ضروری ہے کہ عمر حجام کے شرائط سے نوشی بھی سنائے جائیں سہ
 ایک ہفتہ شراب سے رہہ بائشی پوست ہاں تانہ نہی تو روز آدینہ ز دست
 پانچے کہ ہفتہ بھر متاثر شراب پیتے ہیں ہنر دار جو کان کہ جو مبارک ہے اتھو نہ ہائے نیا
 در دہمیانے مشہور و آدینہ کیست جبار پرست پائش نہ روز پرست
 ہمارے نہ دہمیانے اور شہد سب برابر ہیں قوارت ہونا چاہئے روز پرستی فضول ہے
 برہمن کا پر مٹھاں تو شراب کا ایک گلاس دینے سے پہلے عہد و پیمان کا واسطہ دے کہ نہ نوش
 کی روح نقص کرنا چاہتا ہے مگر عمر حجام کا ساتی ہفتہ بھر متاثر شراب پانے پر تیار ہے، اور روز
 مبارک (جمعہ) بھی نہیں چھوڑتا، کیونکہ وہ اسے روز پرستی سمجھتا ہے
 برہمن کے یہ جام پہ در پہ پینے کو دل چاہتا ہے، ہم اس قدر پیچھے کہ اس میں سے ایک ایک
 جام بھی باقی نہ چھوڑیں گے، اقل اس کی رقم شراب ملاحظہ ہو سہ
 سنی جنم نصبت نشا و دیگدہد آچھ میوہ ہم نادرا غزو پیمانہ نیست
 اب برہمن کے یہ جام بھر بھر کے پیئے سہ

برہن حریف سے ارغواں نہ ایم (۱) باشد ہمیشہ خونِ جگر در سبوتے
 بدور بہت پر مغاس طلب کہ مدام (۲) گو اوجالِ دلِ او در کشادہ اوست
 ما خود غمِ خمار کشیدیم برہن (۳) آبادہ طلب لبونے کہ آفاست
 بجئے ناب لب نیالایم (۴) کہ مرانشہ سے دگر است
 ہر کہ پیش از صبحدم با ساعز و صہبائست (۵) سر فراز روزگار خوش چوں مینائست
 گرفتہ پیرنساں جام سے بکھن میگفت (۶) کہ اس تہ روزہاں انتخاب خواہم کرد
 تہ ہدہ ساقی کہ دل را شست توشہ میشد (۷) در میاں بزمِ رنداں آہوئے میشد
 تو مرد باوہ نہ ورنہ ہر چہ ساقی داد (۸) اگر بظرف تو گنجید کارِ خوش کند
 پنجم جوئے شود امتحانِ ہمدونچی (۹) چو کار با ملک آفا و ہر چہ بہت برآید
 ز جامِ بادہ چو از خانہ پارست برآید (۱۰) ز کعبہ شیخ در تاجانہ بت پرست برآید
 دماغِ مست پر مغاس ناند مرا (۱۱) ما بخود مستیم ساقی کجائے مکیب نیست
 کہ جامِ خونِ جگر گزشت دگر دارد (۱۲) نثار ایلِ محبت از شرابِ دگر است
 یہ آہ تو بہام کلایش باطن نشد ز اکل (۱۳) کہ اس کارِ فروغ از بادہ گرنگ سے آید
 بدہ ساقی سے لنگوں کہ رنگ ز رو بگردانند (۱۴) دماغِ رفتہ را سوسے نشاط از بو بگرداند
 در آں دیار کہ ہر ضعیف خوش کند بجام (۱۵) جبیں لگھتہ تر از آفاست می باید
 ساخت مسد گرم مرا نشہ صہبائروز (۱۶) خندہ آہو و مرا گر یہ لب اہروز
 کار اہروز ہند و انگن بجام بیار (۱۷) نواں خوردیم وعدہ فروا اہروز
 جام در گردش دساقی بگریناں مرفوش (۱۸) جلسِ خوب تریں ہست ہیا اہروز
 ادب ز صحبتِ رنداں پارسا آموز (۱۹) بگیر جوئے پیمانہ و بہ میاں باش
 مرا در بزمِ رنداں آہوئے سے توانِ ادن (۲۰) بیک تیر جوئے ہم رنگ بوئے میتوانِ ادن
 مرا ساقی شراب ز غفرانی میتوانِ ادن (۲۱) بیک تیر جوئے آب زنگانی میتوانِ ادن

برہمن بادہ صافی دلاں خون چک باشد (۲۳) ہرگز نشد آلودہ دامان یا بغ من
 مست عشق کعبہ دُست خانہ را گم کردہ ام (۲۴) در سرستی رو میخانہ را گم کردہ ام
 ساغر و صند بہت من لبریز است (۲۵) بہر تیر چرخ ہر یوزہ صینہ زدہ
 از خون دیدہ بود شرابے کہ داستم (۲۶) و از لخت سینہ بود کبابے کہ داستم
 سرگراں دایم و مخموریم ساقی ہمتے (۲۷) گز نہ باشد جامے خون جگر میخواستم
 ز نیم جودہ مخمور نہ شد در کارست (۲۸) بیارے کہ عسلارے دل ملل کشم
 مادے بے علین گدایم حال فویش (۲۹) ساغرے گز نہ باشد بزم روحانی گنم
 ساقی چو طرہ ساقی بدست بودہ (۳۰) نے رختی باغ و دساغ شکتے
 اسے پرے فرشتے با سینہ جودہ (۳۱) ہاں متھے کہ لب کو فرشتے
 اسے آنکھ شمع ہائے دساغ نشتہ (۳۲) با ما و آفتاب بر ابر نشتہ
 مرد آزماست بادہ تو سید برہمن (۳۳) ما آرزو دہست بیک جام میثوی

فلسفہ | قدم دلیر منہ در سرائے ہے بنیاد کہ استقامتِ خس مُکمل است در رو باد
 یہ علم بندوں کی جان تھا، گواہ سب بچان میں، کیونکہ انجان رہ گئے، اور جان کار
 چل بے برہمن کا فلسفہ غور کرنے کے قابل ہے۔

مشرقی بگتہ گرد دل فروئے آید کے کہ از خس فاشاک اولیہ اوست
 صاحب عمر بند سیرا صواب گذشت فعال کہ چو گرائے یہ ہے حساب گذشت
 بنائے قہر ہباز اثبات ممکن نیست بجز آسا میں محبت کہ دیر بنیاد است
 مرد را در بحر دل فرو برد چون گوہر است ایں گہر با خویش دارد ہر کہ صاحب جوہر است
 عشق باید کہ دل بسیار دہ دل بے عشق شاخ بے ثمر است

۱۔ اصل میں برہمن نے شریوں کو بھیجا، وہ ان سے کہہ گا کہ میں نے عشق کا قتل ہے۔
 AN UNEXAMINED LIFE IS NOT WORTH LIVING.

”وہ زندگی، جو علم کا حساب نہیں رکھتی، زندہ رہنے کے قابل نہیں، برہمن کا فلسفہ اس فلسفہ سے بڑا ہے۔“

۲۔ مقررہ کا فلسفہ ہے کہ دنیا میں وہی شخص آفات سے محفوظ رہتا ہے، جو جس نے اپنی ضروریات، محلوں، شہر، صحت، باطنی، الذکر کی ہی
 مثال ہے۔

آنکھ کے سیرچیم تہی سچی دعا است اول در قبول ہر دے اثر زند
زنگ عاشقانہ فارسی اور اردو شاعری میں اگر کسی کا کلام عشق مجازی دعا شقانہ کے رنگ سے
 رنگا گیا ہو نہ تو وہ شاعر سمجھا جاتا ہے نہ اس کی شاعری قدر و قیمت پاتی ہے
 اس بد مذاقی کا عیاں شاعروں مغلوب الجذبہ فوج افوں اور متاثرینوں نے اپنی شہوانی خواہشات
 لذات سے ایسا مخرب اخلاق تباہ کن جلوہ دکھایا کہ آزاد گورنمنٹ کو بھی ایسے گندے لٹریچر کی اشت
 ممنوع قرار دینا پڑی، اگر دنیا کی کسی زبان میں شاعری کا غلط استعمال کیا گیا ہو تو وہ ہی اردو ہے
 علم کی بد اخلاقی اور عام بد چلنی کا حقیقی و واحد سبب جذباتِ ہیمی کا بھر کنا اور بھر کنا ہے شاعری
 ایک ہندی میغ تھی جو فاسد گندہ خیالات پر بجلیاں گرا کر انسان کی روحانی طاقتوں کو جلا دیتی تھی
 یہ حضرات اسے اپنے ادب و اخلاق کی گھڑا سنی کے کام میں لائے، شارح و مفسرین کا دامن جب
 عشق و عاشقی اور شراب و کباب کے کانٹوں میں الجھا تو انہیں کھینچ تان کر عشق مجازی میں لائے کی
 تالاب کو کشش کی، گو ان کا یہ کام اپنی حدود کے اندر بدتر تھا، مگر ان حایانِ فعل بد اخلاان نے
 اگلی نسلوں کی شاعری کے لئے ایک پرگناہ رستے کی داغ بیل ڈال دی، ان نالایق جذبات کا بے جگری
 سے مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے حوصلے بڑھا دیے، عشق حقیقی کا گلا گھونٹ دیا گیا اور اب چاروں طرف
 عشق مجازی کا دور دورہ ہے، کیونکہ کسی طرح کا کوئی مہرک سے میرے کلام اس بدعت سے پاک نہیں،
 شاعری دراصل انسان کو اثراتِ المخلوقات بنانے کے لئے پیدا ہوئی تھی، معشوق خداوند حقیقی تھا
 و در وظائف لذتِ عشق تھے، اب جو پیش خاطر ہے وہ ظاہر ہے، برہمن نے اس عشق میں جس درد کے ساتھ
 محبت کے آئینہ نگار کئے ہیں، اور اصل میں کامیاب ہوا ہے، وہ نظارہ دیکھنے کے لائق ہے، نورِ اولِ باختر
 عاشق کی اپنے معشوق کے لئے بقیرایاں دیکھیے، مگر جو عشق مجازی کے دلدادہ ہیں، وہ تکلیف نہ
 فرمائیں۔

و محبت ہو بس جامِ دسبر توں کر د
 تا بدو خونِ جسگرے بگو نتواں کر د

تاسرے زلف اُوبہ بستہ آرد دل پر نیاں تر از صبا سستہ است
عاشق بسینہ زخم خورد بچو برگ گل چوں لاله در شناس محبت بدایع نیست
عاشق شوریدہ غل چوں غنچہ در دل میخورد فصل گل بگرفتہ و از بلبل نوائے برخواست
بدول بھروح ناخن زن کہ در بزم ذوق احتیاج ساز چنگ نہا نہ مغرب نیست
بدور عشق برہمن بسا ز خوشدل باش کہ از بہاں محبت ہمیں ٹھہر پیدا است
بگفتاری ما حاجت شیر شکاری نیست تار نوئے ز سر زلف دل آدریں است
پودر عشق رسد خواہش دوا بخشد نظریست عدہ لسنہ شفت نہ کشند

ہزار بار برہمن خود سے "چاکش" دے نیامد از نصف تا گریبان است
چاک گریبان یہ مضمون فارسی وارد و شواکی دیوانگی کا نتیجہ ہے کہ وہ معشوق کے بھر میں بغیر
ہو کر اپنا دامن چاک چاک کر ڈالتے ہیں، گواہی کے چاک کرنے کے بیسیوں طریقے ان کی دیوانگی
نے نکالے ہیں، گواہی بھی ان کی دیوانگی کا مکمل نقشہ نہ کھینچ سکا۔

میر الطاف حسین حالی نے اپنے مشہور متنادہ مقدمہ میں ان دیوانوں کے بیسیوں
"چاک گریبان" کے مضمون دینے کے بعد لکھا ہے کہ روز آغا شاعری سے

اب کے جوں میں فاصلہ شائد نہ کچھ رہے دامن کے چاک اور گریبان کے چاک میں
شعر سے بڑھ کر کسی شاعر نے "چاک گریبان" کا مضمون نہیں باندا، اس سے پہلے لکھا کہ دنیا
شاعری میں ہزار ہا شاعروں نے وقت ضائع کیا، مگر ایک مضمون پر ایک شعر بھی موزون نہ لکھا گیا حالی
نے جو محض ایک شوا انتخاب کیا، وہ حالی کے مذاق کے موافق حال کا کیونکہ اس میں جنوں کا دور دکھایا
گیا ہے، اور یہی ناقص بیان ہے جذبہ کا دور نہیں ہوتا، اور وہ جنوں کیا ہوا کہ جو ہر سال اٹھا
اور اس سے شاعر کی حالت ہوش و ہوا اس ظاہر ہوتی ہے کہ جو ایسا ارادہ ظاہر کرتے ہیں برہمن
اپنی محبت کا جو نقشہ کھینچتے ہیں، اس سے ان کے نہیں بلکہ دنیا بھر کے گریبان چاک ہوتے ہیں
صدر کا شعر مکرر پڑھئے اور پھر آپ کی دیگر حدت طرازیان، مگر اقل حسالی کے پسندیدہ شعر کا جواب

برہمن سے منسلک

کسیک جانے جہاں چاکم توں اردو بہ نزد ہمت او چاک در گریاں چسپیت
 بچاک پرہن از آستین ناید بروں دستم کہ ترسم راز دل از چاک پرہن تھو پیدا
 کہ دم خیال روتے تو سر در گھم بجیب آید بروں از چاک گریب کم آفتاب
 ز لیک و دغتم و پارہ ساغتم صدا با ز چاک سینہ من در دل رز گہ امت
 کو نکھائے گندام و ز بچاک مہر گم بہر کہ وی روز مرہ چاک گریاں میرخت
 بود بچاک جسگر لذتے کہ تو اس گفت تو از ہوس شدہ بر چاک یک گریاں شا
 مرا ہر خطہ باید عشق چاک تازہ کردن چو آہ نومرا ہر شب گریاں دگر باید
 پرہن نیست کہ چوں چاک تھو در ہاں وخت سینہ چوں چاک تھو باز در فوسے تو اس کرد
 دست ہر کس ز پے شارب امید سب بلند قسمت ماست کہ بر چاک گریاں آمد
 عشق مجازی کے عاشقوں کے چاک گریاں کے ہزار علاج ہیں مگر برہمن کے "چاک" کا
 کوئی علاج نہیں ہے ہزاراں بچہ باشند کار گریاں از بچاک سینہ کمتر راست می آید ر فوسے کس
 ہمیشہ چاک بچہ عشق دست بہت اوست کہے کہ چاک ہوس نیست در گریاںش
 کہے کہ از غم عشق تو سینہ دار و چاک ز چاکہ سنے گریاں بچہ دار و باک
 کہ دار و از بہا عشق سامانے کہ من دارم شود گل دار و زین "چاک گریاں" کہ من دارم
 بگریاں نہ ز غم دست کہ چوں غنچ ز شوق خون دل میخورد و پائے بر امن دارم
 بچوشد بچو ابرو بہا راں چیم گریاںم ز چاک دل گواہی میدہ چاک گریاںم
 دست گرداری برہن جانہ جاں چاک کن نگاہ از عشق از چاک گریاں عشق
 دستم دگر ز شوق گنج در آستین تا در ہوائے چاک گریاں برآمدہ
 ز لیک چاک بچہ لذتہ دگر دار و چو دست سوسے گریاں بزم تھو کوتاہ
 اہل حقیقت ہی اپنا گریاں چاک کیا کرتے ہیں اہل مجاز از ہر دہیاں ہی نہیں کرتے

عاشق آنت کہ پوشیدہ بود از دلش ننگِ عشقت اگر چاک گریاں داری
واقعی ادھے آدمی ہی گریاں چاک کرتے ہیں کہ جنہیں افشائے راز کا خوف نہیں ہوتا
دورِ حاضرہ کی دلچسپی کے قابل کفر بے رشتہ زنا رنے آید راست
کار کن کار کہ گفت رنے آید راست

یہ خوبی ہر شخص کے کلام میں پیدا نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمیشہ ہر طبقہ میں مقبول ہو، اور کلام کی خوبی بھی یہی ہے کہ اس عجب نگاہ کا ناسات کا ہر ذرہ اس گلگاہ میں سے اپنی پیاس بجھائے، شائستہ ملجھاؤ، غم و وعدہ، خلائی محمّد گو گوار، طور پر مشہور ہے، مگر ہر طبقہ کی تفریح کا سامان اس میں موجود نہیں، دیوانہ حافظ اہل تصوف و ارباب دانش و طبقت کی خوراک ہے، تنہا ہی ملجھ و مرام خاص طبیعتوں کے لئے شیر و شکر ہے، گلستاں و بوستاں کی نسبت بھی ایسا ہی قیاس کر لینا چاہئے کہ مکتب میں پڑھ لینے کے بعد اگر کسی نے دیکھے ہوں گے، کیا وہ کاتبان ہوں گی، یا صحیح یا دوسری طفلانِ مکتب، ایسی ہی فارسی و اردو دیگر شاعروں کی کیفیت ہے۔

دیگر شاعر نے فارسی کے کلام میں یہ خصوصیت اس وجہ سے پیدا نہ ہو سکی کہ وہ محض اپنی ہی زبان اور کلام سے واقف تھے، مگر برہمن اگر ہندی تھا، تو وہ ہندی یا لیک یا گوشتاں تلسی داس تھا، اگر ہندو تھا، تو وہ کلیم و ابراہیم، عمر خیام و فطرت چونکہ آجکل فارسی وارد و شاعران پر یہ مسیح اعتراض عام طور پر قائم کیا جاتا ہے، اگر ان کے کلام میں زلف و کاکل، عشق و محبت، گل و بلبل، شمع و پروانہ، ہجر وصال کے فنون خیالات کے سوا اور کچھ نہیں، اس لئے شاعری مفید نہیں ہو سکتی، واقعی اہل زمانہ کا یہ اعتراض ایسا ذہنی اعتراض ہے کہ جس کا کوئی جواب نہیں، مگر اس اہل کمال نے اپنے مختصر کلام میں دورِ حاضرہ کے فوجیوں کی دلچسپی کے ایسے سامان ہم پہنچائے، کہ حضرت حسرت بانی ملک چوک پرے، چنانچہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ:-

”میں نے انگریزی مذاق یا انہیں کے بقول شائستہ مذاق کے لوگ تیار عشق و محبت کو فنون خیال کر دیکھے، اور کہیں گے کہ ہم نوید شاعری کے دلاوہ ہیں سو تمہیں کہے یہاں ایسے ہفترات کے بھی دلچسپی کے سامان موجود ہیں، ننگِ محبت

کے ساتھ فلسفہ عمل کے استخراج نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے

سرازد و ریچھ صبح اُمید کرد و روں کسے کہ دامن شہبائے انتظار گرفت

در سیکدہ عشق با نذاذہ خود باش چوں مثنیٰ این جو عبد با نذاذہ ہوش است

بیار بادہ کہ وقت ہمارے گزرد تو غافل از خودی وقت کارے گزرد

اہل دانش بر بریک مدعا پیچیدہ اند ہر کہ دانا ز بود اند مدعا خواہد گذشت

انگریزی مذاق در طریق عشق ہے کوشش مطلب کے مد ہر کہ ترک مدعا و ادعا دانستہ است جو صاحب انگریزی مذاق سے مانوس ہیں، عشق و محبت کو فصول سمجھتے ہیں، اور

مفید شاعری کے گردیدہ، کیونکہ دنیا آجکل ماویات کی رو میں ہی چلی جا رہی ہے، اس لئے آجکل شاعری بھی اسی دریا میں غوطے کھا رہی ہے، برہن کی شاعری مفید شاعری ہے، اور بھرنی کے مسافر

کے لئے کار آمد، چنانچہ چند شعر اس مذاق کے موافق انتخاب کئے جاتے ہیں۔

در سیکدہ عشق با نذاذہ خود باش چوں مثنیٰ این جو عبد با نذاذہ ہوش است

برہن شیشہ دل سخت نراکت دارد چوں شکندہ گر بار بخی آید راست

گرہ کشانی ایام در بناس واری مدار رشتہ ہمت بعبثہ تقویٰ

مذہبی رنگ میان کش برہن وفا دہیگی ست کہ قائمست نریں کہنہ دود ماں اخلاص جہت در شعر اسے زبان فارسی گزرتے ہیں، انہوں نے کم دہش چند روزہ روزی نو کی

کی خاطر اپنا دہم اور ایمان اُس پر قربان کر دیا تھا اور ہندوؤں کی یہ عادت عام ہے، مگر جڑھے

برہن بنی نوع انسان میں اشراف سمجھا جاتا ہے، اُسی طرح ہما برہن بھی ان ایمان فروشوں سے الگ

کھڑا اپنے راگ گارہا ہے، اور ایسے مٹیٹھی سروں سے کہ ہندی اور مسلمان جد کرتے ہیں، کیونکہ اس رنگ

مردنے مذہبی رنگ دہیں رنگ اپنے کلام میں چکایا، جہاں تک کہ ہر ہندی کا ایمان اُسے اجازت دیتا

ہے، وہ دلی آزاری سے نفرت اور دلداری سے پیار کرتا تھا، اس کے ساتھ ہی وہ دل سے

سچے مسلمان کی قدر کرتا تھا، چونکہ اخلاق اور ادبیات سے بہرہ کامل رکھتا تھا، اس لئے اُن پر

عامل بھی تھا فرماتے ہیں۔

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن رشتہ زلفِ جہاں بارشتہ ز تارِ ما
کیفیت احوال جہاں در نظر بود آں روز کہ بر آب ہنہا ندیدن را
قدیم آئین دہرم اور خدائی تعلقات کس طرح مربوط کئے ہیں۔

تا کند تاب و ہند بدل پیشانی نویش برہمن خاک سیر کوئے تو بر سر برداشت
برحیث اشک چہاں برہمن ز دیدہ تر کہ آب تازہ بر کوئے برہمن آں روز
نواہم از مسلسل زلفِ جہاں تائے چند کہ ہم تاب دہم رشتہ ز تار سے چند
دامن عصیاں بآب دیدہ شستم برہمن ایک لقمہ سجدہ بت بر جہاں دارم ہنوز

برہمن کا کلام مذہبی رنگ سے ایسا رنگا ہوا ہے کہ جیسی رمان، وہ اپنے عقاید و فرائض،
اپنی برتری و غلبہ اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ کسی دوسرے پاسداری مذہب کو شاق نہیں کرتا
اگر مذہب کے دعویدار اپنی تحریر و تقریر اپنی اپنی کلک و زبان سے اسی رنگ میں رنگیں، امن
پیدا ہو، فساد جاتا رہے، دینداری بچیلے،

برہمن نے اپنا کلام اس رنگ میں اُس وقت رنگا، جبکہ ایک ہی رنگ، رنگ لارہا تھا، چونکہ
یہ رنگ بہ بیان دلپند رہتا، اس لئے قابلِ تخریر تھا، گوئی کہ میں جگہ جگہ اس کی زرافشانہ کی گئی
ہے، مگر یہ جدول نہایت کار آمد ہے، جیسے اب بھی کچھ شبہ ہو، غور سے کلام پڑھئے

خیالاتِ نقادیار نے گذشتہ ایک ہزار سال کے شعرائے فارسی کا کلام محکم
فارسی شعرو شاعری کا توہم امتحان پر رکھا، کہنا پڑتا ہے کہ حقیقی شاعری کے لحاظ سے کسی کا کلام

برہمن کے کلام سے تقابل نہیں کھا سکا، چونکہ فارسی مٹی ہے، اسلئے آئندہ بھی امید نہیں، بعض تبدیلیاں کی تصدیق
طر لانی ہے، لکھنا شاہد ہے کہ یہ محاکماتِ اخلاص لکھا ہو، اور غیہ ہو کہ اگر برہمن کے کلام کے صنائع و بدائع اور کائنات
رُخوتِ شاعری پر ذرا تفصیل سے نظر ڈالی جاتی تو یہ تصدیق کی ضخیم جلد نہیں ختم ہوتی، اربابِ فن کا فرض ہے کہ وہ اس راغِ میل کو
مندے ہر تائیں، اور ساتھی ہم ان قلوب کیلئے خدائی رنگ کے طبع میں کہ جو کلماتِ انصاف و عزم و قوت کے نکھار ہوں، اب ہم
اسکو آب کا کلام مانتے ہیں، (دیکھو کہ کفار خدا کا رہا ہے)

سری گنیش آنہ

کلیاتِ برہمن

دیوان برہمن

فضیلت مآب کمالات انتاجِ بابِ سرواغشی سہج گونہ ایضاً بہارِ سنامی ظلمہ

ردیفِ الالف

اے برتر از تصور و ہم و گمانِ ما آئینہ گشت سینہ با از فروغِ عشق جا کرد و در میانِ بگ و ریشہ بہ دوست استادِ عشق جو صدمہ فرمائے عا	۱۔	اے درمیانِ ما و برونِ از میانِ ما شد جلوہ گاہِ صورتِ معنی نہانِ ما پروردہ شد مغز و فاعلِ استخوانِ ما صد جاکست تا لبِ مدقانِ ما
--	----	---

ماہند غنچہ گر چہ خوشیم برہمن
لیکن پراز تو است چو بلبلِ زبانِ ما

اے عقل پیش پر تو ذاتِ تو چوں مہما در سینہ گشت آتشِ مہر تو دلِ نشیں سبز در ہوئے تو دارِ دسِ نیاز آفادہ است دستِ نوالِ تو دگر تکیہ در گنہاتِ رہ بنزد عقلِ دوزین	۲۔	وے چشمِ بر کمالِ صفاتِ تو بہتلا باشد خجار کوئے تو در دیدہ تو نتیا مہرِ مرغِ در خیالِ تو دگر غمہ و نوا گم گشتہ است قایدِ لطیفِ تو مہنا جستہ عجزِ حقیقتِ تحفہ در گاہِ کبریا
---	----	---

در حضرت جلال تو کس اجمال نیست در بارگاہِ لطف تو جانے سوال نیست گردن کشاں کہ باو عنبر و زرد در داغ	باشد گدائے کوئے تو ہم شاہ ہم گدا این جا چہ احتیاج با ظہار و دعا چوں دانہ اند در تیر این گنہ آسیا
معدوم گرد این ہمہ جود برہمن باشد ہمیشہ بر سر اسایہ حسدا	
کنم ز سادہ دلی بند دیدہ فرکانا جگر فشاں شدہ ام باز جائے آن دارد ہمیشہ لب ترا اضطراب در کاست شبہ خیال تو آمد بخواب آسودم	بخت خس نتوان بست او طوفاں را کہ لالہ زار کنسم دامن گریاں را چکو جہ جمع کنم حنا طر پشیاں را و گر زہم نکشایم چشم گریاں را
برہمن از تو سخن بے دلیل میخوام کہ اعتبار نباشد دلیل و برہاں را	
ہر نفس مجھے محبت آید از گفتاریا و خیم زلفش دل دیوانہ واپرچ و تاب در خیال شمع رے او بشنایے فراق گردن آزادہ کے در پیشیر گدوں غم شوق	میتوان فہم از گفتار ما مقدار یا چوں کشاید زلف بخت اید گرہ از کار ما صبح را در خواب اید دیدہ بیدار یا کم مباد از سر اسایہ دیوار ما
در بخت از ازل پیوند دار و برہمن رشتہ زلف بناں بارشتہ ز قار سا	
رسد بر اوج فلک آہ سر کشیدہ ما ہمیشہ آب گسرا با گھر بود و مساز بیاد سنبل زلف ہنہاں گرفت قرار بیابا اترہ اتحسان عشق و سببیں	صلا بموج دیداشت خوش چکیدہ ما نشدر دیدہ ما دور آب دیدہ ما دگر ز جانہ رد طبع آرمیدہ ما نشان راستی از قامت خمیدہ ما

	سخن چو پست و بلند است برہمن عجیب کہ خام و پختہ در دخیل نور سیدہ ما	
ما گم شد گایتم کہ یاد بخسبہ کوین بود مختصر اند نظر ما بروین صد پاروہ چشم ترا آں داغ کہ چوں لالہ بود جگر ما	۴	بیوہ رود با و مسہا بر اثر ما ما مقتد ہمت صاحب نظر انیم ہنسب گہ افتال شود از گوشہ مگر آراش ہنگام ایام جوں است
لافت از ہنر خود و بفضولے نتوان زد جز بے ہنری چسیت برہمن ہنسب		
بوسے دگر انسو و دم با و صبار دوست نیگزند بیتاں آئینہا در راہ طلب دیدہ گذارند نہ پا را آں روز کہ بر آب نہادند بیتا	۵	بخشا و چو در صحن چمن بند قبار ہر صبح اگر آئینہ زدے تو بیند ارباب نظر بر اثر شاہد مقصود کیفیت احوال ہماں در نظم بود
بگذار کہ آسودہ نشینم برہمن زنہار در رخبان دل شوریدہ مارا		
بطور ما بگذارید لخطہ مارا حجاب عینک چشم است و بینا را کے مجملہ نیاور نقش دیوار اگر با کشش دل گرم کردہ جارا	۶	چہ خنلاط بار باب عقل شیدا را نظر بنا بر معنی چشم دل دام سخن اثر نکند در دیکہ بے اثر است ترا ز آفت دم سڑی جہان چنید
کے بر آب وان برہمن نشد امین اساس بر آبت قصر دنیا را		
کہ نسبت قابل گوشت کسان ترا نہ ما	۷	بکس خبر نشد از نالہ شبانہ ما

<p>کہ بہت در چین شعلہ آتش سوزا ہمیں حجاب بلا گشت در میانہ سما قنادہ بر سر است دم دانه ما</p>	<p>عجب نہ باشد اگر با نمند آفت کار لبش چمن بوئے کہ نتوان گفت ز زلف و خال خیال نجات ممکن نیست</p>	
	<p>چگونه بر ہمین از عشق احتراز کند کہ حسن جلوہ فردش است در زمانہ سما</p>	
<p>آب و تاب، دیگر از تابش فنر و آئینہ را ہم نفس کے میتواند بود و دوا آئینہ را در پس دیوار اگر باشد چہ سود آئینہ را پیش روئے کجا باشد وجود آئینہ را</p>	<p>آفتاب من چور وئے خود نمود آئینہ را چرخ غبارِ حاکم بر آئینہ رویش نشست چشم دل یا صورت معنی مقابل میکنم روئے خود در آئینہ بنید نہ روئے آئینہ</p>	
	<p>من سخن در پرہ میگویم سحر با برہمن آفتاب من مخاطب کردہ بود آئینہ را</p>	
<p>کس گرم تر ز آتشک نیاید بر جگر صد جازیم گسستہ بود گفتگوئے ما از فیض آب میدہ بود آبروئے ما ہر چند پیچ و تاب خورد و بوی ما</p>	<p>ہرگز کہے نہ کرد نگاہت بسوئے ما تا پیچ و تاب لف تو داریم در خیال ہر چند اگر کہ گدب گفد چمن سوئے نیاید از سر روی میان او</p>	
	<p>ما بر ہمین حریف مئے ارغوان نہ ایم باشد ہمیشہ خون جگر در سبزوئے ما</p>	
<p>آہنہ شود و شگفتہ گل تطہار را آخر شکست کار دل آید بکار را دیگر بہت عشق بود اختیار را باشد ہمیشہ غم جگر و کفر را</p>	<p>سبز زندہ حبیب خزان نو بہار را ہر چند پیشہ سکندرستی گرفت دل بے اختیار کرد دل ما قرع عشق دردیدہ تا خیال گل روئے دلگشت</p>	

	<p>ما برہن صحیفہ نویس محبتیم بیکار نیست کلاک محبت نگار</p>	
<p>دہ سال قدش یاد عالم بالا چہ شد کہ غنچہ خموش و بلبلان گویا چو طفل غنچہ خموشند مردم دانا چو شاد زربس زلف انیم صبا</p>	<p>۱۳۷ سہی قسکہ کہ چو آید بنا زود تبسم لب معشوق نیست کم جواب کشیدہ رنگ بیاں و پائے درد نخست بر دل آزادگان شکست</p>	
	<p>بہر کہ در نگری ہست از تو میجوہر منہد ماں حجاب و برہن ہاں دعا</p>	
<p>دماغ رقتہ از سیر گل و گلشن شود پیدا کہ ترسم ز زدل از چاک پیرین شود پیدا کہ گردہ استین گم گرد ز دامن شود پیدا بجائے ہر سحر گر زبان بر تن شود پیدا</p>	<p>۱۳۸ فرغ دل ز فیض بادہ روشن شود پیدا بچاک پیرین از استین ناید بر دستم کجا پنہاں کنم این گریہ طوفان خویش سحر موی از اداں موی میانش بچو توان گفتن</p>	
	<p>برہن لب فرو بستم و گردن سخن گوئی ادائے تازہ و طرز سخن از من شود پیدا</p>	
<p>ہمپائے دل جسم زلف لبت سدا اگر بدیدہ نہ پیوودہ اندر حلسہ را لجبطراز محبت بیار حوصلہ را کجا گذار بود بر زبان من گلہ را</p>	<p>۱۳۹ نہ از نسیم سر زلف راہ قافلہ را چو تدر راہ مشنا سندر بہر ان طلب سخن ز عشق گو درہ اول از سر پیش تا شکرم از احسان بے نہایت دوست</p>	
	<p>خیالی سود و دریاں برہن ز نادانست لسان با خود و کوتاہ گن معالہ را</p>	
<p>کہ یکدم خشک نگذار زخوں یکستہ تی را</p>	<p>۱۴۰ ہویم پائے اکس زنجین نگار نار نیسہ را</p>	

<p>مجت می کشد سوئے جنوں کو چہ عظم لب لعل تیاں اسل علاج درد با باشد دل در سنیہ آرمی نے خواہد چہ منجواہد</p>	<p>کہ سرگرداں کنند در لحظہ عقل دور بینے را مے رنگین نشاط افزا بود طبع خرنے را ہلال ابرو بتے خورشید روئے حبیبے را</p>
<p>برہمن در ردیف تازہ مضمون تازہ سبقتی نہال تازہ زیبا تر نماید نور میںے را</p>	
<p>در تنگنائے سینہ مدہ راہ کینہ را باناکسان سنگد لاں حسین شلاط افسانہ چہد بشنوی از اہل روزگار اول قدم ز خویش گدشتن بسیدت</p>	<p>از نقش کینہ سادہ نگہدار سینہ را باشد بر فے سنگزدن آبگینہ را از من شنو حکایت راز شبینہ را انجا ازیں جہت نغز اندر نسیذ را</p>
<p>اشعار آبدار برہمن چو گوہر است پر کردم از جوہر معنی سفینہ را</p>	
<p>جوانی بود فصل عیش و عہد کامرانیہا دو چشم خم خوانی میکند دو ز لب لعل مرد افسانہ عہد شباب از دل خیال غم بیا ایک نکتہ از در سر محبت و فغان غم</p>	<p>گجا آن فصل و کوآں عیش و کز آں را نہا کہ سنگام کلم میکند گوہر فشانہا کہ دل را تازہ سازد یاد ایام جوانہا کہ باشد نکتہا و سیراں در نکتہ و انہا</p>
<p>حدیث عشق از گفتار دیگر است مستثنی برہمن در محبت کفر باشد قصہ خواہیہا</p>	
<p>روایف بائے موصوفہ</p>	
<p>یہ نکتہ بر طبع دیوانم آفتاب گرد خیال روی تو سرد کہ شمع تجیب</p>	<p>یکت توئے ز شمع شبتا نم آفتاب آید بروں ز چاک گریب نام آفتاب</p>

<p>کرم شبہ خیال تو دردیدہ ہماں از ہیرا میں دآں نکشم منتب کے</p>	<p>رزد بجائے اشک بدامانم آفتاب آب میں آب میدہ لبں فاماںم آفتاب</p>
<p>دارو خیال رشتے تو دردیدہ برہمن من ذرہ حقیسم و ہماںم آفتاب</p>	
<p>ہمیشہ عذر بلہا سائے عذر طلب سحر لغ راہ حقیقت زمر و عاف کن گذار قافلہ فیض در شب تارست چو آفتاب جہاں گشتی و بخشی سیر یہ سرزہ گردئی عالم کے بجا رسد</p>	<p>ادب زویدہ دانازہ از نگاہ طلب چوپے برہ بُری آشنائی راہ طلب فروغ صبح طرب و شب سیاہ طلب فلاغ اگر طلبی سایہ کلاہ طلب بگوشہ ز جہاں تیر بہمن پناہ طلب</p>
<p>ارولیف تامشناۃ</p>	
<p>بچشم بہمت من نشا رخسار کیمیت دل و تراد راں زلف مقیار گرفت فتم نہ سادہ براہ طلب نہ از نہند دل زجا فرود از بلند و پست جہاں</p>	<p>دریں چمن بجزاں نسبت بہار کیمیت فترار گو نہ بود در دلم قرار یکیمیت ولی رسیدہ مطلوب از نہار یکیمیت کہ نزد اہل حسرت وضع روزگار یکیمیت</p>
<p>با اختلاف ہمیں بر بہمن کہ دروہ عشق یکے است قاعدہ راہ واصل کار یکیمیت</p>	
<p>ہر کہ دارد ہوش عشق نشا ز بااوست دو جہاں باش لکین ز جہاں منشاغ باش ہر چہ گویم بزبان نگشتن میگویم مرد را سود و زیاں در نظر آید یکساں</p>	<p>چوں گل لالہ بدل دلاغ نہانے بااوست ہر کہ فلاغ نہ جہاں نیست جہاںے بااوست مردم چشم زبانی زبانی بااوست ہر کہ شد در گرد سود زبانی بااوست</p>
<p>بر بہمن آنکہ دل مانگا ہے میبرد</p>	

در تماشاے بہتال دوست کہ آنے با دوست		
۲۴	خیال ردی تو رونق نواز خیر نیست در آں مقام کہ بد کردہ پیشیاں شو بیز رنگ تعلق سیاه نتوال و شست بجشن میچہاں شو کہ غور این مطلب	ہولے زلف تو سرمایہ پریشا نیست علاج درو گئے دروئے پیشا نیست کہ دل چو آئینہ آفتاب فرامیت نہ در معاملہ غمی و مدعا نیست
نہ نقش قرعہ برہنہ نہ فال باید دید کہ ہر چہ روئے دیدہ آتشائے پیشا نیست		
۲۵	ہولے فصل گل و موسم بہار نیست نہ چشم خرم و نہ رنگ زرد حیرانم ز تار زلف با سودگاں مدہ ہوئے بدر دشت دم و از گریہ شکوہ دارم	گل نشاط بدمان مے گسار نیست کہ کار من ہمہ کلر سیاہ کار نیست کہ این ظلیفہ دہائے بقرار نیست کہ آشک پرودہ در حال رازدار نیست
جنون عشق برہنہ کشد سبئی کار کہ عشق آفت احوال ہوشیار نیست		
۲۵	دارم دلے شکستہ و لے مہجودت عجب شکستہ شیشہ و صدہ قنادہ جام تا زابروئے کشادہ گرہ جربیں ندی بر رنگ میں مجھیں حقارت نظر ممکن	چاک آں چہاں درو کساز و رمودت در بیم عشق کس نہ سازد سبودت ہرگز نیادیم نفس اندر گلودرست دارد شکستہ رنگی من آبرودرست
تا شد شکستہ سبز زلف تو برہنہ ہرگز نہ بچکپس نہ گفتگو درست		
۲۶	باغ ذلف توام خوش سحر دنیائے بہت زلف و خالی تو اگر دام و گردانہ بود	بخیال تو خوش آغازے و انجامے بہت دل من مرغ نوآ موختہ برائے بہت

اضطراب دو جہاں را نہ شمار دیجوے آتشے کو کہ کتہ سوختہ نہ پختہ جگر	ہرگز اور شکن زلف تو آرا می بہت ایں کبا بیت نمک سودہ ولے خطے بہت
برہمن مرغے کو کہ گرفتار شود ورنہ دیر طرے دانہ بہر دانے بہت	
چو در عشق رسد خفا ہشید و اکفراست ز خاک کوئے بتاں میشو و سرخ پیر بگلشنے کہ چو سوسن خوش باید بود دریں طریق مجبزر جیشم ترکمن تکلیف	۲۴ دریں معاملہ اظہار مدعا کفر است علاج دیدہ عاشق بر توتیہ کفر است رعند لیب مانی پیران زو اکفر است کہ طے مرحلہ دوستی بیا کفر است
براہ عشق قدم نہ برہمن از سر صبر کہ رہروان رہ عشق را ریا کفر است	
راہ ستواند کشتے مردم آزاد بست از ہجوم غم زلب تا سینہ دارم کارواں کے گرفتاری محبت میل آزادی کند زلف شکنیش پریشاں کرد سبیل انجناک	۲۵ ہیچکس نتواند آنکہ رہ بروی باد بست تنگی جا بردل تنگم رہ فریاد بست خاصاں صیدے کہ بر فراق خود صیاد بست طے قرا و صد گرہ بر طرہ شمشاد بست
بر سر آب رواں افکند طسح خانہ لے برہمن ہر کہ دل در دیر بے نیاد	بے ثباتی
دل میرد ز دست بروئے کہ آشناست در کام آرزو نہ ہر سیر عمر مراد در نوہاں مرغزمن آشفقت تر شود ہر چند پاکشیدہ ردم پیشتر رود	۲۹ دیوانہ شد سبیل موئے کہ آشناست بے مہرئی زمانہ بخوئے کہ آشناست ایں بوئے نو بہار ببوئے کہ آشناست باز ایں دل شکستہ بکوئے کہ آشناست
ما خود غم خاں کشیدیم برہمن	

تا باده طرب بسوی که آشناست	
دل بر دئے که آشناست	۳۳
بامن از مدحاً مگو که مرا	که زیر آتشنا جفا شده است
بر دلم پامن که شیشه دل	بید عساکر که مدعاشده است
نام بر زلف او بدست آرد	بسکه شد صاف رونما شده است
برهمین بسکه خاک راه نوشد	
در تیره پا چو نقشش یافته است	
سرست دیده که دارد بر این بیان	۳۴
سرش ز حلقه قمر اک عشق بیرون باد	بر دهمیشه ز سر نهجای طوفان
حرام باد تر امتحان لذت شوق	گدای عشق بیالایدار لبان
ز شست و شوی بر دل صاف شود	اگر ز در و محبت بری بدر مان
سزار بار برهمین نمودی چنان	
ولی نیایم از ضعف تا گریبان	
دلم بسبیل لعل تو تا فرار گرفت	۳۵
خوش آنکه که بصحرای ملک ناکامی	میان سلسله عشق اعتبار گرفت
سر از در بچشم امید کرد و برد	ز سیل حادثه آرزو کنار گرفت
اگر دست روم صییت اختیار مرا	کس که دامن شبها انتظار گرفت
ز عشق نام برهمین که ناسره	
خوش آنکه بر حجاب امتحان عیار گرفت	
متاع حسن تر از فر روز بازار است	۳۶
بگلشن دل ما بگذرای تماشاخانه	که کس نیافتد عالیه خریدار است
درین چنین گل خود دے داغ بسیار است	

<p>بود در حلقه مستال بر دل چو حلقه در نه دام و انهم و نه سنبل و نه ریحا را بدور زگر میست تو هر که مشایر است دل به سلسله زلف او گرفتار است</p>	
<p>ترا بدید و حرم شیخ و برهمن جوید بحیر تم که درین پرده این چه اسرار است</p>	
<p>تار مژه بر دیده ما شعله فروست عمر سیت که در داغ دل مانده بگوشت چون سستی این حشر عه با نازده هوش هر پیشش که از دست تو آید همه هوش</p>	<p>۳۴ آتشکده سینه ما بر سر جوش است از مرسم حمت نشیند دست ندانم دیده بیکده عشق با نازده خود باش هر نوشش که از غیر بود نیشش نماند</p>
<p>از حال برهمن چه توان گفت که چو با خون جگر ساخته چون غنچه خوش است</p>	
<p>در هر دلی چو درد دل ما جا گرفت است آزاده که ترک نت گرفت است با گردن بلند که مینا گرفت است چشم نرم که خوب تماشا گرفت است</p>	<p>۳۵ هر شش همی نه جا بدل ما گرفت است کوفین را بخلوت دل ره نمیدهد آردش بر بزم حسریاں سزینا بی آفتاب روی تو تکس پذیر نیست</p>
<p>با خویش ساختیم برهمن که روزگار با اهل دود ترک مدارا گرفت است</p>	
<p>حرف بسیار است اما خصیت گفتار نیست بر تن من هر سیرم که از زنا نیست مرد عارف را نظر بر اندک و بسیار نیست هیچکس در دو چشم نیست او بسیار نیست</p>	<p>۳۶ مطلب اهل محبت گرمی با ناز نیست تا زلف غنچهش تار موئے برده ام کو نه اندیشاں بر دوش و کم پیچیده اند سستی چشمش کند بسیار راست نگاه</p>
<p>در خیال او برهمن باد شبهای فراق</p>	

	ہمنشین باغیسر از دیدہ میسر است	
کرد آن تازہ طراز محرم میخوت لخت لخت جگر پارہ بزرگاں میخوت کہ دل ہر کشدی پارہ بپیکان میخوت ہر کہوی روز مرا چاک گریاں میخوت	۳۵۰ چرخ ہر جام کہ بجست یغزیاں میخوت طفل اشکم زہ شوق بیازی ہوشب حسرت تیرنگا ہنسش نہود از یادوم کونگا ہی کند روز بچاک جگر	
	برہمن گشت فدائے غلام اندازی او کہ زوی تیرنگہ دل ورجاں میخوت	
بوسے زہر گہل بد مانع غنیمت افتادگی پیائے چرخ غنیمت در راہ انتظار مرا غنیمت از فکر روزگار فراغ غنیمت	۳۵۱ صبح است وابر گوشہ غنیمت پروانہ دارد طلب آتش وصال گو منزل مراد ز ماورد دست باد چوں روزگار در گرو اختیار نیست	
	با دل عشق ساز برہمن کہ چند گاہ الفت میان پسندہ و مانع غنیمت	
دست نسیم و دامن صحر اگر فتنہ است آفاق را بدیدہ ہمینا گرفتہ است مانند موج دامن دریا گرفتہ است زین آتش بلند کہ بالا گرفتہ است	۳۵۲ دارم دے کہ ترک نمنا گرفتہ است بنیائی درست طلب کن کہ آفتاب ہرگز نمیفتد ز بین طفل اشک من بر قامتش نظم کن دگر گنار باش	
	دارد بگوشتش اہل سخن را و برہمن نظم گہر ز عقد نریا گرفتہ است	
خط تباہ چوں خط زنا نوشتہ است چشم نرم صیغہ بد یا نوشتہ است	۳۵۳ دستم ہمیشہ نسخہ سودا نوشتہ است سامان و ہر اگر طلبی در میاں کنم	

<p>آن شمع شفا کہ سپہا نوشہ بہت ایں فتر سیاہ کہ دانا نوشہ بہت</p>	<p>لعل لبش بپوش شیریں ادا کنند باشند و لیلِ غمخیز باد را کیست عدا</p>
<p>گردن گزیر برہمن از مشوق قہسپاں گویا سخن رعایم بالا نوشہ بہت</p>	
<p>عذر خواہ جرم مانقصیر نادانی بس است مایہ جمعیت عاشق پریشانی بس است ہجوجرگ لالہ درد دل داغ پنهانی بس است برہیا چن چہرہ مشق گوہر افشانی بس است</p>	<p>حاصل یام عمر پیشانی بس است جمع گئے گرد و دل آوارہ صحرائے عشق راز دل چون سوسن آزادہ نتوائے کد فاش طفل نو آموز شکم را بشبہای طراق</p>
<p>برہمن اندیشہ مار و بجائے گئے ہر غایت اندیشہ اس را جبرانی بس است</p>	
<p>باز بان بیزبانی ہنر یا بندہ بہت یوسف یا در میان کاروائے بودہ بہت دستان عاشقی خوش دستاں بودہ بہت ہجوج مرغ نیم بسل نسیم جلے بودہ بہت</p>	<p>گرد دل گردم کہ یاد ہر پہلے بودہ بہت ما ز لیلیٰ و ادریس گرداں بصر بگسی کہوشبہای مرا چون زلف مشوقان از در میان خاک و خون افتادہ بر آتش</p>
<p>در محبت حال سے باروز قال برہمن برہمن افسوں گرے جادو میاں بودہ بہت</p>	
<p>ہیچواں و پیکر و پدہ سپیناں بہت ہر طرف معرکہ و عسکر گارے بہت کہ مراد نظر آں قامت زیبائے بہت زیر مرغزہ خوریز تو ایسے بہت</p>	<p>ہر طرف جلوہ و ہر لحظہ تماشا کے بہت گوشتہ نیست کہ بے زخمیہ عشق بود سورگ و گوکہ در جہلہ بہستان بگند بہر شکن دل ددیدہ خونیں جگر آں</p>
<p>وصل او سے طلبہ برہمن از روئے نیاز</p>	

آرزوئے غلط و خواہش بجا کیست	
مست عشق تو جز از سر و دست تانیا دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد نوبہا آآمد شد دفعہ سرائی چین دل بے رفت پکے کام و بکامی رسید	۴۴ بے تو یک زمرہ در خانہ و بازار نہایت جائے محفوظ تر از سایہ دیوار نیافت ہیچ کس حالت این مرغ گرفتار نیافت لعل بسیارے لعل شکر بار نیافت
برہمن زندہ دلاں شب بسجے آرد ہیچ کس هیچ بجز ویدہ بیدار نیافت	
عیش از نبو و شیون ماکس بخت مانند نسیم از در و دیوار و آئینہ افسردختہ بودیم شب از گریہ چاہے فصل گل و ایام خزاں آمد بگذشت	۴۵ گل گریو و گلشن ماکس بخت در راہ طلب دامن ماکس بخت اخبار از روغن ماکس بخت ہرگز جز از گلشن ماکس بخت
ایم سرسایہ دیوار برہمن گلچ الم و مکن ماکس نہ گرفتست	
کاروان بگذشت مانگ از درائے بخت چشم تاریم زدی انجام شد آغاز عمر حاشی شوریدہ خوں چوں غنچہ در دل میخورد کشت زار و ہر گونی مریع بیگانیست	۴۶ عالم گم گشت از جای صلاہ بخت طے شد ایں رکاب چناں گاوار پائی بخت فصل گل بگذشت از بلبل لوائی بخت از زمین شور خشم آست نمای بخت
برہمن ہر شو با میدے نرم کام مراد در جہان تنگ از سونے صلاہ بخت	
بیا کہ در دل با بے تو آرزو گرہ است کجا است محرم رازے کہ عقدہ بگشاید	۴۷ دل شکستہ چو زلف تو موہو گرہ است کہ آہ در سگروالہ در گلو گرہ است

<p>ز بسکہ جوتسم پوہ ساقم صدا خبر نہ تندی خود کہ یافت حیران</p>	<p>از چاک سینہ من در دلِ رفوگرہ است کہ گلِ مشکفتہ شد و بادہ کو جو گرہ است</p>
<p>خیالِ زلفِ تو تا در دلِ برہمن ماند بر سینہ تا زبانِ راو گفت گو گو است</p>	
<p>شبست ساغر و سانی و گشت مہبت ز بسکہ موجِ مہبت بحشم تر دارم مرالصبتی دہند غنچہ اراں خزانِ بخمد گلِ داغ من نہیں گرد</p>	<p>۴۸ بیارے کہ نہو ز آفتاب درخوابست سفینہ فلک از گریہ ام بجز دابست چگونہ خبر پذیرد وے کہ بے تابست ہمیشہ اس جہن از فیضِ گریہ شاد است</p>
<p>حدیثِ عشقِ برہمن بدلِ زندناخن چہ جائے نالہ چنگ و صدائے مضر است</p>	
<p>۴۹ من و لب تکی روئے چو ماہی کہ تیر است نیم بسمل شدگان بر سرِ ہفت نظر اند اگر دل از سوزِ جگر و مردنِ سان ہو مرد متنت نہ نشیند برہ شوق از پائے</p>	<p>۵۰ من و دشتِ فگی زلفِ سیاہ کہ تیر است قطرہ آب از آن تیغِ نکاہ کہ تیر است ترسم از چرخِ بریں بگذر آہ کہ تیر است طعنہ بر کوہِ زنداں پر کاہ کہ تیر است</p>
<p>گر گناہ تو ہمیں کیسی کی گئی است برہمن قابلِ عفو است گناہ کہ تیر است</p>	
<p>۵۱ از رہ بے اثر عشقِ خیر نتوان یافت چوں زند خوینِ جگر خوشِ محبت در دل کوئی عشق است کہ گم گشتہ بجائے درو کیا نیست قناعت کہ چو آید عمل</p>	<p>۵۲ راہِ بسیار تو اں رفت از نتوان یافت محرمِ رازِ جہنم دیدہ تر نتوان یافت گوہرِ دلِ چہ نتوان کرد اگر نتوان یافت انچہ زین خاک تو اں یافت تر نتوان یافت</p>
<p>برہمن تا نبود چاشنی لذتِ عشق</p>	

	مزه از لخت دل و خون جگر نتوان یافت	
<p>هزار طرز زخمن در سخن بامیاد داشت نگاه گوشه آبرو بجانب مادم داشت بجائے هر ستر بر تن ز لحن مادم داشت لے که بند ز خاشاک پیش در یاد داشت</p>	۵۱	<p>چشمی که لعل لبش شویو سپید داشت اگر چه جانب بیکانه داشت گوشه چشم فروغ شمع محبت بگر که شعله عشق بضبط گرید بے دختم بسم نثر گال</p>
	نگاه لطف کرم جانب برهن بود عتاب و ناز و ستم هر چه داشت بام داشت	
<p>دستان عشق جانسور ستایش افادت بر تن من هر بر شوکت سز پروانیت از کبر و ناز آنچه میخواهم مادر ساغر و پیمانیت پایس آداب محبت کار سرد و پیمانیت</p>	۵۲	<p>عشق بازی میکنی این بازی طفلانیت نرم بے شمع است و رنم با هزاران بال شوق مستی جام محبت نشسته دیگر دهد خون دل در سینه خودن رسم محبوس بود پس</p>
(انحداد)	لے برهن آشنا هستند از روز ازل و و حقیقت هیچکس از یکدیگر بیکانیت	
<p>زلفی که تو تاب و شمع و شمعیت آشفته خاطرے که گرفتار کاکیت مارا همیشه گوش برآ دار ملکیت چشمی که آشفته ای و آشفته ملکیت</p>	۵۳	<p>رنگین رخ تو آید و هر که گشت جمعیتش خواب پریشان نصیبیت صوت حزن غبار غم از دل برآید رنگین نگاه تو غافل پسند او</p>
	بے حسز و ده بکل نتوان برد برهن هر حسز و روزگار نمودار از آن گشت	
<p>کلاه که زود بامه و آفتاب شست در آن شبی که بمن یار بے جواب شست</p>	۵۴	<p>بیا ده هر که لبش بهائے ما نباش شست من از حجاب ادب غرق انفعال شدم</p>

<p>نہ گریہ باز نہ اند دے چو ابر بہار رود بجا نب معمورہ عدم رونے</p>	<p>کہ نقشِ مرچشمِ میانِ آب نشست کسے دور و زار اگر در دہِ خراب نشست</p>
<p>بماند تشنہ لب آنکس کہ بر آبر آب نشست</p>	<p>از آب و رنگِ جہاں چسیت برہمنِ حاصل ما شقائہ حقیقی</p>
<p>تیغِ ہندی صنماں غمزہ خورِ یس است سوئے حاجتِ شمشیرِ تیر گاری نسبت بجز فخریٰ ماسلسلہ و سلسلہ چسیت گنجِ زر گر نبود بہمتِ ما باقی سباد</p>	<p>تیر مژگانِ جفا جو نگہ تیز یس است بتغافل نگہ مصلحتِ آنیز یس است تار موئے زمر زلفِ لاو نیز یس است دہنِ پر گیسو و چشمِ گہر نیز یس است</p>
<p>برہمن سر و دریں باغِ چہار زر کہ مرا در نظیر جلوہ آں قامتِ نوخیز یس است</p>	<p>ز دیدہ رفتی و ذکر تو بر زباں باقیست ہمیشہ گرمی نہ گامہ جہاں بر جاست ہنر بار و در آمد لم بجورہ عشق نبوہا رو خزانِ خارِ عشقِ تلبل (جی)</p>
<p>ما ز ندلُفِ لا ویز تارِ مو کا قیست اگر ز دیدہ رود آبِ دیدہ منت دار بگلشنِ از نگذار ندلیلاں سہل است براہِ عشقِ قدم نہ کہ در طریقِ سلوک</p>	<p>تبتسم ز لب یارِ تند خو کا قیست کہ آہِ چشمِ ترازو بہر آبرو کا قیست ما ز دور نہا شائے رنگ و لبو کا قیست بسوچی منزلِ مقصودِ جستجو کا قیست</p>
<p>حدیثِ عشقِ برہمنِ بسر نہ آید نہ از لُغہ نوشتند و ہمیشہ آراں باقیست</p>	<p>ما شقائہ حقیقی</p>
<p>نہ از لُغہ نوشتند و ہمیشہ آراں باقیست</p>	<p>نہ از لُغہ نوشتند و ہمیشہ آراں باقیست</p>
<p>نہ از لُغہ نوشتند و ہمیشہ آراں باقیست</p>	<p>نہ از لُغہ نوشتند و ہمیشہ آراں باقیست</p>

بچہ صندل و زرد در گلو کافیت		
ما را ز فیض گریہ بساے بدست	۵۷	وز آتش ہفتہ شرارے بدست
از یادگار خون شہیدال ترا ہنوز		نقشے بر استین و نگارے بدست
ہنر طرہ کہ سر زنداندیدہ ہم		با صد قناد کیش شرارے بدست
از دشت عشق میرم اینک ہر ہنوز		از راہ امتحان و سہ خارے بدست
صید ضعیف را نگند یا د بر بہمن		
صیاد ماکہ تازہ شکارے بدست		
چہ آتشہ است کہ در دیدہ تر افتاد است	۵۸	کہ جائے اشک بہ نام اخگر افتاد است
نہ جمع گشت دل کن زلفت او سہ گز		کہ این دوشیز شیرازہ ابر افتاد است
شدم ز دست اگر میل امتحان داری		ہنوز قطرہ درد بسا غر افتاد است
زینہ ناصح اگر سہ گراں شوم چہ عجب	۵۹	کہ کاو من بحر لیفان دیگر افتاد است
بر بہمن از سحریت قدیم براہ بنہ		
کہ با عشق عظیم است و بر سر افتاد است		
بسکہ طبع شیعہ مہر و فاد است	۶۰	ہر کجا بر گمانہ باشد آشنا نہ است
در طلق عشق بے کوشش مطلب میرسد		ہر کہ ترک مدعا را مدعا نہ است
زیرگوشہ گروں ہر کہ دارد آشیان		ظہن را دانہ این آسیا نہ است
ہر کہ اسباب تعلق را فراموش کند		راہ در پیش است تدبیر خطا نہ است
بر بہمن دار و سخن نازکتر از طبع تباں		
اہن ہنہ نازک ادائی از کجا نہ است		
مرغین عشقم درد از برائے من کافیت	۶۱	تبسم تو ز ہر دوائے من کافیت
ز سر مہ دیدہ عاشق سرورغ بنیدرود		خجدار کوئے تباں تو تباں من کافیت

<p>درستی دوہاں در شگفتگی دست مرا چون گدلی باش گشتگی جمع است</p>	<p>بہمن شگستہ ولی مدعا سے من کا نصبت چون غیچہ پیرین من قبائے من کا نصبت</p>
<p>بر بہمن از ہمہ بگمانہ زندگانی کن و کہ بر دیر مغاں آشنائے من کا نصبت</p>	
<p>رسیدہ کو سہم کل فکر سے بر تال نصبت گزشتہ عمر دین سکر من نہ نصبت چو ہر دورا نظر سے بہر ہار نصبت کے کہ جامہ جاں پاک دم توں دارو</p>	<p>۹۲ من از صلاح گذم صلاح مستغان نصبت کہ جویم کفر گذم است صواب ایمان نصبت بہم نزاع دل کا نہ سوسلطان نصبت بہ نزدیمت او چاک در گریبان نصبت</p>
<p>بیا در کس سے چو ایں کہ بہمن را پس ہر باغ یہ کار است کشت بہستان نصبت</p>	
<p>گشتہ زخم تو آب از دم خنجر برداشت گشتہ تیغ ترا تب سے دیگر افشرد ہر کہ نوش لب لعل تو بیا دیش آمد ساتی ز بیم نصبت بہ سبکدستی ناز</p>	<p>۹۳ نیم بسل شد ز خیم تو مکر برداشت زخم بر زخم پے لذت دیگر برداشت گشت سیراب دل ز چشمہ کوش برداشت نقد ہوش از دل ما برد چو ساغر برداشت</p>
<p>ناکند تاب دہ صندل پشیمانے نصبت بر بہمن خاک سر کوئے تو بر سر برداشت</p>	<p>(زہبی)</p>
<p>نیل میرد آن جلوہ روع کہ تراست چسب چو پستہ بود سنگ حوادث نصبت لذت چاک گریبان نتوان گفت بکس از دل ماکہ دہد یاد کہ در یاد تو نصبت</p>	<p>۹۴ عقل بریم زنداں پیش موئے کہ تراست عاقبت لب گند این کہ نہ سبوتے کہ تراست دل بے وصلیگہا است نوئے کہ تراست صدل افتادہ ہر گوشہ مکوئے کہ تراست</p>
<p>بر بہمن کیست کہ دیوانہ چو مجنون نہ شود</p>	

	عالمی میرود از خوش زبونی که شکر است	<p>۵۵ گنج گوهر گریب باشد چشم گوهر است شادی ما بر امید عده دیدار است ورنه هر دفتر که بسینی نشو شکر است مروارید در دوزخ است آتشان در کار است</p>	<p>۵۶ هر نفس ایل سخن را گرمی باز دارد است صورت معنی جشم طقت می دیده اند حرف اول از برای اصل فهمیدن است دارو به حجت نصیب درو مندل که اند</p>
	در خیال تار زلف عنبر نیش برین بر تن من هر سر مور شده ز تار است	<p>۶۱ خیال نشاء لعل لب شکر است همیشه کشتی امید بر کنار شکر است غور ظلمت شبهای انتظار شکر است دل شکسته لایزال بر بار شکر است</p>	<p>۶۲ مرغ تورقین سنگامه به بار شکر است جسره رو که ره افتادگان کشت را خیال رشتی کس جلوه کرد چون شکر است شکرست زلف تو در شکرین به پیش قباب</p>
	بهم شکست دل خسته بر برین را بامتحان چو زلف بقرار شکر است	<p>۶۳ صد بار محو کرد و مگر ز سر نوشت استاد با تخته با پیشتر نوشت پیغام لعلت سینا به ترکان تر نوشت دیگر چه اختیار چون تو از سر نوشت</p>	<p>۶۴ باید بیا ضری دیده بخون جگر نوشت آکنون چگونه محو تو او کرد کا نچ بود طفل دلم ز بهر ترس اشائے نو بهار بر سر چرخه نوشت تو او بود دما</p>
سرفی	مانورسان به چید ایسم برین هر کس تم گرفت ز ما خوشتر نوشت	<p>۶۵ و از اشک گرم مردم چشم در آب خست تا چشم بر فروخته صد نقاب خست</p>	<p>۶۶ بر آتش غم تو دلم چون کباب سوخت بر روی آفتاب کجا پرده جا کند</p>


<p>دارم دل شکستہ کہ بر آتش فراق آتش نہفتہ کہ در سینہ دہشت</p>	<p>چوں موبدئے شعلہ بید پیچ و تاب خست چندان بلند شد دل آفتاب رخت</p>
<p>گفتی سخن بہر برہمن از لعل آتشیں ناگفت بہر یک حدیث زبان در جو باسوخت</p>	
<p>دل میزد ز دست ادائی خرم کسیت چشم تو سر گراں گذر دوا سرمہ بنان ہرگز بکا آکس نہ چہ بسر عہ مراد دارم خسار خون جگر جوشن منیرند</p>	<p>درباع سخن سرو خوبی غلام کسیت ایں آہوئے ریشہ زندانم کہ رام کسیت ایں دور روزگار ندانم بجا کسیت نہ جرعہ نشاندانم بجا کسیت</p>
<p>گفتی بت از گی عنزل تازہ برہمن ایں طسوج تازہ طرز کدم و کلام کسیت</p>	
<p>گر ترا از دہن تنگ آمد افنی ہست چاک کن جامہ عذاب کہ نیز دجوے میدہد پیرغاں حجام نے و میگوید قطرہ اشک دل کوہ عم آرد میوں</p>	<p>لخت لخت جب کو سوختہ بریانے ہست ہر کار پارہ دریں شہر گر بیانیے ہست باوب باش کہ پیانہ و پیانیے ہست چہ غم از کوہ عنسم اردیدہ گریانے ہست</p>
<p>حاصل گرمی عشق است برہمن کہ ترا از دل آتش نروہ و سینہ بریانے ہست</p>	
<p>بدل خیال رخ یا بلبتن آسان نیست بدہ ز خون جگر چوں بسائی بلبل را منم کہ با مزہ باستم اشک چنگرین بیا رپاکی دامن و صافی باطن کو</p>	<p>نظر بوعدہ دیدار بستن آسان نیست کہ گل جگوشم و تار بستن آسان نیست و گر نہ شعلہ بایں تار بستن آسان نیست مگر خجہ مت ز تار بستن آسان نیست</p>
<p>برہمن از علی نیک ژاد رہ باید نصیت</p>	

	بوسے ملکِ عدم بارِ بستنِ آسانست	
ہر دے کا سودگی خواہد تھا مشنِ اہمست ہر کہی بینی نگاہِ جسدِ اہمست کارِ تو ناخجہ از اندیشہائی خامست حاصلِ عمر گرامی یک دم آرامست	۷۷	ہر گجا صیدِ سیت در دم محبتِ رامست دردِ یارِ لطفِ عالمیتِ یکجسِ محرومست دلِ شوریدہ آسان گیرِ کارِ روزگار مردم آزاد از سود و زیاں آسودہ اند
	برہنِ مبعی نتوان دستِ مطلوبِ فیت از تو تا سرحدِ مطلبِ بخش یک گانست	
ہر سوزِ روزگارِ خوش چوں مینا شینست مرد و نادریانِ عالمے تنہا شینست ہمچو پیکانِ محبتِ دردِ دلِ دانا شینست ہر کہ در راہِ محبتِ ہیچ نقشِ پاشینست	۷۸	ہر کہ پیش از صبح دم با ساغر و صہب شینست خلوتِ آن باشد کہ در کثرتِ یدست آید ترا ہر نوائے کز زباں مرغِ نو آموز خاست حاقبت از منزلِ قصودی باید نشان
	لازم آمد بر سرِ ما خدمتِ بتِ برہن محبوبی	محبوبی
دلِ پُر آن گیس جادو ادائی فرست است دلِ نئے بیستم سچا خود نیستیم کجاست چشمِ اگر دنیا بود ہرگز نہ کردہ غلط باجبہ اگر ز دل گفتیم عیبِ ما کن	۷۹	دلِ پُر آن گیس جادو ادائی فرست است دلِ نئے بیستم سچا خود نیستیم کجاست چشمِ اگر دنیا بود ہرگز نہ کردہ غلط باجبہ اگر ز دل گفتیم عیبِ ما کن
	ما بلہن ہر سپہ بدریم بد دانستہ ایم عذرِ بخوایم اگر از اخطائے فرستہ	
ہر گجا از سرِ گلِ مخفی نمی خواہد شینست ہر گجا از سرِ گلِ مخفی نمی خواہد شینست	۸۰	ہر گجا از سرِ گلِ مخفی نمی خواہد شینست ہر گجا از سرِ گلِ مخفی نمی خواہد شینست

ہر چہ بنیم و سید اتم ز خواجہ پیش فیت بر زمین خاکساری چہرہ	فارغ از اندیشہ سود و زیان خواہم شست از غبار آرزو و امن کشاں خواہم شست
چون نسیم ناتواں خواہم دزان کہ برہمن در میان حلقہ زلف تبتاں خواہم شست	
کہم دل کہ زریاں دیدہ تم نہایت ز گفت و گوی جہاں لب بند و فارغ باش خود براہ تو بسیار رفت و کار ساخت براہ عشق بجائے نہ رسد ہرگز	کہم دیدہ کہ خوش گشتہ تماشا نیست کہ کار ما تو در حسرت این معنائیت کہ ایں معاملہ درخت پیار دانا نیست کسی کہ سودہ ترا ز نقش ورتہ پاست
ناہل درد برہمن کہے نہیں پُرسد گناہ یکسی ماز جانب مانیت	
حسبت جامع بہم چہ کجا آرد رہاست نقش زلف تو باخستہ دلاں گنج جلوہ سر قدش میرد از دل آرام آن کہن جنہ کہہ سلسلہ عجبوں ماند	کار با با سبز زلف تو خدا آرد رہاست سر این رشتہ مگر باد صبا آرد رہاست قامت اوست کہ صد گونہ بلا آرد رہاست سزاد عشق تو بر قامت ما آرد رہاست
برہمن حاصل تدبیر تو باشد معلوم کرم اوست کہ تدبیر خط آرد رہاست	
سرگردوں بُردہ لے سرو آزادی ترست از محبت دل شود معمور چون گرد خراب در جگر کاوی بناخن کشتہ لے لے علم در گریباں چاک با چون غنچہ داند اہل شہ	راستی را جلیہ شست اگر دند ستادی ترست لے دل شوریدہ ویراں شو کہ بادی ترست لاف فیس پر کارئی خود کن کہ فرادی ترست گر بہ لد نہائے عم خود کردہ ستادی ترست
اے برہمن جلوہ دارد ہر طرف چھید ترا	

عزم صیغه تازه فرما که صیاد می ترست		
با خیال روی او در دید جا خواست	۵۰	چال چشم بغیر از قطره خوانا نیست
بر دل مجروح ناخن زن که در نرم فک	ماشقا	احتیاج ساز چنگ ناله نظر نیست
هر قدم خوی بر دهان مشتاقان بنا	دوست	این متاع رایگان در شهر باکیا نیست
در میان اشک خن پید لا اُفتاده اند		زلف خود را تاب کتو نه که مارا نیست
راه عشقت بر بمن با مفعیلاں سا		
پهلوی ما آشنای لب بر سنج نیست		
من و سودا و خیال خط و خاکه ترا	نویز	من و دیوانگی حسن و جمال که تراست
دل بر تو قامت نیای تو ای سرور و		رونق گلشن عشقت نه که تراست
ای دل از دوست بجز دوست طلب تو اگر		کفر محض است بجز دوست مولی که تراست
گر شوی در پی تدبیر صفای طن		همچو آئینه شود صفا سفای که تراست
بر من میشود آسان برضا و تسلیم		تسلیم وین
این همه در ره تدبیر فحاش که تراست		
دل شکفته بوی دماغ پرور است	۵۱	فستق در من به از جلوه نگر است
خوش آن که با تو نشینم یک نفس نشاط		که هر که با تو نشیند نشاط در بر است
پسر چو نیچ شود مشکدل و ریش تبار	نزد دلی	کسی که همچو گل تازه لب باغ است
سرسنج بند گردن من سر دهنی آید	لفظ	کسی که از رخ و خاشاک او بستر است
بر من از منم سوخته نسیم شمال		فلسفه
خوش آن کس که نسیم شمال بر او است		
کجاست مایه که عالم بیا داده است	۵۲	اساس آب بر آتش بنا داده است
مردیست آن چرخ برده بر دوشم		که هر کجا است بر سر سجد در افتاده است

<p>بهم شگفته نشیند شاهان چین مرد ز بهت پریشان طلب که مدام</p>	<p>که سایه بر سر از سر ایستاده است گواه حال دل او در کشاده است</p>
<p>نه فکر شیخ و نه تدبیر بهمن باز که اصل مصلحت کار را داده است</p>	
<p>حساب عمر تیر بیا صواب گذشت ز جلوۀ غلطان روزگار دانستم نه خواب گران میتوان شدن بیدار نویز روز و صبح حاصل چه عمر در گذشت ز موج حادثه بیرون نیافتم کس شبه خیال سیر زلف او گذشت بدل</p>	<p>فغان که نقد گرامی بایں حساب گذشت که پائے ترش نه می چند بر لب گذشت و گرنه تازه چشم آفتاب گذشت فغان که دیر بدست مد و شب گذشت بر دستان آب و اس عمر چون جاب گذشت تمام عمر چون زلفم به پیچ و تاب گذشت</p>
<p>بر من این غم نعل تانده را در گزینیت گر خیال لبش بر دل کباب گذشت</p>	<p>ما شانه</p>
<p>عمر گزینیت چو باد صبا خواهد گذشت بپچکس از گردش گردون نمی آید برون راه سخت و شیشه عمر گرامی نازک است ایل دانش بر سر یک مدعا پیچیده اند بوسه در دو آشنای زنده میدار مرا دل اگر دانا است منت بطلب میرسد نسخه اعجاز برگیر بیدار لعل بیتان بر سر آزادگان مانند گل خواهد شکفت در میان پیرین چو برگ گل خواهد شکفت</p>	<p>از همه بگانه ترا پس آشنا خواهد گذشت هر یک چو آنه زیر آسما خواهد گذشت صحبت دنیا و خارا تا کجا خواهد گذشت هر که دانا تر بود از من دعا خواهد گذشت هر که با درو آشناتر از من دعا خواهد گذشت دید هر گریه بود از تو تیا خواهد گذشت ورنه حال ناز تا خون شفا خواهد گذشت خارج حلال محبت چون زبا خواهد گذشت هر کجا در جلوۀ آن رنگین قبا خواهد گذشت</p>

چوں زخیر غنچہ حرف ترک گل خواہد شنید	در میان ما و بلبل ماجرا خواهد گذشت
	لے برہن در چمن پیش از سحر باید رسید صبح خیزی راه بسیار است صبح از پیش خواهد گذشت
دینا تمام خواب پریشانی نیست دانا گندم معالجه حال خویشستن برہن ز میں کہ می نغم سجدہ می کنم طوطی شکر فروش دکان بیان من	دین روز شب قصور جیانی نیست بیماریم ز علت نادانی نیست خاک نیاز صندل پریشانی نیست بلبل نمک چشیر شکر افشانی نیست
در بوستان عشق برہن فسانہ گوشت مغرب ترانہ ساز غزل خوانی نیست	
پیر از حدیث گنہ نامہ سپاہ نیست ز ترک ہر دو جہاں میدہد در نشان بجنبش تہ طے کنم باسانی اگر ز سینہ شمشیر آہ آسمان سوزد	گنہ زہر کہ بود داخل گناہ نیست ہمیں دو پارہ شکر کی کہ در کھاہ نیست بلند دست جہاں را کہ پیش راہ نیست نہفتہ آتش زیر سینہ زہر آہ نیست
برہن از نظر مراز چرخ غنچہ نیست کہ ہر چہ نیست در آئینہ نگاہ نیست نلہا رکال و حانیت	
تا کہ در عشق بیائے نداشت نہ نداشت دل الہیہ و زکار تیسرے کرشمہ بردل بیگانہ زدو لے بوسے نیافت دل ز چمن و رنہ بار بار	در دیدہ خاک میکدہ چوں تو نیست تا یک دو کام دور تر از زندہ نیست پیکان تمام در جگر آتش نداشت بردہن نسیم و بدوش صبا نداشت
نظارہ گن کہ بر سر کویتو برہن مستراح یک کرشمہ جادو داشت	

<p>گفربے رشتہ زنا رنے آید راست سیر باطن و گرد عالم ظاهر و گراست پندناصح نکند در دل عاشق اثر منزل عشق دراز است مراز خواب برآست</p>	<p>کارکن کار که گفتار رنے آید راست سخن خاندان باز رنے آید راست مست صحبت هشیار نمی آید راست کار بیدیده بیدار نمی آید راست</p>
<p>برهن شیشه دل سخت نزاکت دارد چون شکستند دگر بار رنے آید راست</p>	
<p>دنیایا بچشم اهل نظر جز سراب نیست هرگز ششم بطلع صبحی نیست و فصل گل چو خوش زند لاله در چین مارا نظر بجز لطف عیم نیست</p>	<p>آبادی زمانه بفضیله از خراب نیست گوی بشهرتیره دلائل آفتاب نیست افسوده آن دل که بر آتش کیا نیست از کرده اگر حساب بخواهی جواب نیست</p>
<p>تا روز واپسین است برهن امیدوار گر سوسه تو بدیر بیاید غتاب نیست</p>	
<p>ایں چه شوریت که در کوچ و بازار کمیت کافرم اگر سر موسی به نفس اوت گویم لعل را باب لعل تو چه نسبت باشد هر دلی راند هوائی سر زلفش باشد</p>	<p>وین چه بریت که در اندک بسیار کمیت رشته زلف تو بار رشته زنا کمیت لعل بسیار و لعل شکر بار کمیت مرغ بسیار و مرغ گرفتار کمیت</p>
<p>برهن دسترایام در قفس دارد کارکن آده بسیار و لعل کار کمیت</p>	
<p>ایں هر عالم فانیست در روز نیست هر صدف گوهر و هر کعبه خروشه دارد دور و دزی بجان حبسه کناں باید بود</p>	<p>نقش بسیار و لعل دیده بیند کمیت پیش آریاب نظر گوهر تانده کمیت ز آریاب حسر و نغمه و آینه کمیت</p>

عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیا راند	این ہمہ قابل عفونہ چرخشند یکسیت
ہر کہ آمد ز جہان گذراں خوابد رفت برہمن آنکہ بود باقی و پائیند یکسیت	
خانہ بسیا کے صبا پر خانہ یکسیت پیش ارباب نظر عاقل و دیوانہ یکسیت حسن چوں جلوہ کند الوفر آنہ یکسیت شمع بسیا کے مشرب پروانہ یکسیت	باقی خانہ و معمورہ دویرانہ یکسیت چوں سر از رشتہ توجید بر آرد ہمہ آتش عشق چو افروخت ہمہ یکا ننند تو بصد رنگ بر آشوبہ ماسوختن است
برہمن گر چہ سہاں پر بود افسانہ لیک گوشتے کہ بود قابل افسانہ یکسیت	
دست نسیم و دہن باد صبا گرفت سامان گیر یا برزد امان ما گرفت چشم غبار کوئے تو چوں تو تیا گرفت ہر کس کہ خانہ در تیرہ این بسیا گرفت	شوریدہ خاطرے کہ دل از خویش دور یک قطرہ در بسا کس انجام خند شد بیک ذرہ بر دیدہ خورشید کو چوں دانہ عاقبت خبر حال خود نیافت
چوں خاک سودہ بر سر او تو برہمن پائے تو رفتہ رفتہ چوں رنگ خاک گرفت	چو چوٹی بچھو گیا گیرادے وہاں کے بچے آفت ساز کو
بر رخ ماہ تو از دور نگاہے کافیت طرز آشفتمنی زلف سیلے کافیت ز آتش عشق اگر مرزند آہے کافیت کوہ ز کوئبو دیک پر کاہے کافیت	نکہ از دور براں تو سے چو ماہے کافیت دہ شب ہجر سراپا کی حال مرا کو خرمن ہوش و حسد ز برہمن نہایت در مقامے کہ سبکدوش تو ان وقت برا
برہمن در بر ہانگ بودا طلسم سپنج بر برہمت مابا رکھا ہے کافی ست	

<p>من ماستم را بوس احتیاج نیست در راه عشق یک قدم از خویش پیش باش هرگز نظر بحقیقہ دنیا نیفتد گنم در گوشہ خمول چو عنقا فتادہ ام</p>	<p>۹۵ مرغ میده را بقفس احتیاج نیست شوریدہ را صدائے جبریں احتیاج نیست شہباز را ببال گیس احتیاج نیست دیگر را بصحبت کس احتیاج نیست</p>
<p>اگر سوئے ماندید بر حسن از و مرغ گل را با آشنای حسن احتیاج نیست</p>	
<p>ما با بکار ما و جان احتیاج نیست چشم نہرا چہ نہر کاں دید بروں رزقیت در میان دل و ماجرا و عشق ماسزہ فتادہ براہ محبت</p>	<p>۹۶ آزادہ را بسود و زیاں احتیاج نیست باغ مرآب رواں احتیاج نیست تقریر شوق را زباں احتیاج نیست مارا بنوبہار و خزاں احتیاج نیست</p>
<p>تا جسد کش شدیم بر بہمن نہج عشق مارا و گر بر سر رخاں احتیاج نیست</p>	
<p>سنبل شنیدہ ام کہ باں گل شنات از نالہ گریہ نشکید عجیب مدار مارا خیال نشا رعل لبش بس است از جہر و تابعا لم کل یک نگہ کنند</p>	<p>۹۷ زانرو دلم بسلسلہ سنبل است شوریدہ بلبیل کہ بروئے گل آشنات سوز و دماغ ہر کہ بہوئے گل آشنات آن چشم دو بین کہ بحر و گل آشنات</p>
<p>در سیئہ خبر ہوائے وطن نیست برہنہ ہر چند دل نیز فرمہ کابل آشنات</p>	
<p>اول بندے توبہ گریبان نہ است شد آفتاب جلہ فروزاں و ما بخواب بارہ ہمیشہ سنگ حوادث بروزگار</p>	<p>۹۸ دانگہ نہادین قدیم استقامت ہر روز را نمونہ روز قیامت دانا شمشیر بر سر راہ سلامت</p>

کالی کر ایچکس نکند که خستیار	عاشق خمیده در تیر بار ملاقتست
بر قید برین همه راست آمد درست از خرقه تا بجاس زندانم چه تفتست	
ما را در باغ سیر گل و گشت باغ نیست با عشق زود رس چه کند عقل و دین عاشق بسینه زخم خورد همچو برگ گل تا دیکج خود کشد سنبل خطش	۹۹ کونش گفد بهار که ما را در باغ نیست با آفتاب حاجت نوحی پس باغ نیست چون لاله روشناس محبت باغ نیست ما را بدو زگرش مستش سر باغ نیست
آید بدام زلف توبه تاب برین این صید است حاجت سر و زنجیر	
جز محبت هر چه می بینم جانی در دست و هست معصوم عالم دو گله شین نیست میں جاں فانی است تا مردم هشیار را توبه باشد نافع از هر علاج برگناه بیقرار این محبت را بود دیگر تدار صحبت صافی نهادن ماصفا کی گناه	عقل آنچه دانا پیش میگویند نادانی دوست مایه آبادی و اسباب ویرانی دوست عالم باقی در آئے عالم فانی دوست هر گناه را که می بینی پیشانی دوست مایه جمعیت عاشق پریشانی دوست صیقل زنگ بولقفس شیطان دوست
ما برین مشکلات روزگار آسان کنم هر چه شکل تر بود آثار آسانی دوست	وصل
دل حاصل عدو عالمی یافت آتش سبک زند محبت دل در پی هر نسیم گردد دانا چون گاه امتحان کرد	عقل صد خیر ترک صد عیافت آز که بخویش آشنایست تا بوسه قوار دم صبا یافت عالم همه نقش بیمی یافت

	کو وقت تو خوش کہ کیا یافت از خاک و ریز تو تیا یافت		آئینکس کہ بدادہ گشت خورسند از گر یہ سفید بود چشم
مقامی و صاف	شد قاعدہ دان او برہمن ایں رتبہ ندانم از گجا یافت		
دوای درد دل لعل آن پری زادت فغان کہ گوشش ندارند بر روان برون رفانہ و دم است ایں گرفتاری بنائے قصر جہاں را ثبات ممکن نیست	۱۰۲ کہ خندہ لب شیریں علاج فرود است بصد زبان جیس بے زبان بفرود است ندانم ایں کہ دلم میر چہ قیاد است بجز ساس محبت کہ دیر نبیاد است	۱۰۳ فلند	
دہی	براہ عشق و لالت مکن برہمن را کہ بکینہ در اطوار خویش نشاند است		
بچو طفل غنچہ با خود گفت گوئی چشم کے بندیم بر آبی کہ آب رو برو کو بدوزد ناصح ما جامہ صد چاک ایکے سر خوش میشوی از مے نرم دیگران	۱۰۴ عاشقانہ	۱۰۵ عاشقانہ	
	تار زلفش کہ بدست مانیاید برہمن بستہ موئی میانش موبدوئی ماست		
بسود عشق زہر موئی من شہر پید است ہب چشم تماشا ئیان گلشن عشق چگونہ خاصیت عشق را نہ سال دارم ہمیشہ موج محبت ز سینہ میجوشد	۱۰۶ درد دارا	۱۰۷ درد دارا	
ماختہ درد	بدرد عشق برہمن یساز خوشدل باش		

کہ از تہا دل محبت ہمیں خرید است		
قرار دل ز نسیم بہار نتواں یافت	۱۰۵	قرار جز فکین زلف یا نتواں یافت
فتادہ اک بہ بیابان عشق جیسرا ہم	درد دل	کجا روم کہ بجائے کنا نتواں یافت
زمانہ گر شود از بادہ طرب بسوئے		بسینہ جرعہ آں ساز گنا نتواں یافت
بر آستان محبت گذار نتواں کرد		قدم زدیدہ تواں کرد و ہار نتواں یافت
چو شب بیاد رخس برہمن گز گریہ		
سحر بیکر آب دار نتواں یافت		
مرد را در حبس دل تو زبرد چون گوہر است	۱۰۶	ایسا گہرا خویش دارد ہر کہ صاف جوہر است
ماخوہ مستیم ساقی جای تکلیف نیست	فکین	فتادہ اہل محبت از شراب و غیر است
طائر اندیشہ را براوج معنی راہ نیست		عالم مقصود از اندیشہ ماہر است
منصف خود بودن از آشوب دیکر	نہایت نام	مرد را مطلوب انصافست اما کثرت
ہر چہ اسباب زیباں باشند بود سود	نہایت نام	دور نبود گر مریضی را نظر پزشک است
در محبت بوی خوش آید ز لہائی کباب	نہایت نام	سینہ عاشق پر از آتش بسان محراب
خوش بود ہر چیز پیش آید بد و بد و در گنا	نہایت نام	کز رضائے تو باستقبالش آید شکر است
پشت ہمت کے کند گرم از شعلہ آفتاب	نہایت نام	مرد را اگر جامہ از قابلیت در بر است
راں فزل کے اشعار حسرت		
کو شمار کرنا چاہئین -		
لفظ گر بسیار باشد برہمن در دل جود		
گنہا شد معنی اور اس میں چون فترا		
در شہر عشق مشیر بہر دو فکست	۱۰۷	بیگناہ فتنہ فرقتہ ولی آشتنا کست
از ہر طرف صدائے جوس میرد بگوش	از دلانی	اما کسی کہ گوش کند ایں صدائے کست
در ہر عشق رسم و رواج طبع نیست		آنجہ امتیاع درد فزون و دروا کست
بر ہیز زباں بفرز واد اگبزد سخن	فخریہ	اما میان اہل سخن ایں آوا کست

<p>ما صوفیان صاف نہادیم برہمن نیرنگی زسانہ در آمین ماکمست</p>	
<p>عارفانہ</p>	<p>ہمہ شب برفیڈہ سحر است کہ مرا نشانے دگر است زاں ہر چہ بہت در نظر است دیدہ آن کسے کہ بے ہر است طایم روزگار بہتہ در است ہست گویم کہ راہتی دگر است گریہ بیروز و نالہ بے اثر است مگر آنکس کہ آہنیں جگر است از ملامت ہمیشہ بار و در است دل بے عشق شاخ بے عمر است روزگوتاہ و راہ پر خطر است بر سر مو بجائے بال پر است بطریق امید راہبر است کہ جاں ہر چہ بہت در گذر است</p>
<p>یہ اشارہ غزل گوئی کے لئے تھا کہ ان کا لکھتے جاں بے ہر دو ان کے ذکر کی یہ روش بے بار و در ہے</p>	
<p>دیدہ آن کسے کہ دیدہ در است بجے ناب لب نیا لایم ہمچو آئینہ سینہ دارم نقش معنی کجا تو اند دید ہیچکس رہ نئے تو اند برد ہستی نیست این کہ دار و نمر بسکہ از دل خبر نئے یایم ناب ہجراں کسے نئے آرد دل و خستیت عشق پرورد عشق باید کہ دل بیا ساید بہرواں را ہستوز سر و خواہ رؤئے پرواز نیست ورنہ مرا نالہ خواہم از آنکہ نالہ مزار بگذران ہر چہ بگذرد خوب است</p>	<p>دو غزل کی کسی غزل میں یہ زیادہ خوب نہیں پائے جائے غالباً انتخاب ہی کی وجہ سے اس کی دہری کی عرض غایت پر ایک اور چاہا ہے</p>
<p>برہمن یک قدم ز رفتہ یروں ہر نفس مرغ روح در سفر است</p>	
<p>۱۹</p> <p>وا از خویش یروں شد ز مقالے خبر شد گو یا طلب نیم شب ما اثرے شد حیدر ازم از آن رو کہ چہ نازک کر شد</p>	<p>۱۹</p> <p>دل فیت زمن پیش بجائے نظرے شد آمد بجنارم سحر آں ماہ شب افروز از نمونے میانش نتواں یافت سر مو</p>

	<p>یار آمد و بگذشت ندیدیم برہمن این دیدہ غمزدہ جیگونہ بصرے داشت</p>	
<p>ہر گجا خواہد نشیند با صبا بایست بر زمیں مانند نقش بویا بایست در میان چشم ماچوں تو تیا بایست در محبت زیر پاچوں نقش پایا بایست</p>	<p>عنا</p>	<p>نوبہار آمد چو بلبل بانوا بایست بار ما بویے ریا آمد ز نقش بویا اے عجب اکونے یار از چشم ماچوں مر رفتہ رفتہ میرسد یک نقش پا روز بجا</p>
	<p>از غبار آرزو دامن بر افشاں برہمن همچو سرو آزاد در جائے بجا بایست</p>	
<p>نزدار باب نظر بر خس و خاشاک کیست لیکن آں جامہ کہ دوزند پئے چاک کیست کہ درو بادیکے آب یکے خاک یکے است لیک شوخی کہ بود از ہمہ بیباک یکے است دیدہ بسیار و لے دیدہ غناک کیست صید بسیار و لے قابل فراک کیست</p>	<p>۱۱۱ دوزند و فرود عاشق عاشق</p>	<p>گل یکے خار یکے شاخ یکے تاک کیست در خور قامت ہر مرد بود جامہ درست این ہمہ آتش عشق است کہ افروختہ اند گرچہ خوبان جہاں عریضہ جوید ہمہ ہر یکے را ہوس عشق بدل میگردد عاشق آنست کہ معشوق باو دارمیل</p>
	<p>برہمن سبب و بلند و جہاں کیسان است از زمین تا بسر گنبد افلاک یکے است</p>	
<p>سیر گلشن با خیال آں گل رعنا بشت قری از بالا فرود آمد کہ سرتاپا بشت گر روز آید شبے در صحبت اما بشت کشتی امید با بر ساحل دریا بشت</p>	<p>۱۱۲ سیر گلشن کشتی</p>	<p>نوبہار آمد نظر بر سبزہ و صحرا بشت چوں ز سرو قاشق بر خاست حرفی درین یک شبے فرخندہ بعد از سالما آید بروز میتواند بود ز آشوب حوادث بر کنار</p>
	<p>برہمن امروز اگر حسن عمل داری بسیار</p>	

	کشتہ امروز ہر صلی فردا خوش است	
	ردیف تائے مثلثہ	
مرا بسیر گلستان بہار شد با عشت	۱۱۳ بیادہ توبہ نا استوار شد با عشت بیسر و گل دلالتہ را رشتہ با عشت بایں قرار دل بیقرار شد با عشت مرا کہ گریہ بے اختیار شد با عشت	خیال تند و رخ و عارض نگار مرا قرار در شکن بلف یا رخا ہم کرد صنیع چو شک و بے آں سر چوں روان نشستم
مدہی	نئے شدم بسوئے دیر بے اجازت پیمر مرا بر ہمین زنا روا رشتہ باعث	
	ردیف جمعی	
بیشتر بند حوادث یابین و آل محتاج	۱۱۴ بعسر کہ پیہ در سود و دنیاں محتاج نصیب کرد ہما را با سخاوت محتاج جہانیاں ہمہ باشند در جہاں محتاج	ہمیشہ مرو بود زیر آسمان محتاج ز رنگ چینی خود مانده آدمی ہمہ عمر ز قسمت از لی سر نہ تباں چمید بقدر حاجت خود ہر سیکہ طلبکار است
	پر ہمین از گل روستے تو رنگ بو خواہ بود بجلوہ گل چشم باغبان محتاج	
	ردیف حائے خطی (مہملہ)	
یک صبح کن بیدہ ترا سخاوت صبح	۱۱۵ با شد جہاں فیض و گرد جہاں صبح	لے مست خواب کن در زبان صبح ما صبح لازم بد عالم نمیدیم

از بکہ سنینہ صاف ششم از فروغ عشق	روشن شود ز دود و دلم دو دمان صبح
اول گذاشت مطلع خورشید دریا	گشتم چو با خیال مضت ہم زبان صبح
شبگیرے دراز توان کرد بہمین	ادالغزی
شاید توان رسید پئے کار و این صبح	
ردیف خائے معجمہ	
مہر بسبیل او دست امتحان گستاخ	۱۱۳
مرا ز غارت گھائے روئے او چو دریا	کہ چوں صبا نتوان بود با تباں گستاخ
ندانم از چہ رہ آیم کہ ما تو نبشیم	کہ ہست در چمن خولین باغبان گستاخ
دلم نہ نسخہ علم و عمل ادب آموخت	تو در حجاب خود دمن جہاں جہاں گستاخ
	چہ باشد از بودم اندکے زبان گستاخ
میان پر وہ ہم حسن و عشق در کارند	
تو شوخ چشم ہماں برہمن ہماں گستاخ	
ردیف دال مٹھ	
بیار بادہ کہ دقت بہار میگذرد	۱۱۴
چو برق حشرین دلہا بجنہ سے سوڑ	ادالغزی
شمار عمر گرانمایہ ہر نفس باید	تو غافل از خودی و وقت کار میگذرد
ستار در شکن زلف یار خواہم کرد	زدور جلوہ کنال از کنار سے گذرد
	کہ چشم تازہ از شمار سے گذرد
	بایں ستار شمع بے قرار سے گذرد
مرا نظریہ تہی دستی برہمن بیت	
بدامنش گم آید بار سے گذرد	
بتے کہ رنگ رخش تاب مہر و ماہ برد	۱۱۵
	دل شکستہ دلاں را بیک نگاہ برد

<p>ہمیشہ دست و گریبان آفتاب بود دراں مقام کہ شرمندگی تہیدگی است کلاہِ فقرِ مجبورِ شید و ماہِ مے سایہ</p>	<p>اگر بیایہ زلفش کسے پناہ برد مگر بہت کسے نامہ سیاہ برد زمانہ تلج سعادت ازیں کلاہ برد</p>
<p>برہمن آنکہ خطا از صواب نشناسد بہ تحفہ بردہ رحمت مگر گناہ برد</p>	
<p>جہاں معلوم جائے فانی آر باشد ہیں باشد بہ خورشیدِ قیامت میرا نہ نسبت خود را ز استقامتِ قناعت کار بر خویش آساں کن چو آید نام او بر ہر زباں در وجدی آیم</p>	<p>۱۱۹ در وفائی شدن نادانی آر باشد ہیں باشد بعاشقِ فخر سرگردانی آر باشد ہیں باشد کہ چون شکل شود آسانی آر باشد ہیں باشد حدیثِ عشقِ او و وحدانی آر باشد ہیں باشد</p>
<p>بایاں مے برد افسانہ ہندوستان بلبل برہمن رشکِ افشانی آر باشد ہیں باشد</p>	
<p>بسیا کز آمدنت چشم تر بیا ساید مرا دلے ست پراز آتشِ محبت او کسے کہ چاشنی لذتِ محبت یافت بجائے خواب خیال ترکشد در چشم</p>	<p>۱۲۰ ز یک نگاہ تغافل نظر بیا ساید چو پیشتر بہ طہد پست تر بیا ساید بخون دیدہ و لختِ جگر بیا ساید بایں روشِ دل عاشقِ مگر بیا ساید</p>
<p>برہمن از ہر سوسیلِ غم فرو داید کسے چگونہ دریں رہ گذر بیا ساید</p>	
<p>۱۲۱ آفتاب من کہ از مے چہرہ گلگون میکند از طریقِ عشقِ تاراہ جزو فرنگ بہت پیش او رُو بر زمیں دارند اربابِ نیاز عشق مے آید کہ مادرِ سنیہ سازو جائے خویش</p>	<p>از فروغِ جلوہ شوقِ تازہ افروز میکند کے توانہ کرد وانا آسچہ محبوں گئے نازنین من نمیدانم چہ افسوں میکند عقل و ماندیش را از خانہ بیرون میکند</p>

<p>در خیال قدموزوں توئے گویند برہمن زیں گوئے طبع خوش موزوں میکند</p>	
<p>در محبت ہوس جام و سبوتواں کرد پیرہن نیست کہ چوں چاک شود بتواں در موسو بلڑ راہ نظر باید داشت گل ہر باغ علاج سہر سودائے نیست</p>	<p>۱۲۲ ماشقانہ تا بود خون جگرے بگوتواں کرد سینہ چوں چاک شود باز فونواں کرد از رہ عشق خطا کیسہ مونتواں کرد بعد ازیں غیر گل داغ تو بتواں کرد</p>
<p>برہمن غور نکو دیدن آں روئے نکوست ترک نظارہ آں روئے نکوتواں کرد</p>	
<p>چہ نند کہ صبح وجد جلوہ چشم رسید بد و بدیل زلفش نجات ممکن نیست بصد گدا ز کندار امتحان بگورہ عشق تو سر کشیدہ بجا پغور غافل آراں</p>	<p>۱۲۳ کہ چشم نازدہ صبح رفت و شام رسید بروں چگونہ رود رخ چوں بدام رسید بشوختن در آتش کسیکہ خام رسید کہ آفتاب بروں آمد و پیام رسید</p>
<p>مقام عشق بلند است برہمن از شوق براو ترک تعلق باین مقام رسید</p>	
<p>چو روزنامہ عمر فرا حساب کنند عجب بشتاب و اندر ہر روان وجود کنند راہ روان طلب چنان شبگیر تو گوش دار کہ را بپ یعنی از سر جوش</p>	<p>۱۲۴ تمام لہو و ہوسہ سہواں شتاب کنند کہ در شتاب وی بر صبا شتاب کنند کہ سیریلک سحر پیش ز آفتاب کنند سخن بروں ز خط و خارج از کتاب کنند</p>
<p>درال دیار برہمن فتادہ ایم غریب کہ چوں دماغ رسد سینہ را کہاب کنند</p>	
<p>ہار و درمنداں با خسران ہرگز آید</p>	<p>۱۲۵ بقیائے عیش برقد غریزاں تنگ مے آید</p>

<p>دلے چوں شیشہ داری اختر از ازاودی ماکون باب تو بام آلائش باطن نشد زایل برائے امتحان پسینہ ناماخر من ناصح</p>	<p>کہ در راہ محبت پائے دل بنگامے آید کہ این کار از فروغ بادہ گلگون سے آید کجا سیر و صدم از بس ساز بے آہنگ می آید</p>
<p>بہمن صقیل دیش طلبت دل شود روشن کہ تا دم میزنی آئینہ زیر زنگ سے آید</p>	
<p>اگر تو جگر کنی ہر روز جاں نہ رود بحفظ از محبت نخست اس شرط است دریں خیال چو گوشتم و ز شوق منور بہر بیچ و تاب جگر زلف میکشد ہر بار</p>	<p>۱۲۶۱ کہ عشق از دل عاشق با تمناں نہ رود کہ ہر چہ در دولت افتادہ بر زبان نہ رود خیال مٹوئے میان تو از میاں نہ رود گدام دل کہ پائے بار و لستان نہ رود</p>
<p>بہمن از تو سخن گفتن در عشق مقبول نگاہ تربیت عشق را بیگان نہ رود</p>	
<p>چو در عشق رسد خواہش و اندک کنند و ما اہل محبت ز مدعا ست بروں بناز قاعدہ دلبران ہمیں باشد چو سرد مردم آزاد با تہی دستی</p>	<p>۱۲۶۲ خود داری نظر بقاعدہ نسخہ شفا نہ کنند دعا کنند و لے یاد مدعا نکنند کہ مے برند دل ما زیادہ مانکنند بزیرو در فلک کشت را و مانکنند خود داری</p>
<p>ز روئے صدف بہمن قدم راہ بہ کہ رہروان رہ عشق را نہ کشند</p>	
<p>بیل خیال تو راہ تراسے نید ولم نہ آہ جگر سوز و نالہ جانکاہ فروغ صبح سعادت بود نصیب کسی ہمیشہ در صدف دیدہ طہر آشکم غنی بیان</p>	<p>۱۲۶۳ بروئے صبر درخت پیار سے بند جبریں بسپائی شب انتظار سے بند کہ تار چشم بشہائے تار سے بند بروز و شب گہر سے آبدار سے بند</p>

ضمیمہ	برہمن از روش روزگار آگہ نیست کسی کہ دل بغیم روزگارے بند	
از دل برون ز فتنہ میان جگر زند تیغ کرشمہ را تیغِ نعل اگر زند دستے کز آستین بدر آرد میر زند اول دیشبول بر فکے اثر زند	۱۲۹	چشم تو تیغ غمزہ چو بریکہ گر زند آتش زند بخاندہ مردم بیک نگاہ عاشق ز کار خویش ندارد دم فراغ آنکس کہ سپر چشم تھی دستخداست
ہر کس زند بحسبِ عمل دست و برہمن در روز حشر دست بدایان تر زند		
بہد عا طلبی آشنا نہ مے گردد رہین مست باد صبا نہ مے گردد بایں بلا دل ما مبتلا نہ مے گردد کہ در عشق بگردد وانیس گردد	۱۳۰	دل امیر عزم مدعا نہ مے گردد ز تار زلف تو دل تافت بے میانچہ بود فریب شاہد مقصود مے بردول را کسیکہ لذت درد تو یافت میداند
با وجہ عشق برہمن نے رسد ہرگز کسیکہ تودہ تر از نقش یا نمیکرد		
ندیدہ شود بصد حسرت یاں رفتند وگر نہ تازہ دہ چشم از میان رفتند کہ پیش راہ درازست ہر ماں رفتند بساں مرد و چشم از نظر نہاں رفتند	۱۳۱	ہر بانیان لغیم ہرزہ از جہاں رفتند زبان صحبت اجاب انکو در یاب تو سر کشیدہ بخواب غور غافل از آن ندیدہ ہیچ کے راہ مردم عالم
ز دستگان خبر از برہمن چہ میسوی ز بر خاک ازین کفہ خاکدان فرستند		
کہ میشود دل عاشق بچشم گریاں شاہ	۱۳۲	شود چگونہ دل من بسیرستان شاہ

<p>ندیدہ هیچ کے طفل اس دستان شا تو از ہوس شدہ برچاک یک گریبان شا جو عند لیب مویے نگل از گلستاں شا</p>	<p>ہمیشہ اہل محبت بغم گرفتار اند بود بچاک جگر لذتے کہ نتواں گفت دل ز بونے گل روئے اوست عطر پذیر</p>
<p>برہمن از بیت من ہر چہ بہتر مرغوبست بود ز کیف و درختن کفر شادایں شاد</p>	<p>فہم بکفر</p>
<p>بندہ عشق شود دیر و حرم نشناسد صفیہ کاغذ و از قلم نشناسد ہیچکس و ساعدہ راہ مردم نشناسد رہر راہ و خرد شادی و غم نشناسد</p>	<p>عاشق آنست کہ ز سر را ز قدم نشناسد اے خوش آن از محبت کہ چو آید بہ بیان فردہ محسن عمل باید و پیمان درست تا بچ گردش ایام بود ہر سرب و نیک</p>
<p>سیر و دوم بدم از دست رہی عمر عزیز برہمن بیج کے تہہ دم نشناسد</p>	<p>برہمن بیج کے تہہ دم نشناسد</p>
<p>رشتہ بندیر کارے خویش انا بگسلد گر تبا شدی درو پیوندینا بگسلد جلے آں دارد کہ ایں شور و زار بگسلد کز خجالت برفلک عقیقہ تریا بگسلد</p>	<p>عاقبت پیوند مائے عمر از جا بگسلد بادہ باشد مویانی از برائے ہر شکست دل بزنجیر سوزن زلف تباں پیوندیت خوشہ بند گرد ماہ ز تو از انسان عرق</p>
<p>برہمن نظارہ کہ تر کن بروئے آں پری ترسم از ہمہ پردہائے چشم بنیا بگسلد</p>	<p>برہمن نظارہ کہ تر کن بروئے آں پری ترسم از ہمہ پردہائے چشم بنیا بگسلد</p>
<p>خار و در دامن ہر ابلہ انداختہ اند دانہ و دام دریں مرحلہ انداختہ اند کہ در اول نظر از حوصلہ انداختہ اند خوشتن از مقام گلہ انداختہ اند</p>	<p>رہروان زادر و را حلقہ انداختہ اند قابل صید نہ ورنہ ہیر سو کہ روی عاشق خستہ مگر نکند قصد نگاہ شکر و شرب عشاق نخستین قدم است</p>

تقصیب اسلامی	برہمن مرحلہ مانجھوئی طے شد ابن حیمہ شورشیت کہ در قافلہ انداختند	
کہ استقامت خوش شکست در رہ با سبک چھ بادیم اندر دم آزاد کہ در طریق محبت چنین بودار شد کہ حبلہ طفل ضعیفند و اسماں مستند	۱۳۶ ظہیر کمال	قدیم دلیرند در کربے بنیاد غبار راہ تعلق بگردش آن نرسد قدیم شکستہ و لب لبستہ رہ بنزل برود فلک کند کجی اہل روزگار دست
صفائی سینہ طلب برہمن کہ در عشق روند برابر برہروان صاف نہاد		
چشم ز گس تباشائے تو حیاں آمد آنچہ در دیدہ گنجیدہ اماں آمد قیمت ماست کہ بر چاک گریاں آمد بسرو برگ چنین پیش تو نتوان آمد	۱۳۷	سرو قد تو چو در صحن بگستان آمد خون دل جوش نداد سینہ و از تنگی جا دست ہر کس ز پیے شاخ امید بلند خوئے تو شعلہ و مائشہ حسن و شیں نہاد
برہمن بایدہ پرخ بود نہ سرالود ہمسہ در کام ہمسای گیر کہ مہماں آمد		
خویش را در گرد و سود و زیاں نتوان کرد تکبیر بر رگندہ آب رواں نتوان کرد شرح این را بر تفریز زبان نتوان کرد با کسے مصالحت از نہاں نتوان کرد	۱۳۸ بہ بنانی انقائے از	منکر بہیودہ غمہای جہاں نتوان کرد بجز دنیا ست درو سیل حوادث بسیار صورت حال گواہ دل غمگین فست راز عشق است کہ در سینہ نہاں بایدہ
برہمن جبر و تسلیم سپردن نتوان سعی در پردہ تقدیر نتوان کرد		

<p>شیرازو مجموعہ جمعیت باشد خم ناستہ چون ماہ نو گشت باشد مارا خرد عاقبت اندیش باشد دل در برین بودند انم نجب باشد</p>	<p>۱۳۹</p>	<p>چمن پر زلف تو در دست صباست ابروئے سرافراز تو در کشور خوبی کامے نگذاریم کہ از خود نہ ہر اسیم تا سلسلہ زلف تو آمد بخیا لم</p>
<p>ایک گام بروں نامدم از خوش برہنہ طے رہ این مرحلہ بے جنبش باشد</p>		
<p>مگر بر آتش دل سینه را گداز کنند چو در خیال من آید شہم واز کنند نخست شرط محبت بخت را ز کنند کسے کہ دیدہ بر فے امید باز کنند</p>	<p>۱۴۰</p>	<p>کسے نیز محبت چو برگ و ساز کنند بنازم آن سر زلف بیاہ را کہ شبے ادیب عشق چو آموز گار ما گردد تہی ز نقد مرادش ہمیشہ باشد دست</p>
<p>برہنہ از رہ صورت معنی آرد انظر بدست در آئینہ حجاز کنند</p>		
<p>ز شہر سبیل تعلق رمبہ سے آید سرے کہ پیشتر از پا دویدے آید کہ قد چو بہت گنہ شہر سیدہ سے آید کہ دل گرفتہ دواں کشیدے آید</p>	<p>۱۴۱</p>	<p>دل بکجئے محبت جریہ سے آید پیش خاک درش عنبر رفتہ خواہد آید ہوا سے سجدہ آں آستان خیال ام بیچ رنگ مل را دماغ صحبت نیست</p>
<p>بدگیر سے نتواں کرد برہنہ تکلیف کہ طے راہ محبت ز دیدہ سے آید</p>		
<p>دریں خیال چو مو گشت موہو سچید کہ آہ در جگر و نالہ در گلو سچید کسیکہ پائے یدامان ز سچید</p>	<p>۱۴۲ وہابی</p>	<p>کسے کہ دل نجسہ تا زلف اچید ز بیم شہزادی و گرم خوں کیت بہت تفرقہ ادا دیا برو بیا دیا</p>

خیال زلف کہ در سنیہ بود حیرانم	کہ صد سخن ز باں گاہ گفتگو بچید
نہ از عرض بر ہمیں شنیدت لطف	نزد گوشت ابرو گرہ نہ رو بچید
ز تخم پائے شیریں آنچہ بر فرا دے آید مرا فادکاری با جفا کیشی سنگاری چگونہ از پیستہ تعظیم بر خرم کہ از گریہ دل از زلفش برون افتاد شدہ حلقہ ش	۱۴۳ اگر آہستہ گویم سنگ مر فرا دے آید کہ گرز و داد خواہم بر سر بیداوے آید مرا پا در گل بہت داد چو مرد آزادے آید نہ آید کار از داسے کہ از صیادے آید
برہمن من بش اگر دی نظر دارم قول کن	نظر بر ہر کہ افتد یادم از استانی آید
نقاب بر زدہ و بھجاب مے آید کش بصفہ ایام خطا رو ہر گز چو بر سر جنتی از بادہ چہرہ داسم مر اسبیل زلفت چہ نسبتے باشد	۱۴۴ تو گوئی از در صبح آفتاب مے آید کہ ہر چہ آید از و انتحاب مے آید کہ کار کا تش سوزاں ز آب مے آید ہمیں قدر کہ ز من پیچ و تاب مے آید
ز کرد ہائے برہمن میر سائے صبح	کہ گر حساب گنی بے حساب مے آید
تا گشتہ جداعت از من جدانشد یک ترک بس بود پئے انجام صد سید نازم بسیر چٹئی بہمت کہ چشم من ہرگز بجاک پائے نگائے ہمیر	۱۴۵ خواہم بحشیم و حشم خواب کشنا شد آزادہ آنکہ در گر و مدعا نشد ہرگز بروئے شاہد امید و انشد آں سر کہ خاکسار ترا ز نقش پاشد
شد برہمن شکنجہ کش جور آسماں	

	ہرگز برون ز گردشیں اس آسپاںشد	
<p>بدل ہمیشہ بود ثبت و ہر باں نرسد اگر خدنگ تو روزے با نتوان نرسد کہ گرد راہ تعلق بگردشاں نرسد کہ اہل حوصلہ را کار تا فغان نرسد</p>	۱۴۶	<p>حدیث عشق بہاں بہ کہ تا بیاں نرسد تہام مغز جوش آید از حارت شون غلام تہمت آزادگان بے قیدم شوم سجون جگر شامان و دم زخم</p>
	<p>برہمن از کہیں خوش نہاست صاف دلے کسے بصفائے برہمن نرسد</p>	
<p>تسلیم سپیم ہمار نتواں کرد قرار جز لبر زلف یا رنتواں کرد تمام عمر شود صرف کار نتواں کرد نثار غیر دہرا بدار نتواں کرد</p>	۱۴۷	<p>علاج درد دل بقیہ رنتواں کرد بود شکستہ دل از اہم مناسبت بود بہر سر عشق کار بے پایاں بنجاک راہ تو جو آب دیدہ نتواں رخت</p>
	<p>برہمن از وہ عشق احترازے باید فترارتا نہود خستیا رنتواں کرد</p>	
<p>بنار چشم راہل نیسا ز سے پوشند چو شمع پیرین جانگداز سے پوشند باب دیدہ چو شمعند باز سے پوشند بایں روش ز پس پردہ راز سے پوشند</p>	۱۴۸	<p>بناں کہ کسوت تمکین دنا ز سے پوشند شب فراق غریباں بکھنہ نہائی مباش رنجہ ز عصیان دین ترا چو پنچہ خون جگر سے خورد اہل فشاظ</p>
	<p>ز کم مریخ برہمن کہ در طریق رضا نخست چشم دل از برگ و ساز می پوشند</p>	
<p>چہ برداں کس کہ نزد دوست جاں برد ولیکن غمرۂ اوان میساں برد</p>	۱۴۹	<p>چہ برداں کس کہ نزد دوست جاں برد زلف و روسے او دل شد گرفتار</p>

دل عاشق بچے میستواں بُرد سرم راز زمین بر آسماں بُرد	کمند زلفاں چندیں مدہ بیچ سہی سروش چو برہمن سایہ نشیند
	بے گوید کسے راز نہاں را برہمن سراؤد دل نہاں بُرد
بے دل خیال زلفاں آؤ نچیر میگردد پے آرایش دکانچہ تدبیر میگردد بشاخ خشک اندامی چون پیر میگردد کہ خون اندر ذائق تلخ کاماں شیر میگردد	۱۵۱ بچہ اہم دست عشق آو گریاں گیر میگردد چو باشد کار ہمار پر دہ تقدیر چو آنا کند عہد جوانی نو بہار عمر را تازہ بلا نوشتاں حذر کمتر کند از ہر حیرت
صفا فی طلب	برہمن بھیفائی دل نگردد کاماں دل حال دعا کر صدق باطن نیست تا شیر میگردد
۱۵۲ فروغ آئینہ زرد رسفالمے یابند درماں مقام کہ پیش از سوال مے یابند بچہ رام عرق انفعال مے یابند بہر طرف ز جہنم گوشش مال مے یابند	۱۵۳ کساں کہ صورت معنی ز حال مے یابند زباں خوششت انہار مدعا سبق آب یدہ بشستم ہزار بار و ہستوز قحان کہ گوشش ندارد رہرواں دینہ
	چہ لاف حال زنی برہمن کہ اہل کمال کمال حال کساں ز کمال مے یابند
۱۵۴ کشیدہ سر بگریباں زباں خوش گنبد کہ با تو خوب کند آنچہ مے فروشن گنبد اگر نظرت نو گنجید کار ہوش گنبد سببے کہ خون دل و آب یدہ جوش گنبد	۱۵۵ کسیکہ خون جگر بچہ خوش گنبد دہن بادہ نواں کہ حشر قہ سالوس تو مرد بادہ نہ ورنہ ہر چہ ساقی داد نہ دیدہ ضبط توان نمود نہ دامن
	برہمن از سر خلاص رہ سلیم

ہمیشہ غائبہ بندگی بدوش گنہ			
این عسرتیز رو تبت تمام شد	۵۳	در آرزوئے حل معاتم ام شد	پیش از آن حال غافل و غافل
عالم تمام گشت و نشد علم اوتام		حرفی نگفت و محبت دانا تمام شد	
بر ساحل امید ز لب تشنگی بسخت		لب تر نکرد عاشق و دیا تمام شد	
شاد آں گئے کہ نوبت خود را تمام کرد		ز ان پیشتر کہ بادہ میستا تمام شد	
آن مشککہ کہ پیش نظر بود برہمن		تا زنگی نیاں	
ز ان یکا داعی عنزہ با یا تمام شد			
گلے دارم از بس ناز با گلشن نمینا	۵۴	چہ سازم با کسی کو لحظہ با من نمینا	
حرامش با و لاف امتحان طرز یکرنگی		کسے کو بیگیاں چون دست با من نمینا	
انگنجد در میان دیدہ طفل شکستہ من		چون نقشش باز منی فدا بادا من نمینا	
قرار عاشق مسکین بود در خطر آب دل	عاشق	بایں شوریدہ ہرگز وادی امن نمینا	
برہمن ہر کہ بوی یافت از مغز دل دانا		جہالت	
بہنگ خارہ سازد لیک با کو درن نمینا			
دل صاحب لالائیکہ معنی نمنا باشد	۵۵	در آں آئینہ پیدا صیو بر ہر مدعا باشد	عاجل و غافل
نشان رہر دیراہ محبت کس نے پایہ		سر افتاد کال در زیر پا چون نقش بر آہ باشد	
عباد کوئے او بہیودہ تاکہ بہر ہر سو		اگر آرد صبا در چشم عاشق تو تیا باشد	
بغفلت نیرگرد شہا کر گرد دل آدمی گردد		با آئینے کہ غافل دانہ زیر آسپا باشد	
خیال او در دل نئے گنج پرہمن را		مذہبی	
شود بریگانہ از خود ہر کہ با او آشنا باشد			
پیشیاں کا گلش جمعیت لہا کر ما باشد	۵۶	پیشانی ہر جہے کہ باشد خطبے ما باشد	
قدم زانندازہ بیروں از پے مطلب کجا افتد		کہ دامانِ تحل آشنائے پائے ما باشد	

جمال از پرہ روشن تر نماید مرد عارف را نظر امروز بایستش بر حال مندا	عبارش تو تیاے دیدہ بنائے ما باشد غم امروز تخم مزروع فردائے ما باشد
برہن شعریم آرائے ما باشد منتہ زانال کہ ہر جا در میاں آید سخن غوغائے باشد	فخر
سوز از دہ عشق بیامان نہ نشیند پوشیدہ بود صورت حال از نظیر او بر روی زمین باید آزاں گوشہ نشین تا سلسلہ زلف تو در دست صبا شد	۱۵۱ خو کردہ در دو ہر ماں نہ نشیند کہ مرد و سے سرگرہاں نہ نشیند کہ خاستنت کردہ ماں نہ نشیند ہرگز دل آشفقہ بیامان نہ نشیند
زال گوئے تو ان نیست برہن کہ عبارت بر آئینہ خاطر ہماں نہ نشیند	فیض
مرا کباب کند چوں بچہ آب دہ مراست کار لبخونی کہ در شب ہجران تبسمش شکر افشاں شود بجانہ غیر کجا در یخ کند نیم ناں زمین چوں ہلال	۱۵۲ دل ز تاب برد چوں زلف تاب دہ خیال خویش بچشم بجائے خواب دہ لے نمک بدل خستہ و کباب دہ کسے کہ قص تمامی با قباب دہ
بروز حشر گراں برہن سوال کنند ز علم بے عمل خویشتن جواب دہ	
گر شمع محبت شمع دہشتہ باشد دل در برین نیست ندانم بکجا رفت سرمایہ ما نیست بغیر از دم تسلیم طوفان بلا از در و دیوار بر آید	۱۵۳ نخل دل من نیست بر دہشتہ بیابان شاید کہ ز جابے خبرے دہشتہ باشد کوراہ محبت خطرے دہشتہ باشد گر گر یہ عاشق از دہشتہ باشد
در مکر کہ عشق در آید چو برہن	بلند و سگی

ہر کس کہ بیدان حیرت شد	
<p>ز جام بادہ چو از خانہ یار است برآید برہمن جسرے شود امتحان ہر دیو و نیکی دلم فتادہ در آن زلف پر شکن بخلط نشان راہ تو کردم کہ پا بدیدہ گذاری</p>	<p>۱۶۲ از کعبہ شیخ وز تاجانہ بت پرست برآید چو کار با مہک افتاد ہر چہ بہت برآید دو جا شکست خورد تا ز یک شکست برآید زیر پایے تو افتم اگر زد دست برآید</p>
<p>اگر گوار و گونا گوار در کار است برہمن آنچہ زخم خانہ الست برآید</p>	
<p>چوں بخسار او نقاب افتاد تا کشادہ بر خشم در فیض شمعہ عشق چوں صلا در داد کئے برآید بروں ازیں گرداب چوں ز انعام او ندا دادند حسین بے پردہ آشکارا بود دلم از تاب رفت و شد بتیاب از گلے روئے او عرق بچکید</p>	<p>۱۶۱ ابر بر روی آفتاب افتاد ہر چہ گفتیم مستجاب افتاد عقل در معرض عتاب افتاد دل دریں بحر چوں حباب افتاد قلم از دفتر حساب افتاد از کجا در میان حجاب افتاد چوں سر زلف او بتاب افتاد از دو چشم ترم گلاب افتاد</p>
<p>برہمن ہر کہ در وجود آمد نقش امید و برآب افتاد</p>	
<p>مے بدہ ساقی کہ دلرا شست مشو میدہم برد میخانہ جا کردم کہ پر مے فروش ہر چہ از سیلاب جمعیت فراہم میکنند عطر روح افزا عشقت این مین باندنہا</p>	<p>۱۶۲ در میان نیم زنداں آبروئے میدہم ہر کہ انجا سرفرو دارو سبب میدہم ہر کہ شد لبستہ ز نقش مجبے میدہم گر میان پردہ بگذارند بوسے میدہم</p>

	<p>میکت برہمنے گل فریاد بلبل در چین برہمن را از نصرت برگفتگوئے میدہ</p>	
<p>بیا کہ یہ تو نفس برہمنے توں آورد صباح کایٹ لف تو در میاں آورد نہیتوان سخن عشق بر زبان آورد چو عشق رستے بدلے انا توں آورد</p>	<p>۱۶۳ ماشاء</p>	<p>بیا بیا کہ مرا بے تو غم بجاں آورد دل جو خواست بجمیعت آشنا گردد اگر خوش نشینم بہ خویش معذورم نہرا جہاں گرامی دینے نہ توں داشت</p>
<p>ہندو مذہب کی بحالی</p>	<p>برخیت اشک چناں برہمن ز دیدہ تر کہ آب تازہ برستے بر چناں آورد</p>	
<p>کہ میسوزد دل کہ حرقہ خاک میسوزد کہ جو ہمیشہ در قطرہ نرناک میسوزد نمک بر ریش زخم سینہ خاک میسوزد کہ خون بگناہاں بر زمین بیاک میسوزد</p>	<p>۱۶۴ آزادی خیال فوقی بیان در دوا</p>	<p>مکار شیشہ ساقی آب آتشناک میسوزد نہ دلم ز گوہر حسیت حاصل اینسیا ترا ہنگام تبسم عمل شیریں شکر بارش نہاں میجاک از تہمت آلودہ دایمانے</p>
	<p>ز جوش کینہ صافی مشو مانع برہمن را کہ برہمنے غبار آلودہ آب پاک میسوزد</p>	
<p>۱۶۵ فلک فلک جمعیت دہائے پریشاں باید سرراگشت گل و سیر گلستان باید لب خنداں چکند دیدہ گریاں باید کہ ز لخت جگرش ز نیت منگاہاں باید</p>	<p>۱۶۵ فلک</p>	<p>پادشاں زدہ و سر بگرمیاں باید گونیہ دامن از لخت جگر میں گریز در ہار یکہ خزان مست و گریاں باشد دجیت دل طفلان مزاجے دارد</p>
	<p>برہمن مرد بجز درد بجائے نرسد لذت درد بہ از لذت درماں باید</p>	
<p>مرا وسیلہ نشادی ہیں تو اند جو د</p>	<p>۱۶۶</p>	<p>غمت اگر بدم تمنہشیں تو اند جو د</p>

<p>اگر بدھن او دست کس سد کمال چہ آتے کہ خواہد زدن بجرین دل متاع عالم آسودگی بعالم نیست</p>	<p>برہمن</p>	<p>کہ ام دست کہ در آستین تواند بود ہمیشہ خوی تو گرایں چسپیں تواند بود مگر نہفت تیریز زمین تواند بود</p>
<p>برہمن</p>	<p>از اثر غمزہ اشش کن باد کہ تاب در جگر آہنیں تواند بود</p>	<p>برہمن</p>
<p>کسی ز حال پریشان ما خبر دارد دلغ منت پیر مغان نماند مرا بخون دیدہ و لخت جگر شوم حسد نظر بغیر اگر انگذریے بصیرت</p>	<p>۱۴۷ درد و آرا</p>	<p>کہ بچو باد صبا کار با سحر دارد کہ حبام خون جگر لذت دگر دارد کہ شاخ و برگ حجت ہمیں مژ دارد کسے کہ جلوہ حسن تو در نظر دارد</p>
<p>درد و آرا</p>	<p>بجائے خواب برہمن بدیدہ خار بند کہ عجز نیم شبے حالت دگر دارد</p>	<p>برہمن</p>
<p>چو آفتاب رخت بنے نقابے باید دران دیار کہ ہر صبح خوں کند بجا ز فیض عشق مرا ذرہ محبت بس ہر آتشیں نفس خویش گرم دارم جا</p>	<p>۱۴۸ درد و آرا</p>	<p>ترا ز غیر نہ از من حجابے باید جبیں شکفتہ تر از آفتابے باید ز دفتر سخن انتخابے باید کہ گفتمہ دل عاشق کبابے باید</p>
<p>درد و آرا</p>	<p>برہمن کہ نقش قرعہ نہ فال کتابے باید</p>	<p>برہمن</p>
<p>کند کہ خندہ زیر لب ہاں صدیہ جو گو گزارد مہر ہمے بر لبش من تا صبح نمیداند ہمیں وادی نہراں عقل و اندیش میباید نظر نقش پاسے نہ رواں راہ مینماید</p>	<p>۱۴۹ درد و آرا</p>	<p>ندایم گرد نگاہ شکارا حال چوں گردد کہ از وارثے نافع در دستا قاف فرخوں گردد کہ باشد تا کسے نہایت بر زم جنوں گردد کہ شاید رفتہ رفتہ نقش پایے نہمیں گردد</p>

	شرب عشق در جوشست امار می باید برہمن کے حریف ایسے خرازوں گرد		
<p>۱۴۱</p> <p>وفائے عہد تو از بوالہوس نے آید ز صور صبح قیامت مگر شود بیدار ز مرغ روح گرامی خیمہ دیرنگ ما نخست شرط ثبات طلق عشق است</p> <p>کہ حفظ شعلہ ز دامن حسن نے آید بگوش ہر کہ صلے جیس نے آید کہ چوں رمید شود در قفس نے آید کہ پا چو پیش قدم باز پس نے آید</p>	۱۴۱	<p>۱۴۱</p> <p>برہ گزاری شستیم برہمن بسیار ز زرقاں خستہ از پیچ کس نے آید</p>	
<p>۱۴۱</p> <p>خواہم از سلسلہ زلف بیاں تابو چند زلف بکشا کہ بود خستہ ہر شستہ آن ز گیس مست تو در نیم حریفان ننگاہ کرد از جہ خطمہ سبک سار غمو</p> <p>کہ ہم تاب دہم رشتہ ز نار حسد خط ازادی دلہائے گرفتار حسد دارو بخودی آرد و بشیائے حسد برہم راہ فروماندہ گرانہ حسد</p>	۱۴۱	<p>۱۴۱</p> <p>برہمن باز دل مایہ گاہ سے گردند دلبری لب شکری چند دل آزار حسد</p>	
<p>۱۴۲</p> <p>بدہ ساقی سے گلگوں کہ رنگ و بگروند ہلال ابرو سے دارم کہ از بیم نگاہ او نظر بقش مطاب است بید و عارف بمژگان پیش راہ گریم بند از انجم</p> <p>دل مرغ رفتہ اسوئے نشاط از بگرواند نہ گرد آسمان گر گوشہ ابرو بگرواند نہ بند رست اگر آئینہ زانو بگرواند کہ شایہ باز آب فتنہ را در جو بگرواند</p>	۱۴۲	<p>۱۴۲</p> <p>برہمن ہر سرور شستہ ز نار کرد آخر تباہ رشتہ ز نار اگر یک مو بگرواند</p>	
تغافل و معارف	<p>۱۴۳</p> <p>چو سرو قد ز دست حسد خواہد شد</p>		
قیامت کہ شنیدی قیام خواہد شد	۱۴۳		

<p>نصبت کہ اس معاملہ روزے تمام خواہ شد کہ چشم تازہ صبح و شام خواہ شد ہمیں دست در سبب احرام خواہ شد</p>	<p>بے کربیدہ غافل شوئے دراز بجلوہ سحر و نیض شام توہ مشہور سرباز فرو کن بجا کاسی عشق</p>
<p>در اس دیار کہ خواباں بجلوہ برخیزند بیک نگاہ برہنہ غلام خواہ شد</p>	<p>ہر چند یاد پئے جور و جفا رو در جبر و سخت کہ آید ز جام عشق چشمہ کہ شد بجا کہ در دوست اشکریز</p>
<p>عاشق ہمیشہ در ہر و ہر و فارود اول زیاد اہل حسرت و مد عارود خاکش فشان اگر پئے تو تیارود سرو کہ پاسے گل بود اول جارود</p>	<p>از نیک و بد برنج برہنہ کہ در جہاں دانا کسیکہ در پئے اہل صنادود</p>
<p>زیک رنگی میان کفر ایمانی دگر باید چو ماہ نومرا ہر شب گریبان دگر باید ز اسباب قناعت فکر آسائے دگر باید بدر عشق تہ جہیسیک در مانے دگر باید</p>	<p>اگر آئی بشیر عشق سامانی دگر باید مراہر لحظہ باید عشق چاک تازہ گردن براہ آرنو کام دلم ہرگز نہ جلیل کہ سے داند علاج دردندان محبت</p>
<p>برہنہ دامن آلودہ شد قابل شستن نہ بر شست و شویش چشم گریانی دگر باید</p>	<p>بر بیماری محبت ذرہ در دے دگر باید بارائش توں صد چہرہ زور خواہ کن ز صحرائے محبت میری اما نشانے کو</p>
<p>چو آہ گرم کم گرد دم شکر دگر باید در آئین محبت چہرہ زروے دگر باید بیمائے توانہ طلب کردی دگر باید</p>	<p>بر بیماری محبت ذرہ در دے دگر باید بارائش توں صد چہرہ زور خواہ کن ز صحرائے محبت میری اما نشانے کو</p>

گنجائست بود با اہل معنی اہل صورت یا	پے تحصیل معنی جو سرے دگر باید
نباشد در طلق عشق رفتن کار ہر مرد	رہ مرد آزارا برہمن مرے دگر باید
بروئے اہل معنی قطرہ آبے دگر باید بہر نفس کے تو اتم داد سبب متصل بیک شب باتوں توں گفت حال و روز اگر صبا بخواہم بروں یکایک بکشاہ	بچشم آتش نشا خواہیے دگر باید کہ اینجا بیچ دیگر باید و تابے دگر باید شب دیگر بود در کار و منتہایے دگر باید پے تعظیم ارباب طلب بابے دگر باید
مے حاضر نادانی نشور افکن نادانرا	برہمن کو دانا رائے تابے دگر باید شراب برہمن
بجئے بید لائں آرایش درنگے دگر باید نئے کٹخ ز وسعت درو عالم یکدل عاشق کتاب معرفت از عالم و نش بود بیروں بجنوں کے تو ان نسبت بدن اہل نش	بگو شرا اہل معنی صوت آہنگے دگر باید جہان تنگ اسیر دل نشنگے دگر باید پئے ادا کاں در سینہ فرسنگے دگر باید کہ ناموسے دگر می باید و نشنگے دگر باید
برہمن راہ عشقتاں نگر و طے متصل	اگر فرسنگا طے گشت فرسنگے دگر باید حقان
دل عاشق رمیدہ میباید بار عالم بنگین از سر دوش شستم از گریہ و سفید نشد بوکہ افتد عیار دانا نش	وز دو عالم کشیدہ مے باید مرد دانا جریدہ میباید دفتر دل دریدہ میباید فرش این راہ دیدہ میباید
برہمن اضطراب لایق نیست	آدمی آرمیدہ مے باید درودارا

<p>راہبر الی خردنگ بہت بخوں میرود حیرتے دارم کہ چوں سے آید چوں میرود ہر کہ سے آید درون نارفتہ بیرون میرود ہر چہ با افسانہ می آید با فسون میرود</p>	<p>۱۵ پیان بجا پیان بجا</p>	<p>کو عشقت این کہ با عقل درخون میرود در میان چارہ یوار قفس مرغ نقش و سحر معمورہ عالم و گامے بنش نیست حاصل عمر گرامی مجسمہ خواب غفلت است</p>
<p>یک و ہوس</p>	<p>برہنہ ناخواندہ میدانند کہ طرز نامہ نصیبت مرد وانا از پئے ادراک مضمون میرود</p>	
<p>وز گل داغ دیں باغ بہار دارد بہر آنکس کہ ز تیرہ جگر ہمار دارد کہ میان شکن زلف تیرہ دارد ہر کہ بر آئینہ سینہ غبار دارد</p>	<p>۱۸ درد دارا ۴ ۴ ۴</p>	<p>دل من داغ ازاں لالہ غدا سے دارد ز گیسیت تو پانیہ لبسیر آرد دل شوریدہ مارانتواں باز آرد میشو و صاف اگر اشک ز دست آرد</p>
<p>درد دارا</p>	<p>برہنہ راہوس گل نبود چوں گلبلبل در شب ہجر بستر دوسہ خار دارد</p>	
<p>ایں گرہ در خاطر دایں آرزو در سینہ ماند راہر مازیر بار جنسہ طشہ سینہ ماند در غلاف سینہ دل محفوظ چوں آئینہ ماند آفتہ رشتن محبت شد کہ دل از کینہ ماند</p>	<p>۱۹ پیان بجا پیان بجا پیان بجا پیان بجا</p>	<p>درد دل من آرزوئے صحبت درینہ ماند مرد عارف خوش بازوی و تنہا گذشت ز نگین غم بر خاطر صافی دلاں را کے رد دشمنان را دوست پیدا مہ چادوست</p>
<p>پیان بجا</p>	<p>برہنہ ہرگز کے از حال ما اگر نشند ایں گہ در کان نہاں چوں گنج در گنجینہ ماند</p>	
<p>نہال قاشق شہر جلوہ پردازی نمیداند وے زنگیں چو چہ شمع شوق طنازی نمیداند لیکن طفل حکم طرز نمازی نمیداند</p>	<p>۲۰ پیان بجا پیان بجا پیان بجا</p>	<p>ز مہ چشیم او غیر از فسوں سازی نمیداند بہر گیس چشم او را باغبان سنجیدہ گلشن ز آب بہہ را ز سینہ روشن بر تو میکردم</p>

<p>دریں پیرانہ سر بانو جوانی صحتے دارم</p>	<p>کہ فکر مصلحت کیشاں بجز بازی نمیدانم</p>
<p>برہمن از لب ہندی نزا دہاں تھمتے می سنجہ</p>	<p>زبان پارسی و ترکی و تازی منیداند</p>
<p>نفس ز سنیہ آتشیں بروں آید چو حلقہ حلقہ کند زلف عنبر افشاں را چنیں ز بادہ رخ آتشیں برافروزد جسگونہ گرہ خونیں نہاں توان کرد</p>	<p>۱۸۴ شرار از دل عاشق چنیں بروں آید چفت نہا کہ ز گنج کیس بروں آید کہ آہ از جگر آہنیں بروں آید کہ ریزد از شرہ و ز آستین بروں آید</p>
<p>نگاہ لطف سے برہمن توان کرد</p>	<p>کہ غم نہ خاطر اندوہ سکین بروں آید</p>
<p>لب او نشوئے عجیب از سیجا باشد پا بدماں کشم و سر بگریبان آدم گذراند اخت مرا عشق بہرے کہ درد تا دریں بزم لبہ دست تارا آرد پیش پادشاہ ملک داد و دادیں دارا کو شرف داغ غلامی تو از دوسے نرود</p>	<p>۱۸۵ زلف او سلسلہ کردن دہا باشد گر مرا ہر دو جہاں میل تماشا باشد ہجوجل شکستہ از آلبہ پایا باشد آسماں بگسلد از عقدہ شریا باشد در جہاں باش جہاں دار جہاں تماشا ماہ چوں ماہی اگر در تیرہ دریا باشد</p>
<p>فیض سے بار دازیں بزم برہمن کہ نشوئے</p>	<p>بزم ہر برہمن و گویا باشد</p>
<p>بیا کہ شوق باندا زہ کمال رسید نظر ہمیشہ کم روزگار کے بندم جہاں ہمیشہ حقیقت بخوابے ماند فریغ عشق دل تیرہ و نامور ساخت</p>	<p>۱۸۶ شمار و عدہ دریں جاہ و سال رسید مرا کہ حال بسر حد اعتدال رسید بخواب افت بسر تاکہ در خیال رسید صفائی آئینہ بر رویں سفال رسید</p>

<p>بجواب تانرو دیشم رہروان سحر چگونه خاصیت عشق زکھیاں دارم شکفتہ نر گل تازہ ساخت غنچہ طبع غبار مصیبت از چہرہ میتوان شستن</p>	<p>مگر صفت جبریں سب گونہاں رسید کہ این معاملہ از قال ماجاں رسید ہر آن سیم کہ از جانب شمال رسید کہ اشک تو بہ پئے عذر انفعال رسید</p>	<p>زہوش برود مرا برہمن قبت سحر مگو شرنالہ مرغ شکستہ بال رسید</p>
<p>شعلہ شوق تو چوں گرمی ہزار شود صبح محشر مگر از پردہ برآید بیرون میرود قافلہ عمر گرامی بشتاب فرق در ماؤ تو تا ماؤ تو استیم بست</p>	<p>۱۸۶ اندک اندک بیان آید و بسیار شود در تیریں خواب گراں کیفیت کہ بیدار شود راہرو ماندہ شود تاکہ جنبہ سردار شود آخر این پست و بلند ہمہ ہموار شود</p>	<p>۱۸۷ بیا کہ سیتو دم رنج بے حساب کشید چگونه راز محبت نہاں تو انم داشت کسو کہ از مدو گریہ خواست وصل ترا نتی است نسخہ عالم ز حرف مرد و نسا خمار عاشق مسکین ز بادہ دگر است بدایخ تشنہ لبی ماندہ بر کنارہ یاس</p>
<p>چگونه خواب کند برہمن کہ در شب تار بجائے ہر فرہ خاکے بر وئے خواب کشید</p>	<p>۱۸۸ عقل را در روئے پائے بدماں باشد ۱۸۹ فسک را در طلبش سرگریباں باشد</p>	<p>۱۸۹ عقل را در روئے پائے بدماں باشد ۱۹۰ فسک را در طلبش سرگریباں باشد</p>

<p>قوت بازو منی محنت طلب اندر در عشق نقش مقصود شود در نظرش جلوه نما میخورد تیغ لب زخم و بس میخند منرق یک گام در اینجا دو عالم پیدا بیش دم در نظرشست که کوشه بیستی</p>	<p>نیز آید از این احوال که اسرار</p>	<p>راه هر مورنه در نرم سلیمان باشد هر که آتشی نه از چاک گریبان باشد خنده بر دیده که از درو تو گریبان باشد طی این راه بیک جنبش مرغان باشد در نه هر چیز با ناله از دهان باشد</p>
<p>تفاوت متکرر بیده در دشمن دوست برهن هر چه سخاک آمده میکیان باشد</p>	<p>تفاوت مذمب باشد</p>	<p>تفاوت مذمب باشد</p>
<p>مهر همیشه بدل غیرت صبا باشد گند ز پرده تماشای کارنامه حسن بچشم هر که رسد نور دیگران زاید تو در طریق محبت کج آمدی صدا بجرم رفته اگر عذر خواستی سهلست نه جنس علم بدست مذمه نقد عمل</p>	<p>۱۹۱ یاد می خواند که در این خطا</p>	<p>که آشنایان زلف او چو ابر باشد اگر کسی بجای تو آشنایان باشد غبار گوشت تو هم رنگ توئیا باشد و گرنه راستی راه رسنا باشد بعد رفته خطا اگر گشتی خطا باشد اثر گنجی به همتی دستی دعا باشد</p>
<p>برهن ار نه کنی یاد مد عاجی عجب که مد عاجی هم در ترک مد عاجی باشد</p>	<p>چنین نوبت در این خطا</p>	<p>چنین نوبت در این خطا</p>
<p>و گر ز عمر گرامی حساب خواهم کرد ز بس که مشق کینه منی کم بر ساقم مرا محاسبه حال خویش در نظر است چو شد که عمر گرامی بدیروز و گذشت بجز مرشک طلب سید راه نخواستاید گرفت بر پرغاں چاه منی بیگفت</p>	<p>۱۹۲ یاد می خواند که در این خطا</p>	<p>زار تکایب خطا اجتناب خواهم کرد که رفت رفته ز جزو منی کتابم کرد و گر ز خویش بخود احتساب خواهم کرد اگر توبه در آیم شتاب خواهم کرد بگریه سحری منتهی باب خواهم کرد که اینقدر ز جهاں انتخاب خواهم کرد</p>

<p>بسینہ اشیں دیرینہ تازہ مے ساز وگر بوا دئی دور زمانہ اُفتادم زبے ثباتے قصہ زمانہ دانستم چہ تنہا کہ نہ آید پدہ بیدار مرا حجاب سزا آفتاب را چہ حجاب زگر میے نگاہ آفتاب دانستم صلائے عیش باہل نشاط خواہم داد</p>	<p>باز باز باز دیدار</p>	<p>وگر نہ یاد ز عہد شباب خواہم کرد فغان تر نشہ لبے بر شراب خواہم کرد کہ نقش بہدہ بر وئے آب خواہم کرد وگر بہ بستر آرام خواب خواہم کرد تو لبے حجاب دامن حجاب خواہم کرد کہ آب بیدہ چو در خوشاب خواہم کرد سشے کہ سینہ خود را کباب خواہم کرد</p>
<p>برہنہ ار زنگنا حسان من ز من پسند بگریہ برد رحمت جواب خواہم کرد</p>		
<p>تا ز کوشش صبا نے آید ناشنا سائے حال خود گشتیم آید از خاک کوئے دوست گشتیم مگر معشوقہ مرا در رسم دیدہ در راہ عشق باید سود لے خطا پوشش ما ز ما بگذر</p>	<p>۱۹۲ء</p>	<p>دل عاشق بجائے آید کار دیگر ز مسائے آید اسخچہ از تو تیا نے آید یادم از مدعائے آید طے ایں رہ ز پائے آید کہ زنا حشر خطائے آید</p>
<p>از پیر ہمن خواہ کار وگر کہ ازو حشر زو عائے آید</p>		
<p>کے ز سبکی بی باجبال ماند رسد مراست دست طلب بہت دامن تو بند جبین شوق براہ تو سودہ مے آٹم عبار کوئے تو کھل الجوا بر ہر است</p>	<p>۱۹۳ء</p>	<p>کے بحال غریبان بنیوا نرسد ز کو تہی ست کہ دستم بعد عاز رسد کے طے بحر حلہ عاشقی بہت رسد علاج دیدہ عاشق تو تیا رسد</p>

<p>بود چہ حال دل خستہ بہر بہمن را ز کاخِ نازِ لطف تو گرد و اندر</p>	
<p>۱۹۴ شد نمک ریز و آدائے شکر میں با مانود کے بہنِ داداں سے نمایاںِ انجیسہ پروانا نمود در حجرِ انجیسہ با گرہِ مینا نمود آنچیسہ با من تلخے آں لعلِ شکرِ خار نمود</p>	<p>۱۹۵ لعلِ سیریش کہ با تالغِ کارے مانود نقشِ دینا و نظرِ سیرِ خواب است یک بانیم صبحِ کابے خستہ گل کے کُند من گو ارا ساختم تیریں ترا ز حبانِ عزیز</p>
<p>مے تواند گوشتِ مقصود دادن بہر بہمن دیدہ ما آنکہ بہرِ مصلحت دریا نمود</p>	
<p>۱۹۵ چشمِ یک چشمِ زدن از تو جدا نتوان کرد چہ توان کرد اگر پشتِ دو تا نتوان کرد بعد ازیں بہر سے بادِ صبا نتوان کرد خویش را اگر بتوان کم ز گیا نتوان کرد</p>	<p>دیدہ را جبرِ بخ خوب تو دانتوان کرد تے تعظیمِ قد و ناز تو لے سر و ول دلِ اشفتہ دلاں ز خمِ زلفش خوش پائے ہر کس کہ بود منتِ او بر سرست</p>
<p>حقانی و معارف</p>	<p>بہر بہمن ہر چہ خدا خواست ہماں شد نسبتِ بہر چہ بود غیرِ حُسنِ رانتوان کرد</p>
<p>۱۰۔ نواب سعد اللہ خان کی ایک دفعہ لکھنؤ پر فرماتے ہیں: ”میرے کہیں شوقِ صحبتِ عالی آباد ہو ایں حال کہ دماغِ سخنِ نداشت، بادیہ گفتہ فرستادہ امید کہ باصلاحِ حُسن و عکسِ ساری در آید بہتر ۱۱۔ حضرت عبدالرحیم صاحبِ لعل کی الزی یہ غزل مٹا فرماتے ہیں اور تخریر فرماتے ہیں کہ اس غزل کی نسبت بہر بہمن استعارہ فرماتے ہیں: ”غزلیکہ تبار کی طرح شدہ بود، مرقوم تامل شکستِ رقم گشت“..... بطالعہ اربابِ سخن در آرد وہ استعارے اصلاح نمائیں“</p>	

رویف ذال معجبہ

<p>۱۵۶ صبا میار ازاں یار در لطف کاغذ کدام لب شکریے دست کرد حیرانم شب فراق بود عاشق شمشک را شرار در جگرم زد چنانچہ کرد کباب زگر چیم برہمن سیاہ گشت و سفید</p>	<p>۱۵۷ کہ بے رخصت بجگر میرند شر کاغذ کہ تازہ مشیت نہک رنجیت در جگر کاغذ زخون دیدہ سیامی از چشم تر کاغذ بحیرتم کہ چہ سچیدہ بود در کاغذ اگر داشت پیش نظر شام تا سحر کاغذ</p>
--	--

رویف لے مہملہ

<p>۱۵۸ چگونہ از تو شود خاطر شکیب پذیر صبا ز سنبیل رویف تو سہو نبرد کہا مجال سخن پیش روی دوست مگر ز حجب صبح چو خورشید بر آید</p>	<p>۱۵۹ کہ دست عشق تو شد درو لم گریا بگیر کہ کرد مجر حُسن تو با دور زنجیر ز حال خود ز زبان نگہ کنم نقش بر اگر بیا و میر زلف او کنم شبگیر</p>
---	---

درود دارا

اثر سبک کند برہمن در دل آید
خوش کرد مرا نالہ سائے بے تائید

<p>۱۶۰ نچہ بام ہوس گشتہ ہجو رخ اسیر کہا بعالق تقدیر پے توانی بُرد فلک ز کیسہ عمر تو نقد بُرد و ہمنو ز سر پہنہ نہیں ادب کلاہ غور</p>	<p>۱۶۱ نفکر خام فروماندہ در تخیل و کشیر کہ ماند بغلط در شجہ تدبیر چو طفل ناز کنی در کنار عالم پیڑ دل شکستہ بدست آرد ست جگر</p>
---	--

باہل جرم چو سر مودہ کہ کند
ز روئے لطف و کرم عذر برہمن بند

<p>۱۶۲ شے دارم زلف او گرفتار</p>	<p>۱۶۳ کہ دارد با گرفتاری سرو کار</p>
----------------------------------	---------------------------------------

<p>بغفلت مرد ناداں در فریب است زنا ہمواری و دنیا گذر کن نمک بر جسم دل ریشاں کہ سستی دل آزاد گال کے رستے از دست خشتین غنہ سائے بلبلاں وہ چہے بندی نظر بر خرمین گل بو بآزاری سہر مورے منہ پائے زمانے گوش کن بر قول سے بدست آوردن دنیا ہنر نیست</p>	<p>بہر گشت ہوائی خدا راں کس کہ کمال کمال کمال کمال کہ کمال کمال کمال کمال کہ کمال کمال کمال کمال کہ کمال کمال کمال کمال کہ کمال کمال کمال کمال کہ کمال کمال کمال کمال کہ کمال کمال کمال کمال</p>	<p>بد نیاد دل نہ بندد مرد ہوشیار کہ آسائے بگذراند مرد ہموار نبودی لعل خواباں گر شکر بار منے بودی اگر آن طستہ طرار پس آنکہ سیر کن در صحن گلزار کہ گل در دیدہ ہینا بوجہ سار کسے را یکہ مٹوئے نیا زار چہ سعدی بلبل فرخندہ منتظر یکے را اگر توانی دل بدست آر</p>
<p>برہمن ہر کہ دارد دست در کار دلش باید کہ باشد سوسے دلدار</p>		
<p>ز روئے بحر نہ بر زمین جبین نیاز چرا شک پردہ در حال از دار نیست فروغ سینہ ز تار یک خاطر آن مطلب خوش آن گردہ کہ ہم کردہ قامت دل</p>	<p>۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰</p>	<p>کہ ہاشکتہ دلائیم و او شکستہ نواز بروئے او نتوال کرد دیدہ محرم راز کہ غافلند ز راہ حقیقت اہل حجاز بسوی قبلہ آنروی می کنند نماز</p>
<p>برہمن از سر زلف تو برد یکسر سوسے بش است یکسر سوسے تو ہر عیش و راز</p>		<p>حقان و معاد</p>
<p>دیدہ ام شد خشک و طوفان دین دارم ہنوز میرسد نزدیک تر ہستم شہا بر در گھا از دامت دود آہ سن گذشتہ از آسما بیگناہ است آنکہ برائید حجت کہ جرم</p>	<p>۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴</p>	<p>موج دریا دشمنی استین دارم ہنوز من ز خایہا امید دہم دارم ہنوز وز خجالت روی عصیان زمین دارم ہنوز چرمم از حد رفت چچم آنسیرین دارم ہنوز</p>

<p>و این عصیان آب یدہ ششم برہنہ لیک نقش سجدہ ثبت بر جبین دام منہوز</p>		
<p>بگذشت عمر گرم متن نفس منہوز دل سے برد بجل لیے کشاں کشاں آدہ ہار رفته چین تازگی گرفت عشق آتش طلبد برا فروختست ما</p>	۲۰۲ ای ٹون	<p>دیں مرغ پر شکستہ طپاں دقش منہوز در گوشن ناریدہ صدائے جوس منہوز بر شاخ ماندہ میوہ مانیم کس منہوز نہاں کنیم شعلہ بد اماں خس منہوز</p>
<p>گشتیم سر برہنہ از تیرہ باطنی از لذت گناہ نہ کر دیم بس منہوز</p>		
<p>کہ بے کہ آبرو برد در گلو مرینہ چوں غنچہ عیش کن بگریبان فگندہ گر خون دیدہ جوش زند صبط گرین از ہر کہ بشتوی سخن تلخ گوش کن</p>	۲۰۳ خود داری	<p>آب اندود دیدہ ریزوے آبرو مرینہ در عمر یک دوروزہ چو گل رنگ بو مرینہ ہرگز دیدہ قطرہ اشکے نہ مرینہ بیہودہ آبرو ز پیے گفت گو مرینہ</p>
<p>در شربت کہ زہر غمش نیست برہنہ ہرگز بسوے لب مہر در گلو مرینہ</p>		
<p>ساخت بر گرم مرا نشا صہبامروز کار امروز بفسردا منگن جام بیہ جام در گردش و ساقی بھر نیال سرخوش نوبہار است جنوں جوش زناں می آید</p>	۲۰۴	<p>خندہ آورد مرا گر یہ مہینا امروز ننوال خورد غم وعدہ فردا امروز مجلس خوب ترین است مہیا امروز ہمہ سال آمدہ دیوانہ و دانا امروز</p>
<p>برہنہ نظم تو از عالم بالا آید گہرافتانہ بُرد عفت شیری امروز</p>		

<p>۲۵۷ گذشت دعدہ ویسی حصیت دہیاں امروز کہ بہت طوطی ^{بہت} شکر فشاں امروز کہ حصیت سہا یہ سرے زیر آسماں امروز کہ آمد این عنبر ل تازہ برباں امروز</p>	<p>خبر ندام از آں یارِ ہر باں امروز سلا دہید، بمرغانِ ریزہ خوار سخن ز آفتابِ حوادث کہے نیاساید سخن ز عالم بالا مگر فرو آمد</p>
	<p>گذشت نوبتِ محضوں ز کارِ خائنِ عشق برہمن است دریں کندہ دماں امروز</p>
	<p>رولیف سین مہملہ</p>
<p>۲۵۸ کہ رویِ خویش در آئینہ بندہ رو کس اگر در آتشِ غیرت بسوزہ مو کس بچاکِ سینہ کتر است می آید فوے کس ہم بہشتگانِ ترے گردِ گلوی کس سلامت کم رود زیں کو چہاویں سبک کس بغیر از چشمِ ترہ پوہ باشد سست مشو کس</p>	<p>۲۵۹ نگارِ من ز استعنائے بندہ سبک کس سرے نمارد بالک آں ماہِ ہلالِ ابرو ہزاراں بخیہ باشد کارِ گر چاکِ گریبا نرا جہاں دریائے پرچوشت آنا کرنا آں میانِ گوشہ میخانہ باید جرعہ خو کس خجارد امنِ آلودہ را چشمِ ترے باید</p>
	<p>برہمن سینہ خوش آورد طوفانِ نرشد چشم چہ خوش باشد کہ آیتِ فتنہ باز آید جو کس</p>
	<p>رولیف شین معجمہ</p>
<p>۲۶۰ چو گلِ سخنِ جگر غرقہ در گریباں باش ز کرد ہائے خطا بعد ازین شیان باش بگم جرعہ ز پیمانہ و بہ پیاں باش</p>	<p>چو غنچہ در رہِ تسلیم پادماں باش علاجِ زنگِ گناہِ مستقیلِ شیانِ شب ادبِ ز صحبتِ ندانِ پارسا آموز</p>

چو ابرگر یه کن و بچو برق خندان باش	بیا زلف و رخ آن نگار در شب تار
خیال زلف بتاں برهن مده در دل و گرنه همچویم صبا پریشان باش	
در حیرتم چنانکه ندانم گناه خویش افزاده ام بگیه مرا در سپاه خویش آسوده ام به سبزه شربت گیاه خویش من مهروره ام نه من سایم ز ماه خویش	۲۰۵ شمرند ام بسے و رون بپاه خویش جز قامت بلند تو ام دستگیر نیست آن لب لبیل شکسته را بنم که در چین تا ماه اقتباس کند نور از مهر
تا برهن ز خاک نشیناں او شدم پر شوق آفتاب بسایم کلاه خویش	
که جز بسا اصل غم نیست حد پایانش گر سینه چشبه امید در دهانش کسے که چاک هوس نیست در گریانش که موج چشمه عشقت و زرخدانش	۲۰۶ شدم به بحر محبت غریق طوفانش فلک بساط فرو چید و اهل عالم را همیشه چاک جگرش دست همت اوست دلم چگونه ازین سبیل جان تواند برد
قدم دلیرانه برهن بود سبزه عشق هزار قافله گم گشته در بسا باننش	
ردیف صا و مهمله	
نهان خوش است آلایش ز باں خلاص میان سینه بود مهر تابجاں خلاص برون رسیده عاشق با تهاں خلاص که هست قاعده راه عاشقان خلاص	۲۱ بود همیشه مرا با بتاں نهان خلاص مرا درون برون صاف شد بگرنگی تو خواه مهر کن و خواه قهر کن زود قدم بسپه برده عشق و مخلیص او شو

<p>سانق دہم کما ہے</p>	<p>میان کیش برہمن فادیکنگی است کہ قامیت دین کنند دو دماں اخلاص</p>	
	<p>ردیف ضاد معجم</p>	
<p>کہ نقد عز کف میرود، مکن اغراض چو غنچہ تنگ مباحش اندرین شکفتہ ریاض ز مشق گریہ مرادنگ دیدہ گشت باین خطا کنند چو نصیحت کرم گندا عراض</p>	<p>۲۱۱ بر گوی بر در حال</p>	<p>ندار سید گبو شتم ز مبدہ فیاض و جو د مردم دانا بود ہمیشہ بہار ز بسکہ تا سحر از غم گریتم بفرق بروئے دوست مرا اختیار باقی نیست</p>
	<p>برہمن از غرض خویش دارد استفنا خوش آن کسی کہ بر دل آمد از غم اغراض</p>	
	<p>ردیف طاء مملہ</p>	
<p>کہ زاد حسن عمل میرسد براہ صراط تو بہر گریہ ہنگامہ گستریدہ لباط بفصل گل چو چمن بہ گندم را چہ نشاط طراز کسوت عسکر عزیز چوں خیاط</p>	<p>۲۱۲</p>	<p>چہ بستہ دل آزادہ را بکشد لباط زمانہ بہر تو دیبائے عمر ہے پیچید بنو بہار نگردد شکفتہ غنچہ دل زمانہ در خور قدہا نیاں دوزد</p>
	<p>کے بروں نرو د برہمن لگدیش حریخ نمودم این سخن از دور چہ رخ استنباط</p>	
	<p>ردیف ظاء معجم</p>	
<p>فسق بسیار بود از بر ماتا و اعظا</p>	<p>۲۱۳</p>	<p>چند ہیودہ کند دریر با جاعظ</p>

<p>باز محتاج بوعظ و گران خواہد بود پیشہ درگوش من انداز کہ در نیم نشاط راہ دیوانگی از عالم دیگر باشد</p>	<p>گر نشیند بسر موعظہ بابا و اعظ بادہ ہم صحبت من گشتہ مینا و اعظ ہست در بزم جنوں ہمیدہ گو یاد اعظ</p>
<p>برہمن پسند کس در دل با جان کند چہ کند بادل آلودہ سودا و اعظ</p>	
<p>ردیف عین مہملہ</p>	
<p>ہر نفس پروانہ بال نشان شود بر نور شمع دو دمان آتش افروزان بسے و قوت گرفت در خیال آفتاب سوئے او مغیر سرم از سر و غ شعلہ چشم عند لب آگاہ نیست</p>	<p>۲۱۴ موسلی عشقست زان سر زبر نماز طور شمع قابلیت کرد تا پروانہ را منظر شمع ذرہ ذرہ تا سحر میر سحیت چون کاو شمع ثبت بر بال و پر پروانہ شد منظر شمع</p>
<p>اے برہمن چہ را در سوختن افروختن مینو آن موختن از خاطر رنجور شمع</p>	
<p>ردیف عین مجملہ</p>	
<p>ز بسکہ لخت جگر آیدم بروں زرد ماغ میں بکو ہتی خویش و با فراتر نہ کنند مرا از نسیم بہار مستغنی جوئے گل شدم از دست گرم آغوشند</p>	<p>۲۱۵ مرست دیدہ تر گلشن و گریباں باغ کہ بال بہت پروانہ سے رسد بچراغ اگر نسیم سیر زلف اور رسد بد ماغ میان برگ گل تازہ ام کنند منظر غ</p>
<p>اسیر ماند دل برہمن کہ ممکن نیست بدو خوشن تو زان خط سبز خط سر غ</p>	

ر د ی ف ف

۲۱۹۷ بگرد عارض او تاسیہ خط زده صفت
متلّع عقل بگردان عشق نایا سبت
مراست مہر تو در دل چو مشک در ناف
تو تیر عمر زہن برت در کہ بتولے

۲۱۹۸ نقادہ کار دل ناتوان با دو طرست
کہ ہست یایہ وانا بشہر عشق تلف
مرا خیال تو در سینہ چوں گہر صدف
کہ ہست سینہ صافی دلاں بجایے ہد

برہمن آنکہ غم از سینہ خیزن بر برد
بیانک چنگ بگویم کہ نسبت جزئے و دو

غزل بیان

ر د ی ف ق ا ف

۲۱۹۹ توئی کہ ساقی وحدت نہ کوثر تحقیق
بجبر معرفت ایزدی دلت غوص
تحققان ز تو تحقیق حق کنند نام
بے تو سرور و جزا فریش حق
بکلب فیض نگارندائے نقش کمال
خو رخو است جمال حقیقت ازلی
عرض بخوہد ذات تو عین جوہر شد
تو چشم کردہ بر آب سینہ حقیقت باز
جہان تیرہ بر آبد ز ظلمت آں گاہ
بر آسمان حقیقت ترا عروج سزد

۲۲۰۰ نخست او بہرست تو ساغر تحقیق
ز قہر فکر بر آوردہ گوہر تحقیق
کہ ہست ذات شریف تو مصدق تحقیق
قضا کشید بر آں صفحہ مسطر تحقیق
رقم بنام تو کردند دفتر تحقیق
ترا ز فیض ازل کردہ مظہر تحقیق
ز عرض حال تو پنداشت جوہر تحقیق
تفاوتے ز بہرست نیست تا در تحقیق
چو مہر فکر تو سر زوز خا و تحقیق
کہ ہست ذات شریف تو محور تحقیق

سرود نامی از اس غزل کا کاشا رضا زنا خا کہ پانچ بی بی

ز روی لطف دل تیرہ برہمن را

<p>فردغ رائے تو آورد بر سر تحقیق</p>	
<p>۲۱۸ وے زاصل سخن نکست نشد تحقیق کہ حکم عقل بود از برائے این تفریق مدار رشته بہمت بعقبہ تعویق کہ بر قیہ تقصیر خود کند تصدیق</p>	<p>تمام عمر صرف شد بفکر عمیق ہمکش بصفہ آیام خط بطلاں را گرہ کشائیہ آیا در بیان داری قبول عذر گناہ از کسے توں کردی</p>
<p>دگر بہت ہے دروڈیاں چوین ہمکش</p>	<p>۲۱۹ یکے شست خط خواہش اچھیہ کرل بے نوشت برہنہ شکستہ و تقصیق سن پولی ٹوڑیاں توں گھن</p>
<p>رولیف کاف (برہنہ)</p>	
<p>۲۱۹ زچا کہائے گریباں بکوچہ از مالک کہ صیت گوشہ نشینان گذشت از افلاک خیال ناقص انا کجا کند از دراک خانی شا اگر جواب رواں میروی برد چراک</p>	<p>۲۱۹ کسے کا زخم عشق تو سینہ از در چاک بگردا من شان گرد و امتحان نرسد بروں زخم و خیالست صورت معنی دریں سارے پسینگی غب را را ہمشو</p>
<p>بے بنائی دہر</p>	<p>۲۲۰ عزم زمانہ چو عیش زمانہ سے گذرد دریں رباط گھن برہنہ مشغول غناک</p>
<p>رولیف کاف (نفاذی)</p>	
<p>۲۲۰ بر امید وعدہ ویرینہ مایہ تنگ شانہ در ہم میشو آئینہ مایہ تنگ گرسد در سے خیال کینہ مایہ تنگ</p>	<p>۲۲۰ از عزم حیراں دلم در سینہ مایہ تنگ پیش تاب ز کف دروئے او کرا باشد قرا سینہ مکیہ چوں آئینہ دارم چو زہر</p>
<p>در لباس ظاہری باشد برہنہ صفت لباس</p>	

حلقه و صاف	تا پائین نهادیم برهنه بر عشق کونین باندازه یک گام گرفتیم	
چو گل ز لخت جگر خوں دلستین دارم چفتنها که ز چشم تو در کین دارم که من مقابل آن جان آهنگین دارم بدل خیال سر زلف عنبرین دارم	۲۲۳ چو گل ز لخت جگر خوں دلستین دارم چفتنها که ز چشم تو در کین دارم که من مقابل آن جان آهنگین دارم بدل خیال سر زلف عنبرین دارم	چو لاله داغ عجم عشق بر جبین دارم گم به غم سبزه گیسو زلفین دارم ترا اگر دل سنگین بود مرا چسب ز اضطراب نفس بخوم بسینه گر
	مرا برشته ز نار آلفسته خاص است که یادگار من از برهنه من هم دارم	
ز چاک دل گواهی میداد چاک گریبانم مگر شک نیست فضا سازد رنگ عصیانم چو من بیمار نادان شدم نیست درمانم بنادانسته بگرم چو دستم پشیمانم	۲۲۵ ز چاک دل گواهی میداد چاک گریبانم مگر شک نیست فضا سازد رنگ عصیانم چو من بیمار نادان شدم نیست درمانم بنادانسته بگرم چو دستم پشیمانم	بحوث بچو بر لبها را چشم گرایم عبارت عصیت آینه دل تیره میدارد در بطن جسم را ناصح علاج از توبه فرماید بشنوید وین آلوده را اشک پشیمانی
	برهنه بر رحمت دهن لوده میخواهد بباز آید بر رحمت بر سرم کاژودانم	
کینه چرخ نشد کینه و ما کینه شدیم ما خود از کیش کش خوف مر جا کینه شدیم بر امید نفس باو صبا کینه شدیم و چه حبتیم درین مرحله ما کینه شدیم	۲۲۶ کینه چرخ نشد کینه و ما کینه شدیم ما خود از کیش کش خوف مر جا کینه شدیم بر امید نفس باو صبا کینه شدیم و چه حبتیم درین مرحله ما کینه شدیم	دعای تازه این چرخ دو تا کینه شدیم روز دیوان حسد تا چه کند ابل حساب سبز خاک نشینیم که در راه نیست از تپه کال ز سیم بشیر و نه دیدیم رواج
	برهنه تازه کند بر لبها را زلف گر چه مانند گیسو و تیره یا کینه شدیم	
مخمر مسکن دیده که از خواب نفیتم	۲۲۷ باز زلف ده تاسب که از تاب نفیتم	

چو گل

<p>مشکل کہ من از شوق بگرداب نیستم بر رئے زمین اُفتم و سیراب نیستم من و سپہ این طلبیایا نیستم</p>	<p>در چاہ زخندان تو موجیست دل افروز آن سبز خشک کہ موموم دہد آتش مقصود دل از سیر دو عالم نتوان یافت</p>
<p>اے برہمن از بہشت گشتن چو گل نو چوں غنچہ ہمہ وقت بخوبی حساب نیستم</p>	
۲۲۸۷	
<p>کے بھیسے کس در آید آئینہ ماہمیدہ ایم ما بخود بیگانگان را آشنا ہمیدہ ایم آں فراغت ما کہ درد لعل گدا ہمیدہ ایم خوشی تن را دانہ اس آسیا ہمیدہ ایم</p>	<p>عالم صورت بمعنی آشنا ہمیدہ ایم در حقیقت نیست چوں بیگانہ در روزگار اور میان جامہ دیا کجا آید بدست آسیا کی چرخ میگردد بگرد روز و شب</p>
<p>فغان تغصیب فغان بے ثباتی</p>	<p>اُمدا غائے ہر یکے در جہل ہر مذہب است ما برہمن ترک آزما غامہمیدہ ایم</p>
<p>۲۲۹ براہ عشق کربستہ رضا کو تو ام زیر پائے تو مانند نقش پائے تو ام بہر کجا کہ روم تابع رضائے تو ام ہمیں قدر کہ ادا غم نگہائے تو ام</p>	<p>۲۲۹ از من بچ کہ تحمل حبائے تو ام جدانیشوم از خاک استماد تو بچہ رضائے تو دم برہنہ اور چہ نسبت است را با تو در محنت رانی</p>
<p>۲۳ گر فتنی خطا عہدہ بندگی از قمری من ہم مرا چوں غنچہ کاٹے شہد گریبان چاک امن ہم کہ عمر میتوان آساں بسر بردن بگلشن ہم</p>	<p>۲۳ تو دلاوی خطا آزادی بیلے سر و سون ہم شرا صد بار منت بزرگوار لالہ و کجیاں ندے باغبان از سیر گشتن غنچے برہمن</p>
<p>۲۳ ۲۳ ۲۳</p>	<p>۲۳ ۲۳ ۲۳</p>

مرا از خندہ گل، اگر یہ بلبلیں! بیا دو آمد	کہ باشند در جہاں پیوستہ با عشق و شوقین ہم
تو ہر جا دے میر کس بجائے خوشیں میجوید	تو اور نہ ہی بجائے
کہ دارد از بہا عشق سامانے کہ من دارم مرا از گنج گوہرے گندہ ہر خط مستغنی طوق نا امید دی در کیں امید نا دارد غبار آرزو برگردد امانم کج اگر دو	۲۳۱ شو گل فراغ ازیں چاک گریبانے کہ من بدست خویش کلک گوہر فشاں کہ من دارم برادر دسز منزل راہ آسانے کہ من دارم دو عالم چوں غبار افشانہ امانے کہ من دارم
بر ہمین درد کان نکتہ سخاں کہ بہا دارد متابع راہیگان و فضل رزائی کہ من دارم	
ماز شام زلف مشکینش سحر سے خواہم از دیار یارے آئی نسیم زلف گو سرگراں داریم و مخوریم ساقی ہمے سینہ بریاں دیدہ گریاں حاصل او دوس	۲۳۲ قصہ شہائے ہجران مختصر میخواستم از تو آے باد بہاری اینقدر میخواستم گر نباشد جامے خون جگر میخواستم گر نہ سبب قلع خشک و تر میخواستم
سیر راہ ما بر ہمین طرز جنوں میشود در محبت ورنہ ما طوطی دگر میخواستم	
روزگار سیت کہ در کویتو مسکن دارم ہوائے سیر زلف تو دلم در بند است در بہارم ز خزان بیش بود حیرانے بگریاں ز نغم دست کہ چوں غنچہ شوق	۲۳۳ بنیال تو دل و دیدہ چو گلشن دارم مغ آزارم و در دام نشین دارم بلبل زارم و ہنگامہ شیون دارم خون دل میخورم و پائے بدامن دارم
ہر یکے در پے گم گشتہ خود میگرد من نظر بردار راہ بر ہمین دارم	

حافظ علی محمد علی گیلانی

ہر چند بسنگِ خارا سازم ہر نقش کہ سرزد دیرت است	۲۳۴ درد دارا	باسنگِ دلاں چہ چارہ سازم بیہودہ چہ استخارہ سازم
آفتابِ بروزگار بسیار کو ایں نسخہ دل کہ باطل افتاد	شاہان کی	وقت است کہ با کنارہ سازم آں بہ کہ بدست پارہ سازم
یک بار بہ برہمن نظر کن تا باد و ہواں دوبارہ سازم		
ما در دلِ خویش نہفتیم و نگفتیم در شستہ شُرکاں ہمہ شب آنہ اشکے	۲۳۵ درد دارا	شب تا سحر از دردِ نہفتیم و نگفتیم از غیر نہاں داشتہ نہفتیم و نگفتیم
در راہِ محبتِ بخیال قدمے او آں حرف کہ از راہِ محبت خبرے داشت		صدم حلقہ را بافرہ رتیم و نگفتیم از غیر نہفتیم و نگفتیم و نگفتیم
در سینہ خود را ز غمِ عشقِ برہمن چون غنچہ بصد پردہ نہفتیم و نگفتیم		
در انتظارِ نوش تو بایش ساختیم در اختلاطِ نیست دورنگی بکیش ما	۲۳۶ درد دارا	در گنج بے کسی غنیم خویش ساختیم یکساں بہر تو نگور و درویش ساختیم
کونین غمِ مصر بود آہنگِ دانش است یک قطرہ خونِ برونِ بچکید ز درون		در عالمِ رضا بکم و بیش ساختیم مانند طفل غنچہ بصد ریش ساختیم
ما سازگارِ عشقِ بتانیم برہمن با کس نہ ختم و بایں کیش نہ ختم		
در دندمِ نظرِ جانبِ رستے دارم چاک در سینہ عاشق بود آسایش دل	۲۳۷ درد دارا	مومو مشوقِ رخِ سلسلہ مومے دارم کافر مگر ہوس تار و فوسے دارم
نشوم ہیئہ ممنون تو لے بادِ شمال		کہ ہوا در سلازںِ عالیہ محوے دارم (دانا)

درد دارا

درد دارا

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دیدار و	در دردار	باز کوئے گدازے بر سر کوئے دارم
در دردار	برہمن خشک نگر و دھن خاطر من کہ من از دیدہ تر آب بجوئے دارم	
از خون دیدہ بود شد آبے کہ دایم شد بحر ما و سبلہ غدر گناہ و تا بر فروغ صورت معنی تظرف تا تا با خیال روئے تو گردید آشنا	۲۳۶ در دردار	وز لخت سینہ بود کبابے کہ دایم شستم تر آب دیدہ جاسے کہ دایم از پیش دیدہ رفت حجابے کہ دایم فارغ نشست دیدہ ز خولے کہ دایم
در دردار	دارد بسیار روئے تو آباد برہمن ویران دل شکستہ خرابی کہ دایم	
حل شد ز فیض عشق محار کہ دایم ہموار شستم با نازہ حساب تو سرستہ ماند از زہماں در میان دل ز آب تاب عشق جو آئینہ صاف شد	۲۳۹ در دردار	حاصلے دگر فرو بجاسے کہ دایم با خویشتن جواب و سوالے کہ دایم یکساں گذشت نقص و کمالے کہ دایم آن کہند و شکستہ سفاکے کہ دایم
داراکے بعد از روح کا زوال	عمد شباب میر و از دست برہمن آید مگر بخواب خیالے کہ دایم	
یاد آں روزے کہ روئے وز کار دایم اختیار کار با در عمدہ گردوں نبود در دل راجحتی از غمساںان میرسد ہر یکے در صحن گلشن بر گلے وارد نظر	۲۴۰ در دردار	سرو قدے بر کنائے جو سار دایم ہر صہ میگردیم با خود اختیارے دایم غم نبود از غم چو یارے غمگسار دایم مانظر جلوه آل گلعداے دایم
	دیدہ جوش آورد از استکس برہمن شست و شود دایم اگر دل سجاد دایم	

سرگز از خانہ سپے کیست تمنا روم	۲۳۱ع	سیر عالم کنم و یک قدم از خانہ روم
صحبت اہل جنوں نشا و دیگر دار	یاد دار	یاد مجنوں کنم و از سپے دانا نہ روم
در ناسفہ بترکان من ازانی با	"	از سپے گنج گہنالب دریا نہ روم
ساغرے حوصلہ محبت من لبر نرا	"	بہر تہ جرحہ بدریوزہ میسنانہ روم
برہمن یوسف من دریل من جاد دارد		
من ببا زار طلب بچو ز لیخا نروم	یاد دار	
مست عشق خانہ ویرانہ را کم کردہ ام	۲۳۲ع	وز سرستی رہ میخانہ را کم کردہ ام
سرگجا شمعیت سوزاں شعلہ برہمن میند	یاد دار	در بغل گوئی بر پروانہ را کم کردہ ام
گر بجاوی سینہ ام حرفے نئے آید بں	"	از زبان نادل رہ افسانہ را کم کردہ ام
دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام زیر دست	"	میفرارم گوہر یک دانہ را کم کردہ ام
ہاں برہمن ہمتے ہمراہی من کن کہ من		
در خم زلفش دل دیوانہ را کم کردہ ام	درد دار	
دور از تو ہمچو نقش بدیوار ماندہ ایم	۲۳۳ع	دریچ و تاب عشق گرفتار ماندہ ایم
اوپر طرف کہ میسنگری جلوہ مکیںد	"	مانتظر بوعسد و دیدار ماندہ ایم
گر نشیت خم کنیم تواضع زمارہ است	"	در زیر بار عشق گراںبار ماندہ ایم
جمعیت حواس طلب کن نہ گنج فقر	"	ماد میان تفرقہ بسیار ماندہ ایم
ہستار نموے ماشدہ ز تار برہمن		
ماد میان چورشتہ ز تار ماندہ ایم	یاد دار	
ماعتش خود ز جور فلک کم نمے کنیم	۲۳۴ع	بہودہ لپکت ہمت خود خم نمے کنیم
آن خشک سبزہ ایم کہ در موسم بہار	یاد دار	یاد نسیم و خواہش شبنم نمے کنیم
چوں طفل غنچہ خون جبگرے خوریم کس	"	لبب ز آب کوثر و زمزم نمے کنیم

از خود گذشتن است بخشن درین طریق	یاد داری	خود را براہ عشق تو محرم نمی کنیم
ما بر ہمین نظر بگل تازہ بستیم		بیہودہ سیر گلشن عالم نمی کنیم
ہمیشہ عذر ز لہلہا کے عذر خواہ کہیم صفائے حسنِ عمل نیست در جسدِ ما جدا از ازل بخ چوں ماہ در شبِ بہار طریق عشق درازست و ما تہی دستیم	۲۴۵ مراۃ النظیر	ملذت کرمش رغبت گناہ کہیم مگر منتیق گناہ نامہ سیریا کہیم ستارہ را بشماریم و یاد ما کہیم مگر ز خون دل و دیدہ را دوراہ کہیم
مقام بر سر گولش بر ہمین از سر شوق		تمام عمر امید یک نگاہ کہیم
فغان کہ عمر بسر رفت مانہ فہمیدیم ہاں براو محبت شدیم کام گذار چو دانہ ہر کہ دروں شد بروں نے آید جز اینست در کہ گند مایل بریشانی	۲۴۶ دینا تازگی خیال	زیست بود جہاں مدعا نہ فہمیدیم کہ خار را ز گل باز نہ فہمیدیم غرض ز گردش این آسیا نہ فہمیدیم زلف نسبت یاد صبا نہ فہمیدیم
صفائی سبب طلب بر ہمین کہ در رہ عشق		بصد زباں اثر سے در دہن نفہمیدیم
ما خود بزرگ و بوسے رخ گل گرفتاریم از پیچ و تاب زلف کسے میدہد یاد از جانیر و دل آسودہ خاطر اں یار اں در انتظار رابطہ فہ نشسته اند	۲۴۷	پردانہ ایم شیوہ بلبل گرفتہ ایم ز انزو ہمیشہ دامن سنبل گرفتہ ایم ایں ملک را بتبع تخیل گرفتہ ایم ما کام دل ز فیض تنزل گرفتہ ایم
بسیار مانده اند گراںبار بر ہمین		ما ز اوراہ خویش تو گل گرفتاریم

محل محال

<p>۲۴۸ باشمع روئے دوست چو پروانہ سخیتم باصد زباں زبانِ خموشی نکو بود آباد باد ملکِ مروت کہ مانجولیش بانا سخت قاعدہ عقل و رہیں</p>	<p>۲۴۸ چوں شمع سوختیم نہ افسانہ سخیتم بایشیج تاب زلف تو چو شازہ سخیتم در گنج عنسم چو گنج بویرانہ سخیتم فارغ شدیم بادل دیوانہ سخیتم</p>
<p>نا آشنا شدیم برہمن نجویشتن با آشنا سے دل بیگانہ سخیتم</p>	
<p>۲۴۹ روزگارے شد کہ مشتاق ہوئے توام موبوئے من گرفتارست چوں درندہ تو آہوئے چم تو خیم آہواں اخیسہ کرد از خیالت نیست خالی چار سوئے روزگار</p>	<p>۲۴۹ چوں ہلال در خیال طاق ابروئے توام ما گرفتارے ہوئے یکسوئے توام آہواں صید تو من صید ہوئے توام من ہر جانے کہ باشم رو دل سو توام</p>
<p>برہمن دیگر ز حال خویش آگاہ نیست رفتہ ام از دست پا افتادہ کوئے توام</p>	
<p>۲۵۰ علاج تیر گئے طبع بو افصول کنم شب است یاد زلف او کہ باددرازا ز نیم شبہ خجاندہ نشاء در کاست سباع اہل محبت ز عالم دگر گشت</p>	<p>۲۵۰ ہر آنچہ مرشد کابل دہت بول کنم کہ روزگار چر ایاد عرض طول کنم بیائے کہ علاج دل ملول کنم نہار و جد باہنگ یک اصول کنم</p>
<p>برہمن از اثرے صحبت خدا طلباں چہ عیش با کہ نہ در گوشہ خمول کنم</p>	
<p>۲۵۱ نہ چو پروانہ بیک شعلہ ز پرواز آفتم عشرت آں بود کہ در ترسہ نادانی بود گاہ در حلقہ آں زلف دو تا دست زخم</p>	<p>۲۵۱ گر بر آرزو آتش و دم و باز آفتم خواہم از رتبہ انجام با غار آفتم گاہ در پائے بت و لبر طرا آفتم</p>

کس نہت کہ میل نظرش جان بکیت	انکجا در پیک چشم فصول ساز فتم
برہمن پسد کسے جان کند در دل من	خود شوم ناصح در گوش خود آواز افتم
۲۵۲۷ یاد دارا کہ دارد این ال شوریدہ کہ من دارم کہ با خیال تو خلوت در انجن دارم کہ من معاملہ باز لطف پر شکن دارم سخن من بسخن و من جاد سخن دارم	نہ میل گشتن نہ خواہش چمن دارم در اختلاف تفاوت منے تو انم کرد مرا بجال خط اخیال سودا نیست سخن ہمیشہ من ہنر بان من سخن
بتار رشتہ تار کردہ ام پیوند	نظر بقاعدہ کیش برہمن دارم
۲۵۲۸ کمال عزت من اینکہ بندہ شہام غلام معتقد و مخلص ہو اہم ولے فتادہ پیائے چو سبزہ سہام بدانت نزد دست من کہ کوتاہم	نہ صاحب زر نے اہل دلت و جاہم مُرید بندہ منت پذیر احسام چو سر و گرچہ بازادی آیدم مشہور مرست دست طلب پسند من تو بلند
دارے دفا	اگر زمانہ دگر گوں شود ز جانہ روم برہمن از روش روزگار آگاہم
۲۵۲۹ منت پذیر مایدہ ہیچکس نہ ایم موقوف یک شرارہ آتش چو سنہ ایم محتاج گوشمال صدائے جس نہ ایم ما عاشق تو ایم ز اہل ہوس نہ ایم	ما ریزہ چیں ز خوان کساں چوں گنہ ایم ما چوں ہمندریم لبوزیم و شگفتیم ما را نگاہ براثر راہ رواں بس است براخذ نگ غمزہ گر میر فی بجا است
۲۵۳۰ درخت اللہ سنان چو تاجی	ما مرغ سحرہ ایم برہمن درین طریق در بند آب روانہ دایم نفس نہ ایم

<p>نامہ اعمالِ ستارِ سیاہ آورده ایم دیدہ غم دیدہ گریاں گواہ آورده ایم بر درِ محبتِ ناله ساقی پناہ آورده ایم صد جگر خورشید که تاب یک نگاه آورده ایم ماکہ پائے تو من مہمت پراہ آورده ایم یاد آرزوئے کہ ماہِ بروئے آورده ایم شعلہ کوئے میانِ مشتِ کاه آورده ایم تختِ اہل محبت در دواہ آورده ایم</p>	<p>۲۵۵ ۱۱۱۱۱۱</p>	<p>حاصل عمر از جہاں نقدی گناہ آورده ایم باورست گریست حالِ مازہ بر امتحان جرعہ در جامِ احسان کن کہ مانند کا ہرگز از طاقتِ نظارہ دیگر خواہ در رہِ خواہش نگر در نہ بجائے کشد در میانِ سببِ آتشِ زویش بہا و فراق آبِ آتشِ زیرِ اشکِ ماہِ ترکاں در گرفت از دیارِ عشقِ مے آیم حالِ خوش است</p>
<p>ماہِ برہن جہ طاعتِ زہرِ افکار بر درِ شائستگی پناہ آورده ایم</p>		
<p>ہمچو خورشید و ماہِ تابان نیم لاخبرم ہمچو گلِ پریشان نیم سرِ جیم و پاہِ اماں نیم عشقِ دریا و وقفِ طوفان نیم قطرہ خوں بدوششِ مژگاں نیم بندہ روشناسِ عصیان نیم طرسِ سنگینِ دلِ درگاں جانیم</p>	<p>۲۵۶ ۱۱۱۱۱۱</p>	<p>از لباسِ زمانہ عیالی نیم بسکہ طبعِ شگفتہ داریم ہمچو شے جو غنیمتِ ساختہ ایم ہر شب از موجِ گریہ خونین یادگارِ ہمارِ ناکا مے جب سین روشن است دلِ گناہ شبِ ہجرانِ بزمِ سبرِ بزم</p>
<p>برہن نارسیدہ بر سرِ کار ہمسرِ برہم خویشِ نادان نیم</p>		
<p>چو گلِ تازہ ام و حالِ پریشان دارم کہ من ایں را زینچہ دارم نہاں دارم</p>	<p>۲۵۷ ۱۱۱۱۱۱</p>	<p>عاشقِ غنیمتِ صفتِ پائے بدماں دارم گردانی کہ مرا با توجہِ زلفِ سیست چہ پاک</p>

<p>غنم بهمانی من آمده و همیشه را غم مرغ دل کے رود از دام ہوائے تو بروں شمشیر لطف تو خاصیت دیگر دارد تازیم تو جدا یکدوسہ ہونے بضرور اچھوآن لبلیل شوریدہ ام از گلشن دور سر شوریدہ دل آزرده دماغ افسرہ راز دل تا نکند اشک چشم بروں پنجہ قدرت من در گردن من نیست</p>	<p>کون کے دل کی بال بال کی آواز میں ہے دل کی آواز میں ہے دل کی آواز میں ہے</p>	<p>دوسہ لخت جگر دارم و حمال دارم خویش را بستہ یک شمشیر احساں دارم لطف کن لطف کہ امید فراوان دارم نہ ہوائے گل و سائے شوق گلستان دارم کہ دل سوختہ و دیدہ گریاں دارم من ز سباب جہاں میں ہر وسایل دارم دوسہ خار سے غرہ برویدہ نگہبانی دارم ورنہ جوں گل ہو سرچاک گریاں دارم</p>
<p>برہمن در غم او کم فتواں بود ز شمع شعله در دامنم مالک خندان دارم</p>		
<p>در خیالت دیدہ را چوں ابریشمانی کنم مائے بے عیش نگذاریم حال خویش را خوش بود چو غنچہ با جمعیت دل ساختن کار مشکل میشود در آرزوئے مدعا بے ندامت ہر چہ میخواہی نے آید بہت خون دل آغشته بالخت جگر آید بروں</p>	<p>۲۵۵ صد چہ</p>	<p>از گریاں تا بداماں گوہر افشانی کنم ساغر سے گریبا شدیم رُوحانی کنم چند چوں زلف بٹاں شوق پریشانی کنم مادرِ ترک مدعا بر خویش آسانی کنم بعد از میں سرور گریاں نے پشیمانی کنم در دامنک چند جمع آریم مہمانی کنم</p>
<p>برہمن دانائی از حد سے بری نصیحت ساعتے بنشین کہ تا ہم یاد نادانی کنم</p>		<p>ما ہم باتو نادانی کنم</p>
<p>ما تو بہ زنا صواب کردیم از مشق کتبہ سیاہ شد دل نادانی ما گناہ ما بود</p>	<p>۲۵۶ فلسفہ</p>	<p>بر رفتہ بے خطاب کردیم ماسینہ خود کباب کردیم در دفتر خود حساب کردیم</p>

دیر آمد و ایم کر چہ در کار بیرارنی ناسخت کارے گرچی نفس نبود باقی	در دیر بے شتاب کر دیم آسودہ شدیم خواب کر دیم مادیدہ پہ چوں جاب کر دیم
از نسخہ آسمان بھمن حرفے ددشہ انتخاب کر دیم	
بے یاد و رخت خواب کر دیم عشق آردہ اتشہ برافروخت زلف سپیش بہار آشفست آں نگشتہ کہ فانی نام دارد	نظارہ آفتاب کر دیم ماسینہ خود کباب کر دیم چوں یاد ز شکستاب کر دیم از روضے تو انتخاب کر دیم
از زلف تو دل رنگشت آواز دار و خب راز جنوں بھمن ہر فنہ کہ بارباب کر دیم	
ایں دل شوریدہ را روزے بھمن قطرہ اشکم کہ مادریم کافی کے بود ماؤ دل کجاست عارے را یگانہ کریم گرچہ نادانیم اما نسخہ اعمال را چوں غبار راہ بقدریم در عالم و لیک از نگاہ میعشقان کے ہرگز نیافت	آخراں برگشتہ را با فویش تنہا میریم دامن آلودہ خود را بیدر یا میریم در دکان عشق آل اہم بسو دا میریم بہر اصلاح خطا ہا پیش دا نا میریم زنگ از آئینہ تار یک دہا میریم لذت خاص کہ ما از مرزا یا میریم
از سخن پیدا است قدے ہر سخن بھمن رشتہ نظم سلسل تا ثر یا میریم	
روئے ادب و خواب میدیم فقد عمرے کہ دیرے آید	تا سحر آفتاب میدیم در گذشتن شتاب میدیم

آتشِ عشقِ بر فروغِ مستہ اند حاصلِ گریہا لئے نسیمِ شبہ کس نے بینہ از خراشِ جگر کس نیا بد بیدار آنچہ آمد بصرِ ایجا د عالمِ در حجاب ماندہ کرد دیہام ہر چہ از فرہ میخفت گلِ رویش چو بادِ مسکر دیم	عیشِ راکبِ بابِ میدیم تا سحر فتحِ بابِ میدیم آنچہ من از ربابِ میدیم آنچہ من شبِ سحرِ بابِ میدیم ہم را انتخابِ میدیم من وہ بے حجابِ میدیم ہمہ دیرِ خوشابِ میدیم انک غورِ اگلابِ میدیم	بھمن در شمارِ عزیز اکبر شہزادِ بے حسابِ میدیم
--	---	--

کتبخانہ آذر

دیوانِ بھمن

گروہ دیوان جو حضرت آذر کے قلم سے ہے قلمی جناب بھمن ہے مگر اس میں بھی غلطیاں ہیں، مثلاً غزل نمبر ۱۰۶ دیوان مذکور میں ایک دفعہ نمبر ۱۰۶ اور دوسری دفعہ نمبر ۹۷ درج ہے اور ایسا ہی اور چند غزلیں، ہر دیوان میں یکیاں غزلیات نہیں، مگر بحیثیت مجموعی حضرت آذر کے دیوان کی غزلیات کی تعداد سب سے زیادہ ہے

نقابِ اندر رخِ چو بردارِ دگر گاہِ آفتابِ من سزِ لفتش کہ خوبو مستہ دارد با پریشانی مرا دلِ تشکِ بابِ دہلِ تنکبار او گردو ترا و عقلِ بیرون سے شامِ دیر پئے طلب	۲۶۷ پیش از شہزادہ	نظر ز بھیانِ پیشتر گردِ حجابِ من پریشاں تر شوقِ ہمیش ساز و اضطرابِ من نک ریزنِ تہمتِ اے شیریں بر کبابِ من مرا از قربِ منزلِ دور سے دار و شبِ من
---	----------------------	--

<p>دو عالم از کتاب قدرے او یک رقی باشد نہ ہشک بکسی دریائے رحمت آجوش آرم</p>	<p>بوداں یک رقی یک نکتہ عشق انتخاب اگر در روز شش در میان آید حساب من</p>
<p>برہمن تالبع مشراز ہم ششم نکشایم اگر آید شبے آن آفتاب من بخواب</p>	
<p>مراد برہمن ندان آبرے میتوان دادن بہر کس گر چہ نتوان ادا کسان جان شیریں را برافشاں کا کل و منت بلہائے پریشاں نہ بغفلت صنم شد ساقی بخجورال آھلکا وہ</p>	<p>بیک تہ تجربہ از ہم رنگ بود میتوان دادن بیارے گلعدارے مند خو میتوان دادن کہ صمدل و شکیج تار موسے میتوان دادن کہ ہوں مہجانیہ گرد باز موسے میتوان دادن</p>
<p>برہمن فصل گل چوں دید بلبل در فغان مرا ہم رخصتہ برگفتگوے رمیب نتوان دادن</p>	
<p>اگر از تو جفا رفت نیساید گلہ از من ما بر اثر راہ رواں گام نہ سادیم بوسے ز سر زلف تو خواہم بجنون ادا در راہ طلب پائے من در یک بیاباں</p>	<p>آئین جفا از تو خوش و حوصلہ از من گامے دوست گزشتش بود تا غلہ از من تا تازہ شود در ہم دریر ہلسدہ از من از گرم روی پیشش بود آبلہ از من</p>
<p>از تو غزل تازہ کردی قافیہ گفتن و ز لعل لب دوست برہمن جلد ازین</p>	
<p>چند باید بخش زلف پریشاں دیدن چہ شہ آلودہ بنظارہ غیر است ہمنون در خیال سر زلف تو لبشہائے دراز صورت معنی اگر در نظر پیدا نیست</p>	<p>صورت کفر آئینہ ایماں دیدن روسے مقصود باہن باصرہ نتوان دیدن چہیت جمعیت دل غارب پریشاں دیدن باید از آئینہ چاک گریباں دیدن</p>
<p>ساختہ چوں مژدہ بر ششم برہمن پیشین</p>	<p>خیال آفرین</p>

بہر کس گر چہ نتوان ادا کسان جان شیریں را

خیال آفرین

	اسے کہ داری ہوس موجب طوفان بد	
<p>۲۶۸ اشارتہ سائے ابر و بزل دیوانہ زوناخن کہ دلفریز سرمہ امرو زوئے شاد زوناخن چوں آں شمع کہ روشن گشت ہر پر زوناخن بحرف آشا در سینہ بیگانہ زوناخن</p>	۲۶۸	<p>نہنا غمرہ اشش سینہ فر زاد زوناخن نہید انم اثر از بوسے زلفیت سیکیت در شا زند بر سینہ نشتر غمرہ اشش چوں چہ از نو چہ میگویند انم عند لب لب بر نشان کا مشب</p>
	<p>برہمن قصہ عشق از سنہ در بیکار میاز میان سینہ ام لیل بایں افسانہ زوناخن</p>	
<p>۲۶۹ اے مرغ پشکستہ فغاں در نفس کمن غفلت نہ احتیاط نفس یک نفس کمن از خویش پیشش باش و نظر باز پس کمن انچو حسب اعتماد صحت جرس کمن</p>	۲۶۹ لیفیت	<p>آزادی از شکنجہ عالم ہوس ممکن شاہد ہیں نفس نفس واپس بود در منزلے کہ راہ بیاباں تمسبہ سد راں پیشتر کہ صبح بر آید روانہ شو</p>
	<p>در شاہراہ عشق مزن لاف برہمن پرد از عن لب لب ببال ہوس مسکن</p>	
<p>۲۷۰ برائے امتحان زیں بادوشن شد چرخ من سر سر ہم ندارد ہیچ داغ لالہ داغ من میان آشیانہ خار چوں بلبل منسار من گند باد صبا بیودہ در تباں سار من</p>	۲۷۰	<p>غبار کوئے آو شد عطر پرے داغ من بروئے ہیچ مرہم چشم زخم و نشہ ہرگز نظر بر دسے کل دارم فسلے در گنج غم باد من آں غم کہ دارم آشیانہ رود من صحر</p>
	<p>برہمن بادہ صافی دلاں خو جگر باندہ بجہ ہرگز نشہ آلودہ دلمان اباغ من</p>	
<p>۲۷۱ مصفا و شاد از آئینہ صافی سفال من مبوسے تو بہ بزم مست آسان شد محال من</p>	۲۷۱	<p>صفائی صورت معنی چو آمد و خیال من ہزاراں عقدہ در کار از فساد نفس بستم</p>

<p>ز انکسب لاله گوی بارغ محبت تازه می‌دارم بجز ز معصیت خاموش اگر باشم روا باشد</p>	<p>که آب از چشمه عین جگر گیر و نهال من که پیدایشود از بے زبانی انفحال من</p>
<p>بر کهن امتحان حال باید مرد عارف بقال من نظر تو را - کردن بجال من</p>	
<p>خدا نگ غمزه صید افکن ابرو دکان من ز صدمه می در آید تا برد از زل عاشق میان اوز تو باریک و من باریک ترا نو و بان تنگ او چون غنچه دار در برگ گل پنهان</p>	<p>چو طبع من بجوش آورد و غیر امتحان من نگار به چاکه شو خست نامهربان من انگنج پیکر تو چو میانش در میان من بهنگام تبسم راست خواهد شد کان من</p>
<p>بر کهن از سخن پیداست تقدیر سخنان گواه حال من کافیت طبع نکته دان من</p>	
<p>بود زلف و رخسار دیده آشنا کردن بمده عانه رسد هر که مدعای طلب است هوای نگین وصل تو چو سیاه آید و بل صافی آینه بضمید بود</p>	<p>دل شکسته گرفتار صد بلا کردن چه مدعاست به از ترک مدعا کردن چو طفل غنچه تو را چاک صدف کردن خبر کوسه تو در دیده تو تیا کردن</p>
<p>بد و عشق بر کهن بسیار و خوشدل باش که تنگ عشق بود و غمزه پیش و واکر دن</p>	
<p>گر مرد به زانو شده نشین پرسو که روی سبک تعلق بره آید از صحبت ارباب جهان گشته گزین شو شاید که بیای اثر سے ٹوے میانش</p>	<p>وا ز کار جهان بگذر و بگوشه نشین روا ز بهمن و رکش و بگوشه نشین وانگه بهر دیده بپا بر و شده نشین دم و رکش و باریکتر از موشه نشین</p>
<p>خواهی که گشتی از روشن عمر مستاش</p>	

ایک لحظہ بھمن بسر جو شدہ بنشیں		
۲۷۵	بہ یک تیر جڑے آب زندگانی میتوان دادن دور روزے داد عیش و کامرانی میتوان دادن بہ دور چرخ جام و دوشکائی میتوان دادن بشارتہائے عمر جاودہ را فی میتوان دادن	دل ساقی شراب ز غفرانی میتوان دادن چو از کس نیست حاصل در جہاں پورہ کام بگرداں جام ساقی بر دل اجاب منت نہ بیکم گر ہوائے نفس بیرون بگرد روزے
جوانی میر و داور دست پیش از یوم پیری بھمن و ادراہام جوانی میتوان دادن		
۲۷۶	با برہ و ماہ من بر ماہ نوصد جان نہ ناخن کہ حرفے گفت نادانی و بردانا از نہ ناخن صد اخیزہ کہے کہ رب مینا زند ناخن میان چشم عاشق صورت ویا زند ناخن	نہ تنہا عمرہ آتش و رویدہ مینا زند ناخن صغیر عذیب از جابرہ اہل محبت را دل چوں شیشہ نازک گشت گردش گئی بخت بروئے بستر آرام بگذار و چنان پہلو
بہ بھمن کہ و گرد شہائے چشم مست او گرد کہ بر غیرے نگاہ اندازد و بر ما زند ناخن		
۲۷۷	غنچہ آسا بود دل سرور گریبان داشتن ہیچو ابر تیرہ باید چشم گریبان داشتن عشق اگر تجویز میگوید ز سامان داشتن سوخن با خویش و لب چوں بق خداں داشتن	خوش بود چوں سو یاد ز یادمان داشتن در خیال ماہ روئے ابر شہائے فراق لحبت دل بسیارے آورد بر شرکان ہجوم سہت در بزم محبت شرط اول دریاں
دست اگر داری بھمن جامہ جان چاک کن نگاہ از عشق از چاک گریبان داشتن		
۲۷۸	علاج تیرگی چشم تر توان کردن نشان پائے تدارا بھر توان کردن	عبار کہئے تو کلی بھر توان کردن بنزہ کہ عبور خیال ممکن نیست

تمام گریہ شود قطره قطره ریشش کن تو سخت بخیری از تنال خاطر خویش شکست نفس دیتی دہد آہن کلر ہرول زرقہ ہنوز از دیکچہ انکار تمام عمر با تمید وعدہ باشم شاد قدم چہ گونہ گذارد کسے درین ادی	حاج	مگر چہ سین بل ادا تر توان کردن چہ کار با کہ بخون جگر توان کردن تمام کردی اگر ای قدر توان کردن بشامراہ یقین چوں گذر توان کردن گرا اعتماد بروزد گر توان کردن کہ طے مرحلہ برنیشتر توان کردن
بر او عشق برہمن بختیہ حمایت تفاوتے اگر از پاوسہ توان کردن		
آمد چو آفتاب سحر دکنارین عمریت کز طریقہ مجنوں اثر نماند ہر مرغ دل کہ رفت از ازل حلقہ برگشت با سستی زمانہ چو نرمی گرفت دل	۲۴۹	آہن تر تہجد واد شہب تہطارین ایں رسم کہنہ تازہ شود در دیارین دام بلا بود شکن زلف یارین آساں گذشت روز من روز کارین
ہرگز دمنہ گریہ نیاسود برہمن آب روانست گریہ بے خستیارین		
بہار آمد نظر بر سبز و گل میتوان کرن دو روزے داد عیش و کامرانی میتوان کرن ہمیں جن عمل زاد طریقہ سالکاں باشد نظر بہ اصل مطلب است باید مدعا رکھنا	۲۵۰	بگلشن آشیای ماند بلبل میتوان کرن ز فکر دور میں روزے تغافل میتوان کرن فراغتہا بہ اسباب توکل سے توان کرن زہر جزوے نظر بر رشتہ کل سے توان کرن
زنا ہمواری دنیب گذر کردن بود اوٹلے برہمن ہر چہ پیش آید تحمل سے توان کردن		
بہار آمد سخن از جام و صہیاے توان گفتن	۲۵۱	سخن گزشتہ سوامی بہ میناے توان گفتن

<p>ز ناداں ہر چہ پیش آید بہ دانا متیوں گفتن یہ خواص سخن از فقر و دریاے تو اس گفتن اگر در دل کے گنجیدہ بھراے تو اس گفتن حدیث عشق جاں نوز است با مامنیوں گفتن</p>	<p>یہ ز ناداں ہر چہ پیش آید بہ دانا متیوں گفتن یہ خواص سخن از فقر و دریاے تو اس گفتن اگر در دل کے گنجیدہ بھراے تو اس گفتن حدیث عشق جاں نوز است با مامنیوں گفتن</p>	<p>شکایت ہار عقل ذوق و نون پیش جنوں مارم تو ساحل گنج از شورش دریا جبر داری بہر دل تنگ نہ تو اس گفت نمہاے محبت را بر ہمین ہوش باید گوش ہرگز نہ تابد</p>
<p>روایف ہائے تہود</p>		
<p>در سہرے جو در دل با جا گرفتہ تا دست جام گردن مینا گرفتہ اے آنکہ خانہ بر لب دریا گرفتہ اے نالہ راہ عالم بالا گرفتہ</p>	<p>۲۸۲</p>	<p>تتھا ہمیں نہ جا بدل ما گرفتہ دست الم بدین عیشت کجا رسد ہم نشو ز سیل حوادث بروز کار باقدسیاں پیام دل زار مانگوئے</p>
<p>آزادگان ہوس نگریند بر ہمین آسودہ کہ ترک تمت گرفتہ</p>		
<p>گرد گل رخسار تو بکسل نہ برد راہ زان گوئہ کہ از زلف بجا کل نہ برد راہ جس نہ ہر ہئے اہل تو کل نہ برد راہ در کوئے طلب منکر و تامل نہ برد راہ</p>	<p>۳۵۳</p>	<p>در سلسلہ زلف تو بکسل نہ برد راہ پائے دل من در خیم زلف تو شکست در راہ طلب ہر کہ قدم پیش گذارد ہاں دم کن از باد صبا یکدوسہ گاہے</p>
<p>در ہر قدم چشم برہ دار بر ہمین در باد یہ عشق نفسا فل نہ برد راہ</p>		
<p>دل من سوخت آیا در دلت باشد اثریانیہ کہ نیساں در صد از قطرہ مینہ دگر بانیہ کہ خواہد شد شے این قصہ من مختصر بانیہ</p>	<p>۴۰۴</p>	<p>ز حال من کہ جو غم بے حجت داری خبریانیہ اگر چشم ترم گوہر نقاش گرد و عجب نبود بیاد زلف او با خویشتن افانہ میگویم</p>

دل صاحبِ لاں پروردہ خونِ جگر باشد	بہم آغشته لبِ دل و خونِ جگر یا نہ	
بر بھمن گریزِ کامِ دل بدستِ آید تلافی کن	نہال نا امید ی نیزے بخشد شریا نہ	
گر و کلت چسبیل دریاں بر آمدہ	طواریا سے خواب پریشاں بر آمدہ	۲۵۵
دارم دل شکستہ کہ در را و انتظار	خون گشتہ و ز دامنِ مرگاں بر آمدہ	
در پائے غلّ زہر مزہ می آورد و بردن	چشمِ کم چشمہ ایت ز طوفاں بر آمدہ	
وستم و گرز شوقِ گنج در آستین	تا در ہوائے چاک گریباں بر آمدہ	
جیرانم از تلونِ احوالِ بھمن	دانا کووہ و سہ ناداں بر آمدہ	
رسیدہ لہر از دور باریخِ چوس ماہ	چو ماہ بر سرِ خود کج نہادہ طرفِ کلاہ	۲۵۶
ز پس کہ چاکِ جگر لذتِ دگر دارد	چو دستِ سوئے گریبان برم شود کوتاہ	
بروزِ حشر تہی دستِ رفتنِ آسان نیست	مگر بدستِ برم نانہ سیاہ گماہ	
و دستِ کہ دہم کس دلیلِ و برہاں را	وے ز تیرِ حقیقتِ کہے نشد آگاہ	
قدم کشیدہ گدشتہ پچنگانِ طریق	ز فکرِ نامِ بھمن سہوز ماندہ برہا	
باز این کلاہ گوشتہ کہ بر سرِ شکستہ	دلہائے بیدلاں مہ از بر شکستہ	۲۵۷
ساقی چہ طرفِ ساقی بدست بودہ	سے رنجی بباغِ دساغ شکستہ	
تاواں اگر ز لعلِ دہے در حبابِ نیت	تو دل شکستہ کہ گو ہر شکستہ	
شرمت ز خویش باد کہ پیمانِ توبہ	صد بار بستہ و دگر شکستہ	
سیراب باد گلشنِ بہت کہ بکھن	لب تشنہ جامِ بر لبِ کوثر شکستہ	

آہ آہ صبح بائے و سائے غشتہ	۲۸۸	باہ و آفتاب برابر نشہ
آہ پیرے فروش بیا نیز جرمہ		ہاں قہقہہ کہ برب کو غر نشہ
چندین نوا بگوش تو ہرگز اثر نکود		صد گوش بر ترانہ دیگر نشہ
جو ہر چہ نیست صحبت یکاں ترا چہ سود		چوں سنگ ہم ترا زوئے گوہر نشہ
<p>باخوشتن ساز برہن کچھ گفتہ</p> <p>با اہل روزگار مکرر نشہ</p>		
دیدم صنمے ماہ رخ لب شکرینے	۲۸۹	کافر بچہ عشوہ فروشتے نیکینے
ہوش و قرارے دیکھے ز دلم برد		آں ماہ ہلال آبروے غور شید جلینے
ایجا بود کشکش سجد و ز تار		عشق و کدشتن ز سر مذہب دینے
ہن عمل از تیرہ دلیہا نواں یافت		باید دل صافی و صفائی و یقینے
<p>جو بولھنے فحش سنخے تازہ ادا کے</p> <p>طبع کہ کت سیر دریں تازہ زینے</p>		
بچشم اہل خرد و مرد از مہنر خالی	۲۹۰	بود چو شاخِ خزاں دیدہ از مہر خالی
ز بس کہ خونِ جگر ریختم ز گوشہ چشم		شد آستینِ پردہ اماں پردہ جگر خالی
ز سینہ زنگ برد گر یہ کہ صاف آید		مدار از گہرا شک چشم تر خالی
ز سینہ ام شہرِ آتشیں بردوں آید		کہ نیت آتش سوزندہ از شہر خالی
<p>بسوز نیم شبے ساز برہن بہ نیماں</p> <p>کہ آہ خستہ دلاں نیت از اثر خالی</p>		
گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی	۲۹۱	سخن نما ندولب از گفتگو نشد خالی
ہزار و ستہ گل از گلشنِ جہاں بروند		ہنوز این چمن از رنگ و بو نشد خالی
ہمیشہ گرمی میخانہ جہاں باقیست		ہزار حبام شکست و سبوت نشد خالی

<p>بانتہا از سد گر چہ راہ داد می عشق</p>	<p>خوش آنکد یک نفس از جستجو نشد خالی</p>
<p>پراز خیال تو شد موبو بر مومن را</p>	<p>دل از خیال رخت نیم نمونشد خالی</p>
<p>سینہ از ہر تو ام نیست ز سر مو خالی نہ ہمیں در شکن زلف تو دلہا جمعند مرد را دئے خوش و خوشی نکونے باید گر چہ آواز جہ عشق ندارد پایان</p>	<p>۱۹۲ تنگ عشقت سر موز عشم تو خالی نیست نوکِ مژغہ و گوشہ ابرو خالی گل چہ از دچمن چوں بود از بو خالی نا توانے نتوان شد تک و بو خالی</p>
<p>بر مومن ما سخن ہمو گل و بوئے کلیم</p>	<p>در حقیقت ز سخن نیست سخن گو خالی</p>
<p>وینا چہ بود کہ نہ سارے و خرابے چوں آب رواں میگردد عجز گرامی بر دیدہ من عینکِ غور شدید حجابت معتوق من از غیرت من از سر حیرت</p>	<p>۱۹۳ خواہے و خیالے و حجابے و سہرابے وین ہستی موہوم نیز دجبابے پیدا است میان من و آن ماہ حجابے چوں صورت دیا بہ سولے و جواہے</p>
<p>آنجا کہ در رحمت زود بر ہر باز است</p>	<p>بایشخ و بر مومن نہ خطائے نہ عتابے</p>
<p>میں ادھو تو نامہاں نگار کسے خزاں قریب تماشا ئیں عشق تبت بروئے بحر دلم موج ہر رنج و شمت تسار اگر طلبی اسے دل میدہ بگیر</p>	<p>۱۹۴ کہ نیست بردلی تو دست ختمیار کسے مرا چہ کار بر سبزی ہزار کسے کجا بخاطر من بگذر و غبار کسے قرار در شکن زلف بقیصر کسے</p>
<p>تہام سر توں بود بر مومن حضور</p>	<p>نے نگاہش اگر بشکند خار کسے</p>

<p>بدنام خاص عام بایں نام سے شوی از خال دانہ سے نہی و دام سے شوی دل سے بری زدست و آرا م میثوی صد یار پختہ میثوی خام سے شوی</p>	<p>۲۵۵</p>	<p>عاشق مشوک شہرہ ایام سے شوی لے زلف باز بہر گرفتاری دلم جانہا فدائے دلبری و شوخی تو بہر لحظہ تو بہ سے کئی و میکنی گناہ</p>
<p>فریہ</p>	<p>مرد آزماست بادہ توحید بہمن نا آزمودہ مست بیک جام میثوی</p>	
<p>مخت و قدر دانش بیدہ بنشین زنارسی است اگر نارسیدہ بنشین اگر کشور دل آر میدہ بنشین زدل بروں زوی گر بیدہ بنشین</p>	<p>۲۹۶</p>	<p>دراں مقام کہ خواہی حیدہ بنشین بانہا نرسد گر چہ راہ وادی عشق مژگز گردش گردوں ہرزہ گرد چہ پاک گماں مبر کہ زدل تا بدیدہ رہ باشد</p>
	<p>برہمن ارہوس کچ بیکسی داری زمن دو حرف قناعت شینیدہ بنشین</p>	
<p>فکر بسیار بسودا ز پریشاں داری نگہ عشقت اگر چاکہ گریباں داری گر ہم عمر زخم دیدہ گریباں داری</p>	<p>۲۹۷</p>	<p>ایکہ در دل ہوس حظ جو اناں داری عاشق آنست کہ پوشیدہ بود ز دلش دیدہ عشق بیک قطرہ آبے نہ نموند</p>
	<p>برہمن در ویدر یوزہ کند جمع نجومش بامید سے و خیالے کہ تو دریاں داری</p>	
<p>شکینہ زلف تو اندازہ گرفتاری دلم زیدہ بند از ناہمائے ناتاری بیا مبر کہ عشق اگر دے داری کہ گشتہ چشم تو خور و مردم آزاری</p>	<p>۲۹۸</p>	<p>شہ سے لب تو نمک ریز در شکر باری چو بوسے عجز زلف تو در مشام آمد سند ار جان گرای بینم جو خشنود کسو چگونہ دل ز غمرہ ات تواند برد</p>

	چگونہ خواب تواند نمود در دل شب کنون کہ یافت ترا بھمن بہ بیداری	
ہزار شک کہ امروز ملک دیوانی وزیر اعظم و دستور عہد جعفر خان سحر مطلع دولت بہ کام تھا جاں ہمیشہ بھر کھن او گھر فشاں گرد کہ ہر فشاں شدہ در دست آصف ثانی کہ مشکلات جاں حل کند بہ آسانی پو آفتاب برابر کشا و پیشانی کہ بہت دست و دلش بچو ابر نیانی	۲۹ عبد الرحمن بھمن	
	زہد تو بھمن سخی چگونہ کند کہ خط عجز کشد آنوری دختا قانی	

مقدمے کی غلطی کا ازالہ

مقدمہ کلیات ہذا کے صفحہ ۱۰ پر لکھا گیا تھا کہ دیوان مقبوضہ حضرت آذر کی چند غزلیات کسی امجد خوان نے دوبارہ لکھ کر دیوان تکمیل کیا ہے مگر ان غزلیات کے نمبر دیئے جانے سے یہ گئے تھے، اب صراحت کی جاتی ہے کہ غزلیات از نمبر ۲۰ تا ۲۴ و ۲۶ تا ۲۸ ہیں، اس لئے ان کی صحت پر کئی اعتبار نہیں، ایسی ہی رباعیات از نمبر ۳ تا ۶ ہیں، اس لئے ان کی صحت بھی کئی اعتبار نہیں،

بہارستانی

خانے کہ بلند فرد و عالیشان است
مجموعہ دانش و کمالات جہاں است
سرچشمہ فیض و منبع احسان است
امروز ویران زمانہ جعفر خان است

تہ لفظ ہر طرف قد اور ان

میں نے تو شک سے آواز نہ دیا

کلیاتِ برہنہ

سَعْرُون

گلزار بہارِ نظم

افصح الفصحا، ابلغ البلغا، مبلىٰ ہندستان ہندوئے فارسى ان

لے آئے ہیں دیکھتے ہیں کچھان پر ہم

میں شی شہزاد کے داراشکوہ واقع نویں حضور دیوان عظم اور گریک ناڈر بنطیر

رباعیات



در گفتگو و تفوق کلام

فَضِيلَتِ تَابِ كَلَالَتِ اَنْتِسابِ خَابِ لَوَانِ رَاۤءِ بَهْكَوْنَتِ دَآءِ صَابِ جَهَادِ سُمَامِ

ایم اے ایس بی ایم پی ایچ ایس -

رباعیات

مارا چو سجال خود شناسا کردی (۱) از خار گل فز قوطہ دریا کردی
از عمدہ شکر تو بڑوں چون کنم امید انیم آنچه با ما کردی

ما رنر شناس عالم ایجا دیم ۲ ویرست جان ما درو آبا دیم
امروز درین قفس خود آمده ایم فردا کہ قفس شکستہ شد از دیم

ما ذوقی شبانہ رامید نیم ۳ افسانہ عاشقانہ رامید نیم
بے تنفس دست و پا برقص آرد دل ماسورش این ترانہ رامید نیم

ما پست و بلند روزگاراں دیدیم ۴ ما فصل حسنراں نوبهاراں دیدیم
در راہ طلب دوستی باید تاخت ما تاختن مشامو اراں دیدیم

ما از پیے عیش در جہاں آمدہ ایم ۵ از بہر نشاط جاوداں آمدہ ایم
ما از حساب خط آزادی بس فارغ ز غم سود و زیاں آمدہ ایم

ما راز مے شبانہ مستی دگر است ۶ دارستگی ز قیسد مستی دگر است
ما بر ہم نیم لیک در مذہب مسا حق دیگر و غفلت پرستی دگر است

آن نصیم و باہیکسم کار سے نہ (۷) دل بستہ سجز گوشہ دیوار سے نہ
بازار پر از مستاع دانش ہر سو اما اثر از گری بازار سے نہ

من کسیتم از راہ دراز آمدہ آم (۸) در عین حقیقت بحجاز آمدہ آم
از سیکدہ عشق درین دیر کہن صد بار برون رفتہ دوبار آمدہ آم

ما گنج رعالم بقایافتہ ایم (۹) از مین ازل نشو و نما یافتہ ایم
گویند جزاں جہاں جہاں دگر است ما از دو جہاں ہمیں ترا یافتہ ایم

ما شیفتہ ز گس جادوئے تو ایم (۱۰) آشفٹہ ز لعلِ عنبریں بوئے تو ایم
چوں ماہ رخے تو عجب دہ فرما کردد خم گشتہ ترا از ہلال ابروئے تو ایم

ما سنل و زلف ایکے دانستیم (۱۱) ز بکیتائے دو تائیکے دانستیم
ما را چو بولش آشنا ساختہ اند بیکار و آشنا یکے دانستیم

تا بوئے سحر و بد ما غم آمد (۱۲) از ہر دو جہاں خط فر غم آمد
ہر جا کہ ز عشق منہ بادے برفتا پروانہ شد و سوئے چرا غم آمد

اے آنکہ بدیدہ آشنا سے آئی (۱۳) دل بردہ دوست دلربا سے آئی
جائے نگہ بستم کہ نے من باشی با اینہم عشوہ از کج سے آئی

دل در خم زلف یار بستم و فوشیم (۱۳) و گدگوشه عافیت نشستم و فوشیم
هر چیز که بود در پنج رُوح جانی بود بهمانند آرزو مشکیتم و فوشیم

تا که غلط را به پوس پیچودن (۱۵) وین مرسل را به نفس پیچودن
چون مرغ شکسته پر بر آری همه عمر در هر دے راه نفس پیچودن

تا چند چویر فلک آزرده شوی (۱۶) و ز گردش روزه کار افزوده شوی
چون غنچه بحجیت خود را ضعی باش زان پیش که گل شوی و پژمرده شوی

چل مایل خوب رویان شده است (۱۷) آشفته تر سنبل بکویان شده است
از سر سو دگر نمی آرد دیاو تا و از موئے مشک مویان شده است

در عشق ز مغز و پوست می باید رفت (۱۸) آسنا که نه رنگ و بوست می باید رفت
تا و دست بپوئے و دست می باید رفت سر رشته بدست و دست می باید رفت

فواہم که در شرکال همه شب غمیزم (۱۹) در دامن خویش اشک گلگون ریزم
انفوخن بگرد و دمیام پر شده است معذورم اگر دو قطره بیرون ریزم

از باب جهان نقش بر آب اندهم (۲۰) بے مغز و پ از سر حباب اندهم
لب تشنه در پئے شراب اندهم بر آتش آرزو کباب اندهم

اربابِ جہاں نمود بے بود ہمہ (۲۱) در بندِ زیاں و رپے سود ہمہ
تا یک گستاخانہ روشن عقل با سید آتشین پر از دود ہمہ

آنا کو ز عشق رنگ و بوئے دارند (۲۲) در گلشنِ عیش آبروئے دارند
چون غنچہ لبِ زبانِ خوش اندوئے در پردہ بولش گفتگوئے دارند

دل در غم زلفت یارِ خواہم بستن (۲۳) بر خود ز اختیارِ خواہم بستن
شاید تم نہ بخیا لش در خواب در دیدہ خود بکارِ خواہم بستن

یا دلی دردناک خواہم کردن (۲۴) پیرا بہ صبرِ چاک خواہم کردن
آلودگی کہ در میاں آمدہ است با آب و دیدہ پاک خواہم کردن

آنا کہ گفت گوزبانے دارند (۲۵) مانند جس ہرزہ فغانے دارند
چیز بر دیشانہ فلک نکشائند آہن کہ ز راہ کاروانے دارند

ہرگز نخریم در جہاں ہجے غے (۲۶) باشد کہ بطورِ خویش باشیم وے
چن بیش و سکہ زمانہ قافی باشد وانا کند نگاہے ہمیش و سکہ

در خلوتِ دل راہ ہر کس نہ ہند (۲۷) رہ بر در این شعلہ بہر کس نہ ہند
خوابِ دلِ عشاق امانت بیرند اما چو طلب کنند واپس نہ ہند

اسباب نشاط و کامرانی همه ایچ (۲۸) چوں درگذر است زندگانی همه ایچ
گیرم که شادی گنج معانی همه ایچ ذریع ندانی و بدانی همه ایچ

امروز که تاره در میان آمده (۲۹) تا درنگی ز دل سبب آن آمده
از بار و گر چه حاصلت خواهد بود گیرم که دوباره در جهان آمده

شپ با سیر زلف دوست پیاں بستم (۳۰) هر تار برشته دل و حیاں بستم
تا خنده طبع در میان خواهد بود آن عهد که با دیده گریاں بستم

این کار جهان که در شمار آمده است (۳۱) تا درنگی صلاح کار آمده است
هر که ده تقدیر سخن نتوان کرد هر چیز که هست سازگار آمده است

از عمر گذشته یا نتوان کردن (۳۲) خود را بفسانه ساز نتوان کردن
عمری که بدست تست از دست ده (دوان) کم نتوان اگر زیاده نتوان کردن
(آورد)

در هر چه نظر کنی صفائی دگر است (۳۳) هر جا که روی بر تو جائی دگر است
اگر گوش تو آشنای آواز شود هر لحظه ز هر طرف صدای دگر است

سرای عشق و دانی عشق است (۳۴) اسباب نشاط و کامرانی عشق است
هر خیمه آب زندگانی عشق است عنوان صحیفه معانی عشق است

آسے خواجہ نہ نام نے نشانِ خواہد ماند (۳۵) حرفے دوسہ برزباں خواہد ماند
ہر چیز کہ بہت از میانِ خواہد رفت خطاب بہ جز نام خستہ کہ در میانِ خواہد ماند
اور گزینہ

شاہنشاہی کہ در جہاں شہی از دست (۳۶) با دولت و تخت ملک آگاہی از دست
او خاصہ چو آفتاب عالمگیر است در خیال و چشم زماہ و ماہی از دست
(در عہد دولت باو شاہ عالمگیر آقا خان)

کلامِ دیگر

(جنابِ رحمن کا جبردار اور کلامِ نظم انکی دیگر تصانیف میں دیکھا گیا اودہ حسب ذیل ہے)
شاہِ عالمِ مہرِ نیرانِ تو باد (۳۷) لبریزِ ادائے شکرِ احسانِ تو باد
چوں ذاتِ تو خلقِ را نگہاں باشد بہر جا باشی خستہ انگہاں تو باد
فتحِ قطب کو لکھی

نہ سرمہ دیدہ عاشق کجا شود روشن (۳۸) بیا کہ آہستہ چشم ما شود روشن
غبار کوئے تو کحلِ الجواہرِ نصیر است کہ چشمِ تیرہ باین تو تیا شود روشن
اسلام خان ثانی کو لکھی

من آن مرغم کہ بر گلہاں پریدم (۳۹) ہوائے گرم و تر بستاں ندیدم
چو سبزہ لبِ پیشیرِ برفِ شستم چو گلِ برچشم ہائے سرورِ شستم

کو آن شبِ خلوت کہ غمِ دیم ہم (۴۰) و آن راز کہ گفتیم و شنودیم ہم
آیا بود آنکہ باز باشیم شبے یکبارِ دگر چہاں کہ بودیم ہم

شعلہ شوق تو چوں گرمی بازار شود (۴۱) اندک اندک بمبیاں آید و بسیار شود
صبح محشر مگر از پردہ بر آید بیرون ورنہ زین خواب گراں کیست کہ بیدار شود

از ماہ گرفتہ تاب سہی دیدم (۴۲) ہر چیز کہ خواستم کہا ہی دیدم
عمرے دل من در طلب درویشاں بود درویشی در لباس شاهی دیدم

سخن چو سخن آرمیدہ میگویم (۴۳) ہر سخن سخن آرمیدہ میگویم
سخن دران سخن ما شنیدہ میگویم من از کمال ادب کم ز دیدہ میگویم

میانِ قالب و جاں و گر نخواہم رفت (۴۴) ازیں مکان بجاں و گر نخواہم رفت
سہیں جاں است کہ دارد جہان چنان معنی ازیں جاں بجاں و گر نخواہم رفت

باید داغ ہائے نمک سود ز لیسن (۴۵) بودن ستام آتش و بے سود ز لیسن
آنکس کہ در رفت ادب در یاد و در عشق صد بار کہ در محنت و بے سود ز لیسن

بچشم ہمت من وسعت جہان تنگ است (۴۶) کجا روم کہ زمین تنگ آسمان تنگ است
ہزار فکر تامل و گر دشوار افلاک کند فغاں بہ فلک زیر آسمان تنگ است

شب با سر زلف دوست پیاں بستم (۴۷) ہر بار پریشانی دل و جاں بستم
تاخذہ صبح در میاں خواب بود آں عہد کہ با دیدہ گریاں بستم

از عمرے گذشت یا نہ توان کردن (۴۸) خود نہ شاد نتوان کردن
عمرے تست از دست مده کم نتوان گر زیاد نتوان کردن

تو شرف یافتہ ایام شرف (۴۹) خورشید رخ از ماہ شرف
طنطنہ دولت تو ورزہ ملک و شش جہت چار طرف

شہ مبارک شاہجہاں (۵۰) شاہنشہ آفاق خد یوگیاں
خورشید چو در چپہ بیڑی آمد صد بلند شد گردوں

اے دبدبہ فرج تو ملک و ملک (۵۱) دے طنطنہ اوج تو در کوں فلک
مانند سبزہ تو بردوش سماک آمد تو بر فرق سماک

بہ بارگاہ از راو دید آمدہ ام (۵۲) تر از ہر دو جہاں برگزیدہ آمدہ ام
و حال مانظر عسافیت دریغ دار مرا ز اہل محبت شیندہ آمدہ ام

علامہ روزگار و انانے جہاں (۵۳) سرفستہ از باب کمال جہاں
دستور وزیر اعظم ہندوستان عنوان صحیفہ خدا افضل خاں

دوش میگفت بن پیغیاں از زیر لطف (۵۴) ورزہ آن مست خراب است کہ بشار شود
بشکر خندہ نمک ریز جراحہ گردد آن لب لعل کہ در خندہ بشکر بار شود

مثنوی

اگر داگزارند در گوشہ آم ز لبتِ جگر بس بود توشہ آم
در آں گوشہ عیشِ نہائی کنم نہاں از ہمہ زندگانی کنم
بگیرم دگر نامِ دنیائے دوس
بہ لبتِ جگر سادم و جامِ خوش

فرد

چوں غنچہٴ خوںِ جگر میخورند اہلِ نشاط (۱) بایں روشِ ز پسِ پردہ راز می پوشند

فرد

اے خوش آں رازِ محبت کہ چو آید بیابان (۲) صفحہ کاغذ و آوازِ قلم شناسد

مِصراع

ہر پس کہ پیکمیا رسد زرگر دود

مِصراعِ ذیل رائے ز سگھڑاں کو لکھا: - توئی امروز کہ نامے و نشانے داری

فرد

بر آستانِ توام در جہاں پناہ نیست (۳) سیر مرا بجز ایں در حوالہ کا ہے نیست

مرا تغافلِ ادب نہ شاید از لطفش (۴) کہ آں بہ کہیں و ایں خاصِ برائے من است

مِصراعِ عہ - خاشاکِ نیز بربولِ دریا گذر کند

شعر

تا گشتہ ام جدِ اعنت از من جدا نہ شد (۵) خوابم چچم و چچم بہ خوابِ آشنا نہ شد

بیت

شیخ و برہنہ بنود نو نظر (۴) در نظر لیک ہمہ بے خبر

فراہ

روشن ضمیر را چہ غم از اخلایِ خلق (۵) و ریا بُمُشت خاک مگر نمی شود

فراہ

جوانان متدیر یکدیگر بدانند (۸) بدانند آنچه باید تا بخوانند

فراہ

پس از عمر بے رسولش میروی بخوام لے قلم (۹) کہ بر رویش بکاو اولیں از حشم من باشد

شعر

کسی کہ رُوئے تو بندِ نظر تمام کند (۱۰) مقیم کوئے تو گردِ سفر تمام کند

مشرقِ فطرت

مبشوق و مثنیٰ بود فبیت کہ نتوان گفت (۱۱) ہمیں حسابِ بلا گشت در سیانہٴ ما

برادرم از خطِ اطر برگیرم از تو دل (۱۲) این ہزبر کہ انگنم آں دل کجا برم

آخر از مُقتلے حباے بر آدریم (۱۳) بیہودہ نیست قاعدہ حُب و جوئے کا

کجا است محرمِ رازے کہ عقدہ بکشاید کہ آہ در سبک و نالہ در گلو گیر است

بشوقِ فنا گم کردہ و سحرے گفت (۱۵) در انتظار غنودیم و کارِ رواں بگذشت

در دلِ من آرزوئے صحبتِ دیرینہ ماند (۱۶) ایں گرہِ درِ خاطرِ دینِ آرزو دیرینہ ماند

باتو برونِ مشکل و دور از تو برونِ مشکل است (۱۷) باتو نواں برونِ دور از تو نواں زلین

چند از حرفِ پریشانِ جہاں میگوئی (۱۸) ایں حدیثِ است کہ ناگفتہ مکرر گیرند

غزل نمبر کے سب دیوانوں میں ۵ اشعار پائے گئے، مگر رائے سری رام چندا دیوی
کے دیوان میں حسب ذیل شعر اور درج تھا "جہاں سنائی"

بدستِ بہتِ مانعہ ز آزادلیست (۱۹) ہتی ز نقشِ تعلق بودِ جدیدۂ ما

از زلفِ تو دلِ بنگشت آزاد (۲۰) ہر چند کہ اضطرابِ کریم

دیدہ چوں بر سرِ رخِ زیبائے تباں باز گنیم (غزل نمبر ۲۱) جائے آلت کہ بر دیدہ خود ناز گنیم
ہر طرف بے جتہ نیتِ صدائے جے خوشہ آلت کہ ماگو شش آواز گنیم
شاہبازانِ طلبِ راہِ بجائے بروند ما بایں مشتِ پرے چند، چہ پرواز گنیم
سختِ مشکل کہ بہم دستِ دہدِ محرمِ راز بنشیم و دلِ سوختہ دماز گنیم

بدھمن بصلحتِ کارِ چ لازم باشد

آہنچہ انجہامِ براں گردد و آغاز گنیم

غزل نمبر ۳۰۱

آتش بود نہفتہ بہ تیغِ نگاہِ تو ^(راخوذاں دوزخ انداز) خورشید زیر سایہ چترِ سیاہِ تو
 ز آدبِ روضِ بگوشہ کہ زندانِ پارسا ^(پارسا کی زندان) فوش کردہ اند ترکِ ترکِ کلاہِ تو
 مہمت اگر طلب کنی از خود کینارہ گیر ^(پارسا کی کینارہ) بر خویشتن گرفتہ گنہِ این گناہِ تو
 ہاں دل شکستہ کن رازِ خود غیاں ^(پارسا کی غیاں) کافی بود و ویدہ گریاں گواہِ تو
 بر آسمان نگاہ میند از بطن ^(پارسا کی بطن)
 ترسم کہ نگذرو ز فلک تیر آہِ تو

غزل نمبر ۳۰۲

آئے بیتِ عشقہ گرے شمع کہ در گلشن ناز ^(پارسا کی ناز) قدِ نوخیز تر از سر و خراماں داری
 بدماغے کہ ز بونے گلِ رحیاں رنجید ^(پارسا کی رنجید) خندہ بردوئے گلِ دلبے گستاں داری
 تیغِ درویشی و محبوبی شہادت داری
 تیر و شیشی و شرمندہ احساں داری

نقص اور مستند

چونکہ کلیاتِ برہن کی طباعت و اشاعت میں خدائی مدد حاصل حال تھی، اسلئے خلاف
 امید کامیابی ہوئی، چنانچہ قابلِ فخر کامیابی نصا ویر کا ہمہ پہنچا تھا،
 تصویر نمبر ۱۔ سرورق پر جو بلاک کی تصویر ہے، وہ اُس ہی تصویر کا بلاک ہے کہ
 جو ریاست جے پور کے پوتھی خانہ میں محفوظ ہے، اس تاریخی تصویر کی تشریح کیلئے ملاحظہ ہو کلیاتِ صفحہ ۱۳۲
 تصویر نمبر ۲۔ برہن کے اصل خط نستعلیق آمیز ترقیہ ترقیہ الفصحی صوفیہ کا عکس ہے
 جو پرفیسر سراج الدین حسنا آذر لاہور کے کتب خانہ میں موجود ہے

فاکس بہارِ سنائی

۱۰۸
 سخن زہر کہ بو خوشتر نوال رکین
 کلمات بہمن

معروفہ
 گلزار بہار نظم

یعنی
 افسح الفصحا، بلغ البغا، بلبل ہندستان ہندوئے فارسی، ان
 لئے پندت چندر بھان بہمن
 ریشی شہزادہ داراشکوہ قانع نویس حضور دیوانِ اعظم و ترکیب کے دروہ نظیر

قصہ

مربہ
 فضیلت ماب کمال انتساب جنایوان لائے بھگوت صاحب بہار سنامی
 ایم لائے آئیں بی۔ ایم پی ایچ آئیں

قصاید و نشانِ شاہِ جہان

۵۰ چو برد بروج شہنشاہ شد تمام سخن
سخن نہ ہر کہ بود مختصر توان کردن

شترائے شرقی اپنے مدوح کی شان میں جب کوئی قصیدہ لکھتے ہیں، یا توصیف و ثنا کا کوئی موقعہ پاتے ہیں، تو زمین و آسمان کے وہ وہ قلابے ملاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، قصیدے کی پیشانی کی عبارت شاہانِ شاہیہ سے دست و گریباں ہوتی ہے، اور ایسی کہ پڑھنے والا شاعر کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ یا تو یہ دین و ایمان فروش ہے، یا میراثی، بڑے بڑے شقی و عابدِ فاضل و کامل، اس میدان میں صداقت کے گھوڑے سے ایسے گمے ہیں، کہ صدیاں گزر جائیں، ابھی خاکِ راہ اڑتی نظر آتی ہے، احتیاجِ تمثیل نہیں، جس کا دل چاہے کسی شاعر کا قصیدہ اٹھا کر دیکھ لے، وہی ٹھوکر، وہی گڑبا، وہی گردِ مٹی خاک،

یہ الزام جائز بھی ہے، اور ناجائز بھی، کیونکہ مخفی نمکِ خواری، رواجِ ملکی کا ستہارا لیکر بددیانتی کے گڑھے میں اگر نہیں گرتا، تو قصاید کی شکوہ خاک میں ملجاتی ہے، مگر قابلِ تعظیم ہے، وہ شخصیت کہ جو شاہِ جہان اور انگریب کی سلطنت کا رکنِ رکن اور ہندوئے ہندوار ہوتا ہو، کبھی جب قصیدہ لکھتا ہے، تو وہ لکھتا ہے کہ اس سلطنت کے منیت دنا بود ہو جائیے بعد ہم اسے متعلق یا خوشامدی نہیں کہہ سکتے، اس کے ہاتھ میں ایک ایسی نیزانِ ایمان داری ہے کہ ہر لفظ کے بار پر بال برابر بھی فرق آنے نہیں دیتی،

خاکسار بہار نے بھی اپنی ایمان داری کے زبردست دعوے رکھتے ہوئے بہت سے قصیدے لکھے، مگر انصاف یہ ہے کہ یہ انصاف قائم نہ رہ سکا،

اُن کے تمام کلام کی پُر تال سے محض ہم قصیدے ملتے ہیں، ایک قصیدہ ۵ اشعار کا

جعفر خان کی طرح میں ہے، اور یہ قصاید شاہِ جہان کی شان میں لکھے ہیں، قصایدِ فارسی کی مرقع سازی میں انوری، ظہیر ظہوری، نذیری، قیسینی اور عرفی نے بڑی صنعت کیا تھ، لیکن جڑے ہیں، لیکن وہ سب ایسے ہیں کہ انہیں صداقت سے کوئی واسطہ نہیں، رائی صاحب نے

جس میں کارسی کیا تھا اپنے طبع سے جو ہر خانہ سے یہ پیش بہا مرتبہ سازسی کی ہے اُن کی
 موزونی، چمک، دمک، شاہجہان کے تختِ طاؤس کو بھی شرماتی ہے، واقعات کے گوہرِ ان کی
 سحرِ نصیبت سے ایسے بکھے کہ شاہجہان کی سلطنت کی فطرت و بزرگی کا چاند چڑھ گیا، آجکل قصیدہ اور
 حقیقت نگاری متضاد مضامین ہیں، لیکن راجہ صاحب کے قلم حقیقت نگار نے شوکتِ لفاظ کیا تھا
 ایسا ارتباطِ اتحاد کا نظارہ دکھایا کہ ہمیں دنیا کے اور کسی زبان کے قصیدہ میں نظر نہیں آتا اور
 آنا بھی نہ چاہئے تھا، کیونکہ قصیدہ گوئی، مدحِ سرکاری اور دعا گوئی سے شروع ہو کر سچا خوشامد و ناز و
 مدحت پر ختم ہو گئی، شرفِ اکا کا مہیر انمول نے سنبھالا پھر ان سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا ضروری تھا
 ”قصیدہ گوئی کا نام دعا گوئی رکھ چھوڑا تھا اگر قصیدہ گو دعا گوئی پر لیں کرتا بہتر تھا، مگر وہ تاریخ
 چار چار ورق کے قصیدوں میں دعا گوئی کا ایک ایسا شعر ملتا ہے کہ جو کرنا ممکن الحصول اور ختم ہوتا
 یہ قصیدہ کے کام کے متفرق حصوں میں چھپے ہیں، اور ایسے پر سے میں ہیں کہ جن پر ہر ایک کی نظر نہیں پڑ سکتی اگر
 قصائد شاہجہان کی شان کی بجائے اور ترکیب کی حکومت کے متعلق ہوتے تو ہمیں انکی پوری تہنیتی مگر یہ ہیں
 اُس عالیجاہ کی شان میں کہ کبھی برہن نے تعریف کی ہے اور اسی خیال سے ہم بھی انکی شہرت کرنا چاہتے ہیں،
 ایسے ہم اس میں اس سے اٹھا کر دہار برہن میں لاکھلیات میں شہرت دیتے ہیں، اور محض اسلئے کہ یہ کچھ قابل

قصیدہ

چراغِ بزمِ شہنشاہِ شہ چنان روشن	۱) کہ شد ز پر تو آں چیم آسماں روشن
بد در عدلِ شہنشاہِ بادشاہِ جہاں	کہ شمعِ دولتِ اُوباد جاوداں روشن
ز بس کہ کارِ جہاں حینِ اتفاق گرفت	ہو رہا وہ شود و دیدہ کستاں روشن
چراغِ دولتِ شاہِ زمانہ روشن باد	کز دستِ چیم چراغِ جہانیاں روشن
جہاں خدِ یو جہاندار بادشاہِ جہاں	کہ شد جہاں ز فروغش جہاں جہاں روشن
نگینہ تیر تابش بہر کرانِ پرتو	مخودہ کو کب عدلش کراں کراں روشن
بہر وہامہ شد دشنی ز خاکِ درش	کہ بود ہرگز زش چیم این و آں روشن

لے نظم میں حضور کی دعا گوئی کرتا ہوں (ذوقِ آبجیات)

قصیدہ

شرفِ امروزِ رفیقِ آباد در ہندستان دارد (۲) ز غمی ہرچہ در اندیشہ گنجش از آن دارد
 ز صبحِ او صفائی سینہ حاصل میکنی دانا ز شامِ او شفقِ صدفِ رنگین بر زبان دارد
 ہوا این دکن را روحِ بخش و جانفز باشد فضاے صاف تر از سینہ صاحبِ دل دارد
 عمارتش مصفی و منور ہوں دلِ پاک ز رفعتِ ہر مکانش سرا و برجِ آسمان دارد
 ہوائے باغ و بستانش بغیر آید نشاطِ دل کہ ہر سو سبز و زار و ہر طرفِ آب و گل دارد
 صفائی آپ ریا دیدہ دل میکند روشن ز صافی یک بیک از فلکِ خود چیا دارد
 گہرِ بکف گرفتہ ہر نفس متنازعے آید مگر شوقِ نثارِ بادشاہِ بحر و کال دارد
 شہنشاہِ کہ خنکِ غم او ہر سو کند جلال سعادت در کعبہٴ نجاتِ دولتِ ہنغان دارد
 ز شوکتِ از سلیمان و سکندر تاج بستاند بجل و داد صد ترجیح بر نوشی راں دارد
 جہاں امروز اگر بر فوٹش ناز و ہائے آن دارد کہ شاہنشاہِ ملک آرائے چو شاہِ جہاں دارد
 فلاطون از سبقِ خواناں اسطو حکمت عقلش بہ بنید و رسالتش ہر کہ میل امتحان دارد

ز دستِ بند باغیان و عادیگر چہ می آید
 بکھنِ دزد شب پر دود عاشقِ بر زبان دارد

قصیدہ

سخنِ ز وصفِ شہنشاہِ سرتواں کردن (۳) براہِ او چو تسلیم باز سرتواں کردن
 ہر روز بزمِ سخایش محیطِ عالم را با طیبِ فلکِ پد گہر توں کردن
 در آن مقام کہ آکیر لطف فرماید ز رفیقِ یک نظرش خاکِ رتواں کردن
 چو بر دستِ شہنشاہِ شد تمام سخن سخن زہر کہ بود مختصر توں کردن

ز رویِ لطفِ کدواری میبغ نتوان داشت
 بسویِ بکھن از یک نظر توں کردن

کلام اردو

تبرکاتِ برہمن و اس کلیات کی تمکین اُس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ ہم تبرکاتِ برہمن سے اسے مکمل نہ کریں، نہ اسے راہیں نکالیں، نہ کلامِ نظم جو متفرق رہتا ہے

پر رنگ بیزی کر رہا ہے، بطور تبرک و نفول درج کیا جاتا ہے، نقاد و ملاحظہ فرمائیے کہ اسے آیات کی قادر الکلامی جس گھٹن سے گزر جاتی ہے، اسے مضطر کر جاتی ہے، اور یہی قادر الکلام کی تعریف ہے

خدا نے کس شہزادہ میں کولائے ڈالے ہے نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالہ

خوبیاں کی باغیں لٹی ہوئی کس طرح یارِ نہ دوکانہ فرما ہے نہ سونے نہ لالہ ہے

پیا کئے ناؤں کی سمن کیا چاہو کرول کس سمن نہ تھی نہ سمن ہی کب نہ تھی نہ مالہ ہے

پیا کئے ناؤں عاشق کو قتل باعجب دیکھیے نہ چچی نہ کرچھی نہ خنجر ہے نہ بھالہ ہے

برہمن واسطے اشراف کے پھرتا ہے گیا سمن

نہ لنگاہ ہے نہ جہان ہے نہ ندی ہے نہ نالہ ہے

کلیاتِ برہمن
 معروفہ
 گلزارِ بہارِ برہمن نظم

یعنی
 فصیح الفصحی، بلغ البلغا، بلبل ہندستان، ہندوئے فارسی، ان
 رائے پیدت چند بھان برہمن

میرٹھی شہزادہ داراشکوہ و قایم نوین حضور دیوان اعظم اور ترکیب کی مشہور نادر نیا

شہزادی ہفت بحر

مترجمہ

فضیلت کتاب کا انساب جناد دیوان رائے بھگوت صاحب ہارسنامی
 ایم، اے، ایس، بی — ایم، پی، ایچ، ایس
 کہ مہنوں شہزادی کو رکھا اصل نسخہ جلوہ دار کیا پوچھلے و حال کے گیارہ

مہو

حسد او ندادے دہ محسوم راز
 بمعنی مورت تم را آشنا کن
 چہ شد گر حسن صورت دل بند است
 چو چشم دل بمعنی باز گردد
 جہان معنی از صورت بدست
 مہنی آہن نام کن ہم آغوش
 بمعنی ہر کہ دارد دیدہ را باز
 بعالم نقش بے معنی است بسیار
 کہ بر روش در معنی بود باز
 دلم را چشم معنی ہیں عطا کن
 فریب جلوہ معنی بلبند است
 فریب صورت از در باز گردد
 بمعنی چشم معنی رہنمون است
 کہ گردد جلوہ صورت فراموش
 بصورت کے تواند بود دسانہ
 مرا بصورت معنی بود کار

برہنہ را بمعنی آشنا کن
 بخود را ہش دہ داز خود جلا کن

در نیاز و ستائش حضرت بے نیاز گوید

خدائے جرم بخش بے نیازے
 زباں قاصر بتقریر صفاتش
 جز داز سیر را ہش باز ماندہ
 ہواش عقل را دیوانہ سازد
 قیاس آہن جاست مرغ پر بریدہ
 خداوندے کریے کار سازے
 بردن ز اندازہ ادراک ذاتش
 زباں افتادہ وز پر داز ماندہ
 فراکش شمع را پروانہ سازد
 کہ غیر از کنج دیوارے زندیہ

کے کز عقل دور اندیش باشد | ز عقل بیش حیراں بیش باشد
بدانشہائے اورہ کے بردس
کہ دانشہائے او اور داند و بس

در بیان جوش و خروشِ دل گوید

کیم من خانہ زادے خانہ عشق
دل دارم بسے بیگانہ از خویش
ز سرتاپا پرستارے محبت
ز دست پہچ و تاب عشق مبتلا
ز کیرنگی ہم آغوش محبت
ہتی دست از متاع کامرانی
چو باشد گنج منے در دل من
ہنر بایک چراغِ حسانہ دل
خداوند! دلے دارم ہمہ لیش
ہتی دست دے در اول کار
دل من ذوق آں آفتاب است
دماغ آشفته و عشقم چوں سنبل
ز خون دل بر آنم ہر زماں جوئے
چو خواہد رنگِ خویش ز کدوم
جواحت خانہ اوسینہ من

بہمن زادہ تجنا نہ عشق
براہ عشق از من صددم پیش
بگردن بستہ ز تارے محبت
سراپا آتش و از شرم چوں آب
سراپا ہوش بے ہوش محبت
دل آمادہ از گنج معانی
دو عالم سہل باشد حاصل من
ز معنی کج دیر ویرانہ دل
کہ مرہم را نخواہد محرم خویش
متاع آشنائی را خریدار
کہ گردش عالمے در پیچ و تاب است
پریشاں خاطرے پیوستہ چوں گل
کہ نقاشی کنم بر صفحہ روئے
گل افشاں از بہار دیدہ کرم
محبت محرم دیریشہ من

دل من طفل نادان محبت
 سرم سودائی بازار عشق است
 ز آه گرم آتش می فشام
 گنج از آب و گداز آتش شاد
 نهانی آتش دارم سینه
 مرا ناخن بدل تا کار فرست
 ز گریه نفس افستم گرداب
 چنانم مانده در طوفان دیده
 نه در مغز سرم نه محبت
 نه سودان و نه جوشان نه خام
 چو چشم خون فشان کرد آغوش
 متاع از جگر دارم زلزل
 بود محنت جگر زیب کنارم
 ز فرغان در گهر ریزی خیال
 سخن بس بر زبان ناگفته دارم
 نفس از سینه ام بیرون نیاید
 بهاد صاف و فصل نو بهار است
 نشسته هر یک در کنج باغ
 من اندر کنج تنهایی بعد سوز
 مرا شد چهره از غم سر سبز
 دلم تا بزم علم را تازه کرد

سبق خوانی وستان محبت
 دلم دل کشته ز نار عشق است
 باب دیده تر می نشام
 خرد و کارم باب آتش افتاد
 باینکه که می در آ بکینه
 دلم را از خروش آسود گشت
 چنانکه دیده شدن سازم از آب
 که خس باشد بطوفان رسیده
 نه خاک بر سر از کوسه محبت
 زمین غمی سنی دافم کدام
 مرا از غنچه دل شده گره باز
 که آئین بسته ام در شهر زرد
 تو گوئی باغبان این بهارم
 تو پنداری محیط بس که انجم
 گلم در دست و مغز آشفته دارم
 که صد جا پائش اندر خون بنیاید
 فلک چو در حقیق عاشق اشکبار است
 بهسانیده ز جام می دماغ
 زانم رنگ شب تالوئه روز
 بر آرم آه و گریه با دم سرد
 عبوری از بزم آهسته بخت

بدریا کے محبت چوں فتاوم
من و غوا سی ایس بحر نایاب
نہے سامان طوفان چشم زارم
نہے ہمایہ آتش دل من
سورسینہ ام آتش فروش بہت
بناخن سے شگافم سینہ ریش
چناں دوسینہ دارم آتش تیز
چہ مرغم کاتش دارم نفس را
مرا مریت نہاں با خیالش
من آن با خوشی تن خلوت شبنم
ازاں رد بار غم بر دل زارم
غم و شادی بود چون جلد از دست
سجے بودم بہ تنہائی ہم خوش

برقت اندیشہ ساحل زیارم
بدست آرم در سے در مرغ آب
چو خواہی امتیاز اشکے بہارم
بروئے آب و آتش منزل من
سروشکایدہ ام طوفان نورست
کہ تا محرم شوم در خانہ خویش
اگر گوئم زباں گرد و شرر ریز
کہ مے سوزم درد با ہم نفس را
کزاں در پردہ مے بنیم جہاںش
کہ آئینہ بینم ہر چہ بینم
کہ با غم ہجوشت دی سازگارم
خوشی است آن کاں ہنگام خاطر است
بلکہ کردہ ہستی را فراموش

شبہ آدم پس از سالے بدستم
کہ از اندیشہ عمرے برستم

در صفت نازیبانہ آگاہی گوید

دلاتا کے مثبت زینسان شور و زور
نسیم صبح بایں کرد و کار
ترا چشم خرو تا در قباب است

برآمد آفتاب عالم اسرار
کہ گرد و چشم خواب کو وہیدار
نہ بینی نے التل گراں قباب است

بر عاشق جہاں باشد سراپے
 ترا لب تشنہ در ہر سرراست
 ز علم بے عمل چندان کہ کاہی
 بقائے مطلق از خواہی فنا شو
 مبین غیر از وے بہین سچ
 چو سرازلف آزادی زندگس
 چو غنچہ راز دل بامدہ مستن
 اگر چوں لالہ بردل مرغ داری
 جگل افشاں بہار کامانی
 تماشاہست در ہر کوئے باز
 دلت را کہ فروغ آشنائی است
 خرد را پیشکار راہ خود کن
 چو آگہ نیستی از آخبر کار
 ترا در سر غور تو از انست
 گر دہستہ اسیر نہ از مغز خرد کن
 دلت آمادہ چندیں گناہ است
 چو دل در کار خود باشد گرفتار
 ز یک رنگی زباں بادل یکے کن
 چو خوش باشد روئے عقل تدبیر
 کہ چوں در تہ خواہد کرد جولاں
 بہوش در تہ چوں تنخے فشانند

بود معمورہ عالم حسد ابلے
 تو معموری طلب عالم فراست
 ہیفزرا در عمل گر مرد راہی
 اگر خواہی بقا از خود جدا شو
 کہ غیر از وے ہمہ ہیچ است در ہیچ
 کشد پائے طلب در دامن طلب
 بخون خوردن چو گل باید شکفتن
 میان خانہ خود باغ داری
 بگرداں دور جام دوستگانی
 دے بایڈ تماشا را خریدار
 بچشت از حقیقت شبنامی است
 سخن با بادل آگاہ خود کن
 ز آخر باز اول شوخ بدار
 تو بے مغزی غرور تو از انست
 بدانش استخوان نیک و بد کن
 چہ حاصل گر ز بانٹ عذر خواہ است
 ندارد در میاں عذر زیاں کار
 عمل بیش حکایت اندکے کن
 سمند نفس را گشتن عنان گیر
 عنان گیری بصد تدبیر توان
 نہال آندو در دل نشاند

ز دل بیرون کن این تخم هوس را	میس دانند بهی قید نفس را
بکشن سر در گریبان خموشی	شنا سا تو بسم غیت پوشی
کے کر عیب خود گرد و خبر وار	کجا دارد به عیب دیگران کار
چوں دامانت پراز آلودگیست	ترا لاف صفائی نمکته بیجاست
بد و ز از دیدن غیسر و دین	خوش آں دیدن که غیر او ندین
نقاب از پیش گاه دیده کن دور	که یابد دید و است از هر گران نور
دست از رنگ عصیان گریا است	پشیمانی علاج هر گناه است
تماشائے جگر از و نشانو	باداب حقیقت آشنا شو
ترا آئینه دل گر بدست است	چرخد گر ظاهرت صورت پرست است
بهر کارے که کردی شغل بسید	قصورے در حساب عمر بشما
بمبیل ترا قفس چیت	بگر بوا هوس چندی هوش چیت
هوس را مرغ دست آموز کردن	نشایدی بقلبت روز کردن
نظر بر کو تپی بسیار بستن	خیالے یک خطا صد بار بستن

کے کو گرد حال خویش گردد
خبر دار مال خویش گردد

در صفت طراوت گلشن جوانی و ندر ایام نادرانی گوید

جوانی جلوه دارد دل مندوز	که هر بخش بود چوں عید نوروز
جوانی فضل و عیش کامل نیست	نشاط افزاست دل فصل نیت
جوانامت در یکدیگر بدانید	بدانید آنچه مایه تا جوانید

بس باغ عسّر اگر باشد جوانی
چہ کار آید کسے گر پیر گردد
سخن بر لب ز حیرت باز ماند
درینا سرف شد نقد جوانی
بکاراے آنکہ بائید عاقبت کار
چو کم شد آب از خود سستیم
چو طاقت طاق شد رہشیا گشتم
و لیکن تا دسے از عمر باقیست
مرا ساقیست پیرے غرقہ بردش
من ار پیرم ہنوزم دل جوان است
چہ شد گر پیر باشد مرد ہشیار
ہنوزم نشہ در سر بادہ و رجام
سخن را رنگ دیوئے تازہ از من
بساط غفلت از ہم در نورم

بہار آرد نہال کاروانی
کہ شلیخ خشک آتش گیر گردد
نفس در سینه از آواز ماند
بہ تلخی رفت شیریں زندگانی
جوانی رفت ناگشتم خبردا
چو نقد از کیسہ بیرون رفت جہنم
چو وقت از دست شد بیدار گشتم
نئے ہوش آفرین دست قیامت
کہ ریزد ساغر ہوش از رو گوشت
ز بانم طوطے شکر فشان است
دلش باشد جواں در عرصہ کار
ہنوزم بخت حمید و دانہ و زرا
کتاب عشق را شیرازہ از من
شبنم نا دسہ بیا و ہر کہ کردم

بگیرم نامہ اعمال در پیش
مخوام ماجراے قصہ خویش

در صفت ہنوزی کہیت ہم بعرض سخن گوید

قلم جاودا داسے سحر کار است
چو مرغ دہم برگزدوں کند جا

ظلم نقاش نقش روزگار است
قلم را گر نباشد بندہ پای

بیا اے کلکشک افشان نگام	کہ جز تو محسوس دیگر نہ دارم
کہ با جادو ادا ہوا آشنائی	تو اس سحر آفرین جادو دانی
سخن را از تو باشد جسم و جان	ز تو باقی بود ہر دستانے
سخن مرغیت صیادش تو آہی	فرط طبع آزادش تو باشی
صبارا کس ندارد دست کد بر پا	تو داری از سخن صشر تہ ہرجا
فنائے طبع گرد از تو گلشن	سواد و پیرہ باشد از تو روشن
بر دلہا را ز تاداری نہسانی	تو مجرم در میان دوستگانی
نگاہ تازہ برکش بر حیدرے	بر آن ہستہ بردلہا نیرے

بر آواز محبت نقش بر کار
کہ بردلہاے مشتاقاں کند

در کیفیت نشاء سخن گوید

بجوش آمدہ گر طبع رسام	مگر با چشمہ فیض آشنام
سخن اندک اگر بسیار گویم	حکایت از زبان یار گویم
سخن گویم سخن جہیں بیشکارت	بہستان کم گل و بسیار خار
پینے پڑ بود آنکہ خوشست	دہل خالی بود زباں مد فروست
خوشانے کہ در جلباب ہوشند	زباں در کام چوں غنجہ خوشند
سخن بسر ز منے بر ز باقم	بجوش آورد منفر استخوانم
سرتیخ ز باقم تند و تیز است	سند طبع شوخم گرم چہ ز است
درو باقم سخن میدان من پس	بمیدان سخن جولان من پس

تو گوئی گنج خود را مخزنی یافت
 و لیکن نصیب گفتن مرا نہ
 گہ آنجا جز سخن در مدعا نیست
 صفات حق چو ذات حق ہاں بود
 سخن چوں بر زبان آید عیاں شد
 کہ دادے از صفات حق نقل را

سخن چوں باز داری چوں می یافت
 سخن بسیار دارم در خزانه
 کے در خلوت دل آشنائیت
 نہ از رنگ نہ نیز رنگ و نشان بود
 چو گفت و گوئے خواہش در میان شد
 نبودے گر سخن گفتن زبان را

سخن خواہم کہ باشد بر زبانم
 چہ شد گزشت گوہر در میانم

در صفت آرایش لبان سخن گوید

کز آن کز دیدہ ام بیرون و دنیا
 گشت دل را بقندیش بہر سو
 گہ مشکل تر بود ہر مشکلی من
 دل شوریدہ را دیرانہ سازد
 کند شوق پریشانی چوں سنبل
 العیش کند شیریں شکر را
 بروں آئیدہ نتواں کرد جایش
 شود دیوانہ او دیدہ حور
 فریب بلوہ دے نو بہالال
 بقید آرد سر آزادگان را

بجواب آمد مرا آن سبک گلگون
 ہوائے آں دو زلف بھنری بو
 چو پیچ زلف او پیچہ دل من
 صبا چوں زلف او را شانہ سازد
 دلم زان پیچ و تاب زلف و کامل
 خط سبزش کند روشن نظر را
 کنم کحل بصیرت خاک پائش
 نقاب از چہرہ خود چوں کند دور
 شکنج طرہ مشکیں غزال
 برد از جا دل افتادگان را

چو دست آن کمنہ غیر افشاں
بر رویش بہارِ کامرانی
چو بگشاید شکرِ کج کاسے را
لبش کانِ شکوہ آ یا شکرینہ
گلشنِ در گلبنِ خوئے میدہ
چو بر لبِ مہرِ خاموشی نہادی
فرد میرِ نیت ہنگامِ تکلم
نہالِ تازہ بہتہ آں پر یزاد
نہالِ غمزہ آن ناوک انداز
ز بوئے گلِ دماغ آں پر پرو
عذارے نازک او بر گئے انگل
بر افشاںم اگر اشکے ز دیدہ

گہ اولِ رشتہ بند و برگِ جاں
خطِ رویش نگارِ شادمانی
بہر موئے تو اں داونِ دلے را
خیالِ شد بہتِ اوستی انگیز
ملاحت از جبین او چکیدہ
تبسم بر لبش بیخوفیادی
شکر در خندہ و گلِ در تبسم
خیالِ یادِ طوبی بڑوہ داریاد
برو دلمہا و استغنا و ہ باز
نہفرت میزند چینی بر ابرو
بروش چشم من چون شیم بلبل
برند از دامن من گل کشیدہ

اگر در دیدہ ضبطِ گریہ خواہم
چکد خونِ محبت از نگاہم

در صفتِ طبعِ سبازِ بلبلِ آوازہ عشق گوید

چوستی آورد عشق زہدست
الاکے مست جامِ بادۂ عشق
شرابِ عشق مردانِ گلن از آن است
جنونِ عشق در پیشم گذر کرد

نخستین تو بہنہ مارا کندست
براہ عشق کارا فادہ عشق
کہ دروے آبِ بگِ امتحان است
مرا مجنوں ز نسیم یک نظر کرد

ز فیضِ عشق گشتم جلد تن گوش
 جنوں رونقِ فزائیے کارِ عشق است
 خردمزدور را بابِ جنوں است
 جہاں گر سبز خوابد سرِ سرکش
 جنوں را پیشِ کارِ خود کن
 ز عشق آنا نکه قریبِ وصلِ خواہ
 تو نقشِ ماسوا از سینہ کن دور
 تو از بزمِ ہوس کن سینہ را پاک
 جو نہاد ای براہِ عشق گامے
 چرخس بائد بر دے آبِ فستق
 ہزاراں فتنہ در آغازِ کار است
 نئے باید چنناں در راہِ قنار
 بروں نہ یک قدم از خوشین پائے
 خوشاں پر ہمیز گارِ این نظر باز
 جہاں بر جاوہ اینہا چشم بستہ
 خموشاں پیراز جوشِ محبت
 تر در دیدہ اول نور بائد
 من و سیر گلِ باغِ محبت
 شرابِ کز محبت بوئے دارد
 محبت چوں شراب سے بر فرزند
 نہانے شعلہ ایں آتش تیز

چو سوسن وہ زبان وہمہ خاموش
 ہوایش گریے بازارِ عشق است
 خرد و حال اسبابِ جنوں است
 نخواہد پیچ عاشقِ نکشتِ سرکش
 محبتِ شمع بازارِ خود کن
 ز راہِ عاشقِ گم گشتہ را ہند
 کہ بر صافیِ قصبہا میکند نور
 کہ بنی عالمے دیگر دین خاک
 میان رہ نہ صیادے نہ دارے
 چو باد از روئے صحرا پاک رستن
 ولیکن مردِ بہت برقرار است
 کہ در ہر گام باید ایستادن
 کہ پائے در مکانِ عافیت پائے
 بفکرِ عافیت میں محرم راز
 فلک و گردش اینہا تسکستہ
 سراپا ہوش و بیہوشِ محبت
 کہ در چشم تو آں صورت نماید
 فراغِ سینہ با داغِ محبت
 ہزاراں رنگ یک رنگی فساد
 نہ تنہا خام اولِ نختہ سوزد
 کند دایاں مژگناں شاعرِ ریز

بر بند و لخت دل بردوش مرثگان
 شود خوں ریز مرثگان تا بدامان
 عجب سازیت ساز آشنائی
 کہ باد نیست تارِ بیوفانی
 بروں آمد نواسے تازہ ترین ساز
 دہ بیروں از اس پے ناخن آواز

وصف گویہ نشانے صحیفہ مدح و ثنائے ذات ملکِ ملکات اعلیٰ حضرت گوید

زبان ہر کہ گویا در دہان است
 فلک ہر صبح ساز داز بر خویش
 شہنشاہ ہے جہا نزار و جواں بخت
 بہر جا سہ کشاں در روز گزاند
 پئے آرام دلہا سے شکستہ
 بر آفاق است چترش سایہ ستر
 ہمارے سایہ آن چتر و والا
 فلک طاقت در کاشانہ او
 براق ہمیش آن تیسرے گامت
 شمار ملکش افزوں از حساب است
 فلک از بار گامش خمیرہ دار
 ضمیرش منظرِ انورِ الٰہی
 شنا خوان شہنشاہ ہے جہاں است
 نثارِ خاک راہش گوہر خویش
 کہ خورشیدش سبز تاج آسمان بخت
 زمین آسا برایش خاک باراند
 ستم را دست و بازو محبت بہ
 کہ باشد در شکوہ از چرخ بر
 کند سرمایہ دولت ہمایا
 چراغ آسمان پروانہ او
 کہ جلال گاہ عرشش دم خیم است
 کہ او در ملک گیر ی آفتاب است
 ز ملکش گنبد گردوں حصار
 شناسائے سہمی و سیاهی

بکثرت گرچه دارد با جهان کار
 دشن آینه صاف معانی
 چنان ماند بر دراز نهفته
 گل افشانی کند گاهی به بزم
 نسیم خلق او عنبر نسیم است
 بعلم اندازد عالم کند راست
 دشن دریائے بے پایان پر جو
 بدوش هر که بینی کامیاب است
 بود آفاق بین در پناش
 جهان شایسته گردن سیر
 غبار راه او کحل بصر
 بهر سوئی که راند موی خاص
 سنانش آید در آتش افروز
 ملک از بس که میگردد کاش
 زبان در وصف او گوهر شانت
 چو افشاند کف گوهر فشان را
 چو بنشیند باد رنگ فلک ساق
 چو از رنگ از فلک یکپایه برتر
 ز رفت سریش همپایه چرخ
 کجا آید بچرخ سایه آن
 فلک خم گشته زیر پایی او

دے باشد مخلوت با جهان
 در و پیدای همه راز نهانی
 که می یابد بے حزن نهفته
 گهر ریزی کند وقت سکون
 نسیم روح پرور زالیست
 که در علم و در هر کار مست
 باهی تابا شش حلقه در گوش
 بنائے ظلم در عهدش غایت
 سر نخوت فروشان خاک ریش
 چو خورشید فلک آفاق گیر
 فروغ رائے او نور نظر
 باستقبالش آید فتح رقص
 عدد را آب تیغ او گلو سوز
 پائے مدعا افتد بدامش
 خرد در راه او کوتاه زبانت
 هتی سازد دل دریا و کانرا
 بود چون مهر تابان عالم آرا
 فرد زنده درو گوهر چو اختر
 شکوه پایه اش همپایه چرخ
 چراغ کشورش ایران توال
 بود خورشید زیر سایه او

سرا پائش زگوہر دئے ناب است
 ثبات پائیر او پائیدار است
 نہ چنداں محل گوہر شد در وصف
 چو گرد تو سین او جلوہ فرمایے
 غبارش کحل چشم آفتاب است
 ز گردوں بگذر دے جہنیش پائ
 سمند باد پائے برق رفتار
 بگنج بد وصف او در حرف تحریر
 نو اساز این بزم شاہ عالم
 زندگانگو نہ مطرب زخمہ در مار
 ہوائے دلشین و تار طنبور
 بگو مطرب کہ تا دور زمان است
 مبارکباد بروے جادو دانہ
 چون وصف شاہ افزوں از بیت
 بنازم بر عمارات شہنشاہ
 ز رخصت از فلک بگدشتہ شمار
 طلایے ناب شد چنداں در و جہ
 ز رنگینی پُر از نقش و نگار است
 چہ ساں گوئم سخن از گوہر و نگ
 فضائے نام او دالانشین
 بود جہنیش بر نعت سر کشیدہ

تو گوئی نور چشم آفتاب است
 چنانہ دور گردوں برآمد ار است
 کہ گنج در سر بر لفظ دہر حرف
 بروئے تو سن گردوں زند پائے
 فلک از جنبش او در خشاب است
 نسیم آسار دور بر رو دریا
 سبک خیز دسک سید و گرانبا
 نیاید نام او در قید فقر
 برآمد از دست دلاؤ ز دل غم
 کہ در جنبش در آید نقش دیوار
 ز دلہائے حریف غبار برو
 شہنشاہ جہاں شاہ جہان است
 ہزاراں فتح نو در ہر ترانہ
 بیان آں نہ یارائے زبان است
 کز و تا جوخ باشد یک قدم راہ
 مہ و خورشید خشت است نشتر
 گہ نتواں کرد در لوح فلک درج
 رضائی سنگ او آئینہ دار است
 کہ از آئینہ دلہا برد رنگ
 بود بر اوج گردوں سایہ افکن
 نظیرش دیدہ گردوں نہ دیدہ

چو آراید شہنشاہ بہانش
ز آب آئینہ دار و ہر طرفش
چو فردوس برینش ہر مکانے
خیا بالانش چنان عشرت شست
ز گل ہر سو صبا دار و درہ آوڑ
درے گلشن ز گلہار دستہ بستہ
بر عنائی و زیبائی چنانست
ہوایش دلکش و دلنشیں است
دریں گلشن ہوازیں گونہ سیلاب
بہارش نشہ بخش ہوشیاراں
بزلفے باز ماند شاخ سبیل
شگفتہ ہر طرف گہائے لالہ
ریاحیں با شقایق دوش بردوش
ہزاراں رنگ ہر سو گل شگفتہ
صبا تا بردل بلبل نہد داغ
زباں کوتہ شود در وصف سخن
بدیدم آب و رنگ ہوتاں را
زباں در صوف گل بتیاب گرد
بسان غنچہ پر گل شد دہانم
مرا بوسے گل از جا آچنان برد
ہے پیچید سر شور بلبل

نہد فردوس سر بر آفتش
کہ تا پیوستہ دار و صغیر خوش
بود در ہر مکانے ہستانے
کہ گوئی کوچہ را و بہشت
بہر گلے مقامے میواں کرد
صبا در ہر طرف گلستہ بستہ
کہ گوئی شا پڑ ملک بہانت
طراوت خانہ زادایں زمین است
کہ تا دم میرنی آتش شود آب
خوابش آفت پر ہیر گار
بزیبائے پریشاں کرد کاگل
گرفتہ بر کف از غیرت پیالہ
ستادہ ہر یکے با ہم ہم آغوش
ز شادی تا سحر بلبل شگفتہ
برافروزد چراغ لالہ در باغ
کہ ایں معنے نمے آید بگفتن
صلائے بیش دادم دوستاں را
سخن تا بر لب آید آب گرد
سخن ز نگیں بر آید از بیانم
کہ برو دشمن نیسمے میتوان برد
علاجش گزنگردے نہایت گل

دماغ از جوئے گل گردو چنار
ز خاکش بوئے عنبر میوایان
ویر گلشن سرای ز آب زانسان
دور و راز فلک یکیک عیان است
مسدود آب پیچیده نهرنگ
ز نهرش چون توان گفتن سخن را
چنان نیست نهرشده خواره در جوش
مگر شد نهر این گلشن گهریز
بگیر چشمه خورشید از آب
باز و هر زمانه لولوی لالا
نہاں در سینہ دارد آفتد
بود سیراب از دپیوسته گلشن
عمارت بود با گردوں برابر
چو بازار چرخ شاه شد گرم
ز عکس ایس چو افغان جانتاب
ز حفظ عدل شاه عالم آرا
دل او آنچنان روشن جوخت
چو آتش لبکه دارد نور جاوید
مگر دشمن قلعه سنگین چنانست
فلک برنگرش اختر فشانده
بگرد او طلع و صبح و تاب است

گه بر هر گل توان صد ریزه از دست
ز خوش آب کوثر میوایان
گه پنهان دید دور و راز پنهان
تو کوئی عینک چشم جهان است
وئے آسپه از دلهای روزنگ
گه آبے سید هر وئے چمن را
گه کرد اول سرو پا را فراموش
گه شد فواره اش آبے گهریز
ز آبش مزه چو خست سیراب
نشار راه شاهنشاه والا
گه گریه کنده دریا شود پر
سروش بر آسمان و پادشاه
چو افغان بود در رخشنده اختر
چرخ ماه شد در پرده شرم
شید صد هزار نقش بر آب
میان آب و آتش میکند جا
گه هر سر از فروغ او فراغت
بود پروانه ایس بزم خورشید
که از رفعت نظیر آسمان است
از تمام آسمان یک زیکه نموده
به برین و نزول آفتاب است

ز طاق اُردواق چرخ نزدیک
 بود همسایه خورشید انور
 کنون فیض درگنجشم زبان را
 چشمه بر آینه که هر از وی نشانی
 بهجوری و آبادی چنان است
 سخن گوته شود در طول بازار
 نشسته هر طرف گوهر فروشی
 فتاده هر طرف صد لعل خشنای
 متاع مهند در دکان و بازار
 بهر دکان متاع چیده چندال
 برآمد از برکے امتحان
 ز اهل روم و شام و چین و چین
 عراقی و خراسانی ز حد بیش
 فرنگی از فرنگستان رسیده
 چو شاه از ملک خود آگاه شد
 خدا یا تا که دور روزگار است
 شهنشاه جهان شاه جهان باد

به تزداد فراز کوه بار یک
 بود همسایه سد سکنر
 ز شهر شاه گویم داستان
 هرات از کوچه اُردوستان
 که در هر کوچه اش صد صفیان است
 بعض اندر زبان ماند بگفتار
 برآورده ز دریا پا خروشی
 بود در هر دکان کان پخشای
 فتاده هر طرف چندین شتر بار
 که باشد در تماشا دیده خندال
 متاع بهشت کشور داستان
 متاع خولشتن را داده آمین
 نهاده پیش خود سر مایه خوش
 نوادر از بنا در پیش چیده
 ز مشرق تا مغرب راه باشد
 فلک را دور گردون را مدار است
 بدولت کام بخش و کامرا باد

نیمو اکرمین

اسے تو از اندازہ دانش فزونی
 عقل با دراک تو دانا مشدہ

دے ز تو پُر گشته درون بروی
 چشم بیدار تو بینا شدہ

هر طرف طغنه ساز تست	هر دو جهان گوش بر داشت
اے بیان مه و بر کراں	ز مرئه نام تو بر هر زبان
شیخ و برهن بتو دارو نظر	در نظریه لیک همه بے خبر
هیچ سراز ستر تو بیگانه نیست	از تو جدا عاقل و دیوانه نیست
بهر گهر موج زند هر طرف	
خشک لب افتاده بسا حل شد	

در کیفیت نشاء شب و حب و صبح گوید

بود شب صاف چو رویتان	صاف تر از سینه صاحب دل
ساده شد از نقش یگانه ملک	صاف شد از غصه حسینی ملک
ماه که هم ساقی بهم جام بود	دست و گریبان لب لبب بام بود
من بپینی شب بپسایخ حسد و	هم بخند و کرده سداغ خرد
پیر خرد شد ادب آموز من	جلوه ده ماه شب افز من
ملک من از فیض گوهر بارش	اندک من مایه بسیار شد
شب همه شب بادل من فروز	گرم سخن بوده بهم تا بروز
من سخن گرم سخن پردی	کرده بهم طبع هنر یادی
من سخن داشته هنگام گرم	من سخن گشته بیک جامه گرم
رمز شناسان که درین پرده اند	رمز شناسی سخن کرده اند
غیر سخن نیست درون و بیرون	نکته ز خون جگر آید بدل
چیت سخن گوهر ناسفته	نکته ناگفته به از گفته

<p>گوهر نایاب بدست آدمی تا بدر صبح خزان مضم دست زوم در کمر آفتاب هر دو بهم محرم دیرینه ایم پیشتر از صبح بباغ آدم زد بجگر زخم تو از هر نو لغنه فرو خوانده ز هر فرد تازه شد از بار بهاران و باغ شعله سرسبز بریزد چراغ خون دل و لغت جگر تیز شد آتش اگر سبز شود در نیست</p>	<p>گر نه سخن فکر فراوان بری چون سخن دست و گریبانم صبح چو از چهره کشاوم نقاب ما و سحر صاف چو آینه لم من که سحر که بدماغ آدم لغنه سرا بلبل دستان سدا منج چمن بر سر هر نخل گل تر شده از فیض هوا سخن باغ سبز شود بر دل پر دانه داغ منز تر و نور نظر بنیر شد دست هوا طرفه طراوت گریست</p>
---	--

دسته گل گشته ز باغ در دین
سبز شده بر لب گویا سخن

در انتباه نفس اماره گوید

<p>بر دل افتاده ز غفلت نقاب روز بهر روز بهتر میرود - لاف تو بر خرقه و عمامه چیت خانه نسا زنده بر آب روان نقشه بهرام هوس افشاند</p>	<p>چشم تو محمود ز جام شراب عمر تو در خواب سحر میرود ایں همه آرایش ننگا مه چیت بر سر آبست بنائے جهان تا بزد و مال مسرود ماند</p>
--	---

هر نظر تیز بیاں دانه کرد
 دانه فرو ریخته راه تست
 دانه این دام بدنای محنا
 پائے طلب گرم هوس کرده
 کام باندا ز خود مسگزار
 ای که نه سنگ گرانی مکن
 هر چه کنی از پئے نفع ضرر
 بر سر هر گل که تماشا کنی
 غنچه دریں باغ خوش آمده
 دای بفکر دل نادان تو
 آئینه از چاک گریبان بس است
 چشم جهاں بیس خدا بیس شود
 کثرت دانش همه در وحدت
 پرده چو از چشم برانداخته
 دامنست آلوده آلالش است
 دست بدامن ارادت بزن
 برگ ره پیش و پس خود بساز
 ای شده بدست شراب هوس
 چند شوی مست مئے ناگوار
 چند کنی دود هوس در دماغ
 مرد روی پائے بدماں بکش

در شکن دام هوس خانه کرد
 دانه شناس این دل آگاه تست
 تافشوی دانه این آسیا
 تیز روی با چو نفس کرده
 هر دم اول دم آخر شمار
 بادیه بیهوده رانی مکن
 عیب توانست که دانی هنر
 دشمنی بلبیل شهید کنی
 لاله بصد دماغ بجوش آمده
 جیف بریں فکر پریشان تو
 نخت جگر زینت دماں بس است
 کار تو بسیار بآئیں بود
 وحدت دانش همه در کثرت
 محرم خلوت که حتی ساختند
 یاد تو بیهوده در آسایش است
 خیز در صبح سعادت بزن
 باں نفسی بانفس خود بساز
 داشته چشم نقاب هوس
 جرعه کشی بادیه ناسازگار
 تیره باین دود چه سازی چراغ
 غنچه صفت سر بگریبان بکش

راہ روانہ بشہائے تار
ہر کہ شب لذت این راہ یافت
قطع تعلق کن و آزاد شو
یک سخن از درس محبت بخوان
سوخته جانے کہ محبت در دست
اے زوہ بر سر زہوسر کج کلا
جامہ و علامہ بیاراستہ
چشمہ دل میخ میض خدایت
بادل خود محرم دیرینہ باش
حیف بود دوستی تن بدل
برگ گل باغ دو تخت جگر
سوز ترا کز نمک شوق نیست
اہل ہوس را چرس بے صداست
شمع ترا روغن تدبیر نیست
طبع تو سرخوش ز شراب غرور
گر تو ز خود کردہ پیشماں شوی
طبع تو لبریز معانی شود
آئینہ حال تو زانو لبست
در نقطہ سمیت ارباب کار
از تو بود تا با بدینم کام
منز باری چو کہد وے تہی

تا بدر صبح کشائند بار
ما حضر از سفین سحر گاہ یافت
مشق حشر دکن داؤد شہو
بند کن آہ نگاہ پیونہ زباں
بچو گل تازہ پراز رنگ و بوست
سودہ کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ
برہم افزودہ ز دل کاستہ
ز زوہ دل آنکس کہ بدل آشت
راست بہم صاف چو آئینہ باش
چہرہ خورشید ہفتن بگل
آب دو برگ گلے چشم تر
کام ترا چاشنی ذوق نیست
قافلہ سالار محبت خداست
نذر تو جز شعلہ تزدیر نیست
عقل تو صد قافلہ از راہ دو
دم بخود و سہو گریباں شوی
محرم اسرار نہانی شود
طوطی طبع تو سخن گو بہرست
کار جہاں بیچ ندارد
کام بکن دام و بوہت خوام
از سہو بے مغز چہ خواہی ہی

شمع خرد تا نهی پیش
 هستی ذات تو حجاب تو بس
 شمع دل از آتش دل بر فرو
 اهل محبت چو گل تازه اند
 چند چو ماه چهره بیاراستن
 گوش تو بر غنچه تریز چند
 علم تو تا چند بود بے عمل
 هست درین باغ خزان دهبال
 چشم تو بر خار دگر برگل است
 اینهمه یک قطره ز دریائے اوت
 سره تو اماند درین راه فرس
 راه روتاں که درین راه شدند
 سوز سر پرده وحدت برار
 بے اثر است این راه دور از حنا
 به که اثر یابی ازین راه دور
 خیز و باندازه خود کار کن
 راه و ملک تمناعت شدن
 حرف گنہ از درق دل تراش
 خواست حق بهر تو بخیر است
 تو بجز از قطره خونی نه
 لاف تو بر پاکت طینت ز صیبت

راه حقیقت بتکلف مجوس
 پرده افکار نقاب تو بس
 هر چه بود غیر محبت بسوز
 نسخہ دل را همه شیراز اند
 چهره بر آراستن دکاستن
 پائے خود بکسته زنجیر چند
 عمر تو کو تا نه بطول عمل
 جلوه گزائند نظره هوشیار
 هر چه تو بینی همه حسرت است
 یک درق کهنه اجائے اوت
 تا نشود واقف راه هیچکس
 از پس دانه پیش نه آگاه شدند
 سایه خود نیز ز خود دور وار
 تو سر خود از سیر این راه مبتلا
 ظلمت این راه شود بر تو نور
 هر چه کنی بادل هوشیار کن
 بهر گرفتار بطاعت شدن
 صاف تراز چهره آئینه باش
 محده در خواستش ناراست است
 غیر نشانی و کنونی نه
 چین تغافل به جینت نه چیت

کج رویت لکھوتہ و تنہا رہ
 راستی آموز و خطا ہیں مشو
 قافلہ عزم تو تا در بس است
 چشم کشا را و سفر را یہ ہیں
 زاد رہ از حلت جگر تازہ کن
 گرتے پیش ہی ہیں خواہ
 زاد رہ عشق بہ از در نیست
 چند نشینی بغم روزگار
 گرد غم از صفحہ خاطر بشو
 خاک شود ہر کہ بعالم در است
 راست کسے جز تدم دل رفت
 گر بگرہ بان دل آئی دروں
 تا بہر جی اہل ہوس جائے نت
 صاف تر از چشمہ دل چشمہ نیست
 چند بخود لاف تہ و زون
 خار کہ در راہ تو گل بود
 خامو گل اندر نظیر رہرواں
 آب رخ مرد تو کل گزیں
 چون سخن از باغ تو گل کنم
 مرد جو در راہ تو گل شود
 ہر کہ دین مرحلہ رہو بود

لاف تو بر اندک و بسیار
 کج رود کج بانچون فرزند مشو
 راستی کوہ تو رہ بر بس است
 قافلہ شام و سحر را یہ ہیں
 ہر چہ تو اں کرد بانڈازہ کن
 ہر پیے مردم ناکس خواہ
 غیر دل گرم دوم سر نیست
 غم نتواں خورد بروئے بیار
 عیش دو عالم ز غم نہل مجو
 گرتے ما از پے خاکسترت
 ہر کہ غلط رفت بمنزل رفت
 راہ نیابی کہ بیائی بردوں
 باد ہوس مرحلہ پیائے نت
 منع خورشید و دل تو کمیت
 چند بزخیر تقوے شدن
 در نظر اہل نظر گل بود
 میدہد از گلشن منہش
 بس بود از قطرہ خود چنیں
 دامن اندیشہ پر از گل کنم
 خار مغیلاں بر ہش گل شود
 خون حبگر را درہ او بود

زہر و شکر در جگر او یکے
عارف از آئینہ صاف در دل
کثرت و وحدت بمبر او یکے
مستی عرفان الہی درو
دست نینداختہ بر خوان و ہر
راحت عالم نفس بپیش نیست
ہر چہ درمی دائرہ آوردہ اند
بادہ سرشار بہر جام نیست
باد جگر کاوی شبہا کئے تار
خون دل و لخت جگر ز اومن
شیع صفت چہرہ بر افروتن
سوختن از آتش دل تا سحر
بخون خورم و سر بگرہاں کشم
شعلہ بود دامنے این لالہ زار
خاک خورد سبزہ دریں بوستان
از غم ہر صبح بکنج چمن
سبزہ و سنبل ہمہ راز و خاک
پیک دم صبح نسیم سحر

خار و گل اندر نظر او یکے
شد تماشا کئے دو عالم ہر دو
شادی و غم در نظر او یکے
خاک رہ دو عالم شاہی درو
یکشب نا آسودہ ہماں دہر
ملک دو عالم نفس بپیش نیست
تا نفس راست گئی مردہ اند
منقرض سخن در سر ہر خام میت
ز اول شب تا سحر بیقرار
مرحلہ غم - دل نا شاد من
چہرہ بر افروختن و سوختن
ساختن از عیش با لخت جگر
غنچہ صفت پائے بدامان کشم
داغ بود سوختہ این بہار
گل بود از لخت جگر باغباں
غنچہ بخوننا بہ بشوئد دہن
لالہ دگل شد ہمہ تن جامہ پاک
از کہ از عمر رساند نصبر

غافل از عمر کہ چوں میرود
ہر نفس آغشته بخون میرود

هُوَ الرَّحِيمُ

هر یکے را سوئے او باشد نیاز
 ذرّه خالی ز مهر دوست نیست
 هر که بینی منظر لطیف خداست
 آشنا هستن با هم هر که هست
 عالم هر سو ندائے ناز دوست
 دل فدائے ناز آن طناز کن
 تو ندانی راه کج تاراه راست
 ایں جہاں بگذشت جاک پیش نیست
 تو دریاں افتاده بے پادوسری
 محل سمر است روز و شب رواں
 چشم عبرت بیں کشا در روزگار
 خار و گل را بہر کار آورده اند
 خاک باشد ز چشم عارفان
 اسے برادر مست بیباک شدن
 اسے برادر مجملہ از حنا کیم ما
 هست مرداں را نشان مری
 چند ہر دم نفس را سرکش کنی
 ہر چہ بینی در جہان بے بقا
 عمر اگر بسیار و گر کوتاہ بود
 اہل دنیا را بزرگے گفت نغز

در رکوع و در سجود و در نماز
 در جہاں یک مغز او بے پشت
 گر ہمہ بیگانہ باشد آشناست
 عاقل و دیوانہ و ہشیار و ست
 ہر طرف صد گوش برآواز دوست
 طاقت دل بر سر یک ناز کن
 در نہ رہ روشن تراز آئین است
 نفس اوفس از دعائے ہش نیست
 ہچو بے مہرہ در شش دری
 تو بغفلت ماندہ شدہ کار دل
 تا ترا گل گل نماید خار
 در حساب اندر شمار آورده اند
 خاک را ز رے شمار نداہاں
 در طلب از دستے با دشمن
 یک گریبان است صد چاکیم ما
 آدمی را مردی کرد آدمی
 خویشین را طعمہ آتش کنی
 چشم تا برہم زنی گرد و فنا
 ہر کہ بند دل درو ابلہ بود
 پوست بگذارند تا پاہن مغز

گرد رنگ دبوئے دنیا خوش ام
 ترک کن این جنیفِ مردار را
 مرگ بر تو جہل نادانی بہت
 اسے برادر دہستہ حکمت نشو
 درد منداں را نشانے دیگر بہت
 اے کہ داری زیرِ خطِ ہر اشا
 تا نگیرد دل بجائے آشنا
 نفس چوں آتش میانِ خرمن آ
 لے برادر اے گرامی اے عزیز
 تا نگردی آشنائے حالِ غیش
 بندہ حینِ عمل باید شدن
 مردانا پیش خود شرمندہ است
 کار ہائے این جہان و آن جہاں
 کز بدست آری بدل خواہد علیہ
 اے برادر ماد تو ہم خانہ ایم
 بر سر ہم خانگی بیگانگی
 وائے بابیگانگی ہم خانگی



هُوَ الْمُسْتَعَانُ

و سے بروئے تو نماز ہمہ کس
وز تو واقف نہ نماز و نہ نیاز
آرزوئے سر کویت دارد
منزل دجود مناجات ہمہ
ہر کجبا زندہ و لمے مردہ است
کہ نیا بد اثر سے زانہا کس
سخن از وحدت حق میگویند
پا نہ در راہ ہوا فرسودہ
نیت محروم اگر مجرم نیست
گر چہ کوشش ہمہ از جانب اوست
ماہ پنہاں بگریباں نشود
نچمہ آئینہ کس کہ شود بخود پس
پختگاں دگر و خاماں دگر اند
کہ گرانبار گرفتار بود
از ہوس گنج و کسنا اندیشی
بگسلد از ہمہ جاؤ ہمہ کس
باندایں راہ بسر پیوند
تیز گامی چو قلم باند کرد
کشتی عمر ز گرداب برآر
سر بود ہمچو کہ و سے خالی

اے بسوئے تو نیاز ہمہ کس
از تو آگہ نہ حقیقت نہ مجاز
ہمہ کس و سے بسویت دارد
کوئے تو قبلہ حاجات ہمہ
دام عشق است کہ گسترہ تست
رہرو اند دریں عالم و بس
ہمہ در راہ خدا مے پویند
دامن از لوث جہاں نابودہ
ہیچکس خالی ازیں عالم نیست
از تو کوشش کیش از جانب اوست
مشک عشق است کہ پنہاں نشود
خام آئینہ کس کہ زند دم نہوس
پختگانند کہ غونی جگر اند
مرد باند کہ سبکبار بود
ہم کہ تمکین و وقار اندیشی
محرم حق ز حق اندیشد پس
چند در مرحلہ کسے آسودن
سر دریں راہ قدم باند کرد
صبح شد صبح سر از خواب برآر
در رہ عشق ز بسوئے خالی

عشق گلو نه رخسار دل است	باعث گر می باز دل است
عشق در دل چو بود شعله فروز	بر زند خون جگر در دل جوش
یارب از فضل خودم شاد کن	دل ویران من آباد کن

هُوَ الْغَنَى

ای ز انداز خود افزد	و سے ز شیراز سخن سپرد
عقل در گنه ذات تو حیران	در صفات تو فهم سرگردان
نه بفهمم آید آنچه می باید	نه ز عقل آمد آنچه می شاید
عقل هر چند دور بین باشد	در رهت چشم بر زمین باشد
عقل هر چند در رهت نازد	نارسیده سپر باندازد
آنکه فارغ بود ز کون و مکان	که در آمد صفات او بر بال

بر این را بخود شناسا کن
چشم بنیش بخش و بینا کن

در ظاهر کیفیت دنیا و در کار گوید

چیت دانی جهان پر شر و شور	خانه تنگ و تیر و چو در مور
تا بنم خانه جهان باشی	بنم و غصه میهاں باشی
غم تو در عمل فروزون تو	عرصه بچه گشته بر درون تو
گر می خویش کیمیا داری	در نظر نقد مدعا داری
گر نخواهی دل جهان افروز	کوره استخوان بیار و بسوز

تا در آتش گداخته نشوی
چند آلوده بر جهاں بودن
ای بغفلت سپرده سر رشته
در نظر ریزه خذف تا چند
در جهاں دیده تماشائی
نظر سے کن بجلوہ مجبور
شب و بچو و صبح نوروز سے
عمر در فکر سود و سوزا رفت
چه فرو مانده بخواب گراں
مایه فقر و سایه دیوار
سینه با کید بنور عرفاں پاک
صورت از زشت باشد و گزوب
مهر باید به سینه جلوه فروز
بر تو چوں نور حق ظهور کند
چه بایں پرده مانے تو بر تو
علم باید منور جسم و وجود
مرد مشغول به بعلم و عمل
و ز نظر مانے خاص اهل نظر
و ز نظر مانے خاص اهل کمال
علم علم خدائی آمد و بس
به شناسائی حق بیچون

سره و صاف ساخته نشوی
بر خود از بار خود گراں بودن
پرده بر روی دل فروشته
وے در ناب در صدف تا چند
چند بندی و چند بخشائی
گزرے کن بمنزل مقصود
ز دست در روز نامت روز
بچو دی صد هزار فردا رفت
میرود عجب آب رواں
بهتر از صد هزار باغ و بهار
گر حقیرست ظاہر تو چه پاک
معنی از آدمی بود مطلوب
دشمن خود رخس بدال و بسوز
باز در دیده تو نور کند
مانده در حساب خویش گرد
که بجز علم کس گره کشود
کز کمالات می شود کمال
در بود خاک و خاک باشد ز
یک خفته علم به ز خرمن مال
بجند آشنائی آمد و بس
نبود غیبه علم را نهیوں

علم گر با تو با عل گردد
 نیک داند کسے کہ عقل در دست
 اسے برادر دریں سرائے خراب
 در دل ہر کہ روشنائی ہاست
 خویشین را بگیسرخیرہ مکن
 دشمن تست نفس سرکش تو
 نفس سر نمود ہر چہ خواہش تست
 چرخ را جامہ ایست نیلی رنگ
 قرب حق خواہی اسے برادر من
 بر منت جامہ سفید چہ سود
 تا تو آموزگار خود بشوی
 غنیہ شوتا، دلت کشادہ شود
 چہ زنی لاف کار در ہر کار
 غنیہ خاموش با ہزار زباں
 جو ہری مرد کے شناسد کس
 مرد باید کہ چشم باز کند
 گرداری ز فہم و عقل شعار
 تو بگردی و باز بشکستی
 چند وار قید آب و گل برون
 اسے دلت آفتاب نوزانی
 دل بسا مان آرزو لبستن

مشکلات تو جملہ حل گرد
 کز ہمہ نیکوئی خرد نیکوست
 نقش ماؤ تو چہیت نقش جناب
 ہر نفس گرم آشنائی ہاست
 دل بدود دماغ تیرہ سخن
 در کمین گاہ کردہ کاہش تو
 خواہش رشت اسچہ کاہش تست
 چہیت پر شیشہ آستین سنگ
 سنگ بر شیشہ تعلق زن
 کہ دلت از گنہ گشتہ کہ بود
 قابل روزگار خود بشوی
 بر سرت تاج زرنہا دہ شود
 چند بے مایہ گر مئے باز
 تو بایں یک زباں بصدوں
 مرد را مردے شناسد لب
 سیر دیہائے اہل راز کند
 تو چہانی کہ نقش بر دیوار
 تو مگر مردہ نہ بد محنتی
 از خود و کار خود خجل برون
 چہ فرو مانع بحیرانی
 طوق پندار در گلو لبستن

خطاب بہ ہمن آفتاب

وے زہر تو گر مے بازار	اے جہاں گرد وے فلک رفتار
دانہ در خوشہ چشم بر رہ تست	جنبش روزگار دانہ تست
روئے ناشستہ لعلہا پابی	چوں سحر بر سپہر بہشتابی
سایہ تو نگار ہا کردہ	باغ در سایہ تو پروردہ
لالہ را از تو داغ دیرینہ	گل ز دست تو چاک در سینہ
تازگی بخش گلشن روزگار	اے تو در ابتدائے فصل بہار
مے رنگیں در آ بگینہ تو	کان لعل بہت در خزینہ تو
زنگِ خلعت زخانہ بزوائی	تو بہر آستان کہ مے آئی
یار گرد تو کے تواند گشت	تو بر آتش نہادہ زریں طشت

در گلوئے سحر برہمن دار
تو دہی تاب رشتہ زنار

خطاب دیگر

دل افسرودہ در خودش آری	تو کہ مغز خود بجوش آری
سایہ انگن بہر دیار شوی	تو بختنگِ فلک سوار شوی
تو بہر خانہ محرم رازی	بر درو بام سایہ اندازی
روزن خانہ از تو مالا مال	اے تو سر دفتر جمال و جلال
ماہ در پیش جاہش تو نہاں	چرخ در دامن تو سرگرداں
چہ کند پیش آفتاب چرخ	از فروغ تو شمع گرد و دلخ

پیش تو سر بجاک اندازد	شمع ہر چند سر برافرازد
بر درت بار خویش بخشاؤند	شب روانان کہ راہ پیا اند
از تو حاصل شود خراج ہمہ	تو وہی رونق درواج ہمہ
ہندوے خاص تو بہینست	دست ہر کج حیب دامنست
بر سر از فلک شفق از تو	بر رخ مگر خان عسرق از تو
بر در جاہ تو ندارد راہ	مہ کہ بر سر ق کج نہاد کلاہ

باتو در گردش است ملک ملک
از تو در جنبش است چرخ و فلک

در تائیدِ اقصیٰ صفیاتِ خدیوِ جهانِ خلیفہٗ مانِ جہان بادشاہ گوید

ہر چہ میخواستم مہیا شد	یارِ طبعم چو کار نہ باشد
ہمہ آراستہ انبش و نگار	تازہ بستم نگارِ جادو کار
در گشت صفحہٗ مرغوب	از سخن ماے روشن و مرغوب
بتماشا بگوشہ استقام	چوں مسلم را اجازتہ دادم
کرد دہائے خفتہ را بیدار	ملک من از سر بر شیش کا
آسماں سیر و چرخ پیماست	خاطر م موج نیز در پایست
مہ سنج خدا یگانا گرد	چوں ز بانم گہر نشاں گرد
حکم او ہر طرف چوں آب دال	بادشاہ زمانہ شاہچال
ملک او از عدلکش آباد	عدل او در رواج دولت داد

عالمے در زمانش آسود
 مایہ بخش بدامن دریا
 شب و روزش زود ہشیاری
 سایہ از ذات کے مجد اشد
 چتر او راست چرخ در سایہ
 عشرت افزائے مجلس ناہید
 رزم او فتح را دہد آتش
 ہر چہ در عزم پیشتر یابد
 شیر در پیش او چہ کار کند
 شیر در پیش او چہ جان دارد

روزگارش بشادی آسود
 دل و دستش بگاہ جو دستخا
 بادشاہی کہ در جہاں دای
 ذات او سایہ خدا باشد
 دست او ابرا و ہر مایہ
 روشنی بخش چہرہ خوشید
 بزم او خلد را دہد تزیین
 ہر کج را دہد ظفر یابد
 آنکہ شیر فلک شکار کند
 شیر گردوں بزیر راں دارد

شیر ہر چند ہر فلک نازد
 پیش او سرخاک اندازد

یا حفیظ تعالی الشانہ

در فیض بر روی من باز کن
 بدہ مینش ساز بنیائے خوش
 تجلی اتواں کرد بر کوہ طور
 فتد عکس منے در آئینہ ام
 بود سرمہ چشم صاحب دلاں
 توئی و توئی و توئی و توئی
 بکام خستیں ترا یا قہتم

خدا یا مرا محرم راز کن
 بفضل خودم کن فنا سائے خویش
 دلم کوہ طور بہت تو گنج طور
 چو شد صاف آئینہ سینہ ام
 غبار کہ دارد ز راہت نشان
 بیگنائی تو نگنجد دوی
 چو من سینہ خویش را کاہتم

کنوں دامن از من توانے نہا	ترا ویدم از من نشانے نہا
ندام کہ دیگر چہ خوانم ترا	توئی در من و من ندانم ترا
چو من خویش را در تو کم ساختم	چنین بر دم و آ پختاں بہاتم
شود محو در حضرت پاک تو	
بر بہمن کند سجدہ خاک تو	

در شب تہ اساس ناپیدا روزگار گوید

جہاں دام گاہست پروانہ	نیفت درو مرد من زانہ
نظر تیز بر دانہ گردن خطاست	کہ ایں دانہ آں دام را رہنماست
اگر داگدارند در گوشہ آم	ز لخت جگر بس بود تو شام
باں تو شہ عیش نہانی کنم	نہاں از ہمہ زندگانی کنم
نگیرم دگر نام دنیا کے دل	بلخت جگر سازم دجام خوں
گہر بر گہر زان فرو چیدہ ام	کہ در یائے لہر ز شد دیدہ ام
مکعبد چو دریا بہر گاہ من	روسیل خونیں ز دایان من
فلک سیاست و نہاں شکن	نہ دندان شکن بلکہ سندان شکن
شب در روز با گردش زود و دیر	بگرد و چو دولاب بالا و زیر
چو بے ماؤ تو بگذر در روزگار	وے زندگانی غنیمت شمار
خوشاں روزگار سے کہ بادہاں	چو بیل کنی سیر در بوستاں
چکویم کہ آں روزگار گزشت	جوانی چو ابر بہاراں گزشت
شدی پیر در دامن روزگار	کنی ناز چوں کودک شیر خوا

نه واقف که خون است در غرض	نه آگه که زهر است در کُرش
که لبریز از خون مستان بود	از آن رولب جام خندان بود
که از شادمانی بگنجید بدست	دله دارم آماده بر پهلوی دست
که اهل سخن را کس نمیباهل	چو در ملک معنی کشانم و کاهل
ز لخت جگر تازه سارم کباب	ز خون جگر پیش آرم شراب
مرات از باده دیگر است	دایغ مراتازگی در سر است
که لخته کند دوار از ما	بده ساقی آن جام مرد آزا

کند یکز ماں بخود از خوشین
بر دل آرد از خطرۀ مودن

هُوَ الْفَرْدُ

مرهم نه بر خیم سینۀ چاک	لے محرم دیدہ ہائے فناک
سرمایہٴ حال ناتوانان	دانائی ز بان بے زبانان
چہرہٴ حسن غارہ از تو	ہنگامہٴ شوق تازہ از تو
بر وحدت تو دہ گواہی	از جلوہٴ ماہ تابساہی
ہر نقش کہ بکشتہ بہان است	چوں حکم تو بر ہمہ روان است

از ذات تو بر ہم چہ گوید
چوں نیست سخن سخن چہ گوید



در شاہدہ جلوہ صبح و ادراک کیفیت نیم بہار کوید

بندر کہ نسیم در چہ کار است
معمون دل بخواب تا چند
بہ خیز کہ آفتاب برخاست
گام دوسہ پیش میتوان رفت
دریاب نسیم صبح و ریاب
کارایش کوئے باغ دارد
وز طرہ کیت تا سنبل
ہمایہ آب زندگانیست
بلبل زادائے آن خوش گوار
کردہ ز بنفشہ مشک بینی
در ہر سیر جز و نقش گل ہیں
زین خندہ بنال تا توانی
ارگریہ گروہ دل کشاید
فارغ بہ نشاط حباد دانی
باد چہ اختیار باشد
غافل منشی کہ کار داری
یک گردش و صد غم دارد
سر رشته کسے بر آورد چو
چو درنگری سیاہ کار است

دریاب کہ فصل نو بہار است
چون صبح و مید خواب تا چند
بر خیز کہ صبح جلوہ فرماست
با صبح ز خویش میتوان رفت
صحرا ہمہ سبز و باغ شاداب
ایں سرو چہ در و باغ دارد
از نگہب کیت نگہب گل
ایں آب صفا کہ در رویت
در غیب نہفتہ و فتنہ راز
گلہائے چمن بجلوہ ریزی
صد صفحہ نہاں بہر گل ہیں
لے کت شراب زعفرانی
از عیش اگر چہ خندہ زاید
لے غافل ازین کئے فانی
بر عشم چہ اعتبار باشد
امروز کہ اختیار داری
ایں قبضہ کہ چرخ نام دارد
بر صد نسق است کار گردوں
دامانِ فلک کہ ز رنگار است

<p>از عقل بہ عقل میسر و راہ در دفتر آسمان پسند اندازہ نیک و بد نویسد با عقل توان فتاد در راہ ہنگام دگر بہ از دگر شد دل قطعہ عقل خون دریا از عقل بخواد ہر چہ خواہی از آتش عیب خود بہر سیر گنجینہ عیب خود نہ بیند گر فاش کنی ز مردی نیست</p>	<p>چوں مرد ز عقل گرد آگاہ آنجا کہ ز عقل کار بندد آن نسخہ کہ از خود نویسد از نیک و بد است عقل آگاہ راہی کہ عقل بے سیر شد دل از رو چشم عقل بنیاست عقل است چو محرم الہی بر عیب کس مکن نظر تیز ہر کس کہ بعیب خود نہ بیند بے عیب اگر چہ آدمی نیست</p>
--	--

آں دیدہ بروں ز سر نیفتد
بر عیب کس اگر نیفتد

در بیان مراتب عشق گوید

<p>عالم ہمہ رونمائے عشق است بے عشق کہ جوہری دل افروز بر چہرہ جہر و ماہ ریزد عشق است درد کہ کار فرما ناہختہ و بختہ ہر دو سوز چوں لالہ توان نشست در باغ</p>	<p>دردانہ بے بہائے عشق است بے عشق کہ آتش جگر سوز گردے کہ ز کوئے عشق خیزد ایں جلد کہ کار گاہ دنیا است چوں آتش عشق بر فہ و زود آید چون نسیم عشق در باغ</p>
---	--

تا گردشِ روز روزگار است | ہنگامہٗ عشقِ برتر است
تا سوزشِ حُسن در جہان است | افسانہٗ عشقِ در میان است
چوں حُسنِ ز پرگدہ گشت پیروں
دیوانہٗ عشقِ گشت مجنوں

یہ لفظِ سحر ہے

نوٹ:- اصل غلطیوں سے پُر ہے، نقل ہذا بھی خالی نہیں

بھار سناسی



سینہ بیدار ہوئے کل فریادِ مہمل در حین (برہمن) برہمن را از حضرت برگزیدہ سے دہر

گلستہ بہارِ فصاحت

معروف بہ

تحفۃ الفصحی

مُولفَافُصْحُ الْفَصْحَا بُلُغُ الْبُلُغَا بُلْبُلِ ہندوستان، ہندوئی فارسی آن
 رائے زبانی ہندی پنڈت چندر بھان متخلص بہ برہمن میسر ہندی
 شہزادہ داراشکوہ، تخت پرزدہ، دیوان شہ بہان قانع نویس حضور
 دیوان اعظم اورنگ زیب آفاق شہان

جس میں
 یک صد و پچاس سالہ انتہائی عروج زبانی فارسی کے فصیحائے ایران، گوران، کابل اور
 ہندوستان کا تذکرہ بمعہ نمونہ کلام درج ہے

جسے
 فضیلت و کمالات انتسابِ خواجہ دار دیوان رائے بھگوانت صاحب بہارستانی
 ایم، اے، آیس، بی۔ ایم، پی، ایچ، آیس، اے مصنف مہدوح کے
 کتب خانہ کے اصلی نسخہ سے صحت کر کے مرتب کیا

————— ❦ —————

سہری گنیش آئینہ

مقدمہ

بنیادِ سنیل زلفِ تباہ گرفت قرار  و گرزِ جانہ رو و طبع آرسیدہ ما

چار مینا ر فضیلتِ برہمن

آفاتِ ارضی و سماوی کے مقابلہ کے لئے جبکہ سنو برس کا زمانہ بھی کوئی سنگن یا
فولادی حقیقت نہیں رکھتا۔ اسی صورت میں تین ہتھو برس کا عرصہ تو ایک بڑی بات ہے۔
پنجودہ فراموش دنیا بدوں کا تو ذکر کیا۔ ملک کے رہنماؤں، سرگروہوں، بہادروں،
فاتحوں اور طبیبوں کے نامی ذوالقدر تاجداروں تک کے جم و نشان ٹٹاؤتی ہے لیکن اس کے
علی الرغم دنیا میں اگر کوئی طاقتِ زیادہ مستم شعاع کے ظلم و مال سے بچنے کا کمال رکھتی ہے تو
وہ کمالِ علم ہے، لاکھوں برس گزر گئے۔ رامائن کی تصنیف کی وجہ سے رشی بالیکچہ
زندہ ہیں، اور جب تک دنیا قائم ہے گی۔ اور دنیا دار مرگ کر گناہم ہوتے رہیں گے، رشی
موسوف کی عمر بڑھتی چلی جائے گی۔ اسی طرح عالمانِ اسلام میں سعدی، حافظ،
ظہار و رم، فقیر شمس، بے زربوئے پستیاں صدیاں گزر جائے پر سہائے سامنے ہیں جو
اسی دل و دیرِ تقریر کرنی نظر آتی ہیں لیکن ان کے وقت کے بادشاہوں کے نام کا
نشان نہیں ملتا۔ نہ خود ان کے دنیوی نام کی بقا ہے۔

اسی لازوال کمال اور پریشان نشانِ عمل کی وجہ سے افصح القصص ابلغ البلاغ
”ہندوئے فارسی داں“ رائے راباں منشی چند رکھاں برہمن کی تصویر برتنویر کا برخط و خال

گذشتہ تین سو برس سے علمی حقیقی دنیا کے ایسے خیال کی لوث ہے۔ اور زمانہ جوں میں ناقابل
 یاد بار دنیا گراں ہستیوں کو خاک میں ملانا چلا جائیگا میرہمن کا نام و کام تا قیام نظام فلکی اُفق
 آسمان پر آفتاب عالمیاب شکر روز افزوں اور اقلین ہوتا رہیگا، سعدی کی شہرت کی بہار
 گلستان پر حافض کی تعری حفاظت اُس کے دیوان پر اور اعلیٰ روح کی ثبات شہر نشینی
 ایک دو تین ہو جاتی ہے۔ گویا تینوں اپنے اپنے اکب ایک خلق میں محدود ہیں لیکن برہمن کی
 منازل علمی کے سر فلک و مکمل چار سینا رہیں کہ جو بلحاظ بلندی و رفعت مضبوطی و پائیداری
 صنعتگری و رفعت قیامت کا مقابلہ کرنے والے ہیں اور لطف یہ کہ ایک دوسرے سے قطع وضع میں
 بالکل جدا اور مختلف ہیں۔ کہ جو دنیا بھر کی کسی علمی تعمیر میں ایک بھی پایا نہیں جاتا۔

مینا را اول المعارف و حقائق کے مواحد جدت نزاکت خیال کے موجد صنائع و بدائع کلام
 کے دافع اندرز و فصلح کے ناصح، اصلیت و حقیقت کے شہدائے اور واد کے شہد، ادراک
 مضمون کے مدرک، رموز واد کے گاہک، عشق حقیقی کے عاشق، فسق مجازی کے فاسق، اختصا
 و اعجاز کے معجز، قومی اتحاد و واداری کے معزز، اپنی اپنی دنیا میں دیوان برہمن بعل میں
 اُن کے نام و کام کا خوشدلی کے ساتھ ہمیشہ اعلان کرتے ہوئے نظر آئیں گے،

مینا را دوم ہر چار اطراف کی دنیا، اور قسم کی مخلوق اُن کے چہار چمن کے پھول دنیا بھر
 کے چمنستان ادب سے بہتر پائے گی، انہیں ہی نمائش میں لاکر سچائے گی۔ اور دیگر کلمتے اپنی اپنی
 الماریوں اور میزوں سے گر کر ان ہی کے پھولوں سے دلیغ عالم و عالمیان معطر کرے گی،

مینا را سوم تاریخ و وقائع کے استاد حقیقت نگاری کے نقاد و طعنے شاہ جہاں کو
 برہمن کا طرہ امتیاز و شہرت بنائے ہیں ہر جیسی ہونہر کرتے دیکھے جائیں گے،

مینا را چہارم برہمن ہر کسے از حال ما گاہ نہ شد۔ ہر گھر و کالہاں جوینے و رنجینے ماند
 فصاحت و بلاغت و ہر تحفۃ القصص کو دنیا بھر کی ادبی الماریوں میں سب سے اوپر
 جگہ دیں گے۔ کیونکہ فارسی زبان کے قصص کا کوئی کلام اس کے مقابل تو کیا نظیر دیکھ جانے کے
 لئے بھی ملک سخن کے خزانہ عامرہ میں موجود نہیں،

دوران تیاری کلیات برہمن حصہ نظم برہمن کی جملہ تصانیف کا پتہ لگا۔ اور
 رائے بہادر پٹنٹ شیونرائٹ صاحب شیم کے تجسّس علما نہ برہمن کا کتبخانہ مولوی
 سراج الدین صاحب آڈر۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ لاہور کے گھر مل گیا۔ یہیں سے
 پیشہ ور روزگار نسخہ تحفۃ الفصحا بھی برہمن کا قلمی نکل آیا۔
 کلیات برہمن کی طباعت کی تاخیر میر و قافلہ عمر گرامی شباب راہ زمانہ شو کا مقرر
 کلیات برہمن حصہ نظم کی دلاویز ترتیب مشورہ
 تحفۃ الفصحا کی اشاعت کا باعث ہوئی دیا تھا، کراس لائن دنیا کی بہتری بھلائی کیلئے کیا

نشر بھی ناکر کچھ بکر ریاستی و عدل اور ابدی حصہ نظم ہی کی کتاب طبائیس سال گذر گئے۔ یا
 یہ سمجھا جاتا کہ میرے گزرنے کے دن قریب آگئے، مگر میں نے کہا کہ جب کلیات حصہ نظم کی اشاعت میں
 اس قدر تاخیر ہو گئی تو خط معلوم حصہ نشر کی تیاری کا موقع لے یا نہ لے، چونکہ علم تاریخ چشمہ معلوم ہے
 اس سے تحفۃ الفصحا سب سے فائق تر نظر آیا۔ یہ جو ہر بے ہاٹری آسانی کیساتھ حضرت آڈر صاحب
 کی کان سے نکال لیا دیکھا کہ خط شکستہ کے آدم نے خط نستعلیق میں شکستہ میں اس ترتیب لکھا
 کہ ایک صفحہ دسے صفحہ سے زیادہ موزوں ہے، تحریر میں ایسی جہت بھی برہمن ہی کا حصہ ہے۔ کتابت
 کیلئے کتاب کے حوالے کر دیا، اور ہر بات کی کہ خط نستعلیق میں لکھو مگر طرز و ترتیب بطور اصل کی پیروی
 کرو۔ اس نے محذوری ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ جہد ہو سکے، کوشش کرو، چونکہ وہ نسخہ گوہر شاہی اور کپیٹج
 ہر طرح بے نقص تھا۔ اس لئے صحت کے ساتھ کتابت ہو گئی۔ جہاں جہاں خالی جگہ چھوڑی گئی ہے وہ
 گردش زمانہ کا کرم ہے، اگر کہیں سے دوسرا نسخہ مل گیا، مکمل ہو جائے گا۔
 برہمن کی مخصوص انتصار بیانی الفاظ لکھنا بہت مشکل ہے، چونکہ یہ نسخہ آڈر صاحب کے پاس
 زبان اظہار خیال کا ایک ذریعہ ہے اور خیال ایک خاص
 مطلب و مقصد کو نسی

سمجھا جاتا ہے کہ جو اپنا مطلب سادگی سے ادا کرے، جو ضائع و بلائی کی الجھنوں میں نہ پنا، وہ حقیقت
 و صلیت دور جا کر افضی، ابو الفضل اور دیگر مشہور اہل علم ان ہی الجھنوں کیلئے بنیاد ہیں بقول

آزاد دہلوی ان کی تحریر کے دو ورق میں ایک بت بھی طلب کیا نہیں مگر برہمن مطلب کی قلمرو کا بادشاہ
تھا۔ اس کی تصانیف موجود ہیں دیکھ لو ایک لفظ بھی بیکار نہیں ہر اہل خیال کا نصف شہیر خاں لدوی
جو اپنی بچی و تعصب سے ہندوؤں کا جانی دشمن تھا، برہمن کی اس قابلیت سے مسحور و مجبور ہو کر لکھتا ہے۔
”نظم و نشر پسند خاطر شہزادہ (داراشکوہ) اٹھا ڈال تصنیف انش نسخہ چہار چہین
بطلب نویسی وسادگی عبارت و سہ گوایی میدہد“

شاہ جہاں اور اورنگزیب کے زمانہ کے مشہور فاضل ناصر علی سہروردی سلمہ ناز خاں
برہمن کی معنی آفرینی سے حیران و ششدر ہے۔ فاضل سرخوش اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ۔
”میاں ناصر علی مفید و درکار طبع اس جوان برہمن، ویرانم کہ معنی ہائے تازہ اگر گجائے آرد برہمن سے
مقبول فکر سخن میکرد روزی پیش نواب بعد از خاں اس بیت از زادہ، طبع خود بنو از ندہ

زمیدان سخن گوئی سخن بُرد برہمن زادہ از ہر دو برہمن
نواب خندہ کرد و این شانہ محمد علی ہر سید نمود کہ بشو برہمن زادہ برہمن میگاہید برہمن از ہندو و ان
دوی خندہ برہمن میکرد۔ گو یا و بود و زد و کثیر روزی ہر شاہ ہر گفتند بنید ما کرد نام و مخلص طالب
تکبر را چہم کردہ ہم طالب یا کلیم گیا دیوان ہر خیم ہندی گئے رنگین دار و در شمل ملاطفتی بسیار بر ہندو تیار
لکھا شہ، ملا منیر لاہوری اس فقرہ انتخاب نموده، از خواجہ حیدر خان کجاو تحصیل نسبت ہر ہندی گفت
حقیقت برہمن کی ہنر طلب نگاری استعارہ نویسی یک فاضل را رکھتی ہے اور بڑے غور کی محتاج ہے
حیرت انگیز کثرت مطالعہ اسوال یہ ہے کہ ایسا جامع اور چوٹی کے شعرا کا لاجب و تحفہ جناب برہمن
اپنی عجیب و غریب وزارت اور گونا گوں شاغل زندگی کے باوجود کس طرح پیش کر سکے اور انہیں دور اگر بھی لگا
شاہ جہانی عہد تک پڑھ سوبس کے ایران، توران، کابل اور ہندوؤں وغیرہ ولایتوں کے لاکھوں شعرا کے ہزار
دیوانوں سینکڑوں مثنویوں اور دیگر علمی ادبی تصانیف کی نقادی کا کیوں مرقعہ مل گیا؟
اس کا جواب آپ طبری کی ملاقات کے ذکر میں جناب برہمن خود دیتے ہیں۔ غور کیجئے :-

”برہمن عقیدت کش جو بایں ارباب سخن است در بر منہ بملاقات اوریدہ صحبت رنگین داشت
اسی ہی طلاع ملک الشعر و ملا محمد جہان قدسی کی صحبت کے حالات میں دیتے ہیں :-

”در وقتے کہ از ایران بدار السلطنۃ لاہور آمدہ“ درکارواں سرائے نرول نورودہ بود کہ اس
 برہن فارسی داں کہ خوانان صحبت این طائفہ است، بمکان رسیدہ“ الخ
 جو انسان جس شے کا جو یا ہوتا ہے، وہ اپنی تمام مصروفیت اسی شے کے چھوٹوں میں صرف کیا کرتا
 ہے۔ برہن عالم تھا اور فطرتاً علم دوست، ہر ذکر اور ہر فکر میں علم و عمل کے حامل کرینے لے غلط
 و بچاں رہتا تھا، واقعی آجکل کے بیکاروں کے نزدیک اُن کی عالمگیر واقفیت باعث تحیر
 ہے۔ ۱۲ ورنی پر ۴۰ اشعار کا تذکرہ کلام کی تنقید اور نوہ کلام لکھ دینا ایک بات ہے،
 حسرت مولانی اس تذکرہ کی مختصر نویسی دیکھ کر ضرور زادم ہوئے، کہ جنہوں نے آپ کا
 دیوان دیکھ کر غزلیات کے انتخاب کر لینے کا سراسر غلط الزام لگایا تھا۔
 انتخاب شعراء آما برہن نظر بگل تازہ لب یمیم یہودہ سیر بکشتن عالم غمی کم
 برہن نے اس عرصہ ڈیڑھ سو سال کے شعراء کا کلام جسیا کہ جی ہے، دیکھا، اور یہ ظاہر ہے
 کہ غلیہ حکومت کے اس پریشان علمی عہد میں سچ بچہ شاعری کا دعویٰ کر رہا تھا لیکن اسکی حقیقت
 بین نگاہ نے تحفۃ الفصحی کیلئے محض ۴۰ اشعار انتخاب کئے یہ زمانہ فارسی کے عروج کی
 انتہائی منزل تھی، اس لئے یہ دُنیا بھر کے وہ شعراء ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بجائے خود ہر ایک
 فلک ادب کا آفتاب تھا۔ اور دو کے سوا ایک سب لہمان تھے۔ سچ وہ کون مہند و اور سلطان ہے جو
 ایسی واداری و مساوات کا روادار ہو، خدمت ملک ای صفت کا نام ہے۔ اور بوجہ حب الوطنی ہے۔
 سلیقہ انتخاب اشعار آما رخیال خطا و خیال بودانیت کہ من مجاہد بآزلف پر شکست ارم
 دورِ حاضرہ میں شعراء کے کلام کا انتخاب کبھی تو کوئی صرف اس غرض کیلئے کرتا ہے کہ گوشا عرفین
 شعر کا ماہر نہیں ہے لیکن علم و فضل یا کسی اور حیثیت سے اسے خواہ امتیاز حاصل ہے، اور کبھی اس
 مدح سے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ اُس کے اوکا معلوم ہو سکیں، ان ہر دو طریقہ انتخاب کے علاوہ
 کبھی اُس کے فن ادب کی ہمارت کا اظہار مد نظر ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے اظہار بیان اور طرزِ ادا کا
 خیال مگر کوئی خاطر مگر ہمارے خیال میں سے بڑی بات آہم شعر پر شاعر کی قدرت اور دستگاہ
 دکھانی ایک تذکرہ نویس کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے، ہم محقق ہیں کہ برہن نے جس تنقید جسے کا یہ فیظیر

مرقعہ بسیل عجیب زبانی لاجواب فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ انشاء پردازی کے رنگ و بکریش کیا ہے
 دنیائے ادب فارسی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ زبان کے زباندانوں کے حسب قدر تذکرے پائے
 جاتے ہیں، وہ عام اور نیکو ہیں۔ ان مصنفوں نے طبیب یا بس مشہور و کلام عام و خاص،
 بلکہ عوام الناس میں بھی کچھ نمونہ رکھی اور زیادہ تر تذکرے تو ایسے ہیں جو عامیہ و بزرگ پیکر کے ہیں
 ایسے انتخاب میں جس احتیاط کی ضرورت تھی، وہ آجیات کے فاضل مصنف سے بھی نہ
 سکتا، مگر آپ نے اپنے بے مثل سلیقہ و واقعہ نگاری سے نساہان کلام کے کلام ایسا انتخاب کیا ہے
 کہ ڈیڑھ سو برس کی فصاحت و بلاغت میں جان و اندی سےج تو یہ زبان فارسی کی اس سے
 بڑھ کر کسی نے خدمت نہیں کی، امتحان کی عین نگاہی بصیرت و ادب اور کامل مہتری برہن ہی
 کا حصہ ہے، آپ کی طبع نقاد نے زبان فارسی کے بہترین کلام کا عطر نکال لیا ہے اور دیکھ لے اسی
 طرح سے جیسا کہ روم نے اپنی مثنوی میں قرآن شریف کا

من ز قرآن مغز را برداشتم استخوان پیش سنان انداختم
 نالائق ہندوستانوں کی قابلِ رحم حالت [چو در نظر برجاہت آہ نیم بے دل کا و سنان]

تقریباً ایک صدی گزشتہ سے ہندوستان میں چھاپہ کاروں کا یہ مگر بے تحاشہ اہل علم و ہندوستان
 پر روزناروں برق ایک سے کم عیب ہے اور دشنام دی گیا کہتے ہیں اور اپنی تمام قابلیت
 اسی پر خرچ کرتے ہیں، کاش یہ ملکی خدمت کرتے لاکھوں بجائے ملن و جان من کی دماغ سنوی سے
 فائدہ اٹھاتے، اور انکے تجربات چھاپتے، جیسا ایسا ناباغیرہ روز بروز دنیا سے پاس ہو رہا ہے
 اعجاز اس خاکسار ہمارا ارادہ تھا، کہ اول ان ہم شعراء کا مختصر تذکرہ لکھتا اور پھر انکی انصاف کی
 دتا، لیکن یہ طریقہ عروج و مدیہ کا ہے جس میں اس طرح کی غلطیاں کیلئے بیکار و نااہل ملک سے
 معافی کا نو بہتکار ہے عجیب کہ گیسر اگر اہل خطا بیا راند اس ہمہ قابل غفور و بخشنہ کیست
 اے درخشاں بزرگوں کی منور و جوتہ اپنے بزرگوں کا نام جس قبول کی روشنی ڈالو تاکہ

گم گشتگان وادی سخن کو صحیح اور پاک راستہ پر چلنے کی توفیق ہو،
 نسیم گلستانِ قدیم، یکم ہار سمعہ و اکرم، مقولہ نگار، لکھنؤ، خاکسار ہمارا سامی

جمہور
 دیکھتے ہیں کہ صاحب
 و ہندستان میدان
 بیانی اجال ہے از احاطہ نیران
 فیض حلقہ شعرائے ایران ملا شفقانی
 از دست بسادہ لوحی میں شفقانی کہیں دل آوارہ را کہ منیر اندر سید علی کے درخت نیابت تائید ہو سید ام
 دیوان نزل دارد شائش شہوہ ز کمارت خط کستہ درست نے درخت نیابت تائید ہو سید ام
 قصیدہ رلف معشوق کہ بے یوب پریشانم ہمیز اسکی مشرقی از جوانان لطیف صاحب
 میں جو پرگہائے غنچہ دریک خلوتیم تو ناخدا گردیدہ ایم ازہا کہ پیشویم نام گیلیانی صاحب
 است کہ در شہزاد گشت نماز ترا عشق ز غدا دشت ہمیز اجال و
 مون بتو ای شہید مقدس صاحب طبع بلندت سے دشت اگر گلگون سوائے من خوش گلزار
 بر دم آہویا بیاں از خوشی تنگ کرد ہمیز حیدر معانی از استاداں وادی بوکہ
 کاشی صاحب طبع بود کہ این سپ از اوست و قضا و نام ز پشانی دل لاکہ کلام ہمیز
 دہائے پریشاں دار

پہاڑی عورت کے حالات

پر

خصوصاً ان کے جو سلسلہ کوہستان شملہ میں جگہ بجگہ آباد ہیں اور جن کے جانے کا شہرخص قدرتناشاق ہے آجک پردہ پڑا ہوا تھا، جو باوجود ہزار ہا کوششوں اور سیکڑوں روپے کے مصارف کے اٹھنے میں نہ آتا تھا، اب وہ لطف کو ہنسار

کے شائع ہو جانے سے اٹھ گیا ہے، جن میں انکے خفیہ حالات، عجیب و غریب واقعات کی تصویریں، اعلیٰ انشاء پر از کی مختلف رنگوں سے نگین اور تاریخی حالات کے دغن سے چمکائی جا کر جلوہ گر کی گئی ہیں، علاوہ ازیں قابل مصنف نے پہاڑی زندگی کے ہر پہلو پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے، غرضیکہ یہ کتاب اعلیٰ کاغذ پر اعلیٰ تیار ہوئی ہے، قیمت فی جلد مضمحل ڈاک جو کتاب کی فوٹیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے، صرف ایک روپیہ (عبارت ہے) الشہرہ یحیوت اے تیج چیف منیجر ٹیس ہندوستانی

ہند مقدس

اگر کوئی چیز کسی کے پیش کی جائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں کی حقیقت جانچ لی جائے

چنانچہ

مقدس انکشافات بھمن کا پیشکش کسی مقدس ہستی کے حضور ہونا چاہیے
تھا، اس پاک فرض کی ادائیگی کے لئے اطرافِ عالم پر نظر باری، مگر افسوس
کہ ایسی کوئی ہستی نظر نہ آئی، دراصل یہ انکشافات سرِ برہمن ہوتے ہی ہیں،

اسلئے

بارگاہِ الہی سے بڑھ کر اور کوئی بارگاہ اس پیشکش کی اہل نہیں ہو سکتی۔
پس نہایت عجیب و انکسار کے ساتھ انکشافات بھمن کا ہدیہ جنابِ باری
میں پیش کیا جاتا ہے کہ اب ان کا اصلی مقام وہی ہے،

گذرانیدہ خاکسار بہارِ سنائی

ب لہجہ

۸۹۱۵۲۳۱۶

ب سہجہ

DUE DATE

--	--	--	--

